جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

آتش فشاں

حصّہ 13

میرے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کے مانند لہرایا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''لی یان! تم ادھر ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر جا کر بیٹھو۔ ہم اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جیسے ہی بنگلے سے نکلنے لگیں گے تمہیں فون کر دیں گے۔ تم ٹیکسی کو فوراً ادھر لے آنا۔ اس طرح اس مشن میں تمہاری شمولیت بھی ہو جائے گی اور ہمیں بھی زیادہ گھٹ راگ نہیں پھیلانا پڑے گا۔'' پھر میں نے لی یان کی ہاں یا نہ دیکھے بغیر کاشانوک سے کہا۔

''یار! ٹیکسی کی چابیاں تم لی یان کے حوالے کر دو۔''

یہ اسکیم کاشانوک کو بھی بہت پسند آئی تھی لہٰذا لی یان کو طوعاً و کرہاً ہم سے اتفاق کرنا پڑا۔ کاشانوک نے جیکٹ کی جیب..... میں سے چابیوں والا گچھا نکال کر لی یان کی طرف بڑھا دیا اور اسے بتانے لگا کہ مذکورہ ٹیکسی کس لوکیشن پر کھڑی تھی۔

میں نے کہا ''تم ٹیکسی میں ہمارے فون کا انتظار کرنے کے دوران میں اندرونی لائٹ کو آف ہی رکھنا تاکہ باہر سے گزرنے والا کوئی بھی شخص براہِ راست تمہارے چہرے کو نہ دیکھ سکے۔ ویسے تمہارے پاس لیڈی پسٹل موجود ہے۔ ضرورت پڑنے پر تم اسے استعمال کر سکتی ہو اور اگر کسی ہنگامی صورتِ حال میں تمہیں ہماری آمد سے پہلے وہاں سے کھسکنا پڑے تو تم فون کر کے ہمیں بتا دینا۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا ''ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ ایسا کوئی اپ سیٹ ہو۔ میں نے احتیاطاً تمہیں یہ سب کچھ بتایا ہے۔''

لی یان کے چہرے کے تاثرات یہی بتاتے تھے کہ دل سے اسے ہماری پلاننگ پسند نہیں آئی۔ تاہم اس نے کھل کر ہماری مخالفت نہیں کی۔ وہ درحقیقت ہمارے کندھوں سے کندھا ملا کر اس کارروائی میں حصہ لینا چاہتی تھی۔ میرے خاموش ہونے پر جب اس نے زبان کھولی تو لہجے سے برہمی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''وجدان! تم دو تین مرتبہ مجھے فون استعمال کرنے کی ہدایت دے چکے ہو حالانکہ تم جانتے ہو میرے والا سیل تو وہیں گھر پر رکھا ہے!''

اس کے جھنجلاہٹ بھرے اعتراض پر مجھے بہت پیار آیا۔ وہ اپنی بے بسی کو یوں ظاہر کر رہی تھی۔ میں نے لگاوٹ بھرے لہجے میں کہا ''چندا! غم کیوں کرتی ہو۔ میں اپنا سیل تمہیں دے کر ہی ٹیکسی کی جانب روانہ کروں گا۔ مجھے تو صرف کاشانوک کی کال کا انتظار کرنا ہے۔ اس کے بعد یہ سیل فارغ ہو جائے گا۔ بعد میں ہم کاشانوک کے سیل سے تمہیں اپنے رابطے میں لے آئیں گے۔ کہو کیسا آئیڈیا ہے؟''

اس نے چوں نہ کی تاہم چہرے کا اتار چڑھاؤ یہی بتا رہا تھا کہ مجبوری کا نام شکریہ کے مصداق وہ ہم..... سے اتفاق کرنے پر تیار ہو گئی ہے۔ بہرحال' آئندہ پانچ منٹ میں ہم نے یعنی' میں نے اور کاشانوک نے آدھے ڈائنا مائٹ' ہینڈ گرینیڈ اور ٹائم بم کو بڑی مہارت سے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ اس خطرناک اسلحے کا کچھ ذخیرہ ہم نے بیگ کے اندر ہی رہنے دیا تاکہ واپسی میں بوقتِ ضرورت کام میں لایا جا سکے۔ اس ہلاکت خیز اسلحے میں زیادہ تعداد ہینڈ گرینیڈ کی تھی جنہیں ہم اپنی ٹیکسی کے اندر رہتے ہوئے تعاقب میں آنے والوں پر استعمال کر سکتے تھے۔ ٹائم بم اور ڈائنا مائٹ کی زیادہ مقدار ہم اپنے ساتھ بنگلے کے اندر لے کر جاتے۔

جب آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے ہو گیا تو کاشانوک ہم سے رخصت ہو کر بنگلے کی سامنے والی سمت چلا گیا۔ لی یان نے تنہائی میسر آتے ہی گلوں اور شکوؤں کا پنڈورا باکس کھول کر رکھ دیا۔ مجھے چونکہ اس کی کوئی بات ماننا نہیں تھی لہٰذا پوری توجہ سے اس کی شکایات سنتا رہا اور اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

''تم خود کو اس مشن سے الگ کیوں سمجھ رہی ہو۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر تم جو ذمے داری پوری کرو گی وہ بھی بہت اہم ہے۔''

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی ''میں خود کو اس مشن سے نہیں' بلکہ تم سے الگ محسوس کر رہی ہوں۔''

میں اس کے نزدیک چلا گیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میں تمہیں اتنا کمزور تو نہیں سمجھتا تھا۔ ان لمحات میں تم خاصی جذباتی ہو رہی ہو۔''

ہم اس وقت جس مقام پر کھڑے تھے وہاں ہمارے علاوہ صرف تاریکی ہی تاریکی تھی لہٰذا اس بات کا ایک فیصد بھی امکان نہیں تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ لے گا۔ کاشانوک کے جانے کے بعد ہم اس تاریک گوشے میں آ گئے تھے۔ ورنہ پہلے جہاں کھڑے تھے وہاں ملگجا اجالا موجود تھا۔ میں نے ہمدردانہ انداز میں لی یان سے بات کی تو وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔

''تم کہہ رہے ہو تو غلط نہیں ہوگا لیکن مجھے کم زور بھی تو تم نے بنایا ہے نا۔''

میں گہری تاریکی کے باوجود بھی اس کے چہرے کے تاثرات کو سمجھنے میں کامیاب رہا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہمارے درمیان اس وقت نہ ہونے کے برابر فاصلہ حائل تھا۔ میں نے اس قربت میں لی یان کے ہونٹوں کی تھرتھراہٹ کو محسوس کرلیا۔ اس کا پورا بدن غیر محسوس انداز میں لرز رہا تھا۔ میں جانتا تھا' وہ کوئی کم زور یا بزدل لڑکی نہیں تھی۔ یہ اس نفسیاتی برتری کا اثر تھا جو مجھے اس پر حاصل تھی۔ وہ جن حالات سے گزر کر مجھ تک پہنچی تھی اور پھر میرے ساتھ رہتے ہوئے اسے مزید جن اعصاب شکن حالات سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اس نے لی یان کو خاصا بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ مجھ پر بہت زیادہ انحصار کرنے لگی تھی۔ خاص طور پر شون کی موت کے بعد وہ بالکل تنہا ہوگئی تھی لیکن میری دل جوئی اور پُرخلوص ہمدردانہ رویے نے اس کی تنہائی اور آزردگی کو پاٹ ڈالا تھا۔ وہ بہت کم وقت میں میری بہت زیادہ عادی ہوگئی تھی۔

میں نے اپنے ہاتھوں کو اس کے شانوں سے اٹھا کر رخساروں تک پہنچا دیا اور حوصلہ بڑھانے والے انداز میں کہا ''میں جانتا ہوں' تم بہت بہادر لڑکی ہو۔ اس وقت جذباتی ابال نے تمہیں ایسا کردیا ہے لیکن فکر نہ کرو' سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

وہ خاموش رہی۔ زبان سے ایک لفظ نہ کہا۔ تاہم اس کے وجود کے اندر پھیلا ہوا اضطراب' میرے ہاتھوں کے راستے مجھ تک پہنچتا رہا۔ میں دھیرے دھیرے اس اضطراب کو اپنے ہاتھوں سے کشید کرتا رہا تاکہ اس کے اندر مچلنے والا طوفان تھم جائے' وہ پُرسکون ہوجائے مگر میری اس کوشش نے الٹا اثر دکھایا۔

وہ شانت ہونے کے بجائے بپھر گئی۔ ہاتھوں سے اسے سنبھالنا ممکن نہ رہا تو مجھے مجبوراً دو ہاتھ آگے بڑھنا پڑا۔ اس سنبھلنے اور سنبھالنے پر تاریک رات نے رضاکارانہ طور پر آنکھیں بند کرلیں۔

میری ران پر ہونے والی تھرتھراہٹ نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہونے پر مجبور کردیا۔ میں نے سیل کی جملہ گھنٹیاں بند کرکے اسے سائیلنٹ الرٹ پر ڈال رکھا تھا۔ یہ یقیناً کاشانوک کی کال تھی۔ میں نے جینز کی جیب میں سے سیل نکالا تو میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔

میں نے سیل کو کان سے لگایا تو کاشانوک کی مانوس آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''وجدان! میں نے ادھر کا میدان صاف کردیا ہے۔ پانچ منٹ سے پہلے پہلے تم اندر پہنچ جاؤ۔''

میں نے سیل کو' رابطہ ختم ہونے کے بعد لی یان کے حوالے کردیا اور تاکیدی لہجے میں کہا ''جاؤ' ادھر ٹیکسی میں بیٹھ کر میری کال کا انتظار کرو۔ میں بہت جلد تم سے رابطہ کروں گا۔''

اس نے سیل کو جیب میں ٹھونسا' ہینڈ گرینیڈ والے بیگ کو اٹھایا اور ''گڈ بائے'' کا عملی مظاہرہ کرنے کے بعد ٹیکسی کی جانب بڑھ گئی۔

کاشانوک نے پانچ منٹ کے اندر مجھے عملی قدم اٹھانے کی ہدایت کی تھی۔ میں نے بنگلے کی عقبی دیوار کو اپنی نگاہ میں ناپ تول کر اندازہ لگایا پھر اس کے اوپر چڑھنے میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا۔ بنگلے کے پچھواڑے گہری تاریکی کا راج تھا۔ ادھر سے کسی بندے بشر کے گزرنے کے امکانات نہیں تھے اسی لیے بھی میں نے بڑے مطمئن انداز میں دیوار کی بلندی تک رسائی حاصل کرلی۔ اس کے بعد میں نے ایک نظر اندر کا جائزہ لیا اور کاشانوک کو دریافت کرلیا۔

بنگلے کے عقبی حصے میں ایک وسیع و عریض لان تھا اور کاشانوک اسی لان میں کھڑا منتظر نگاہ سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیوار پر موجود پا کر اس نے ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا اور میں اس کا اشارہ پا کر بہ آہستگی بنگلے کے اندر کود گیا۔

نرم اور دبیز گھاس سے میرے قدم ٹکرائے تو ایک موہوم سی آواز پیدا ہوئی لیکن اس سبک آواز نے اس وسیع و کشادہ لان سے باہر جانے کی کوشش نہیں کی۔ میں اطمینان سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور سیدھا کاشانوک کی سمت بڑھ گیا۔

کاشانوک مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک کونے میں چلا گیا۔ ادھر قدرے تاریکی تھی۔ ہم اس تاریک گوشے میں پہنچے تو اس نے ایک گرم جیکٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

''اسے اپنے لباس کے اوپر پہن لو۔''

میں نے جیکٹ کو ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ ویسی ہی جیکٹ کاشانوک نے بھی اپنے لباس کے اوپر زیب تن کر رکھی تھی۔ میں سمجھ گیا اس جیکٹ کا تعلق سیکیورٹی گارڈز سے تھا۔ پتا نہیں کاشانوک نے وہ فاضل جیکٹ میرے لیے کہاں سے اور کیسے حاصل کی تھی۔ میں نے جیکٹ پہنتے

ہوئے جب اس بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا۔

''پہلے جیکٹ پہن لو' پھر تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں۔''

میں جیکٹ کو اپنے لباس کے اوپر جما کر فارغ ہوا تو وہ مجھے لان کے ایک دور افتادہ کونے میں لے گیا۔ اس طرف ایک چھوٹا سا کمرا بنا ہوا تھا جس میں ناکارہ سامان بھرا ہوا تھا۔ وہیں مجھے ایک ہٹا کٹا شخص بے سدھ پڑا ہوا نظر آیا۔

میرے سینے سے ایک گہری اور متاسفانہ سانس خارج ہوئی۔ یہ سمجھنے میں مجھے ایک لمحے کی دیر نہ لگی کہ وہ بے ہوش نظر آنے والا شخص اس بنگلے کا سیکیورٹی گارڈ تھا جسے کاشانوک نے اپنے کسی کمال سے اٹھا غفیل کردیا تھا۔ اس نے مجھے جو جیکٹ پہننے کو دی تھی وہ اسی گارڈ کی تھی۔ بے سدھ پڑے ہوئے گارڈ کے نزدیک ہی مجھے ایک آٹو میٹک گن بھی رکھی دکھائی دی۔ کاشانوک نے وہ گن اٹھا کر میرے ہاتھوں میں تھمادی۔

''یہ رکھ لو۔ کسی برے موقع پر کام آئے گی۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

ویسی ہی ایک گن کاشانوک نے بھی اٹھا رکھی تھی۔ جب موبائل فون پر اس نے مجھے اس بنگلے میں کسی ہنگامی میٹنگ کی اطلاع دی تھی تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا تھا' اس کی ڈیوٹی جوگندر پال نے بنگلے کے عقبی لان والے حصے میں لگائی تھی۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا گارڈ بھی وہیں ڈیوٹی دے رہا تھا لیکن اس گارڈ کی بہ نسبت کاشانوک کو یہ سہولت اور آسانی حاصل تھی کہ وہ بنگلے کے اندرونی حصے میں بھی آجا سکتا تھا۔ اب اس دوسرے گارڈ کی جگہ میں وہاں آگیا تھا اور وہ بے چارہ دو تین گھنٹے کے لیے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوکر اسٹور روم میں آرام فرما رہا تھا۔

میں نے کاشانوک سے پوچھا ''اندر کی کیا صورتِ حال ہے؟''

''صورتِ حال اطمینان بخش ہے۔'' اس نے بتایا ''جوگندر پال اندر موجود ہے لیکن اسرائیلی مہمان ابھی تک نہیں پہنچے۔ ان کا بڑی شدت سے انتظار ہو رہا ہے۔ ویسے سننے میں آرہا ہے وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔ اصولاً اس کی آمد میں پندرہ منٹ ابھی باقی ہیں۔''

''ہمیں ابھی پندرہ منٹ میں اپنے کام مکمل کرنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''بالکل۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا ''میں یہ کام بہ آسانی کرلوں گا۔''

''میں.....'' میں نے اس کے جملے کا ایک لفظ پکڑ کر دہرایا اور حیرت بھرے لہجے میں استفسار کیا ''کیا تم اکیلے یہ کام کرو گے۔''

''ہاں وجدان! اسے تم ہماری مجبوری سمجھ لو۔'' وہ آہستگی سے بولا ''تم بنگلے کے اندر نہیں جاؤ گے۔ میں نے اس سیکورٹی گارڈ کو اسی لیے آرام کی نیند سلایا ہے کہ تم یہاں لان میں اس کی پوزیشن سنبھال سکو تاکہ میں اطمینان سے ڈائنامائٹ کی تنصیب اور ٹائم بم کی پلیننگ کا کام مکمل کرسکوں۔''

''اوہ!'' میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا ''تو کیا میں اس کھیل میں تمہارا سلیپنگ پارٹنر ہوں۔''

''ایسی بات نہیں وجدان۔'' وہ جلدی سے بولا ''تم اس گیم میں اپنا بھرپور متحرک پارٹ ادا کرو گے۔ ڈاکٹر

ماہنامہ سرگزشت میں شائع شدہ سرگزشت پر مبنی
ہستیوں کی لاجواب دستاویزی آموز مواد
خاصانِ خدا
قیمت 225 روپے
ڈاک خرچ 30 روپے
تحریر و تحقیق
ڈاکٹر ساجد امجد
صفحات
400 سے زائد
محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ
محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی غوث الاعظمؒ
ولیۂ مہر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ
فاتح قلوب حضرت خواجہ معین الدین غریب نوازؒ
ان کتابوں میں سے ایک جنھیں ہر گھر میں ہونا چاہیے
کتابیات پبلی کیشنز۔ کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
C-83 فیز II ایکس ٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

مائٹ اور ٹائم بم ان لوگوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے استعمال ہوں گے۔ اس بلاسٹنگ کے نتیجے میں اگر ان کو کوئی شدید جانی نقصان پہنچتا ہے تو یہ ہمارے لیے بونس ہوگا ورنہ میرا منصوبہ یہ ہے کہ انہیں وحشت میں مبتلا کر کے بنگلے کے میٹنگ ہال سے باہر لایا جائے اور جب وہ افراتفری کے عالم میں باہر نمودار ہوں گے تو ہم انہیں اپنی گنوں سے بھون کر رکھ دیں گے۔''

''آئیڈیا بہت عمدہ ہے۔'' میں نے تعریفی انداز میں کہا پھر پوچھا ''ہمیں اس بنگلے میں زیادہ سے زیادہ کتنے افراد سے نمٹنا ہوگا؟''

''ایک سے تو میں نمٹ چکا ہوں۔'' اس نے اسٹور روم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ''دوسرا چھت پر پہرا دے رہا ہے۔ میں کسی حیلے وسیلے سے اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں' میری طرح اس سے تم نمٹ لینا۔ باقی صرف دو سکیورٹی گارڈ بچیں گے یعنی ہم دونوں۔ اس کے علاوہ ایک مسلح چوکیدار گیٹ پر متعین ہے۔ اس سے کسی بھی وقت نمٹا جا سکتا ہے۔''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے تھما پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولا ''بنگلے کے اندر دو ملازمین اور باقی مہمان ہوں گے جن کی تعداد تین سے پانچ ہو سکتی ہے۔ ویسے وہ تین سے پانچ درجن بھی ہوں تو پروا نہیں ہے۔ وہ جس کسمپرسی کے عالم میں جان بچانے کے لیے بنگلے کے اندرونی حصے سے نکلیں گے انہیں شکار کرنا ہمارے لیے چنداں مشکل نہیں ہوگا۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی الجھن ہو تو بتاؤ۔''

''کوئی الجھن نہیں ہے۔'' میں نے کہا ''کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اس ہنگامی میٹنگ کی زندہ کارروائی کا نظارہ کر سکیں؟''

''ایسا کرنا انتہائی خطرناک ہوگا۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''ہمیں صرف اپنے مطلب سے غرض رکھنا چاہیے۔ تم نے ڈین ہارو ے اور کلاڈیا کو مار کر اپنے دشمنوں کے دلوں پر ایک دہشت سی بٹھا رکھی ہے۔ اس واقعے کے بعد ان کا پتا پانی ہو جائے گا۔ جب ہم یہاں سے کامیاب واپس جائیں گے تو تم ربی سے اکڑ کر بات کر سکتے ہو۔''

اس نے میرے دشمنوں اور ربی کا ذکر روانی میں کیا تو ہمیں یہ سمجھے بنا نہ رہ سکا کہ ڈاکٹر مونگ نے اسے میرے معاملات سے متعلق بہت کچھ بتا رکھا ہے۔ اس سے ایک بات یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی تھی کہ کاشانوک ڈاکٹر مونگ کے لیے واقعی بھروسے کا آدمی تھا اور میں نے بھی اب تک اسے ایسا ہی پایا تھا۔

''ٹھیک ہے کاشانوک میں تمہارے منصوبے سے اتفاق کرتا ہوں۔'' میں نے کہا ''جیسے بھی سہی چلیں میں اپنے یہودی دشمنوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان تو پہنچا سکوں گا۔''

''اسی طرح جوگندر پال کے نامۂ اعمال کا حساب بھی ہو جائے گا۔'' کاشانوک نے کہا ''اس نے ان چٹی چمڑی والوں کو اس دھرتی میں قدم جمانے کا موقع دیا ہے۔ وہ غدارِ وطن ہے اور غدار چاہے کسی بھی شعبے کا ہو' اس کی کم از کم سزا عبرتناک موت ہوتی ہے۔''

بات کے اختتام پر اس کا لہجہ بے انتہا کرخت ہو گیا۔

میں نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے تسلی دی ''فکر نہ کرو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

وہ اٹل لہجے میں بولا ''اچھا' میں چلتا ہوں۔ پہلے میں چھت والے سکیورٹی گارڈ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد دھماکا خیز مواد کو تنصیب کروں گا۔''

''یہ کام تمہیں بہت احتیاط سے کرنا ہوگا۔'' میں نے دوستانہ انداز میں کہا۔

''میں نے ہر قسم کے ایمونیشن کے استعمال کی خصوصی ٹریننگ لے رکھی ہے۔'' وہ فخریہ لہجے میں بولا ''تم فکر نہ کرو' میں ڈائنامائٹ کی تنصیب اور ٹائم بم کی پلیسنگ میں خاص احتیاط برتوں گا اس طرح کہ کسی کا میری طرف یا ان خطرناک اشیا کی طرف دھیان نہ جائے۔''

پھر وہ مجھ سے گرم جوش مصافحہ کر کے بنگلے کے پہلو میں نکل گیا۔

کاشانوک نے پندرہ منٹ کی جو مہلت بتائی تھی' اس میں سے تین منٹ گزر گئے تھے۔ میں ان اسرائیلوں کے بارے میں سوچنے لگا جو ابھی اس بنگلے میں نہیں پہنچے تھے اور اگر یہاں پہنچ جاتے تو پھر میں انہیں کہیں اور بھیجنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ وہاں..... جہاں سے وہ پھر کبھی واپس نہ آتے۔

دو منٹ بعد کاشانوک کی محنت رنگ لے آئی۔ میں نے ایک باوردی سکیورٹی گارڈ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ یقیناً یہ وہی گارڈ تھا جو بنگلے کی چھت کی نگرانی پر مامور تھا۔ وہ مجھ سے دس قدم کی دوری پر تھا کہ اس نے مجھے پکارا۔

''منگ! کیا بات ہے۔ تم نے مجھے کیا دکھانے کے لیے بلایا ہے؟''

کاشانوک نے مجھے یہ بتا دیا تھا کہ میں نے جس گارڈ

کی پوزیشن سنبھالی تھی اس کا نام منگ تھا جبھی وہ گارڈ مجھے اس نام سے مخاطب کر رہا تھا۔ میری معلومات کے مطابق اس گارڈ کا نام تھاپا تھا۔

میں نے پُراسرار انداز میں اپنی جیب کو ٹٹولتے ہوئے کہا ''تھاپا! اتنی دور سے تمہیں کیا دکھاؤں۔ قریب آؤ تو کوئی بات بھی بنے۔''

میں دانستہ ایک ایسی تاریک اوٹ میں کھڑا تھا جہاں تھاپا میرا چہرہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کاشانوک نے مجھے تھاپا کی ایک کمزوری بھی بتا دی تھی۔ وہ ذہنی آوارگی کا شوقین تھا۔ برہنہ عورتوں کی تصاویر دیکھنا اور اپنے پاس رکھنا اس کا محبوب مشغلہ تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے موبائل فون کے ایم ایم سی (ملٹی میڈیا کارڈ) کی ساری میموری ایسی ہی تصاویر اور متحرک کلپس سے بھر رکھی تھی۔

لالک کسی بھی شے کی ہو' بری ہوتی ہے۔ جب انسان کی طلب و رسد میں توازن قائم نہ رہے تو پھر وہ جنونی ہو جاتی ہے' ہر وقت اس کے ذہن پر ایک سنک سی سوار رہتی ہے جو اسے ذہنی اور جسمانی طور پر نچوڑ کر رکھ دیتی ہے۔

تھاپا ایک حد تک نفسیاتی مریض ہو چکا تھا۔ وہ ذہنی آوارگی کی تمام حدود کو پھلانگ چکا تھا۔ میں نے اس کے آتشِ شوق کو ہوا دینے کے لیے اپنی جیب کو بہ دستور ٹٹولتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں کہاں رکھ دی ہیں۔ بڑا تازہ اور کرارا مال آیا ہے میرے پاس۔''

وہ کسی بھوکے پیاسے کی طرح رال ٹپکاتا ہوا ایسے میری جانب بڑھا جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ میں اسے سنبھالنے کے لیے پہلے ہی تیار کھڑا تھا۔ وہ جیسے ہی مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر پہنچا' میں نے اسے شکار کر لیا۔

میری ایک تیز رفتار سائیڈ کک اس کے سینے پر پڑی۔ میں نے اچانک ہی ایک لمبا اسٹیپ لے کر اسے خطرناک کک جڑ دی تھی۔ وہ میری طرف سے کسی ایسے ردِعمل کی توقع نہیں کر رہا تھا اسی لیے مار کھا گیا۔ وہ اپنی آنکھوں کو جھپکنے کے لیے میری طرف بڑے اشتیاق سے بڑھا تھا۔ اس کی ہوس تو تسکین نہ پا سکی البتہ سینے پر ایک زبردست کک کا تمغا سج گیا۔

اس کے حلق سے ''اوں'' کی ایک مبہم سی صدا خارج ہوئی اور وہ پہلو میں لڑکھڑاتے ہوئے پختہ دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں شاید اس کی کھوپڑی کچھ زیادہ ہی متاثر ہوئی تھی کیونکہ دیوار سے تصادم کے بعد وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کا تنقیدی جائزہ لینے لگا۔ وہ اپنے جذبے کی تسکین کے لیے ایسا اندھا ہو گیا تھا کہ ہر شے کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس کی کھوپڑی میں صرف ایک ہی تصور قائم تھا..... اور اس روشن تصور نے اس کی کھوپڑی کا چراغ گل کر دیا تھا۔

اس کے سرسری معائنے سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ کم از کم دو گھنٹے تک ہوش میں نہیں آ سکتا تھا تاہم میں نے احتیاطاً پھر بھی اس کی گردن پر موجود مخصوص رگ کو مہارت سے مل دیا۔ اب اس کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت کی توقع نہیں رہی تھی۔

اس کے بعد میں اسے گھسیٹ کر اسی اسٹور روم میں لے آیا جس میں اس کا بھائی بند ہر شے سے بے گانہ پڑا تھا۔ میں نے تھاپا کو اصلی منگ کے اوپر ڈالا اور اسٹور روم کے دروازے کو بہ آہستگی بند کر کے وہاں سے ہٹ گیا۔

تھاپا! اندھیرے کے باعث میری صورت نہیں دیکھ سکا تھا ورنہ وہ چونک جاتا اور کوئی بھی گڑبڑ پیدا ہو سکتی تھی۔ بہرحال وہ اپنے شوق کی تکمیل کے لیے منگ کے پاس آیا تھا اور میں نے ایک گائیڈ کا کردار ادا کرتے ہوئے اسے اصلی منگ تک پہنچا دیا تھا۔ اب وہ کسی طرح اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اس سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔

میں بڑے اعتماد سے بنگلے کے عقبی لان پر ''پہرا'' دینے لگا۔ پانچ منٹ بعد میں نے بنگلے کا مین گیٹ کھلنے کی آواز سنی۔ میرے کان کھڑے ہو گئے۔ گیٹ کھلنے کا ایک ہی مطلب تھا کہ کوئی گاڑی یا تو اندر آ رہی تھی یا پھر باہر جا رہی تھی۔ اس وقت معزز اسرائیلی مہمانوں کا بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا لہٰذا اس بات کے امکانات زیادہ روشن تھے کہ کوئی گاڑی آ ہی رہی ہوگی۔

میں ایک دیوار کی اوٹ لے کر گیٹ کو دیکھنے لگا۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا جب کہ میں بیرونی گیٹ کا منظر بڑی وضاحت سے دیکھ سکتا تھا۔

گیٹ پوری طرح کھل چکا تو میں دھڑکتے دل کے ساتھ وہاں کسی گاڑی کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی لمبا چوڑا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ چوکیدار نے اگر گیٹ کھولا تھا تو کسی گاڑی کو دیکھ کر ہی یہ ''حرکت'' فرمائی تھی۔ اگلے ہی لمحے یکے بعد دیگرے دو عالی شان گاڑیاں گیٹ میں سے بنگلے کے اندر داخل ہو گئیں۔

ان گاڑیوں کی آب و تاب اور لمبائی چوڑائی کو دیکھ کر

ایک لمحے میں یہ فیصلہ سنایا جا سکتا تھا کہ ان میں وی وی آئی پی شخصیات تشریف فرما ہوں گی۔ میرے دل نے گواہی دی کہ..... تھا جن کا انتظار وہ شاہکار آ گئے۔ دوسرے ہی لمحے میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔

مجھے ڈرائیوے کا ایک بڑا حصہ بہ خوبی نظر آ رہا تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے رکیں۔ اسی دوران میں جوگندر پال بھی بنگلے کے اندر سے نکل کر ان کے استقبال کے لیے ڈرائیوے میں پہنچ گیا۔ پھر وہ معزز مہمان گاڑیوں سے باہر آ گئے۔

وہ کل پانچ افراد تھے اور رنگ و روپ سے سفید فام دکھائی دیتے تھے۔ یہ وہی پانچ اسرائیلی یہودی تھے جو میری گرفتاری اور سرکوبی کے لیے وہاں کوئی ہنگامی میٹنگ کرنے آئے تھے۔ میرے دل و دماغ میں غصے کی ایک شدید لہر اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ماؤنٹ ایورسٹ کی بلندی کو چھونے لگی۔ اس لہر کے اندر غصے کے ساتھ ہی نفرت کی بھی وافر مقدار شامل تھی۔

میرے دل میں آئی کہ ابھی اپنی کمین گاہ سے نکلوں اور جوگندر پال سمیت ان پانچ یہودیوں کو ان ہی کے گندے خون میں غسل دلا کر ٹھنڈے ٹھار فرش پر لمبا لٹا دوں لیکن میں نے اپنی اس خواہش کو زبردستی دبا لیا۔

ایسا کرنے سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا۔ ہم جو منصوبہ لے کر اس بنگلے میں گھسے تھے وہ یہودیوں اور ان کے میزبانوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے زیادہ مؤثر اور کامل تھا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ہی یہ بنگلا دھماکوں اور چیخ پکار کی عالمی منڈی بننے والا تھا۔ وہ لرزہ خیز مناظر زیادہ جان دار ہوتے۔

میں نے خود ترحمی کے ذریعے اپنے ذہن کی تپش کو ٹھنڈا کیا اور گہری سانسیں لینے لگا۔ اس دوران میں ڈرائیوے خالی ہو چکا تھا۔ معزز مہمان بنگلے کے اندر داخل ہو گئے تھے اور دونوں گاڑیوں کے ڈرائیور انہیں باقاعدہ پارک کرنے کے بعد اندر چلے گئے تھے۔ گیٹ پر متعین چوکیدار نے دوبارہ گیٹ بند کر دیا اور اپنے مخصوص چھوٹے سے گارڈ روم میں بیٹھ گیا۔

میں اپنی جگہ سے نکلا اور ایک مرتبہ پھر ٹہلتے ہوئے عقبی حصے میں ''پہرا'' دینے لگا۔ اب مجھے کاشانوک کا انتظار تھا۔ وہ دس منٹ کے بعد مجھے دکھائی دیا۔ وہ سیدھا میرے پاس چلا آیا۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی میں نے پوچھ لیا۔

''کیا تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں؟''

''ہاں میں نے نوّے فی صد کام کر لیا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''اس سے ہماری ضرورت تو پوری ہو جائے گی نا؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل۔'' وہ قطعیت سے بولا ''تم دیکھنا وجدان! تھوڑی دیر بعد اس بنگلے میں کیسی قیامت برپا ہوتی ہے۔''

''میں نے ان افراد کو گاڑیوں میں سے نکل کر بنگلے کے اندر داخل ہوتے دیکھ لیا ہے جن پر یہ قیامت نازل ہونے والی ہے وہ کل پانچ تھے۔''

''پانچ وہ..... اور دو ان کے ڈرائیور۔'' کاشانوک... تصحیح کرتے ہوئے بولا ''بہت مزہ آئے گا وجدان! جب یہ تمام لوگ زندگی کی تلاش میں دوڑتے ہوئے اندر سے نمودار ہوں گے لیکن بنگلے کے بیرونی حصے میں موت اپنے خوف ناک جبڑے کھولے ان کی راہ دیکھ رہی ہو گی!''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''میں اب اسی وقت تمہارے پاس آؤں گا جب دھماکے آغاز ہونے میں چند سیکنڈ رہ جائیں گے۔ اب تم فیصلہ کر لو کہ تمہیں کون سے محاذ کو سنبھالنا ہے؟ بنگلے کا عقبی حصہ یا سامنے والا حصہ؟''

میں نے کہا ''اس بات کے امکانات برابر ہیں کہ وہ لوگ بنگلے کے سامنے والے حصے سے نمودار ہوں گے یا عقبی حصے سے۔ ہم جگہ کو بانٹنے کے بجائے شکاروں کو تقسیم کر لیتے ہیں۔''

''کیا مطلب ہے؟'' کاشانوک نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

میں نے کہا ''تم بنگلے کے اندر چوکنا رہو۔ میں ادھر باہر ہوشیار رہتا ہوں۔ میں نے اپنے شکار مارک کر لیے ہیں۔ یعنی پانچ اسرائیلی معزز یہودی۔ یہ مجھے جدھر سے بھی آتے یا جاتے دکھائی دیں گے' میں انہیں روسٹ کر کے رکھ دوں گا۔'' میں نے دانت پیستے ہوئے تھوڑا توقف کیا پھر کہا ''باقی تمام دشمن تمہارے شکار ہیں۔ بولو منظور ہے؟''

''منظور ہے!'' وہ میرے ہاتھ میں ہاتھ رکھتے ہوئے پُرعزم لہجے میں بولا ''لیکن فائرنگ والی کارروائی ہم' ان کے افراتفری میں مبتلا ہونے کے بعد شروع کریں گے۔''

''او کے ڈن!'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے' میں اب چلتا ہوں۔'' وہ جانے کے لیے مڑا پھر معنی خیز انداز میں پوچھ بیٹھا ''وجدان' تم نے تھاپا کو شاہکار تصاویر دکھا دی ہیں؟''

''کوئی ایسی ویسی دکھائی ہیں۔'' میں نے بھی تفریح

لینے والے انداز میں کہا ''وہ ان فن پاروں کی تاب نہیں لا سکا اور ادھر اپنے ساتھی منگ کے پاس بے ہوش و حواس پڑا ہے۔''

وہ معنی خیز انداز میں سر کو ہلاتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میں آنے والے سنگین اور سنسنی خیز لمحات کا تصور کر کے محظوظ ہونے لگا۔ انسانوں کو لاشوں میں بدلتے دیکھنا کوئی خوش کن نظارہ نہیں ہوتا لیکن ربی اور اس کے درندہ صفت آلۂ کار یہودیوں نے انسانی خون کو جتنا ارزاں کر دیا تھا اس کے پیشِ نظر یہ لوگ کسی رورعایت کے قابل نہیں رہے تھے۔ جوگندر پال ان کے آگے پیچھے دم ہلانے والا خوشامدی بنا ہوا تھا لہٰذا وہ بھی عبرت ناک سزا کا مستحق ٹھہرتا تھا۔

اس کمینے نے جانوس کے ساتھ مل کر مجھے پھانسنے کے لیے جو منصوبہ بندی کی تھی' اگر وہ کامیاب ہو جاتی تو اس وقت میں ربی کا قیدی ہوتا۔ کلاڈیا اپنے کسی سمریزائی عمل سے مجھے قابو کر کے یہاں سے لے جاتی اور لے جا کر ربی کے قدموں میں ڈال دیتی لیکن یہ حقیقت ہے کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

میں زندہ سلامت تھا۔ جانوس' ڈین ہارڈے اور کلاڈیا مجھے پھانستے پھانستے موت کے حصار میں بند ہو چکے تھے۔ یہی زندگی کی حقیقت ہے۔ یہ بڑی اچھلتی کودتی ہے۔ اتراتی اٹھلاتی ہے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتی لیکن موت ایک ہی جھٹکے میں اس کی تر کی تمام شُدکر کے رکھ دیتی ہے۔

کلاڈیا کے بارے میں سوچتے ہوئے آپوں آپ میرا تصور بنگلا نمبر جے۔ دو سو میں پہنچ گیا۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں اس حسین ساحرہ نے مجھے زیر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس کے پھیلائے ہوئے دام میں نہ آ سکا لیکن اسی بنگلے کے بڑے ہال میں وہ مجھ سے زیر ہو گئی تھی۔ اسی زیر و زیر کے حوالے سے لی یان مجھے بڑے تیکھے انداز میں چھیڑتی تھی۔ پتا نہیں' اسے میری اس کارروائی کی کیسے بھنک مل گئی تھی؟

لی یان میں اچانک بہت زیادہ تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ مجھے اس کے نئے انداز کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ پتا نہیں' آگے چل کر وہ مجھ پر حیرتوں کے کون کون سے پہاڑ گرانے والی تھی!

اچانک مجھے ایک اچھوتا خیال آیا۔ میں نے سوچا' مجھے جوگندر پال کی خبر لینا چاہیے۔ وہ اس وقت میرے خلاف ایک اہم ترین سازشی میٹنگ میں مصروف تھا۔ میں پہلے بھی تھرڈ آئی کے توسط سے اس کے ماحول میں رسائی حاصل کر چکا تھا۔ اگرچہ اس میٹنگ میں ہونے والی گفتگو مجھ تک نہ پہنچتی لیکن میں وہاں کے گرما گرم ماحول میں چند سانسیں تو لے سکتا تھا اور وہ منظر تو یادگار کی حیثیت کا حامل ہوتا جب بنگلے کے اندر پہلے دھماکے کی گونج سنائی دیتی۔ اس دہشت ناک آواز پر ان چھ افراد کا کیا ردِعمل ہوتا یہ ان کے چہروں کو جھانک کر ہی دیکھا جا سکتا تھا۔

میں نے ایک محفوظ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تیسری آنکھ کے سامنے میں نے جیسے ہی جوگندر پال کے خدوخال کو ابھارا' مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

وہ جھٹکا دراصل اس خوفناک دھماکے کے سبب تھا جو عین اسی لمحے بنگلے کے اندر ہوا تھا۔ میں تھرڈ آئی کے استعمال کو یکسر ترک کر کے اپنی جگہ پر حاضر ہو گیا۔ اب کوئی لمحہ جاتا تھا کہ میرے شکار وحشت زدہ بھیڑ بکریوں کے مانند بنگلے سے باہر نکلنے والے تھے۔

میں ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر بنگلے کے سامنے والے حصے کی جانب دوڑ گیا۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ میرے مطلوبہ شکار اسی طرف ابھریں گے۔ انہیں غروب کرنے کے لیے مجھے وہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔

جتنی دیر میں' میں اپنے مطلوبہ حصے میں پہنچا' یکے بعد دیگرے دو اور لرزہ خیز دھماکے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چیخیں بھی فضا میں بلند ہوئیں پھر میں نے افراتفری کے عالم میں چٹی چمڑی والے اسرائیلیوں کو بنگلے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔

اس سے پہلے کہ میں اپنی گن کو خوفناک برسٹ کے لیے زحمت دیتا' بنگلے کا گیٹ کھل گیا..... اور کھلے ہوئے گیٹ میں سے مجھے ایک ٹیکسی بنگلے کے سامنے رکتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے پلک جھپکتے میں اس ٹیکسی کو پہچان لیا۔

وہ کاشانوک والی ٹیکسی تھی اور ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر لی یان بھی موجود تھی۔ میں اس منظر کو دیکھ کر الجھ گیا۔

لی یان کو تو ہمارے بلاوے پر ادھر آنا تھا پھر وہ وقت سے پہلے کیسے وہاں پہنچ گئی۔ میں نے اسی ادھیڑ بن میں ایک سیکنڈ ضائع کیا۔ اگلے ہی لمحے کاشانوک کی چیختی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان! پلٹ کر دیکھو..... ورنہ بازی پلٹ جائے گی!''

کاشانوک کی چیخ سے مشابہ تنبیہی پکار میں بلا کی قوت شامل تھی۔ میں نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر دیکھا۔ اس نے بالکل درست کہا تھا۔ واقعی، اگر مجھے ایک لمحے کی تاخیر بھی ہو جاتی تو یہ بازی پلٹ گئی تھی، پھر میں اپنی داستان سنانے کے لیے آج زندہ نہ ہوتا!

وہ انسانوں کا ایک پورا گروہ تھا۔ میرے ہاتھوں نے بجلی ایسی سرعت دکھائی۔ وہ بڑے دہشت زدہ انداز میں اندر سے باہر نکلے تھے۔ میری گن نے جی جان سے ان کا "استقبال" کیا۔ میرے ہاتھوں کی میکانکی حرکت نے ان کے سامنے موت کا دہانہ کھول دیا۔ اگلے ہی لمحے بنگلے کی فضا ان کی دردناک چیخوں سے گونج اٹھی۔

اسی لمحے دوسری جانب سے کاشانوک نے بھی محاذ کھول دیا دو طرفہ فائرنگ نے انہیں بھون کر رکھ دیا۔ میں نے لگ بھگ دس افراد کو موت کی سوغات وصول کرتے اور زمین بوس ہوتے ہوئے دیکھا۔ ان کی فلک شگاف چیخوں اور خوف ناک فائرنگ کے پس منظر میں ڈائنامائٹ اور ٹائم بم وغیرہ بھی اپنی "کارکردگی" دکھانے میں پیش پیش تھے۔

میں نے پہلی نظر میں جب انہیں بنگلے کے اندرونی حصے سے نمودار ہوتے دیکھا تھا تو ان کی تعداد پر توجہ نہیں دے سکا تھا لیکن اب وہ اور ان کی عبرت ناک موت کا لرزہ خیز منظر میری نگاہ کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اس شیطانی ٹولے میں پانچ اسرائیلوں کے علاوہ ان کے ڈرائیورز، جوگندر پال اور اس کے ملازمین سب ہی شامل تھے۔ جوگندر پال اور اس کے ملازموں نے معزز مہمانوں کو رد کے رکھا تھا اور جس لمحے کاشانوک نے چیخ کر مجھے ان کی طرف متوجہ کیا، وہ اپنی گنز سے مجھے نشانہ بنانے والے تھے۔ میری گن کی آٹو میٹک جنبش نے انہیں ٹریگرز دبانے کا موقع نہ دیا اور دو طرفہ ہلاکت خیز فائرنگ نے پلک جھپکتے میں ان کے اجسام کو چھلنی میں بدل دیا۔

میں نے اور کاشانوک نے اپنے اپنے شکار مارک کر لیے تھے لیکن ان کی بدقسمتی کہ اتفاق سے وہ ایک ہی جگہ پر "جمع" ہو گئے تھے لہٰذا ہم دونوں کو بیک وقت شکار کھیلنا پڑا۔ جب وہ سب فنا کے گھاٹ اتر چکے تو میں نے ان کی لاشوں کے عقب سے کاشانوک کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ ان کا جائزہ لینے کے لیے بڑی تیزی سے اس طرف بڑھ رہا تھا۔ میں لی یان کی جانب مڑ گیا۔

وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دی۔ یہ بات ذہن کو الجھا دینے والی تھی۔ چند لمحے پہلے میں نے اسے ٹیکسی سمیت بنگلے کے کھلے ہوئے گیٹ میں سے دیکھا تھا۔ میرے لیے تو یہ بھی حیران کن تھا کہ ان قیامت خیز لمحات میں گیٹ کس نے اور کیوں کر کھولا تھا۔ پھر میرا دھیان مسلح گارڈ کی طرف چلا گیا جو اس بنگلے کی چوکی داری پر مامور تھا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف وہی شخص باقی بچتا تھا جو کسی نوعیت کی مزاحمتی کارروائی کی اہلیت رکھتا ہو۔ دیگر دو گارڈز، منگ اور تھاپا بنگلے کے عقبی حصے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے اسٹور روم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑے تھے۔ ان کی اس "بے خبری" میں میرا اور کاشانوک کا ہاتھ تھا۔

میں لپک کر گارڈ روم کے قریب پہنچ گیا۔ گارڈ روم خالی تھا۔ کھلے ہوئے گیٹ کے باہر کاشانوک والی ٹیکسی اب بھی نظر آ رہی تھی لیکن وہ لی یان کے وجود سے خالی تھی۔ میں گارڈ اور لی یان کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑا ہی رہا تھا کہ گیٹ کے باہر ایک ہیوی جیپ آ کر رکی۔ میں اچک کر ایک اوٹ میں ہو گیا۔ یہ اوٹ گارڈ روم کی ایک دیوار کے طفیل تھی۔

میں نہیں جانتا تھا، اس جیپ میں کتنے افراد ہوں گے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ ان کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہوگا۔ بنگلا نمبر آر۔ ٹو کٹی میں جو کچھ پیش آیا تھا ان حالات میں وہاں پہنچنے والے جوگندر پال اور اس کے اسرائیلی مہمانوں کے خیر خواہ ہی ہو سکتے تھے۔

جیپ کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں ابھریں۔ انہوں نے جیپ کو بنگلے کے اندر لانے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا، وہ لوگ انتہائی ایمرجینسی میں وہاں پہنچے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بنگلے کا گیٹ ان جیپ والوں کے لیے نہیں کھولا گیا تھا۔

فوری طور پر گیٹ کے بارے میں میرا ذہن یہی اندازہ لگا پایا تھا کہ اس کے کھولنے میں گارڈ کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا، عین ممکن ہے، جب خوف ناک دھماکوں نے بنگلے کے اندر قیامتِ صغریٰ برپا کی تو جوگندر پال نے انٹر کام پر چوکی دار کو حکم دیا ہو کہ وہ بنگلے کا گیٹ کھول دے تاکہ انہیں وہاں سے فرار ہونے میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ وہ لوگ جس افراتفری کی کیفیت میں بنگلے کے اندرونی حصے سے برآمد ہوئے تھے اس سے تو یہی لگتا تھا، وہ پہلی فرصت میں بنگلے کو چھوڑنا چاہیں گے..... وہ بنگلا جس کے در و دیوار ایک ہلاکت خیز زلزلے کی لپیٹ میں تھے۔ اگر وہ لوگ بنگلے سے لپٹے رہتے تو وہ ان کے لیے عظیم الشان مدفن ثابت ہوتا!

اور ایسا تو ہو چکا تھا۔ موت سے فرار، دراصل زندگی

سے فرار ہے۔ جو لوگ موت سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں وہ درحقیقت اسے اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں اس طرح وہ زندگی ہار جاتے ہیں۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہی زندہ رہنا بہادری ہے۔ وہ دس افراد زندگی بچانے کے لیے بے دریغ بنگلے سے نکلے لیکن موت نے انہیں ایسا دبوچا کہ زندگی سے باہر نکال دیا.....!

مجھے سب سے زیادہ تشویش لی یان کی طرف سے تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، وہ ٹیکسی سے نکلنے کے بعد بنگلے کے اندر داخل ہوئی تھی یا باہر ہی کہیں محفوظ جگہ پر موجود تھی۔ ان تمام تر خیالات کے ساتھ ہی میری ساعت بیپ اور جیپ میں سے برآمد ہونے والوں پر لگی ہوئی تھی۔ میں اس وقت جس آڑ میں کھڑا تھا وہاں سے گیٹ کے باہر کا منظر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں ان کے اندر پہنچنے تک انتظار کرنے پر مجبور تھا اور اس سلسلے میں مجھے کوئی لمبا چوڑا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اگلے ہی لمحے چار گن بردار محتاط انداز میں بنگلے کے اندر داخل ہو گئے۔

ان کی پشت میری جانب تھی تاہم وہ جلد ہی میری نگاہ میں آ گئے۔ مجھے صد فی صد یقین تھا کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا ورنہ پہلے وہ میری خبر لیتے پھر بنگلے والوں کی خیریت پوچھنے کے لیے آگے بڑھتے۔ وہ رات کا وقت تھا اور مجھے اس آڑ میں اچھی خاصی تاریکی میسر تھی۔

میں گارڈ روم کی دیوار کے ساتھ ساتھ پیچھے کھسکنے لگا۔ وہ جب میرے اور لاشوں کے درمیان پہنچے تو میں نے انہیں نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لمحاتی فیصلے کے ساتھ ہی میں نے اپنی گن کو سیدھا کیا لیکن ٹریگر دبانے کی نوبت نہ آئی، اسی لمحے مجھے اپنی پسلیوں میں چبھن کا احساس ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھمکی آمیز آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''گن پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا لو ورنہ میں تمہارے گردے کو چھید ڈالوں.....''

''اس کھلونے کو ہٹا لو لی یان.....!'' میں نے جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے پہچان لیا۔

اس نے بھی میری آواز کو پہچان لیا تھا۔ اس کا پسٹل بردار ہاتھ ایک جھٹکے کے ساتھ میری پسلیوں سے دور چلا گیا۔ میں جس مقام پر کھڑا تھا وہاں گہری تاریکی کا راج تھا اسی لیے لی یان مجھے دیکھ نہیں پائی تھی اور اس نے مجھے دشمن سمجھتے ہوئے ٹارگٹ بنا لیا تھا۔ پتا نہیں، وہ یہاں چھپی کیا کر رہی تھی!

میں اس کی طرف پلٹ گیا ''تم ٹھیک تو ہو نا؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں'' وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولی۔

میں نے کہا ''میں نے تھوڑی دیر پہلے تمہیں باہر ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھا تھا'' ہمارے درمیان وہ گفتگو نہایت ہی دھیمے انداز میں ہو رہی تھی۔ ''یہاں کب سے چھپی بیٹھی ہو؟''

''مجھے اس بدبخت کی وجہ سے یہاں آنا پڑا'' اس نے ایک سمت تاریکی میں اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ گیٹ کھولنے کے بعد میرے پیچھے پڑ گیا تھا''

میں فوراً سے پیش تر سمجھ گیا کہ اس کا اشارہ اس مسلح چوکی دار کی جانب تھا جو مجھے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے معنی خیز انداز میں اس سے پوچھا ''اس بدبخت سے پیچھا چھوٹ گیا یا کوئی کسر باقی ہے؟''

وہ بتانے لگی ''میں ٹیکسی سے نکل کر تمہاری طرف آ رہی تھی کہ اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی چال چلتی، اس نے بڑی پھرتی سے مجھے گن پوائنٹ پر رکھ لیا۔ مجھے مجبوراً اس کے حکم پر بنگلے کے اندر آنا پڑا۔ ایک طرح سے اس نے میرا مقصد پورا کر دیا تھا، میں بھی فوراً تمہارے پاس پہنچنا چاہتی تھی لیکن میں اس وقت گارڈ کی گن کے نشانے پر تھی۔۔ پھر جب بنگلا تڑاتڑ فائرنگ سے گونج اٹھا تو مجھے گارڈ سے دو دو ہاتھ کرنے کا موقع مل گیا۔''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوئی پھر بات کو پورا کرتے ہوئے بولی ''اب شاید یہ کبھی اٹھ نہیں سکے گا!''

لی یان نے یقیناً یہ کارروائی اس وقت کی تھی جب میں گولیوں کی بوچھار میں جوگندر پال اور اس کے آقاؤں کو بھوننے میں مصروف تھا۔ لی یان کی اچانک اور غیر متوقع آمد کے حوالے سے میرے ذہن میں ایک خار سا کھٹک رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

''تمہیں تو ہمارے بلانے پر اس طرف آنا تھا پھر.....!''

میرا جملہ ادھورا رہ گیا۔ اسی لمحے بنگلا ایک قیامت خیز دھماکے سے لرز اٹھا۔ یہ دھماکا پہلے ہونے والے دھماکوں سے زیادہ خوف ناک تھا۔ لی یان نے اضطراری انداز میں مجھے دبوچ لیا۔ وہ کوئی بزدل لڑکی نہیں تھی لیکن اس دل دوز دھماکے نے اسے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے بڑی حفاظت سے اسے تھام لیا۔

اس سماعت شکن دھماکے نے مجھے بھی ایک لمحے کے لیے لرزا دیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سننے کی صلاحیت سے تو گیا۔ کانوں میں بڑی وحشت ناک ''شائیں شائیں'' ہونے لگی۔ ردِعمل کے طور پر میں نے لی یان کو اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ وہ تو پہلے ہی میرے اندر گھسی چلی آ رہی تھی۔ ہم اس وقت یک

جان دو قلب کی عملی تفسیر پیش کر رہے تھے۔ ہمارے دل دھڑک رہے تھے لیکن اس دھڑکن کو ہم ایک دوسرے کے وجود کی مخصوص جنبشوں سے محسوس کر رہے تھے۔

ساعت قدرے بحال ہوئی تو اس قیامتی دھماکے کے خوف ناک نتائج ''گھڑگھڑاہٹ'' کی صورت ہمارے کانوں تک پہنچنے لگے۔ وہ کسی پہاڑ کے منہدم ہونے کی ہیبت ناک آواز تھی۔ یقیناً اس بلاسٹنگ نے بنگلے کی عمارت کو گھٹنے ٹیکنے اور زمین بوس ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

میں کاشانوک کے لیے خاصا فکرمند تھا۔ میں نے آخری مرتبہ اسے درجن بھر افراد کی لاشوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ایسا زاویہ میسر نہ آ سکا کہ میں اسے دیکھ سکتا۔ میں اس کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ بنگلے کی مائع فضا میں خوفناک فائرنگ کی آواز گونج اٹھی۔ میں نے خود کو لی یان سے جدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے کاشانوک کی طرف جانا ہوگا۔ وہ چار کے مقابلے میں اس وقت اکیلا ہے.....!''

''کون چار؟'' وہ چونکے ہوئے لہجے میں متفسر ہوئی ''کیا تم لوگوں نے بنگلے میں موجود دشمنوں کا صفایا نہیں کیا؟''

میں نے کہا ''جو یہاں موجود تھے انہیں تو آنجہانی کر دیا گیا ہے لیکن یہ چار ابھی ابھی جیپ میں یہاں پہنچے ہیں۔ میں انہیں بھوننے ہی والا تھا کہ تم نے میری پسلیوں سے اپنا ننھا سا پسٹل ٹکا دیا تھا۔''

''اوہ.....!'' وہ متاسفانہ انداز میں بولی ''باہر کوئی گاڑی رکنے کی آواز تو میں نے بھی سنی تھی لیکن میں یہ نہ جان سکی کہ وہ کوئی جیپ ہے اور اس میں سوار ہو کر مزید چار دشمن یہاں پہنچ گئے ہیں'' وہ ایک لمحے کو ایسے انداز میں رکی جیسے اچانک اسے کوئی اہم بات یاد آ گئی ہو پھر تھرتھراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کہیں یہ وہی جیپ تو نہیں!''

میں لی یان سے یہ نہ پوچھ سکا کہ وہ کون سی جیپ کا ذکر کر رہی تھی کیوں کہ اسی لمحے ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی خوفناک صدائیں سنائی دی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی درد میں ڈوبی ہوئی انسانی چیخیں بھی بلند ہوئیں۔ میں نے لی یان کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''تم یہیں ٹھہرو۔ میں کاشانوک کی خبر لے کر آتا ہوں۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی!'' وہ ایک دم تن کر کھڑی ہو گئی۔

میں نے سمجھانے والے انداز میں کہا ''وہاں بہت خطرہ ہے لی یان ضد نہ کرو۔''

''کیا یہ خطرہ صرف میرے لیے ہے.....تمہارے لیے نہیں؟'' وہ میرے بازو کو مضبوطی سے تھام کر بولی' میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور شکست خوردہ انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے، آؤ!''

عورت بڑی دلچسپ پہیلی ہے۔ جس سے ایک مرتبہ زیر ہو جائے، زندگی بھر زبر بن کر اس پر چھائے رہنے کی کوشش کرتی ہے!

ہم تاریک اوٹ سے باہر نکلے تو ایک وحشت ناک منظر نے ہمارا استقبال کیا۔ بنگلے کی عمارت کسی کھنڈر کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ رات کی تاریکی نے اس وحشت میں سراسیمگی اور قنوطیت بھی بھر دی تھی۔ کاشانوک مجھے کہیں دکھائی نہ دیا تو میری پریشانی دوچند ہو گئی۔ میری ذہن میں اس تشویش ناک سوال نے سر ابھارا.....کہیں وہ بھی عمارت کے ملبے میں تو نہیں.....؟

میں اس سے آگے نہ سوچ سکا۔ کاشانوک کی موت کا تصور میرے بس میں نہیں تھا۔ میں دل سے اس کی زندگی کا خواہاں تھا۔ اس سے ملاقات ہوئے ابھی ایک آدھ دن ہی ہوا تھا لیکن اس مختصر مدت میں وہ مجھے اپنا اپنا سا لگنے لگا تھا اور.....اپنوں کی موت کے بارے میں سوچنا کوئی آسان کام نہیں!

ہم دونوں نے بڑی سرعت سے عمارت کا سامنے والا حصہ دور ہی دور رہتے ہوئے دیکھ ڈالا۔ عمارت کے بچ رہنے والے حصے میں داخل ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کاشانوک ہمیں کہیں نظر آیا اور نہ ہی ان چار افراد میں سے کوئی دکھائی دیا جو ہیوی جیپ میں اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کے لیے وہاں پہنچے تھے۔

میں بنگلے کے پہلو میں سے ہوتے ہوئے عقب میں پہنچ گیا اور اسی لمحے میں نے کاشانوک کی جھلک دیکھ لی۔ وہ اپنے ''فارغ البال'' سر کے سبب فوراً میرے نگاہ میں آ گیا تھا۔ وہ اس وقت دو افراد سے نمٹنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ میں تیزی سے اس کی جانب بڑھ گیا۔

نزدیک پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ کاشانوک کے مدِمقابل انہی چار افراد میں سے دو تھے جنہیں جیپ نے یہاں پہنچایا تھا۔ کاشانوک بڑے تسلی بخش انداز میں ان کی ''آؤ بھگت'' کر رہا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ہر نوعیت کے ایمونیشن کے استعمال میں ترتیب یافتہ ہے لیکن میں پہلی مرتبہ

دیکھ رہا تھا کہ وہ آتشیں ہتھیاروں سے زیادہ ہاتھ پاؤں کے استعمال میں مہارت رکھتا تھا۔ اب تک میرے مشاہدے اور تجربے میں یہی آیا تھا کہ اسی فی صد بدھسٹ مرد مارشل آرٹس اور دیگر فنونِ حرب وضرب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کے مذہب میں اگر چہ کسی زندہ شے کو ذرا سا بھی ضرر پہنچانا گناہِ عظیم سمجھا جاتا ہے مگر اس قسم کے فنون وہ حفاظت خود اختیاری اور امدادِ باہمی کے لیے سیکھتے ہیں۔ انہیں کم زور کی مدد اور حفاظت کا درس دیا جاتا ہے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں اس کے مارشل آرٹ کا مظاہرہ ضرور دیکھتا لیکن ان سنگین لمحات میں اس تفریح کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ بٹایا اور آئندہ چند سیکنڈ میں وہ دونوں افراد زمین چاٹ کر ''سکون'' کی نیند سو چکے تھے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کاشانوک سے پوچھا ''میری گنتی کے مطابق' چار افراد باہر سے اس بنگلے میں داخل ہوئے تھے۔ باقی دو کا کیا ہوا؟''

''یہ ادھر اور ادھر برابر ہو گئے ہیں'' کاشانوک نے اپنے ہاتھ کو ایسے جنبش دی جیسے اس نے انصاف کی ترازو اٹھا رکھی ہو ''دو بلے میں دبے ہیں' دو یہاں پڑے ہیں!''

''اوہ!'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''اب ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ ان چار کی تلاش میں مزید چالیس افراد یہاں پہنچ جائیں۔''

اس نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی اور میرے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے بولا ''تم تو ٹھیک ہو نا؟''

''ہم دونوں بالکل خیریت سے ہیں'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''دونوں؟'' وہ ٹھٹک کر الجھن زدہ نظر سے مجھے دیکھنے لگا۔

اس نے یقیناً ابھی تک لی یان کو نہیں دیکھا تھا۔

میں نے ایک طرف اشارہ کر دیا ''وہ دیکھو۔''

''اوہ!'' وہ پریشان لہجے میں بولا ''یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟''

''یہ سوال تم اسی سے پوچھنا' پہلے یہاں سے نکلو'' میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتے ہوئے کہا۔

اس دوران میں لی یان بھی ہمارے قریب آ گئی تھی۔ ہم تینوں مکمنہ تیزی سے بنگلے کے گیٹ کی جانب بڑھ گئے۔ کاشانوک نے، لی یان سے استفسارات کا سلسلہ شروع نہ کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ اس وقت ہماری پہلی ترجیح بنگلے سے نکلنا تھا، وہ بنگلا جو اب ایک کھنڈر کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ باقی باتیں تو ہم اطمینان سے کہیں بیٹھ کر بھی کر سکتے تھے۔

ہم بہ حفاظت بنگلے سے نکل آئے۔ ہماری ٹیکسی اور وہ ہیوی جیپ آگے پیچھے کھڑی تھیں۔ جیپ پر نگاہ پڑتے ہی لی یان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وجدان! یہ تو وہی جیپ ہے!''

میں سمجھ گیا، وہ کسی خاص جیپ کا ذکر کر رہی تھی، کوئی ایسی جیپ جو اس نے پہلے بھی دیکھ رکھی ہو۔ اس کے انکشاف کو کاشانوک سن نہیں سکا تھا کیونکہ اس دوران میں وہ ٹیکسی کے قریب پہنچ چکا تھا پھر اس کی آواز بھی خاصی دھیمی تھی۔ یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ گاڑی کے حوالے سے میں وہیں اس کا انٹرویو شروع کر دیتا میں نے ہاتھ سے تھام کر اسے ٹیکسی کی جانب کھینچ لیا۔ اگلے ہی لمحے ہم نے اس جیپ اور اس کے چار سواروں پر لعنت بھیجی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پتا نہیں، اس جیپ نے ہمارا پیچھا ہوا ''تھہ'' دھول کیا یا نہیں البتہ اس میں بیٹھ کر وہاں پہنچنے والے چاروں افراد پوری طرح اس ''عنایت'' سے مستفید ہو چکے تھے۔

کاشانوک کی ڈرائیوری میں مجھے پہلے بھی سفر کرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ ایک مشّاق ڈرائیور تھا۔ ہم جیسے ہی اسٹریٹ سے نکل کر مین روڈ پر چڑھے، پولیس کے مخصوص سائرن کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ پھر یہ مخصوص آواز لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی گئی۔ اغلب امکان یہی تھا' وہ اروڑا کا میچ کے نزدیک واقع بنگلا نمبر آر..... ٹوئنٹی کی جانب بڑھنے والی کوئی پولیس گاڑی تھی۔ نیپال کی پولیس اس معاملے میں اسرائیلیوں کی بھرپور مدد کر رہی تھی..... اور یہ تمام تر کارروائی ڈنڈے کے زور پر ہو رہی تھی۔

''پولیس اس اسٹریٹ میں دوسری سمت سے داخل ہو رہی ہے'' کاشانوک کی ٹھہری ہوئی آواز نے ٹیکسی کی اندرونی فضا پر طاری خاموشی کو توڑ دیا ''سائرن کی چیخ پکار سے تو یہی محسوس ہوتا ہے، وہ لوگ متاثرہ بنگلے کے نزدیک پہنچنے ہی والے ہیں'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کیا۔ ''اچھا ہوا' میں نے دوسرے رخ سے ٹیکسی نکالی ہے۔''

کاشانوک کی بات سن کر میں نے غور کیا تو پتا چلا' ہم جنوب سے شمال کی سمت سفر کر رہے تھے۔ میں لی یان کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بودھ ناتھ دیلی سے دلی بازار تک پہنچا تھا اور یہ تمام تر سفر ہم نے تقریباً مشرق سے مغرب کی جانب طے کیا تھا۔

میں نے کاشانوک سے پوچھا ''کیا ہم کہیں اور جا رہے ہیں؟''

''کہیں اور..... کیا مطلب؟'' وہ چونک کر بولا۔

''ہمارا رخ بودھ ناتھ دیلی کی طرف تو نہیں!''

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''میں خواہ مخواہ چند سڑکیں بدل کر یہ اطمینان کرنا چاہتا ہوں کہ کہیں ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ جب تسلی ہو جائے گی تو پھر میں بے فکری سے بودھ ناتھ دیلی کا رخ کروں گا۔''

میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور کہا ''لگتا ہے' نیپالی پولیس نے اسرائیلی مہمانوں کے ساتھ خاصا مضبوط گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔''

''میں تمہیں اس بارے میں تفصیلاً بتا چکا ہوں'' کاشانوک مہارت سے ڈرائیونگ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''تم آج کے اخبارات میں اپنے بارے میں گرما گرم خبریں بھی پڑھ چکے ہو۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ تمہیں کتنی شد و مد اور سرگرمی سے تلاش کیا جا رہا ہے۔''

''ہاں، مجھے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا ''مجھے گھیرنے اور قابو کرنے کے لیے ہی تو آر۔ ٹوئنٹی میں ہنگامی میٹنگ رکھی گئی تھی۔ میں سمجھ سکتا ہوں، ربی کو میری کتنی اشد ضرورت ہے۔''

''اس ہنگامی میٹنگ کا انجام بھی خاصا ہنگامہ خیز ہوا ہے!'' لی یان نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا ''میں نے کسی کھنڈر پر بھی ایسی وحشت برستے ہوئے نہیں دیکھی جیسی اس بنگلے پر برس رہی ہے۔''

کاشانوک نے براہِ راست لی یان کو مخاطب کر لیا اور الجھن زدہ لہجے میں پوچھنے لگا ''میں نے تو تمہیں اس بنگلے کی طرف آنے کے لیے نون نہیں کیا تھا پھر تم کیسے ادھر چلی آئیں؟''

یہ سوال کافی دیر سے میرے ذہن میں بھی کلبلا رہا تھا اور میں نے ایک موقع پر لی یان سے پوچھا بھی تھا مگر اس کا جواب سننے سے پہلے ہی وہ خوف ناک دھماکا ہو گیا جس نے بنگلا نمبر آر۔ ٹوئنٹی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ کاشانوک کا سوال سن کر میں بھی لی یان سے مستفسر ہوا۔

''تم نے بنگلے کے باہر کھڑی جیپ کو پہچان لیا ہے۔ یہ سب کیا چکر ہے؟''

''بتاتی ہوں' بتاتی ہوں'' وہ اضطراری انداز میں بولی۔ ''مجھے تم لوگوں نے جہاں انتظار کرنے کو کہا تھا' میں نے وہاں سے اس جیپ کو گزرتے ہوئے دیکھا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں نے ٹیکسی کی اندرونی لائٹ آف کر رکھی تھی اس لیے بھی مطمئن تھی کہ کوئی مجھے ٹیکسی کے اندر بیٹھے دیکھ کر پہچان نہیں سکے گا لیکن جب دو منٹ کے بعد دوبارہ یہ جیپ میرے قریب سے گزری تو میری چھٹی حس نے بتایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی ''میں الرٹ ہو گئی چند منٹ کے وقفے سے اس جیپ نے ایک اور چکر لگایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خصوصی گشت پر ہو۔ میں تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ ہم جتنے اہم مشن پر تھے اس کے پیشِ نظر مجھے یہی لگا کہ اس جیپ کا تعلق ہمارے دشمنوں ہی سے ہو سکتا ہے جو بنگلا نمبر آر..... ٹوئنٹی کے آس پاس کی اسٹریٹس کی نگرانی کر رہے ہیں۔

''ظاہر ہے' یہ خیال بہت ہی خطرناک تھا اور کسی فوری عمل کا تقاضا بھی کرتا تھا۔ میرے جی میں یہی آئی کہ تمہارے فون کا انتظار کرنے کے بجائے میں ہی تم سے رابطہ کر کے تمہیں یہاں کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ میں نے سیل نکالنے کے لیے جینز میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ مذکورہ جیپ ایک مرتبہ پھر نمودار ہوئی۔ میں نے اپنا ارادہ ترک کر کے ہاتھ جیب سے باہر نکال لیا۔

''اس مرتبہ جیپ والوں میں سے ایک شخص نے عجیب حرکت کی۔ میرے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ''بائے بائے'' کرنے والے انداز میں ہاتھ ہلایا اور آگے بڑھ گئے مجھے اس بات کا تو اطمینان تھا' وہ میرا چہرہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکے ہوں گے لیکن کیا بھروسا، اگلی مرتبہ وہ لوگ جیپ روک کر میری طرف بڑھ آئیں؟

''اس خیال نے مجھے تھوڑا سا نروس کر دیا۔ مجھے اس جیپ اور جیپ والوں سے کوئی ڈر خوف نہیں تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ اس سے الجھنے کے بعد کہیں ہمارے مشن میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے۔ میں نے چند لمحے انتظار کیا لیکن اس مرتبہ انہوں نے واپسی میں تاخیر کا مظاہرہ کیا، پتا نہیں کسی لمبے راؤنڈ پر نکل گئے تھے۔ مجھے اس مہلت سے فائدہ اٹھانا تھا۔ میں نے بڑی سرعت سے سیل نکالا اور اس کے کی پیڈ پر کاشانوک کو نمبر پنچ کرنے ہی والی تھی کہ ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ میں سمجھ گئی کہ تم لوگوں نے کارروائی آغاز کر دی ہے۔ ان لمحات میں تمہیں ڈسٹرب کرنا ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں ٹیکسی کو لے کر بنگلے کی طرف آ گئی۔''

وہ چند لمحات کے لیے رکی پھر اپنی بات کو پورا کرتے ہوئے بولی ''اس کے بعد بنگلے کے گیٹ پر جو واقعہ پیش آیا اس کی تفصیل میں تمہیں بتا چکی ہوں۔''

آخری جملہ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے ادا کیا تو

میں جان گیا، اس کا اشارہ چوکی دار سے نمٹنے کی طرف تھا۔ جیپ میں سوار جن چار افراد کو میں نے اور کاشانوک نے آر ٹونٹی میں فٹ کیا وہ وہی لوگ تھے جو اس بنگلے کی نگرانی پر مامور تھے۔ اب وہ کسی بھی قسم کی نگرانی سے مجبور ہو چکے تھے۔ باہر پڑے دو کے بارے میں تو کہا جا سکتا تھا، شاید وہ بچ جائیں لیکن عمارت کے ملبے کے نیچے دب جانے والوں کے حوالے سے کوئی بھی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ بہر حال، یہ لی یان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ جیپ والوں سے الجھے بغیر بنگلے کے گیٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی..... اور مسلح چوکی دار کی بدقسمتی کہ وہ نادانی میں لی یان سے الجھ بیٹھا تھا.....!

لی یان کے خاموش ہونے پر میں نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا ''اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے مشن میں کامیاب رہے۔ ہمارے خلاف سازش کرنے والا اسرائیلی ٹولا اور ان کے سامنے دُم ہلانے والے جو گندر پال جیسے لوگوں کا صفایا ہو گیا۔ جو بھی ہوا، اچھا ہی ہوا!''

''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں وجدان!'' کاشانوک کی گمبھیر آواز ٹیکسی کے اندر گونجی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اب تک تو جو بھی ہوا، اچھا ہی ہوا مگر..... اب اچھا نہیں ہو رہا!''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' میں گڑبڑا کر رہ گیا۔

وہ بولا ''ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے!''

''اوہ!'' میں نے بے اختیار پلٹ کر پیچھے دیکھا اور دنگ رہ گیا۔

حیرت اس بات پر نہیں ہو رہی تھی کہ کوئی ہمارے تعاقب میں لگ گیا تھا بلکہ میرے اچھلنے کا سبب یہ تھا کہ تعاقب کرنے والی وہی جیپ تھی جسے میں بنگلا نمبر آر۔ٹونٹی کے سامنے کھڑا چھوڑ آیا تھا۔ جب ہم وہاں سے رخصت ہوئے تو وہ جیپ خالی تھی۔ اس پر سوار ہو کر وہاں پہنچنے والوں کو ہم نے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ ہمارا پیچھا کرنے کی ''جرأت'' فرماتے پھر یہ کیا چکر تھا۔ ہماری ٹیکسی اور اس جیپ کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ میں اس کے اندر موجود افراد کی تعداد کا صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ بھی آیا کہ ممکن ہے، یہ اسی جیسی کوئی دوسری جیپ ہو!

مگر دوسرے ہی لمحے لی یان نے اس خوش گمانی کی..... یکسر تردید کر دی۔ کاشانوک کی بات پر وہ بھی مڑ کر میری طرف عقب میں دیکھ رہی تھی۔ وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے! وجدان! یہ تو وہی جیپ ہے۔''

لی یان ٹیکسی میں بیٹھے رہنے کے دوران میں اس گشتی جیپ پر مشاہداتی ''پی ایچ ڈی'' کر رکھا تھا لہٰذا مستند تھا اس کا فرمایا ہوا۔ اس کی طرح حیرت مجھے بھی تھی کہ اتنی جلدی وہ خالی جیپ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک کیسے چلی آئی تھی۔ بہر حال، یہ جیسے تیسے اور کیسے بھی ہوا تھا..... ہو چکا تھا۔

میں نے کاشانوک کو مخاطب کرتے ہوئے تشویش ناک لہجے میں کہا ''اس جیپ سے جلد از جلد پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو۔''

''یہی کوشش کر رہا ہوں باس!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

میں ٹیکسی سے باہر دیکھنے لگا۔ اس وقت ہم دلی بازار اور کمل پوکھاری کے درمیان جنوب سے شمال کی طرف جا رہے تھے۔ رات کے ساڑھے دس بج چکے تھے۔ موسم انتہائی سرد تھا جس کی وجہ سے اس سڑک پر رش نہ ہونے کے برابر نظر آ رہا تھا۔ اس صورتِ حال میں جیپ والے رفتار بڑھا کر آناً فاناً میں ہمارے سر پر پہنچ سکتے تھے اور میں نے عقبی تاکا جھانکی کے دوران میں بہ خوبی یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ لوگ بہ تدریج اپنی رفتار میں اضافہ کر رہے تھے۔ نتیجے کے طور پر ہمارے درمیان حائل فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا تھا۔

ہوٹل لہاتسے گزرنے کے بعد کاشانوک نے ٹیکسی کو دائیں جانب موڑ لیا اور بولا ''وجدان! میں انہیں ڈاج دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم پوری طرح تیار رہنا۔''

اس نے لفظ ''تیار'' پر خاصا زور دیا تھا اور میں اس زور کا مطلب جانتا تھا۔ بنگلہ نمبر آر ٹونٹی سے نکلتے وقت ہم نے وہ خطرناک گن بھی اپنے ساتھ رکھ لی تھیں جن کے بل بوتے پر اس بنگلے کے ''مکینوں'' کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ ازیں علاوہ ہمارے پاس ہینڈ گرینیڈ کا بھی اچھا خاصا اسٹاک موجود تھا۔ میں نے کاشانوک سے پوچھا۔

''گن یا گرینیڈ؟''

''فی الحال گن کا استعمال زیادہ مناسب رہے گا'' وہ ڈرائیونگ پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے بولا۔ ''تم فائرنگ کر کے انہیں تعاقب سے روکو گے، میں ڈاجنگ کروں گا۔ اگر یہ حکمت عملی کامیاب رہی تو کام چل جائے گا ورنہ پھر ہم دوسرا طریقہ اپنانے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

''او کے! آئی ایم ریڈی'' میں نے گن پر گرفت کو مضبوط کرتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے تاکید کی۔

''میں جیسے ہی فائرنگ کروں، تم خود کو سیٹ پر گرا لینا۔''

''ٹھیک ہے، تم میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔''

اس دوران میں متعاقب جیپ ہم سے اور قریب آ گئی۔ اب وہ بڑی تیزی سے رفتار میں اضافہ کر رہے تھے۔ یہ سڑک قدرے ویران اور کم مصروف تھی۔ شاید وہ ہمیں یہیں گھیرنے کا ارادہ رکھتے تھے مابین فاصلہ کم ہو جانے کے باعث میں جیپ کے اندرونی ماحول کو سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ اس جیپ میں صرف دو افراد موجود تھے۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر اور دوسرا عقبی نشست پر۔ عقبی نشست والے مذکورہ شخص کے ہاتھوں تک میری نگاہ نے رسائی حاصل کی تو مجھے چونک جانا پڑا۔

وہ ہاتھ ایک گن کو تھامے آہستہ آہستہ بلند ہو رہے تھے۔ مجھے یہ سمجھنے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ وہ شخص ہماری ٹیکسی پر فائرنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ شاید وہ اس موقع کے انتظار میں تھا کہ ان کی جیپ ہماری ٹیکسی کے متوازی آ جائے..... میں اسے یہ موقع کیوں کر دے دیتا.....!

''ڈاؤن..... ڈاؤن!'' میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے اضطراری انداز میں کہا اور اپنی سائیڈ کے شیشے کو گرا کر گن سمیت اپنے بالائی دھڑ کو ٹیکسی سے باہر نکال لیا۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ دونوں جانب سے بیک وقت فائرنگ ہوئی۔

فضا میں مخصوص ہولناک ''تڑتڑاہٹ'' گونج اٹھی۔ میں نے جیپ کے اگلے ٹائروں کو نشانہ بناتے ہوئے ایک مختصر برسٹ فائر کیا تھا تاکہ انہیں تعاقب سے روکا جا سکے۔ اس کے برعکس جیپ میں موجود گن بردار نے ٹیکسی کو روکنے کے لیے اس کے عقبی ٹائروں کو پھاڑنے کی کوشش کی تھی۔

دونوں گاڑیاں بری طرح ڈگمگائیں تاہم ہر دو سری کے متذکرہ ٹائر محفوظ رہے، اس ڈگمگاہٹ کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ہمارے درمیان فاصلہ بڑھ گیا۔ میری فائرنگ کے نتیجے میں جیپ کی رفتار میں کمی واقع ہوئی تھی جب کہ کاشانوک نے ٹیکسی کی رفتار کو خطرناک حد تک بڑھا دیا تھا۔

لی یان نے خود کو سیٹ پر گرا رکھا تھا، وہیں پڑے پڑے بولی ''یہ کم بخت ایسے نہیں مانیں گے۔ انہیں ہینڈ گرینیڈ سے اڑا دو وجدان!''

''وہ باز نہیں آئے تو مجھے یہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا'' میں نے اٹل لہجے میں کہا۔

کاشانوک کی گمبھیر آواز ابھری ''وجدان! آگے تھوڑے فاصلے پر ہوٹل ریڈ ہاؤس ہے۔ میں وہاں سے ٹیکسی کو بائیں جانب موڑوں گا۔ وہاں سے آگے نسبتاً زیادہ سنسان علاقہ ہے۔ وہاں خاموشی اور سناٹے کا راج ہو گا۔ تم جج کر لو۔ اگر فائرنگ سے کام نہ چل سکے تو ہینڈ گرینیڈ کو آزمایا جا سکتا ہے لیکن جو بھی کرنا ہے، فوراً ہی کر ڈالو'' وہ لمحے بھر کر متوقف ہوا پھر بات کو مکمل کرتے ہوئے بولا۔

''دو طرفہ ہونے والی فائرنگ نے قانون کے محافظوں کو اس طرف متوجہ کر دیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے، جلدی ہی ہمارا کسی پڑولنگ کار سے واسطہ پڑ جائے!''

میں نے چٹانی لہجے میں کہا ''انشاء اللہ! اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ پولیس کی توجہ سے پہلے ہی ہم ان کا صفایا کر دیں گے۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے عقبی منظر کا جائزہ لیا۔ متعاقب جیپ خاصی مشتعل نظر آئی۔ میری فائرنگ نے شاید اسے آتش زیر ٹائر کر دیا تھا۔ وہ طوفانی رفتار سے ہم پر چڑھ دوڑی چلی آ رہی تھی۔ اس بار میں نے دو طرفہ ٹریفک کا فیصلہ کیا۔ ہینڈ گرینیڈز والا بیگ عقبی نشست پر رکھا تھا۔ میں نے لی یان کے تعاون سے ایک گرینیڈ کو ہاتھ میں لیا، بڑی مہارت اور احتیاط سے اس کی پن کو کھینچا اور کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر اسے متعاقب جیپ پر اچھال دیا۔

اگلے ہی لمحے ایک قیامت خیز دھماکا سنائی دیا۔ گرینیڈ اپنی منزل پر پہنچ کر پھٹ گیا تھا۔ اس کی کارکردگی کو چیک کرنے کے لیے میں نے گن تھامے، اپنے بالائی دھڑ کو کھڑکی سے باہر نکالا۔ میں اس کن سے سونے پر سہاگا کے مصداق..... جیپ پر ایک خطرناک برسٹ فائر کرنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے کہ میں ٹریگر پر جمی انگلی کو زحمت دیتا، ایک خوں چکاں منظر نے میری قوتِ حرکت سلب کر لی۔

وہ متعاقب جیپ کا تباہ کاری کا خوف ناک منظر تھا۔ میرے پھینکے ہوئے ہینڈ گرینیڈ نے جیپ کے پرخچے اڑا دیے۔ اس کے وجود کا بچا کھچا حصہ جو اس وقت سڑک پر دکھائی دے رہا تھا اس نے آگ کے کسی بھڑکتے ہوئے گولے کی صورت اختیار کر لی تھی۔ یقین سے کہنا مشکل تھا کہ ہمارے دشمنوں کے پرخچے اڑ گئے تھے یا وہ آگ کے اس گولے میں مقید ہو کر رہ گئے تھے؟

کچھ بھی تھا، وہ دراصل جہنم ہو چکے تھے۔ نارِ جہنم میں جلیں یا خارِ جہنم میں تڑپیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ خس کم، جہاں پاک!

ان لمحات میں، میں ایک عجیب سی تسکین محسوس کر رہا تھا۔ یہ تسکین اس شدید ترین نفرت کا نتیجہ تھی جو میں..... اپنے

دل میں ربی موشے ہائمن اور اس کی یہودی کٹھ پتلیوں کے لیے رکھتا تھا۔ اس نفرت کے بڑے طاقت ور اسباب تھے۔ یہ میری انتہا پسندی یا خواہ مخواہ کی دشمنی نہیں تھی۔ پچھلے کچھ عرصے سے یہودیوں کے باوا آدم ربی موشے ہائمن اور اس کے فرماں برداروں نے اپنے ظلم و ستم سے مجھے نفرت اور عداوت کے اس مقام تک پہنچا دیا تھا۔ ان کی طرف سے میرا دل پک چکا تھا، ذہن ہر لحہ کھولتا رہتا تھا۔

پوری دنیا یہودیوں کی عیاری اور مکاری سے بہ خوبی آگاہ ہے۔ یہ بڑی شرافت اور معصومیت سے ظلم کرتے ہیں اور منافقانہ سیاسی چال بازیوں سے الٹا مظلوم ہی کو قصوروار ٹھہرا کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا ہر عمل راست اور نا گزیر ہے۔ اگر وہ یہ قدم نہیں اٹھاتے تو پتا نہیں، کون سی قیامت آ جاتی۔ فلسطین، عراق، ایران اور افغانستان میں ہونے والی غیر انسانی کارروائیاں ان کی زیادتی اور ہٹ دھرمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تاریخ گواہ ہے، یہودیوں کو ''راہِ راست'' دکھانے کا سہرا ہٹلر کے سر جاتا ہے۔ میں انہیں صراطِ مستقیم پر چلانے کا ٹھیکے دار تو نہیں تھا تاہم خود پر چڑھے ہوئے قرض کو سود در سود اتارنے کے لیے ان دنوں میں ان کی جان کو ہٹلر ہو گیا تھا۔ بہ الفاظِ دیگر، میں سود خود یہودیوں کو سود کی مار مار رہا تھا!

یہ تمام تر انتقامی خیالات ایک لمحے میں، میرے ذہن سے گزرے اور میں ٹیکسی کے اندر حاضر ہو گیا۔ میرے ''خس کم، جہاں پاک'' کے اظہار پر ان دونوں نے سکھ کی سانسیں لیں۔ کاشانوک نے کہا۔

''وجدان لاڑ بدھا کی مہربانی سے ہم نے ان خبیثوں سے نجات تو پا لی ہے لیکن ابھی تک میرا ذہن اسی نکتے پر اٹکا ہوا ہے کہ ایک خالی جیپ ہمارے تعاقب میں کیسے لگ گئی؟'' میں سمجھ گیا، وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا مگر صورتِ حال کی کشیدگی کو دور کرنے کے لیے میں نے سنجیدہ لہجے میں چھیڑا ''عجیب بات کرتے ہو... تم بھی۔ بھئی، وہ جیپ خالی کہاں تھی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کے اندر دشمنوں کو بیٹھے دیکھا تھا۔ کیا کوئی خالی جیپ یوں فراٹے سے سڑک پر دوڑ سکتی ہے؟ نہ صرف وہ جیپ ہمارے تعاقب میں دوڑی چلی آ رہی تھی بلکہ ہماری ٹیکسی کا شکار کرنے کے لیے اس میں سے باقاعدہ فائرنگ بھی کی گئی ہے.....!''

وہ گڑبڑا گیا، جلدی سے بولا ''مم..... میرا یہ مطلب نہیں.....''

''میں تمہارا مطلب بہ خوبی سمجھ گیا ہوں'' میں نے تسلی آمیز لہجے میں اسے اطمینان دلایا۔

لی یان اٹھ کر سیٹ پر بیٹھ چکی تھی، جھنجلاہٹ آمیز انداز میں بولی ''اس لعنتی جیپ کا ذکر بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال فوری طور پر ہمیں کسی محفوظ مقام تک پہنچ جانا چاہیے۔''

''او کے میڈم!'' کاشانوک نے سپاٹ آواز میں کہا۔

بات ختم کرتے ہی اس نے اپنے دوست کی ٹیکسی کو ہوا کا گھوڑا بنا دیا۔

ہم نے متعاقب جیپ کو ہوٹل ریڈ ہاؤس سے تھوڑا پہلے شکار کیا تھا۔ اس وقت ہماری ٹیکسی مذکورہ ہوٹل کو اپنے پیچھے چھوڑنے کے بعد تیزی سے شمال کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کاشانوک نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ یہ سڑک اس وقت انتہائی کم مصروف تھی۔ اس کی ایک وجہ تو موسم کی شدت تھی۔ اس کے علاوہ ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس علاقے میں زیادہ تر مختلف ممالک کے سفارت خانے واقع تھے جو سرِ شام ہی اپنی مصروفیات کو موقوف کر کے عالی شان عمارتوں پر تالے ڈال دیتے تھے لہٰذا رات کے اس حصے میں رونق اور چہل پہل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

گنیشور کے علاقے سے گزرتے ہوئے کاشانوک نے مجھ سے استفسار کیا، ''دائیں ٹرن لوں یا بائیں؟''

تھوڑا آگے بائیں جانب ایک سڑک مڑتی تھی جو بنگلا دیش ایمبیسی، ایکسپریس ہاؤس وغیرہ سے گزرتے ہوئے ٹیکسل کے علاقے میں داخل ہو جاتی۔ ٹیکسل کے پینوراما اپارٹمنٹس میں ہم نے کاشانوک کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ جانوس نے ہمیں شکار کرنے سے پہلے وہاں، اپنے اپارٹمنٹ میں ٹھہرایا تھا لیکن خدا کی قدرت کہ شکاری خود شکار ہو گیا تھا اور ہم زندہ و تابندہ اپنے دشمنوں کا قلع قمع کرتے پھر رہے تھے۔

ٹیکسل کی طرف جانا مناسب نہیں تھا لہٰذا میں نے کاشانوک سے کہہ دیا ''گنیشور سے گزرنے کے بعد تم ٹیکسی کو دائیں جانب موڑ لینا۔ ہم دریا عبور کر کے سیدھا بودھ ناتھ ویلی جائیں گے۔''

بودھ ناتھ ویلی سے ولی بازار کی طرف آتے ہوئے بھی ہم نے دریائے دھوبی کھولا کو کراس کیا تھا مگر وہ دوسری سڑک تھی۔ اس وقت ہم دوار کا وتیج کا تیج اور بورس ریسٹورنٹ کی طرف سے آئے تھے۔ دریائے دھوبی کھولا کھٹمنڈو میں شالا جنو بابہتا ہے اور اسے عبور کیے بغیر ہم بودھ ناتھ ویلی نہیں پہنچ سکتے تھے۔

خونی ٹرک کی طرف دیکھا۔ وہ چند ''قدم'' پیچھے ہٹنے کے بعد بڑے وحشت ناک انداز میں ہماری سمت آ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک دیوانگی پائی جاتی تھی۔ میں نے سیکنڈ کے لاکھ ویں حصے میں محسوس کرلیا کہ وہ اپنی ایک خوف ناک ٹکر کے نتیجے میں ہمیں بڑے حسرت ناک اسٹائل میں دریا برد کرانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے بجلی ایسی سرعت سے اس طوفانی ٹرک پر ایک طویل برسٹ مارا اس قاتل ٹرک کی ہیڈ لائٹس چکنا چور ہوگئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے اگلے ٹائرز بھی پھٹ گئے۔ ونڈ اسکرین کا بھی کباڑا ہوگیا۔ اس اسکرین کے پیچھے موجود افراد پر کیا بیتی ہوگی۔ یہ دیکھنے کی میرے پاس مہلت نہیں تھی میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر لڑھک گیا۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا۔

میں ٹیکسی سے باہر آنے کے بعد رولنگ کرتے ہوئے، فٹ پاتھ پر دور تک لڑھکتا چلا گیا اور اسی ''لڑھکن'' کے دوران میں، میں نے ایک خوف ناک دھماکے کی آواز سنی۔ یہ ایسی ہی دل دوز آواز تھی جیسے کوئی عظیم الجثہ پہاڑ کسی ''رائی'' سے ٹکرا گیا ہو اگلے ہی لمحے نشیب میں، ایک چھپاکے کی مخصوص آواز ابھری۔ یہ سمجھنے میں مجھے ذرا بھی دشواری محسوس نہ ہوئی کہ یہ مخصوص آواز ہماری ٹیکسی کے، دریا کی سطح سے ٹکرانے کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔

میری بے دریغ فائرنگ کے باوجود بھی وہ ٹرک رکا نہیں تھا۔ حرکت کرنے والا جسم جس قدر بھاری ہو، اس کا مومینٹم اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ ٹائر برسٹ ہوجانے کے باوجود بھی وہ ٹرک اپنے مومینٹم کے زور پر چنگھاڑتا ہوا آگے بڑھا تھا اور ہماری ٹیکسی کو ایک خوف ناک ٹکر مار کر اس نے دریا میں پھینک دیا تھا..... اور اس ٹیکسی میں لی یان و کاشانوک بھی موجود تھے!

اس تشویش ناک صورتِ حالات نے مجھے بری طرح بوکھلا کر رکھ دیا۔ میں نے اضطراری انداز میں گردن اٹھا کر دیکھا۔ میں رولنگ کرتے ہوئے جائے وقوعہ سے دس بارہ فٹ مشرق کی سمت نکل آیا تھا۔ میری نگاہ نے ایک وحشت ناک منظر دیکھا۔ ہماری ٹیکسی کا وہاں نام ونشان نہیں تھا۔ ہمیں کچلنے اور روندنے والا ٹرک فٹ پاتھ پر چڑھا' ریلنگ سے ٹکا کھڑا تھا۔

میں نے بے ساختہ لی یان اور کاشانوک کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن وہ دونوں مجھے کہیں دکھائی نہ دیے۔ پول لائٹس کے سبب پل پر مناسب روشنی ہو رہی تھی۔ اگر انہوں نے میری طرح دریا برد ہونے والی ٹیکسی میں کود نے کی کوشش کی ہوتی تو وہ کہیں نہ کہیں ضرور نظر آجاتے۔ تو کیا وہ دونوں بھی ٹیکسی کے ساتھ ہی دریا میں چلے گئے؟

اس ہولناک خیال نے مجھے دہلا کر رکھ دیا۔ دریائے دھوبی کھولا میں ان دنوں بہت زیادہ پانی تو نہیں تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ ایک ٹیکسی کیا، کوئی ڈبل ڈیکر بس بھی بہ آسانی اس کی تہ میں بیٹھ کر دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوسکتی تھی۔

میں نے خطرناک آٹومیٹک گن کو مضبوطی سے سنبھالا اور محتاط قدموں سے ٹرک کی جانب بڑھنے لگا۔ ٹرک والے دشمنوں کا رویہ مجھے تشویش میں مبتلا کررہا تھا۔ ان کی پُراسرار خاموشی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ یا تو وہ سب میری خوف ناک فائرنگ کے نتیجے میں جہنم واصل ہوچکے تھے یا پھر اس قابل نہیں رہے تھے کہ ٹرک میں سے باہر نکلنے کی سکت رکھتے ہوں!

میں ٹرک سے چند فٹ کے فاصلے پر پہنچا تو فائرنگ کی آواز سن کر چونک اٹھا۔ یہ آواز ٹرک کی دوسری جانب یعنی پل کی مغربی سمت سنائی دی تھی۔ اس طرف پل کا ابتدائی حصہ تھا۔ برسٹ فائر کے جواب میں لمحاتی خاموشی کا وقفہ آیا پھر سنگل شاٹ فائر کی آواز گونجی۔ اس فائر کے ساتھ ہی ایک دردناک انسانی چیخ بھی بلند ہوئی۔ مجھے یہ جاننے میں کوئی دقت پیش نہ آئی کہ وہ چیخ کسی مرد کے حلق سے خارج ہوئی تھی کیونکہ چیخ کے فوراً بعد اس شخص نے اپنے منہ نما گڑھے کا ڈھکنا اٹھا دیا تھا اور وہاں سے ناقابلِ تحریر اور ناقابلِ اشاعت گالیاں ابل ابل کر باہر آنے لگی تھیں۔

اس صورتِ حال سے مجھے خاصی تقویت محسوس ہوئی۔ مادر پدر آزاد گالیاں دینے والی آواز ہرگز ہرگز کاشانوک کی نہیں تھی اور سنگل شاٹ فائر کسی ہلکی گن سے کیا گیا تھا۔ میرے ذہن نے فوراً اس سین کا نتیجہ اخذ کرلیا اور یہ نتیجہ بڑا حوصلہ افزا تھا۔ کوئی میرے اندر پکار پکار کر اطلاع دے رہا تھا کہ لی یان نے اپنے ننھے سے لیڈی پسٹل سے فائر کرکے کسی دشمن کو گھائل کردیا ہے۔

میں نے محتاط روی کو بالائے طاق رکھا اور دوڑتے ہوئے قدموں سے ٹرک کی دوسری جانب پہنچ گیا۔ اس لمحے نشیب میں مجھے قدموں کی ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کوئی کسی کا تعاقب کررہا ہو۔ صورتِ حال سے یہ ظاہر ہورہا تھا

کاشانوک نے میری ہدایت کے مطابق ڈرائیونگ جاری رکھی اور جلد ہی ہم دریائے دھوبی کھولا والے پل پر پہنچ گئے۔ پھر جیسے ہی ہماری ٹیکسی نے پل پر ''قدم'' رکھے' ایک بڑی گڑبڑ نے ہمیں چونکنے پر مجبور کردیا۔

پل کے دوسرے کنارے پر دو گاڑیاں ایک دوسرے سے منہ جوڑے ایسے کھڑی تھیں کہ آگے بڑھنے کی راہ مسدود ہوکر رہ گئی تھی۔ یقیناً یہ بندوبست ہمارے فرار کو ناکامیاب بنانے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس بات میں کس شک وشبے کی گنجائش نہ رہی کہ ہمارے دشمن ہمیں گھیرنے کے لیے خاصے سیچ پیا نے پر سرگرم ہوچکے تھے۔ میں نے اس صورتِ حال میں کاشانوک کو ہدایت جاری کی۔

''ٹیکسی کو واپس موڑ لو۔ آگے بڑھنا ممکن نہیں رہا!''

پیش آمدہ سچویشن میں کاشانوک نے ٹیکسی کو روک لیا تھا۔ میری ہدایت پاتے ہی اس نے آناً فاناً میں بیک گیئر لگایا اور بڑی تیزی سے ٹیکسی کو پیچھے لانے کی کوشش کی۔ اس دوران میں ہماری راہ کھوٹی کرنے والے بھی نمودار ہوگئے۔ پتا نہیں، وہ گاڑیوں کے اندر سے برآمد ہوئے تھے یا ان کے عقب میں ''نشست'' سنبھالے ہماری راہ دیکھ رہے تھے۔ وہ کل چار افراد تھے اور چاروں ہی مسلح!

یہ بڑی نازک صورتِ حال تھی۔ پل کی لمبائی زیادہ نہیں تھی اور وہ چاروں مسلح افراد بھاگتے ہوئے ہماری جانب بڑھ رہے تھے۔ اگر وہ اپنی گن کے دہانے کھول دیتے تو ہماری ٹیکسی کو چھلنی میں بدلتے ہوئے ذرا دیر نہ لگتی اور میں انہیں فائرنگ کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے ایمونیشن والے بیگ میں سے ایک اور ہینڈ گرینیڈ نکالا اور اس کی پن نکالنے کے بعد اسے دشمنوں کی سمت اچھال دیا۔ اگلے ہی لمحے ایک دل دوز دھماکا ہوا اور رات کی تاریکی میں جیسے بھڑکتا ہوا الاؤ روشن ہوگیا۔

میں نے گرینیڈ کو پھینکنے میں کچھ زیادہ ہی قوت صرف کردی تھی۔ وہ مسلح افراد کو نشانہ بنانے کے بجائے ان کی ''منزل'' گاڑیوں کی طرف جا نکلا تھا۔ خوف ناک دھماکا انہی گاڑیوں کے پھٹنے اور پرزہ پرزہ ہوکر فضا میں بکھرنے کے سبب تھا۔ ان گاڑیوں کے جو بچے کھچے حصے پل پر رہ گئے تھے انہوں نے آگ پکڑ کر وہاں ایک الاؤ روشن کردیا تھا۔

اس قیامت خیز منظر کو ''انجوائے'' کرنے کا موقع تھا اور نہ ہی مہلت! میں نے بڑی سرعت سے گن سنبھالی اور تعاقب میں آنے والوں پر فائر کھول دیا۔

وہ اپنے عقب میں برپا ہونے والی قیامت سے بوکھلا گئے تھے لہٰذا میری فائرنگ کی زد میں آگئے۔ انہیں اپنی گنز استعمال کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ میں نے آن واحد میں انہیں بھون کر رکھ دیا۔ ہلاکت خیز فائرنگ کی خوف ناک ''تڑتڑاہٹ'' نے رات کے بچے بستے سناٹے کو تار تار کردیا۔ یہ اس سناٹے پر دوسرا حملہ تھا۔ ازیں قبل، ہینڈ گرینیڈ کے نتیجے میں ہونے والی بلاسٹنگ نے اسے بری طرح مجروح کردیا تھا۔

اچانک مجھے ایک شدید جھٹکا لگا اور خطرناک گن ہاتھوں سے نکل کر باہر جا گری۔ ٹیکسی سے نکل کر تاریکی میں گن تلاش کرنے کے بارے میں سوچنے سے پہلے ہی ایک اور جھٹکا محسوس ہوا۔ اس جھٹکے نے ہماری ٹیکسی کو بری طرح لہرا دیا اور وہ پل کی ریلنگ سے جا ٹکرائی۔

میں نے گردن اٹھا کر عقب میں دیکھا تو صورتِ حال مجھ پر کھل گئی۔ کاشانوک ٹیکسی کو ریورس گیئر میں پیچھے لے جا رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹیکسی کو پل سے اتار کر واپس سڑک پر لے جاتا، اس کی کوشش کو ناکامیاب بنا دیا گیا اور ایسا کرنے والا ایک چھوٹا ٹرک تھا۔

ہم ایک واہیات صورتِ حال میں پھنس کر رہ گئے۔ عقب سے آنے والے اس چھوٹے ٹرک نے دیدہ ودانستہ ہماری ٹیکسی کو ''ٹھوکروں'' پر رکھ لیا تھا جس سے، اس کے دشمن ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا تھا۔ پے در پے پہنچنے والے دو خطرناک جھٹکوں نے مجھے بتا دیا کہ اگر فوری طور پر اس ٹرک کی پیش قدمی کو نہ روکا گیا تو وہ ہماری ٹیکسی کی ایسی کم تیسی کرکے رکھ دے گا۔

ہماری ٹیکسی پل کی ریلنگ سے ٹکرانے کے بعد آڑی ہو کر مختصر سی فٹ پاتھ پر چڑھ ''بیٹھی'' تھی۔ ریلنگ کے ساتھ ساتھ پل کی دونوں جانب تین فٹ چوڑی فٹ پاتھ بنی ہوئی تھی اور ہماری ٹیکسی اس ٹرک سے ٹکریں کھانے کے بعد اس فٹ پاتھ پر نکل آئی تھی۔

وہ بڑے نازک اور فیصلہ طلب لمحات تھے۔ ٹیکسی کو ریورس کرکے پیچھے لانا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس کا اگلا حصہ ریلنگ سے جڑا ہوا تھا۔ کاشانوک نے چیخ سے مشابہ آواز میں کہا۔

''دجدان! اسے روکو ورنہ.....''

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی لی یان چلائی ''ہمیں فوراً ٹیکسی سے باہر نکل جانا چاہیے ورنہ یہ ظالم ٹرک ہمیں ٹیکسی سمیت دریا میں پھینک دے گا!''

لی یان کا خدشہ برمحل تھا۔ اس نے موقع کی سنگینی کو پوری طرح محسوس کرلیا تھا۔ میں نے کمر کو حتی المقدور موڑ کر اس

کہ میری طرح لی یان نے بھی ٹیکسی کا دروازہ کھول کر رولنگ کی تھی اور اب دشمن اسے چھاپنے کی تگ و دو میں تھے۔ میں نے بے دریغ نشیب کی جانب دوڑ لگادی۔

دریائے دھوبی کھولا گھنٹہ ڈوشہر میں شمالاً جنوباً بہتا تھا اور جس پل پر یہ مارا ماری ہورہی تھی وہ دریا پر شرقاً غرباً استادہ تھا۔ پل کے اوپر تو پول لائٹس نصب کرکے روشنی کا معقول بندوبست کردیا گیا تھا لیکن اس طرف نشیب میں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ میں پتھریلے راستے پر، نیچے کی جانب بھاگتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گیا اور اسی لمحے ایک شخص پر میری نگاہ پڑی۔

وہ چاروں خانے چت، پتھریلی زمین پر پڑا بری طرح کراہ رہا تھا۔ تاریکی کے باوجود بھی میں نے اتنا ضرور دیکھ لیا کہ اس شخص نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبا رکھا تھا۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ متوقع طور پر لی یان نے اسی نامراد کو نشانہ بنایا تھا جس کے نتیجے میں اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان امڈ پڑا تھا مگر اس وقت وہ بدبخت بڑی حد تک شانت ہو چکا تھا۔ اس کی تمام تر کوشش محض کراہنے تک محدود تھی،

ان دشمنوں نے میری خاطر بہت ''تکالیف'' اٹھائی تھیں لہٰذا اس کڑے وقت پر میرا بھی فرض بنتا تھا کہ ان کی ''مدد'' کروں۔ میں اسی ''نیک'' مقصد کی خاطر جھک کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ گرم سوٹ میں ملبوس ایک سفید فام تھا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ وہ اسرائیلی یا پھر کم از کم یہودی ضرور ہوگا۔ لحاتی معائنے نے مجھے بتادیا، لی یان کی چلائی ہوئی گولی نے اس کا پیٹ چھید ڈالا تھا، تاریکی کے باعث وثوق سے تو نہیں کہا جاسکتا تھا تاہم میرا اندازہ یہی تھا کہ گولی اس کے دائیں گردے کے آر پار ہوگئی تھی۔

وہ آر پار جیسی کیفیت میں اپنی زندگی کی آخری تکلیف دہ سانسیں لے رہا تھا۔ اسے اس اذیت سے نجات دلانا مجھ پر لازم ہوگیا۔ میں نے اکڑوں بیٹھتے ہوئے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے جمایا اور دوسرا ''شفقت بھرا'' ہاتھ اس کے سر کے اوپر رکھتے ہوئے ایک جرک کے ساتھ کلاک وائز (گھڑی وار) جھٹکا دیا۔

اس کم بخت کی گردن میرے ہاتھوں میں یوں جھولنے لگی جیسے کسی پژمردہ بیل پر مردہ ترئی جھولتی ہے۔ میں نے نفرت انگیز انداز میں اسے پرے پھینکا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

دریا کا کنارا کچا اور پتھریلا تھا جس پر پہاڑی درختوں کی بہتات تھی اور انہی بلند و بالا درختوں کے درمیان چلتے ہوئے میں یوں محسوس کررہا تھا جیسے خاموشی اور سناٹے کی دبیز تہ میں اتر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے ہونے والی فائرنگ کے بعد اچانک سکوت کی سی فضا قائم ہوگئی تھی۔ کوئی گولی چلی اور نہ ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ میں لی یان کی فائرنگ کا شکار ہونے والے شخص کو دیکھ چکا تھا۔ سردست تو یہی نتیجہ سامنے آرہا تھا کہ خونی ٹرک میں سے صرف ایک دشمن ہی نکل کر لی یان کی طرف لپکا تھا جسے لی یان نے موت کی نیند سلادیا۔ اس کا مطلب تھا، اس ٹرک میں سوار دیگر دشمنوں کو میری فائرنگ نے سپرد جہنم کردیا تھا۔

واضح رہے کہ میں لی یان کا ذکر اپنے مضبوط اندازے کی بنا پر کررہا ہوں۔ میں نے ابھی تک اس کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ سنگل شاٹ فائر کرنے والی لی یان کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا میں اس یقین کی سردست کوئی وضاحت نہیں کرسکتا۔

میں انہی ہنگامہ خیز خیالات کے ہمراہ محتاط قدم اٹھاتے ہوئے دریا کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ سب سے زیادہ تشویش مجھے لی یان کی طرف سے تھی۔ قرائن سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہ حفاظت ٹیکسی میں سے باہر نکل آئی تھی۔ گولی کی آواز نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کسی لیڈی پسٹل سے فائر کی گئی تھی لیکن لی یان اچانک کہاں غائب ہوگئی، یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

ابھی تک کا شانوک کی موجودگی کے کوئی آثار سننے یا دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔ اغلب امکان یہی تھا کہ اسے ٹیکسی میں سے باہر کودنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ٹرک کی پہلی خوف ناک ٹکر نے ٹیکسی کو پل کی ریلنگ کے ساتھ بری طرح ٹکرایا تھا جس کے نتیجے میں اس کا سامنے والا حصہ بڑے بھیانک انداز میں متاثر ہوا تھا۔ اگر کا شانوک ٹیکسی کے اندر ہی اندر دریا کی تہ میں پہنچ گیا تھا تو یہ بھی کچھ کم تشویش ناک صورتِ حال نہیں تھی۔

میں نے دکھتے ہوئے دل کے ساتھ، پہلو میں بہتے ہوئے، دریائے دھوبی کھولا کی سطح کو دیکھا۔ سناٹے بھری تاریکی میں دریا کی سطح بڑی ہیبت ناک دکھائی دی۔ میں یکا یک رک کر بہتے پانی کی اس ہیبت ناک اور پرہول سطح کو گھورنے لگا۔ میرا ذہن یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ کا شانوک ختم ہوگیا۔ اس کی موت کا تصور میری سوچ کے لیے ناقابلِ قبول تھا۔ شاید یہ اس جذباتی وابستگی اور انسیت کا نتیجہ تھا جو بہت ہی کم وقت میں ہمارے درمیان پیدا ہوگئی تھی۔ اس مختصر سی ملاقات میں کا شانوک مجھے اپنا اپنا سا محسوس ہونے لگا تھا۔

میں دریا کی سطح پر نگاہ جمائے کا شانوک کے بارے میں گہری سنجیدگی سے سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے چونک جانا پڑا۔ پانی کی سطح پر میں نے ایک غیر معمولی حرکت دیکھی تھی۔ میرے ذہن نے پکار کر کہا کہ کوئی شخص تیرا کی کررہا ہے۔ میں نے تمام تر توجہ اس منظر پر مرکوز کردی جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا، کوئی شخص باقاعدہ تیرتے ہوئے کنارے تک پہنچنے کی کوشش کررہا تھا۔

اس یخ بستہ اور رگوں میں خون منجمد کردینے والے موسم میں، نصف شب کے قریب کسی شوقین تیراک کے، دریائے دھوبی کھولا میں شوق پورا کرنے کے بارے میں تو سوچنا ہی حماقت ہوتا وہ جو کوئی بھی تھا، مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ تھا..... اور اس وقت کا شانوک سے زیادہ اور کوئی شخص مشکل میں نہیں ہوسکتا تھا۔ میں بہ قول کسے، سانس روک کر اس کے کنارے تک پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔

اچانک میری محویت ٹوٹ گئی۔ میں کا شانوک کا پانی کی سطح پر ابھرتے اور کنارے لگتے ہوئے نہ دیکھ سکا کیونکہ اس سے پہلے ہی مجھ پر ایک ناگہانی آن پڑی تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے کھڑا نظارہ کررہا تھا اور مذکورہ ناگہانی اسی درخت پر سے نازل ہوئی تھی۔

گرم لبادے میں ملبوس وہ کوئی بہت ہی دھواں دھار آفت تھی اور اس نے مجھ پر وارد ہوتے ہی مجھے اپنے مضبوط جبڑے میں جکڑ لیا۔ اس افراتفری میں گن میرے ہاتھ سے چھوٹ کر ادھر ادھر ہوگئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کے جسم میں کسی بپھرے ہوئے سانڈ جیسی طاقت بھری ہوئی تھی میں نے اس کے قوی و توانا بازوؤں کی گرفت میں خود کو مجبور پایا۔

یہ مجبوری لحاتی ثابت ہوئی کیونکہ میں نے چشم زدن میں اپنے حواس پر قابو پالیا تھا۔ وہ شخص میرے عقب میں موجود رہ کر، دائیں بائیں جھٹکے دیتے ہوئے مجھے نیچے گرانے کی کوشش میں تھا۔ میں نے اچانک اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

میری مزاحمت کو دیکھتے ہوئے مدمقابل میری طرف سے ایسے کسی ردعمل کی توقع نہیں رکھتا تھا لہٰذا وہ بڑی آسانی سے میری چال میں آگیا۔ میں نے بدن کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے آگے کو گرایا تھا۔ وہ بھی طاقت کی جھونک میں میرے اوپر ہی گرتا چلا آیا۔ اس کا یہ عمل غیر ارادی تھا جب کہ میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت وہ حرکت کی تھی چنانچہ وہ مار کھا گیا۔

میں نے زمین کی طرف آتے ہوئے اپنے ذہن کو پوری طرح بیدار رکھا اور میرے ذہن نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے کو بھی شمار کیا۔ ہم دونوں اوپر تلے زمین کی جانب جھکے تھے میں نے جیسے ہی محسوس کیا' مجھ پر لدا ہوا شخص اپنا توازن کھو بیٹھا ہے، میں نے سوچا سمجھا داؤ آزما ڈالا۔

ہم زمین سے چند انچ کی دوری پر تھے کہ میں نے بجلی ایسی سرعت سے اپنی باڈی کو سائیڈ رول کیا۔ وہ شخص مجھ پر گرفت کھو چکا تھا لہٰذا اس کے نیچے سے نکلنے میں مجھے کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی۔ میں رول کرتے ہوئے ایک سمت نکل گیا اور وہ ''دھپ'' کی مخصوص آواز کے ساتھ' منہ کے بل پتھریلی زمین پر جا گرا۔

اس کے حلق سے ایسی دردناک آواز خارج ہوئی جیسے کسی جانور کی گردن پر چھری چلادی گئی ہو۔ میں فوراً سے پیش تر سنبھلا اور تیزی سے اس کے قریب آگیا۔

ہم دریا کے کنارے، درختوں کے بیچ جس مقام پر ایک دوسرے کو تولنے کی کوشش میں مصروف تھے وہاں اچھی خاصی تاریکی تھی تاہم قرب کے باعث ہم ہیولوں کے مانند بہ آسانی ایک دوسرے کو دیکھ پارہے تھے۔ دریا کی دوسری جانب شہر کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ ادھر موجود کوئی شخص ہمیں اس تاریکی میں نہیں دیکھ سکتا تھا مگر ہم ان روشنیوں کی خیرات میں اپنے اردگرد کے ماحول کو کسی حد تک سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

وہ شخص جلد ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں پہلے سے اس کے انتظار میں محتاط فاصلے پر کھڑا تھا۔ اس نے مجھے محسوس کرلیا اور مجھ پر ایک جارحانہ حملہ کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی کوشش کی کمر توڑ ڈالی۔ اس کے ہاتھ خود تک پہنچنے سے پہلے ہی میں نے اس کے کشادہ سینے پر ایک بھرپور فرنٹ کک رسید کردی۔

وہ اپنے سینے پر میرے جوتے کی مہر لگوانے کے بعد تھوڑا سا لڑکھڑایا اور دو قدم پیچھے چلا گیا۔ میں نے اس کی ڈگمگاہٹ کا فائدہ اٹھایا اور ایک لمبا اسٹیپ لے کر اس کے پیٹ میں ایک جرکی سائیڈ کک جڑ دی۔

میری یہ غضب بردار کک انگوٹھی میں نگینے کے مانند ثابت ہوئی۔ وہ بڑے برے انداز میں پیچھے کو الٹا اور ایک درخت کے تنے سے جا ٹکرایا۔

اس شخص کے وجود میں لہریں لیتی ہوئی طاقت اور توانائی سے انکار ممکن نہیں تھا لیکن میں نے چند سیکنڈ میں محسوس کرلیا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے صرف دیسی طور طریقے جانتا تھا۔ ہنگامی فائٹ میں طاقت سے زیادہ تیکنیک موثر ثابت ہوتی ہے اور اگر تیکنیک کو طاقت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ

سونے پر سہاگے کا اثر رکھتی ہے۔ اس حوالے سے مجھے اپنے مدِمقابل پر ایک خوش گوار برتری حاصل تھی۔

وہ درخت کے تنے کا سہارا لے کر اٹھا اور دونوں بازو پھیلاتے ہوئے میری جانب پیش قدمی کرنے لگا۔ میں اس کے، خود سے ایک مخصوص فاصلے پر پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ جیسے ہی اس مقام پر پہنچا جہاں سے وہ دوبارہ چھلانگ لگا کر مجھے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرتا، میں نے اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے ایک ہائی جمپ لگائی۔

وہ مجھ سے ایسی حرکت کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ مجھے اپنے اوپر سے پرواز کرتے دیکھا تو وہ بری طرح بوکھلا گیا اور اس انداز میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر لہرائے جیسے اپنے سر کے اوپر اڑنے والے کسی پرندے کو پکڑنا چاہتا ہو!

میری اڑان اس کی پکڑ سے بالاتر تھی لہٰذا میں اس کی گرفت میں آئے بغیر اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ قدم زمین پر لگتے ہی میں نے باڈی کو آگے جھکایا اور ایک جھٹکے دار ریئر کک اس کی پشت پر رسید کردی۔

وہ میری پرواز سے پہلے ہی سٹ پٹایا ہوا تھا، کمر پر جو ریئر (بیک) کک لگی تو وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور ایک مرتبہ پھر منہ کے بل پتھریلی زمین سے جا ٹکرایا۔ اس بار کراہوں کے ساتھ ہی اس کے منہ سے غلیظ گالیوں کا دریا بھی بہہ نکلا۔

وہ مقامی زبان اور انگلش کے کمپنج میں مجھے بڑی نئی نئی گالیاں سنا رہا تھا۔ اس کا ایک ایک لفظ انتہائی طیش دلانے والا تھا۔ میں بڑی حد تک نیپالی زبان سمجھ لیتا تھا۔ میں تو پہلے ہی ان لوگوں کی طرف سے بہت ادھار کھائے بیٹھا تھا، یہ لاف گزاف میری سماعت سے ٹکرائی تو میں نے بھی اپنا غبار نکالنے کے لیے اسے دو چار تحفے پیش کردیئے تاہم میرے "مراسلات" میں کوئی رکیک جملہ شامل نہیں تھا۔

اچانک ایک مانوس آواز سن کر میں چونک اٹھا اور بے اختیار میری گردن اوپر کو اٹھ گئی کیوں کہ وہ آواز ایک قریبی درخت کی بلندی سے آئی تھی۔

"وجدان! کیا یہ تم ہو؟"

میں نے بولنے والی کو پلک جھپکتے میں پہچان لیا۔ وہ لی یان تھی۔ میں نے جب اپنے مدمقابل گینڈے کو کھری کھری سنائیں تو لی یان نے میرے لب و لہجے کو شناخت کرلیا تھا۔ وہ قریب ہی کسی درخت پر چھپی بیٹھی، ہمارے درمیان ہونے والے معرکے کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔ اسے زندہ سلامت پاکر مجھے دلی مسرت ہوئی۔ میں نے اس کی آواز کے ماخذ کی سمت گردن موڑ کر جواب دیا۔

"ہاں، یہ میں ہی ہوں۔ تم بے خوف و خطر نیچے آؤ.....!"

میرا جملہ نامکمل رہ گیا کیوں کہ اسی لمحے میرے وجود کو ایک زبردست دھکا لگا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ میری لمحاتی غفلت سے فائدہ اٹھا کر، مجھ سے پٹنے والا متحرک ہوگیا تھا۔ میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چند فٹ آگے گیا پھر سنبھل کر پلٹ پڑا۔

وہ مجھ سے دو فٹ کی دوری پر "نظر" آیا۔ میں نے برق رفتاری سے اسے مہلک کِک پر رکھ لیا۔ میں اس کی کمزوری اور طاقت سے یک سا واقفیت حاصل کرچکا تھا لہٰذا اسے دام میں لانے کے لیے مجھے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں اس کے انتہائی قریب آئے بغیر ہاتھ پاؤں کی خطرناک ٹھوکروں سے اس کی تواضع کرنے لگا۔ وہ گرفت میں لے کر دبوچنے، نچوڑنے، پھینکنے اور پٹخنے کا ماہر تھا۔ میں نے اسے ایسا کوئی موقع فراہم نہ کیا اور چند منٹ میں' کا سٹک سوڈا سے اس کی دھلائی کرکے پتھریلی زمین پر لمبا لٹا دیا۔

وہ میری "خاطر داری" سے ایسا مستفید ہوا کہ مجھے امید نہیں تھی، دو گھنٹے سے پہلے آنکھ کھول کر اس جہان رنگ و بو کو دیکھ بھی سکے گا اور ان دو گھنٹوں میں گھمنڈو کا قیامت خیز سرد موسم اس کی ہڈیوں کے ساتھ جو سلوک کرتا' اس کا تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔

اس دوران میں لی یان درخت سے نیچے اتر آئی تھی۔ وہ میرے قریب آتے ہوئے بولی "میں اسی شیطان سے چھپ کر ادھر بیٹھی تھی۔ میں نے اس کے دو ساتھیوں کو تو ٹھنڈا کردیا ہے۔ یہی منحوس قابو نہیں آرہا تھا۔ پتا نہیں، کس سانڈنی نے اسے جنم دیا ہے۔"

آخری جملہ اس نے بڑی تلخی سے ادا کیا تھا لیکن میں اس کے ابتدائی جملوں میں الجھا ہوا تھا' میں نے اسے اپنے مزید قریب کرتے ہوئے استفسار کیا۔ میرا اشارہ بے ہوش ہونے والے گینڈے کی جانب تھا۔

"اس کے ایک ساتھی کو تو میں نے اس طرف آتے ہوئے راستے میں زخمی پڑے دیکھا ہے۔ تم کسی تیسرے بندے کا ذکر کررہی ہو؟"

"وہ چند گز ادھر الٹا فیل پڑا ہے" اس نے اندھیرے میں ایک سمت اشارہ کیا "میں نے مارشل آرٹس کے دو چار کاری ہاتھ دکھا کر اسے زمین چاٹنے پر مجبور کردیا تھا۔"

"اوہ!" میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور کہا۔ "اس کا مطلب ہے، ٹرک میں سے صرف تین افراد نکل کر

تمہارے تعاقب میں دوڑے تھے!" پھر میں نے اس کے بدن کو ٹٹولتے ہوئے پوچھا۔ "تم خیریت سے تو ہو نا؟"

وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی "مم..... میں ٹھیک ہوں۔"

"اس طرف ہونے والی فائرنگ کی آواز سن کر تو میں گھبرا گیا تھا!" میں نے کہا۔

وہ کسمساتے ہوئے بولی "وہ جو ادھر پڑا ہے اس نے مجھے ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی" اس کا اشارہ اپنے اس شکار کی طرف تھا جس کا تھوڑی دیر پہلے اس نے ذکر کیا تھا "میری زندگی باقی تھی کہ بچ گئی" وہ ایک اطمینان بھری سانس خارج کرتے ہوئے بولی "جواب میں' میں نے پسٹل سے فائر کیا تو اس کا تیسرا ساتھی میری گولی کا نشانہ بن گیا۔ میں نے اس کی' درد میں ڈوبی ہوئی چیخ بلند ہوتے ہوئے سنی تھی۔ پتا نہیں، وہ اب کس حال میں ہوگا!"

لی یان اس شخص کا تذکرہ کررہی تھی جسے "دردِ گردہ" سے نجات دلانے کے لیے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھٹکے دار حرکت کرنے کی زحمت دی تھی۔ میں نے لی یان کو اس شخص کے بارے میں مختصراً بتایا اور کہا۔

"وہ بے چارہ اب بڑے اچھے حال میں ہے۔ ایسا حال جس کا ماضی اور مستقبل منہ پھاڑ پھاڑ کر جائز و ناجائز تقاضے کررہا ہوتا ہے!"

پتا نہیں' وہ میری بات کی سنگینی کو سمجھی کہ نہیں، ایک طویل و عریض جھرجھری لیتے ہوئے بولی "مجھے تو یہ سب کسی خواب و خیال کے مانند محسوس ہورہا ہے..... جیسے میں نے کوئی زبردست ایکشن مووی دیکھی ہو!"

اس کا اشارہ ان واقعات کی طرف تھا جو بنگلا نمبر آر۔ ٹوئنٹی سے لے کر یہاں پہنچنے تک رونما ہوئے تھے۔ واقعی یہ تمام تر مناظر کسی فلم کا حصہ ہی معلوم ہوتے تھے، خاص طور پر پل پر پیش آنے والے خونیں مناظر تو شوٹ کرنے کے قابل تھے۔ اس نوعیت کے تاثر انگیز اور اور ہیجل سین تو باقاعدہ پروڈکشن اور ڈائریکشن کی مدد ہی سے فلمائے جاسکتے ہیں۔ بہرحال، یہاں جو کچھ پیش آیا تھا وہ کسی فلم کا سین نہیں بلکہ حقیقی زندگی کا ایک رخ تھا اور میری زندگی ایسے رخوں سے بھری ہوئی تھی۔

"لی یان..... یہ خواب و خیال نہیں، بلکہ حقیقت ہے" میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "تم جانتی ہو' حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے اسی لیے زندگی کو کڑوا کر... دیتی ہے۔ ذہن میں رکھو کہ یہ ایکشن مووی ابھی "دی اینڈ" نہیں ہوئی" میں نے ایک لمحے کے توقف کرنے کے بعد اضافہ کیا۔

"اس سنسنی خیز فلم کا ایک کردار اس وقت منظر سے غائب ہے۔ ہمیں فوری طور پر کاشانوک کی خبر لینا چاہیے!"

"کاشانوک!" اس نے یہ الفاظ ایسے دہرائے جیسے اسے کوئی بھولی بسری کہانی یاد آگئی ہو۔ پھر غیر یقینی اور سراسیمہ لہجے میں بولی "کاشانوک تو تیستا سمیت دریا میں چلا گیا....." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"چلا گیا تھا" میں نے تصحیح آواز میں کہا "لیکن میرا خیال ہے، اب وہ دریا سے باہر آچکا ہے!"

وہ الجھ کر رہ گئی "تت..... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "تم تھوڑی دیر تک دوسری طرف رخ پھیر کر کھڑی ہوجاؤ۔ مجھے ایک ضروری کام کرنا ہے؟"

"تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" اندرونی تجسس کے باعث وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"میں اس سانڈنی کی اولاد کے کپڑے اتارنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

وہ مزید الجھ گئی "جدان! تمہیں اس سچویشن میں بھی مذاق سوجھ رہا ہے؟" وہاں پر اتنی تاریکی تھی کہ میں۔ لی یان کو ایسی ہدایت دیے بغیر بھی یہ کام کرسکتا تھا، وہ کچھ بھی دیکھ نہ پاتی لیکن اگر ذہن میں کپڑے اترنے کا تصور موجود ہو تو کچھ نظر نہ آنے کے باوجود بھی بہت کچھ دکھائی دینے لگتا ہے۔ تصور بہرحال، بصارت سے کم طاقت ور نہیں ہوتا!

"یہ مذاق نہیں بلکہ میں انتہائی سنجیدہ ہوں!" میں نے کہا۔

"بعض اوقات تم بہت مشکل ہوجاتے ہو!" اس کے لہجے میں ایک شکوا پنہاں تھا۔

"اس کے بدلے میں پھر آسان بھی تو ہوجاتا ہوں!" میں نے ذومعنی انداز میں کہا۔

وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولی "وجدان.....! تم میری سمجھ سے باہر ہو!"

"میں چند منٹ بعد تمہاری سمجھ دانی میں سما جاؤں گا" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "فی الحال' میں جو کہہ رہا ہوں، وہ سنو اور میری بات مان لو!"

مان جانے میں اکثر لوگوں کا مان جاتا ہے لیکن لی یان مجھے مانتی تھی اس لیے مان گئی۔ ایک سوال بھی مزید پوچھے بغیر وہ رخ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ میں زمین بوس گینڈے کے ساتھ مصروف ہوگیا۔

میں اس کا لباس ایک خاص مقصد کے تحت اتارنا چاہتا تھا۔ میں نے کاشانوک کو تیزی سے تیر کر دریا کے اسی

کنارے کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ وہ تو اس ساحڈ نے اچانک مجھ پر وارد ہو کر منظر کی ایسی کم تیسی کر دی تھی ورنہ میں کشادہ بازوؤں کے ساتھ کاشانوک کو ویل کم کہتا۔ اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ وہ جب دریا سے باہر نکلے گا تو اس کا لباس ٹھنڈے ٹھار پانی میں بھیگا ہوا ہوگا۔ اسے فوری طور پر ایک گرم اور خشک لباس کی ضرورت ہوگی..... اور میں اس وقت کاشانوک کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کے بندوبست میں لگا ہوا تھا۔

تھوڑی آسانی، تھوڑی مشکل کے بعد میں نے، دنیا و مافیہا سے بے خبر گینڈے کو بے لباس کر دیا۔ موسم پہلے ہی کچھ کم شدید نہیں تھا۔ اس پر لباس سے عاری اس کا بدن دُہری قیامت سے گزرتا۔ اب ہڈیوں کے اندر گودا جمنے کے امکانات صد فی صد سے بھی تجاوز کر چکے تھے۔ میں نے اس۔ ننگ دھڑنگ ہاتھی نما انسان پر حقارت بھری نگاہ ڈالی اور لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آؤ چلیں!''

وہ میرے ساتھ ہو لی۔

میں مانتا ہوں کہ میں نے اس ساحڈ کے ساتھ کوئی زیبا سلوک نہیں کیا تھا لیکن میں ان تپش انگیز لمحات میں ایک عجیب سی وحشت میں مبتلا تھا۔ ربی موشے ہائمن اور اس کے دیسی، بدیسی چمچوں کے لیے میرے دل و دماغ میں جنون ہی جنون بھرا ہوا تھا..... اور یہ جنون و وحشت بھرنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ پل پر ان کے ٹرک نے جس وحشیانہ انداز میں ہماری ٹیکسی کو ''ٹھوکروں'' میں اڑاتے ہوئے سپر دو دریا کیا تھا وہ ان کی سفاکی اور بربریت کا کھلا مظاہرہ تھا، جواب میں وہ بھی کسی ایسے ہی شان دار سلوک کے مستحق تھے۔ میں نے تو اس ساحڈ کے استحقاق کا پاس کیا تھا۔ اس طرح تو ہوتا ہے۔ اس طرح کے کاموں میں.....!

اگر شوگر مل لگانے کا ارادہ ہو تو ساتھ ہی گتا فیکٹری بھی قائم کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح گھی کا کارخانہ چلانے والا، صابن کی انڈسٹری بھی کھولتا ہے۔ اس طریقے سے بائی پراڈکٹ کو کھپانا مفید اور آسان ہو جاتا ہے۔ ظلم و زیادتی کی راہ اپنانے والوں کو بھی اپنے بائی پراڈکٹس کا ''خیال'' رکھنا چاہیے۔ ایسے پراڈکٹس اینڈ بائی پراڈکٹس فائدہ پہنچانے کے بجائے ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں.....!

میں لی یان کا ہاتھ تھامے تیزی سے دریا کی جانب بڑھ رہا تھا کہ اس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا ''وجدان! ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''کاشانوک کے پاس!'' میں کہا۔

اس نے میرے ہاتھ میں تھامے ہوئے ''گینڈے'' کے لباس پر ایک نظر ڈالی اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''اوہ! میں اب سمجھی''

''شکر ہے' سمجھ تو گئیں میں نے اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا'' ورنہ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ مجھے بہ نفس نفیس تمہاری سمجھ دانی میں اترنا ہوگا''

اس نے جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی۔

جلد ہی ہم کاشانوک کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ دریا میں سے نکلنے کے بعد ہماری ہی طرف آ رہا تھا۔ اسے وہاں ہماری موجودگی کا علم نہیں تھا۔ یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ ہمیں ایک دوسرے کو تلاشنے میں زیادہ خواری نہیں اٹھانا پڑی۔

وہ سر سے پاؤں تک شرابور تھا اور یہ شرابوری کپکپی طاری کر دینے والی تھی مگر کاشانوک بلا کی قوتِ برداشت کا مالک تھا۔ اس کے تاثرات سے بالکل یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اندر سے کانپ رہا ہے۔ لگتا تھا، اس نے مارشل آرٹس کے میدان میں کافی ریاضت کر رکھی تھی!

کسی قسم کی بحث یا تفصیل میں پڑے بغیر کاشانوک نے میری ہدایت پر فوراً لباس تبدیل کر لیا۔ اس دوران میں، میں اور لی یان موجودہ حالات پر باتیں کرتے ہوئے مسلسل دریائے دھوبی کھولا کے اس پل کی سمت دیکھتے رہے جہاں ایک خون ریز معرکہ آرائی کے بعد ہم یہاں پہنچے تھے۔

وہاں پل پر اب خاصی گہما گہمی اور روشنی نظر آ رہی تھی۔ محسوس ہوتا تھا، ہمارے دشمنوں اور پولیس کی بھاری جمعیت وہاں پہنچ چکی ہے۔ ان لوگوں کے پاس فلڈ لائٹ کا بھی بندوبست تھا۔ تیز روشنی کا بڑا سا دائرہ دریا کی سطح پر اِدھر اُدھر حرکت کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ یقیناً انہیں اسی ٹیکسی کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر ہم لوگ اس پل تک پہنچے تھے..... اور قرائن کے مطابق، وہ ٹیکسی دریا برد ہو چکی تھی۔

ٹیکسی اتنی اہم نہیں تھی جتنے ہم ان کے لیے اہم تھے۔ ہم نے بلاشبہ انہیں عظیم الشان نقصان سے دوچار کیا تھا۔ وہ ٹیکسی کی آڑ میں دراصل ہماری تلاش میں تھے اور بہت جلد وہ ادھر کا رخ بھی کرنے والے تھے۔ ہمیں جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانا چاہیے تھا۔

کاشانوک نے لباس تبدیل کر لیا تو ہم خود کو گھنے درختوں کی اوٹ میں رکھتے ہوئے دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ جنوب کی سمت قدم بڑھانے لگے۔ دریائے

دھولی کھولا پر دوسرا پل وہاں سے کچھ فاصلے پر تھا اور ہم مذکورہ دریا کو عبور کیے بغیر بودھ ناتھ دیلی میں نہیں پہنچ سکتے تھے، جہاں پہنچنا ہمارے لیے ازحد ضروری تھا۔

کاشانوک کے حوالے سے میرے ذہن میں کئی سوالات کلبلا رہے تھے۔ اگر کوئی بند گاڑی کسی حادثے کے نتیجے میں، گہرے پانیوں میں اتر جائے تو اس کے اندر موجود افراد موت سے پہلے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ چاروں طرف سے پانی کا پریشر اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ گاڑی کے دروازے کھولنا تقریباً ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے اور کاشانوک یہ ناممکن کام سرانجام دے کر بہ حفاظت باہر آ چکا تھا۔

میں نے اس بارے میں اس سے سوال کیا تو وہ بولا ''جب ٹیکسی کو آخری دھکا لگا اس وقت تم لوگوں کی طرح میں بھی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا بلکہ میں دروازہ کھولنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن اس قیامتی پش نے مجھے ٹیکسی سے باہر قدم رکھنے کی مہلت نہ دی اور میں کھلے ہوئے دروازے کو تھامے تھامے، ٹیکسی سمیت دریا میں پہنچ گیا۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا ''میری خوش قسمتی کہ ان لمحات میں لارڈ بدھا مجھ پر مہربان ہو گیا اور جیسے ہی ٹیکسی نے پانی کی سطح کو بوسہ دیا، کھلا ہوا دروازہ اپنے قبضوں سے جدا ہو کر ٹیکسی سے الگ ہو گیا۔ اس طرح مجھے ٹیکسی سے باہر آنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کے بعد تیراکی کی صلاحیت نے کام دکھایا اور دیکھ لو.....'' وہ جملہ نامکمل چھوڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگا، پھر بولا۔

''اس وقت میں تم لوگوں کے سامنے صحیح سلامت موجود ہوں۔''

میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور گمبھیر آواز میں کہا ''کاشانوک.....! تمہاری سلامتی میں سب سے بڑا ہاتھ تمہاری قوتِ ارادی اور برداشت کا ہے ورنہ اس ٹھنڈے ٹھار موسم میں بدن کی نقلی تو بعد میں جمتی ہے، انسان کی ہمت پہلے ہی جواب دے جاتی ہے۔ بہرحال.....''

میں نے نامکمل جملے پر اپنی بات ختم کر دی۔ وہ کچھ نہیں بولا' خاموشی سے ہمارے ساتھ قدم اٹھاتا رہا۔ کچھ دیر تک ہم اسی اونچی نیچی پتھریلی راہ پر بچتے بچاتے چلتے رہے اور بالآخر دریا کے دوسرے پل کے قریب پہنچ گئے۔

لی یان نے تجویز پیش کی ''ہمیں فوری طور پر کوئی ٹیکسی پکڑ کر دیلی میں پہنچ جانا چاہیے!''

میرے اور کاشانوک کی طرح اس نے بھی اچھی خاصی مارا ماری کی تھی۔ ہم تینوں ہی کا تھکن سے برا حال تھا۔ گھنٹہ دو ایک زندہ اور ہنستا بستا شہر ہے۔ موسم سرما میں اتنی رات کو اگرچہ ٹیکسی وغیرہ کم ہو جاتی ہیں تاہم ان کا کال نہیں پڑ جاتا۔ تھوڑی سی کوشش اور انتظار کے بعد بہرحال سواری مل ہی جاتی ہے۔

''پہلے ہم اس پل پر سے دریائے دھولی کھولا کو عبور کر لیں'' میں نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا ''دوسری طرف پہنچنے کے بعد کوئی سواری دیکھ لیں گے۔''

دونوں نے میرے مشورے کو راست جانا اور ہم نے نہایت ہی محتاط قدموں سے پل پر چلنا شروع کر دیا۔ دریا کی مغربی سمت ہمارے لیے نہایت ہی حساس اور رسکی ہو چکی تھی۔ اگر ہم پل کو پار کر کے مشرقی سمت میں پہنچ جاتے تو ہماری ''پوزیشن'' بہ نسبت زیادہ محفوظ ہو جاتی۔

میں نے کاشانوک سے کہا ''ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ دشمنوں نے ٹیکسی کے نمبر کو نظر انداز کر دیا ہو گا۔ ٹیکسی تو گئی دھولی کھولا کی تہ میں لیکن اس کے نمبر کی مدد سے وہ تمہارے دوست تک ضرور پہنچ جائیں گے اور یہ تمہارے دوست کے لیے اچھا نہیں ہو گا!''

''میں تمہاری بات کی گہرائی کو سمجھ رہا ہوں وجدان'' وہ گمبھیر آواز میں بولا ''لی یان نے جیپ والوں کی ''انگلیوں'' کا جو قصہ ہمیں سنایا ہے اس کی روشنی میں وہ ٹیکسی صد فی صد انفیکٹیڈ ہے۔ وہ ٹیکسی کے نمبر کی مدد سے مہندر کا سراغ لگا لیں گے۔''

جس ٹیکسی میں ہم نے اب تک سفر کر کے دشمنوں کے دانتوں پر لیموں نچوڑا تھا' وہ کاشانوک کے ایک دوست کی ملکیت تھی۔ اس نے اپنے اس دوست کا نام پہلی مرتبہ ہمارے سامنے لیا تھا۔

''پھر تم نے مہندر کے بارے میں کیا سوچا ہے کاشانوک؟'' میں نے استفسار کیا۔

''پل کی دوسری جانب چند گز کے فاصلے پر ایک فلنگ اسٹیشن ہے'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''وہاں فون کی سہولت موجود ہے۔ میں مہندر کو فون کر کے ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اپنی ٹیکسی کی چوری کی رپورٹ درج کروا دے۔ اس طرح ایک طرف تو اس کی پوزیشن صاف ہو جائے گی اور دوسری جانب کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا کہ مہندر نے وہ ٹیکسی مجھے دے رکھی تھی۔''

اس کے ذہن میں بر وقت ایک مفید بات آئی تھی۔ کاشانوک نے بتایا کہ مہندر نامی وہ شخص اس کا بے لوث دوست تھا۔ کسی مشکل وقت میں وہ اس پر آنچ بھی نہیں آنے دے گا۔ مہندر کی رہائش مہاراج گنج کے علاقے میں تھی۔

ہم پل کو عبور کر کے فلنگ اسٹیشن (پیٹرول پمپ) پر پہنچ گئے۔ کاشانوک اپنے دوست کو فون کر کے فارغ ہوا ہی تھا کہ ہمیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ کاشانوک نے نیپالی میں اس سے ''مذاکرات'' کیے اور اگلے ہی لمحے ہم اس ٹیکسی کے اندر بیٹھے تھے۔

مغرب کی سمت سفر کرتے ہوئے تھوڑی دیر بعد ہم گوسالا پہنچے پھر کاشانوک کی ہدایت کے مطابق ڈرائیور نے ٹیکسی کو رنگ روڈ پر ڈال دیا۔ رنگ روڈ کے ذریعے ہم دریائے بھاگ متی کے اوپر سے گزرے اور بائیں سمت مڑ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد، ہم شمال میں سفر کرتے ہوئے پشو پتی ناتھ ٹیمپل پہنچ گئے۔ کاشانوک دانستہ ٹیکسی والے کو اِدھر اُدھر گھما رہا تھا تاکہ اگر ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہو تو پتا چل سکے لیکن سوئے اتفاق، اس وقت ہم بالکل محفوظ انداز میں سفر کر رہے تھے۔

پشو پتی ناتھ ٹیمپل کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم دیو پتن پہنچے اور پھر ایک ہی سڑک کو پکڑ کر ہم سیدھے بودھ ناتھ دیلی کی جانب بڑھ گئے۔ کاشانوک نے' ٹیکسی میں سفر کے دوران میں عقل مندی کا ایک کام یہ بھی کیا کہ باہمی گفتگو سے پرہیز برتا۔ میں نے اور لی یان نے بھی خاموش رہنے پر ہی اکتفا کیا۔ ٹیکسی کو ہم نے بودھ ناتھ دیلی سے تھوڑا پہلے ہی فارغ کر دیا اور پیدل چلتے ہوئے دیلی میں داخل ہو گئے۔

جب ہم گھر پہنچے تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔

کاشانوک نے ہمیں ہمارے کمرے میں پہنچایا اور ''ایک منٹ' ابھی آیا!'' کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔ میں نے آرام چیئر پر بیٹھ کر ٹانگیں پھیلا لیں۔ لی یان بستر پر دراز ہو گئی۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی ہمیں ایک فرحت کا احساس ہوا تھا۔ فلو جی نے ہمارے جانے کے بعد کمرے کا ہیٹنگ سسٹم آف نہیں کیا تھا۔ اگرچہ وہ سسٹم پوری طرح کام نہیں کر رہا تھا لیکن گھنٹہ دو کی کھلی فضا کی بہ نسبت، کمرے کا ماحول کسی نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔ ہم نے اچھا خاصا وقت کھلے میں گزارا تھا اس لیے بھی وہ کمرا اس وقت ہمارے لیے ایک مہربان، نرم اور گرم آغوش کی حیثیت رکھتا تھا۔

''وجدان! میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی!'' لی یان کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کہ اس کا اشارہ گزشتہ دو گھنٹے میں پیش آنے والے واقعات کی جانب تھا۔ اس کے اظہار اور انداز سے میں محسوس کر سکتا تھا۔ اس نوعیت کی سنسنی خیز اور ہنگامہ پرور سچویشن سے زندگی میں اس کا پہلے واسطہ نہیں پڑا تھا۔

میں نے وقت کی کلفت کو دور کرنے کے لیے ازراہِ مذاق کہہ دیا ''اپنے گال پر چٹکی بھر کر دیکھو!''

''اس سے کیا ہو گا؟'' وہ حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''خواب اور حقیقت کا فرق واضح ہو جائے گا!''

''کیا میں یہ تجربہ تمہارے ساتھ دُہرا سکتی ہوں؟'' وہ شوخی سے بولی۔

میں نے گمبھیر انداز میں کہا ''میرا خواب تو ایک عرصے سے ٹوٹا ہوا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں.....!''

اس سے پہلے کہ لی یان مزید کچھ کہتی، کاشانوک ہمارے پاس آ گیا لہٰذا معنی خیز گفتگو کو بریک لگ گئے۔ میں کاشانوک کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ دیکھ کر متعجب ہوا۔ وہ شیونگ کٹ سے ملتا جلتا ایک بیگ تھا۔ میں نے اس بیگ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''کاشانوک! یہ تم کہاں سے لائے ہو.....اور اس میں کیا ہے؟''

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا ''یہ فلو جی کی شیونگ کٹ ہے۔ ایک شیونگ کٹ میں کیا کچھ ہو سکتا ہے، اس سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو!''

لی یان، کاشانوک کی آمد کے بعد اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی تھی، وہ لقمہ دیتے ہوئے بولی ''اور اس بات سے میں بہ خوبی آگاہ ہوں کہ تم اس کٹ کو کس استعمال میں لاؤ گے!'' اس کا مخاطب کاشانوک تھا۔

لی یان کے لہجے میں پوشیدہ شرارت کو میں نے پلک جھپکتے میں محسوس کر لیا، چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے پوچھا ''تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟''

''ہُم.....ہُم.....ہُم!'' وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

''وہاٹ؟'' میں نے الجھن زدہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے ایک ہاتھ سے سر کی جانب اشارہ کیا اور اسی ہاتھ کی دو انگلیوں کو کسی قینچی کے مانند حرکت دیتے ہوئے شوخی سے بولی۔ ''آئی مین.....ہُم ہُم کم!''

بات سمجھ میں آئی تو میں نے سرزنش کے انداز میں اسے گھورا۔ کاشانوک کا منصوبہ تھا کہ بودھ ناتھ دیلی سے روانہ ہونے سے پہلے مجھے ایک موٹک کا روپ دھارنا ہوگا۔ اگر میں اپنی وضع قطع اور حلیے سے کوئی بدھ بھکشو دکھائی دوں گا تو یہ ہمارے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس تیاری کے لیے لباس کی تبدیلی کے ساتھ ہی مجھے بدھ راہبوں کی طرح اپنا سر بھی منڈوانا تھا۔ لی یان نے اس حوالے سے پہلے بھی میرا اچھا خاصا مذاق اڑایا تھا اور اب بھی وہ اسی قسم کی حرکت کر رہی تھی۔

کاشانوک گہری سنجیدگی سے بولا ''میں نے آگے روانگی کے سلسلے میں پوری تیار کرلی تھی۔ تم دونوں کے روایتی لباس اور اشیائے ضرورت کو ایک بڑے بیگ میں بھر کر میں نے ٹیکسی کی ڈکی میں رکھ چھوڑا تھا جو اس ٹیکسی کے ساتھ ہی دریا برد ہوگیا۔''

وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''فلوجی کو میں نے تمہارے لباس کے بندوبست کے لیے بھیجا ہے اور اس کی شیونگ کٹ لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اب تم میرے ساتھ واش روم کی طرف چلو۔ میں دس پندرہ منٹ میں تمہارا سر منڈ ڈالوں گا لیکن اس سے پہلے مجھے ایک ضروری کام کرنا ہوگا'' اس نے چونکنے والے انداز میں توقف کیا اور اضافہ کرتے ہوئے مستفسر ہوا۔

''وجدان! ذرا وہ بیگ نکالو جس میں میک اپ وغیرہ کا سامان رکھا ہے؟''

''کیا تم سر منڈنے کے ساتھ ساتھ میرے چہرے پر بھی کام کردو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''اس کے بارے میں بعد میں بتاؤں گا، فی الحال تو مجھے ہیئر ڈریئر کی ضرورت ہے!''

میں نے حیرت بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا ''ہیئر ڈریئر کا کیا کرو گے کاشانوک؟''

''تم نکالو تو سہی، ابھی بتاتا ہوں'' وہ اپنی جیبوں کو ٹٹولتے ہوئے بولا۔

آج صبح ..... یعنی کل صبح کاشانوک ہمارے لیے جو شاپنگ کر کے لایا تھا اس میں کپڑوں کے علاوہ میک اپ کا ضروری سامان بھی موجود تھا۔ جتنی دیر میں، میں بیگ میں سے ہیئر ڈریئر نکالتا، وہ اپنی جیب میں سے موبائل فون برآمد کر چکا تھا۔ دریائے دھوبی کھولا کے کنارے لباس تبدیل کرتے وقت کاشانوک نے اپنی جیبوں کا سارا سامان خشک لباس کی جیبوں میں منتقل کر دیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موبائل فون دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ دیگر جیبی اشیا کے ساتھ ہی وہ سیل بھی ٹھنڈے ٹھار پانی میں شرابور ہوگیا تھا۔

کاشانوک نے سیل کو کھول لیا۔ اس کی بیٹری اور سم کارڈ کو سیل سے جدا کیا اور ہیئر ڈریئر کو آن کرنے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ سیل کے تمام ''اعضا'' جب اچھی طرح سوکھ گئے تو اس نے انہیں اسمبل کرنے کے بعد سیٹ کو آن کرنے کی کوشش کی ''کوشش'' کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ متعدد بار ایسا کرنے کے بعد بھی اسے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ وہ سیل ''زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد'' کی عملی تفسیر پیش کرتا رہا تو کاشانوک مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''اس کی چھٹی ہوگئی۔ ٹائیں ٹائیں فش!''

لی یان نے کہا ''اب تو کافی دیر گزر گئی۔ اگر بھیگتے کے ساتھ ہی اسے کھول کر خشک کرنے کی کوشش کی جاتی تو اس بات کے امکانات تھے کہ یہ دوبارہ ''زندہ'' ہوجاتا۔''

''مگر وہاں ہمیں کوئی ڈرائر میسر نہیں تھا'' کاشانوک نے کہا ''ہمیں اپنی زندگی بچانے کے لالے پڑے تھے، سیل کے بارے میں کب اور کیا سوچتے!''

میں نے پوچھا ''کاشانوک! کیا یہ ریپئر نہیں ہوسکتا؟''

''اس میں ریپئرنگ والا ہوتا ہی کیا ہے!'' وہ سادگی سے بولا ''یہ سسٹم آئی سی کے تحت کام کرتا ہے۔ یا تو خراب ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوجاتا ہے تو پھر اسے ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔ اب یہ ایک بے جان پتھر ایسی حیثیت کا مالک ہوگیا ہے۔''

کاشانوک اور لی یان ..... اور انہی کی طرح کے دیگر لوگ جو موبائل فون، ڈیجی گھڑی اور الیکٹرک اینڈ الیکٹرانکس کی ایسی ہی روزمرہ استعمال کی اشیا کو ڈسپوزیبل سمجھتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ہمارے وطنِ عزیز کی الیکٹرانس مارکیٹس میں کیسے کیسے چیتے بیٹھے ہیں جو ایسے ہی اچانک ''خاموش'' ہوجانے والے آلات میں زندگی دوڑا دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ٹیکنالوجی بعد میں آتی ہے، جوگاڑ پہلے تیار کرلی جاتی ہے۔ اس پاک دھرتی کی زرخیز فضا میں سانس لے کر پروان چڑھنے والوں کو اگر اپنے جوہر آزمانے کے بھرپور مواقع ملیں تو یہ زندگی کے ہر شعبے میں دیگر اقوام عالم کو سر پاس کرتے ہوئے اپنے تابندہ و رخشندہ ماضی کی یاد تازہ کردیں گے۔

مغرب، خصوصاً امریکا کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو پھلنے پھولنے نہ دے۔ ایسی پالیسیاں بنائی جاتی ہیں کہ انہیں سائنس اور ٹیکنالوجی سے دور رکھا جائے اور

انہیں سیکھنے کے صرف اتنے ہی مواقع فراہم کیے جائیں کہ یہ ان کے سامنے سر اٹھا کر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہ کرسکیں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے پاکستانی طالب علموں کو یورپ اور امریکا ہی کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ آخر کیوں؟ اور جو لوگ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے وہاں کی تربیت گاہوں میں سائنس، ٹیکنالوجی اور زندگی کے دیگر اہم شعبوں میں بدطولیٰ حاصل کرلیتے ہیں ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو واپس لوٹ کر ملک و قوم کی بہتری اور ترقی کے لیے کام کرتے ہیں؟ ایسے عبقریوں کو ناقابلِ تصور بھاری معاوضوں پر ایک گہری سازش کے تحت وہیں روک لیا جاتا ہے کہ بچو! اب تم نے کہاں جانا ہے۔ یہیں رہو اور ہماری ترقی کے لیے کام کرو۔ امریکا اور یورپ آج ترقی کے جس زینے پر کھڑے نظر آتے ہیں اس میں زیادہ ہاتھ غیر امریکی اور غیر یورپی افراد کا ہے جن میں غالب تعداد پاکستانیوں اور بھارتیوں کی ہے۔ یہ دونوں ملک ایک ساتھ کم و بیش ایک جیسا مقدر لے کر آزاد ہوئے تھے اور اب تک لگ بھگ ایک ہی جیسے مسائل کا شکار ہیں۔

کسی بھی قوم کی انفرادی کوتاہیوں سے انکار ممکن نہیں لیکن آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں۔ اس کا ذمے دار، بے حس و مفاد پرست سیاست دانوں اور یورپ و امریکا کی خوش نودی کو ملک و قوم پر فوقیت دینے والے حکمرانوں کے سوا اور کوئی نہیں!

میں نے کاشانوک سے کہا ''ہمارے پاس ایک اور جی ایس ایم موبائل اسپیئر میں رکھا ہوا ہے۔ تم اپنا سم کارڈ اس میں لوڈ کرلو'' میرا اشارہ لی یان والے موبائل کی طرف تھا۔

''کوشش کر کے دیکھتا ہوں'' اس نے کہا ''اگر سم کارڈ میں زندگی باقی ہے تو کام چل جائے گا''

آئندہ پانچ منٹ میں اس کی کوشش بارآور ثابت ہوئی اگرچہ اس کا سم کارڈ بھی سیل کے ساتھ ہی بھیگ گیا تھا تاہم وہ شارٹ سرکٹ جیسے نقص سے محفوظ رہا تھا، یعنی ابھی اس میں زندگی باقی تھی۔ اس طرح کاشانوک کی ایک سم میرے سیل میں اور دوسری لی یان والے سیل میں کام کرنے لگی۔ میں نے لی یان والا سیل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کاشانوک! یہ تم اپنے پاس رکھ لو''

''اوکم کیا کروگی؟'' اس نے لی یان سے پوچھا۔

''ہم دونوں ایک ہی سیل سے گزارہ کرلیں گے!'' لی یان نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، پھر تم میرے والے سیل کو چارجنگ پر لگا دو'' کاشانوک نے کہا ''اس دوران میں ہم ایک ضروری کام نمٹالیں''

''ضروری کام'' کے الفاظ پر لی یان زیرلب مسکرا کر رہ گئی۔ میں اس کی مسکراہٹ کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ رہا تھا۔ جب سے اس نے یہ سنا تھا، سر مونڈ کر مجھے گنجا کردیا جائے گا۔ وہ گلابہ بگا ہے مجھے اس حوالے سے چھیڑ رہی تھی۔ میں اس پر ایک گہری نظر ڈال کر کاشانوک کے ساتھ واش روم میں گھس گیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد جب میں واش روم سے برآمد ہوا تو میری ''کایا'' پلٹ چکی تھی اور اس ''لوٹ پلٹ'' کو میں نے واش روم کے آئینے میں ملاحظہ کرلیا تھا۔ میں امید کر رہا تھا کہ لی یان کی جیسے ہی مجھ پر نظر پڑے گی، اس کی ہنسی چھوٹ جائے گی لیکن اس نے میری توقع کو یکلخت بولڈ کردیا۔ وہ چند لمحے گہری اور سنجیدہ نگاہ سے میرا اور میرے سر کا جائزہ لیتی رہی پھر بے پروائی سے کندھے اچکا دیے۔ شاید وہ کاشانوک کی موجودگی کا لحاظ کر رہی تھی۔ اگر واقعی یہی بات تھی تو پھر اس کا مطلب تھا، اس کے جاتے ہی وہ کھل کھیلے گی۔

تھوڑی دیر بعد فلوجی لوٹ آیا۔ وہ ہمارے لیے مناسب لباس کا انتظام کرا لایا تھا۔ میری بدلی ہوئی دنیا کو دیکھا تو وہ چونکا، ورنہ ہی کسی حیرت کا اظہار کیا۔ وہ بہت ہی جہاں دیدہ اور گہرا شخص تھا اور مجھے یقین تھا، کاشانوک نے اسے ہمارے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ بریف کر رکھا تھا۔

''کھانے کی کیا صورتحال ہے؟'' کاشانوک نے فلوجی سے پوچھا۔

''کھانا موجود ہے۔ آپ کہو تو لگا دیتا ہوں''

ہم رات کا کھانا بڑے ٹھیک ٹھاک انداز میں کھا کر گھر سے نکلے تھے لیکن سرد ترین موسم میں اچھا خاصا دقت گزارنے کے بعد ہمیں ہلکی ہلکی بھوک محسوس ہو رہی تھی، ویسے بھی کھانا کھائے ہوئے لگ بھگ پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ موسم سرما میں جسم کو اپنا درجۂ حرارت برقرار رکھنے کے لیے بہ نسبت زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ توانائی ظاہر ہے، خوراک ہی سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا نتیجے کے طور پر نظام انہضام کی رفتار کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

کھانے کے بعد کافی کا دور چلا پھر ہم ایک مرتبہ پھر کمرے میں آبیٹھے اور ہمارے درمیان، پچھلے چار پانچ گھنٹوں میں رونما ہونے والے واقعات پر تبادلۂ خیالات ہونے لگا۔ اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہیں تھی کہ

ان سنگین واقعات کے بعد کھٹمنڈو کی فضا ہمارے لیے انتہائی مہلک ہوگئی تھی۔ اگر ہمیں کھٹمنڈو میں رہنا تھا تو روپوشی بہت ضروری تھی اور میں پردہ نشین بی بیوں کی طرح منہ چھپا کر زندگی گزارنے کا عادی نہیں تھا لہٰذا ہمیں اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے صبح' بدھ بھکشوؤں کے بھیس میں کھٹمنڈو سے نکل جانا ہے، آگے جو بھی ہوتا، اللہ مالک تھا!

اٹھنے سے پہلے کاشانوک نے تاکیدی انداز میں کہا ''تم لوگوں کو ایک مختصر سی نیند لینا ہوگی'' اس وقت رات کے دو بجنے والے تھے'' صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو جانا۔ ناشتا ہم گھر سے باہر کریں گے، کسی ایسے چھوٹے سے ہوٹل میں جہاں زیادہ تر بھکشو ہی کھاتے پیتے دکھائی دیتے ہیں ہم انہی بھکشوؤں میں شامل ہو کر اِدھر اُدھر سے ہوتے ہوئے تھاچو کے گروپ تک پہنچ جائیں گے۔''

''کیا تم نے تھاچو کے ساتھ سفر کرنے والے تمام بھکشوؤں کو ہمارے بارے میں بتا دیا ہے؟'' میں نے ایک ضروری سوال کیا۔

وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''نہیں وجدان! ہمارے راز سے صرف تھاچو واقف ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں''

میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس سانس سے اطمینان جھلکتا تھا۔

لی یان کاشانوک سے دریافت کیا ''ہم کھٹمنڈو سے تبت تک کس ذریعے سے پہنچیں گے؟''

''یاتریوں والے قافلے... میں شامل ہو کر ہم مقامی بس کے ذریعے کھٹمنڈو کے ایک معروف مقام سندھارا جائیں گے'' کاشانوک نے بتایا ''سندھارا سے سوئس منی ایکسپریس کوچ چلتی ہے۔ یہ کوچ ہمیں کوداری تک پہنچائے گی۔ اس سرحدی قصبے سے آگے پیدل سفر کر کے ہم تبت میں داخل ہو جائیں گے۔''

''مگر تم نے تو بتایا تھا، یہ بدھ یاتری راستے میں بھی ایک دو مقام پر رک کر کچھ وقت گزاریں گے!'' لی یان نے پوچھا ''کیا سوئس منی ایکسپریس انہیں یہ سہولت فراہم کرے گی؟''

''اس کوچ میں زیادہ تعداد ایسے ہی بدھ پیروکاروں کی ہوگی جو مختلف بدھ اسٹوپاز کی یاترا کو نکلے ہوئے ہیں۔ تھاچو کا قافلہ بھی تبت سے اسی مقصد کی خاطر کھٹمنڈو تک آیا ہوا ہے لہٰذا ٹرانس پورٹ والے ان کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ ہم جس کوچ سے روانہ ہونے والے ہیں وہ کھٹمنڈو سے نکل کر شمال کی سمت میں سفر کرتے ہوئے' نو کلومیٹر کے بعد بدھا نلکا نتھا پہنچے گی۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد وہ بدھا نلکا نتھا سے مزید آگے شمال کی طرف بڑھے گی اور چار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے سندری جل جا پہنچے گی۔ سندری جل کھٹمنڈو سے تیرہ کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ سندری جل میں مختصر قیام کے بعد ہم آگے کوداری کی طرف بڑھ جائیں گے'' کاشانوک نے اس سفر کا ایک نقشہ سا کھینچتے ہوئے بتایا ''ذہن میں رہے کہ یہ تمام تر سفر ہم شمال میں' بلندی کی طرف طے کریں گے۔ تبت کو دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ یہ اوسطاً گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ تبت کے بعض مقامات پر یہ بلندی ساڑھے تیرہ ہزار فٹ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے''

''تبت میں قدم رکھنے کا ایک مطلب یہ بھی ہوگا کہ ہم چائنا میں داخل ہو گئے!'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

کاشانوک یک دم افسردہ دکھائی دینے لگا پھر آہستہ سے بولا ''بالکل، بالکل!''

میں اس کی افسردگی کا سبب جانتا تھا۔ کاشانوک بدھسٹ تھا اور بدھ کے پیروکاروں کے لیے تبت کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ ایک طرح سے ان کا مکہ مدینہ ہے۔ کسی زمانے میں تبت ایک آزاد اور خودمختار ملک تھا۔ پھر انیس سو انسٹھ عیسوی میں، چودھویں دلائی لاما کے دور میں کمیونسٹ چینی فوج نے اس پر لشکر کشی کی اور ایک بڑی خون ریزی کے بعد اس ارضی جنت کو ہڑپ کر لیا۔ تبت اب چین کے ایک صوبے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صوبے کا صدر مقام لہاسا ہے۔ اس خطے کو اپنے ملک کا حصہ بنانے کے بعد چین نے اس کا نام بھی تبدیل کر دیا تھا۔ سرکاری کاغذات میں اب تبت، سی زانگ xizang کے نام سے موجود ہے لیکن تبت کے باسیوں اور بدھ کے پیروکاروں کے لیے یہ اب بھی تبت ہی ہے۔ ''سی زانگ'' کا لفظ ان کی یادداشت میں بیٹھتا ہی نہیں۔ اس تاریخی زیادتی کے حوالے سے تبتی عوام' فلسطینیوں کے شانہ بہ شانہ کھڑی دکھائی دیتی ہے..... اگر دیکھنے والی آنکھ موجود ہو تو!

کاشانوک بھی تبت کو تبت ہی سمجھتا تھا لہٰذا سی زانگ، چین کے ایک صوبے کے ذکر پر اس کا غم زدہ ہو جانا عین فطری بات تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہم سے رخصت ہو گیا اور جاتے جاتے یہ ہدایت بھی کر گیا کہ صبح ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا لہٰذا ہمیں پیکنگ وغیرہ کر کے سونا چاہیے!

ہم نے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے آئندہ پندرہ منٹ میں پیکنگ کر لی۔ اس دوران میں لی یان بار بار میرے

منڈے ہوئے سر کی طرف دیکھتی اور معنی خیز انداز میں مسکرا دیتی۔ اس کا انداز مضحکہ اڑانے والا نہیں تھا بلکہ وہ شرارت کے موڈ میں نظر آتی تھی۔ ہم پیکنگ سے فارغ ہوئے تو میں نے اس سے کہا۔

''شاید تم نے کاشانوک کی بات کو غور سے نہیں سنا۔ ہمیں صبح جلدی اٹھنا ہے!''

''جلدی اٹھنا ہے..... تو؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

''تو یہ کہ جلدی بیدار ہونے کے لیے جلدی سونا بھی ضروری ہے!'' میں نے اس کی شوخی بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''ارلی ٹو بیڈ اینڈ ارلی ٹو رائز..... کے بارے میں تو تم نے سن رکھا ہوگا؟''

''ہاں، سنا بھی ہے اور پڑھ بھی رکھا ہے'' وہ بڑی معصومیت سے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ''لیکن یہاں پر ان دانش بھری باتوں کا اطلاق نہیں ہوتا۔ رات کے سوا دو بج رہے ہیں۔ اس وقت کو ارلی ٹو بیڈ تو نہیں کہا جا سکتا نا؟''

''نہیں کہا جا سکتا، میں بھی مانتا ہوں'' میں نے تائیدی لہجے میں کہا ''لیکن بیدار ہونے کے لیے سونا ضروری ہے!''

''ضروری تو ہے مگر کیا کروں، مجھے نیند نہیں آ رہی'' اس نے کہا ''کافی نے نیند اڑا دی ہے۔''

''اس سلسلے میں کوشش تو کر سکتی ہو'' میں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

وہ میری بات پر غور کرنے کے بجائے چونک کر مستفسر ہوئی ''وجدان! تمہیں تو جماہیوں پر جماہیاں آنا چاہئیں لیکن تمہاری آنکھوں میں تو نیند کا شائبہ تک نہیں؟''

''مجھے اتنی جماہیاں کیوں آنا چاہئیں؟'' میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

''کیا تم اپنا دعویٰ بھول گئے ہو؟'' وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ''تمہی نے تو بتایا تھا کہ چائے کافی وغیرہ پینے کے بعد تم پر الٹا اثر ہوتا ہے؟''

میں پلک جھپکتے میں لی یان کی بات کی تہ میں پہنچ گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ چائے، کافی اور ایسی ہی دیگر اشیا مجھ پر الٹا اثر کرتی ہیں۔ عام طور پر لوگ ان اشیا کو نیند بھگانے اور اعضا کو مستعد رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن میں چائے کافی پینے کے بعد نیند اور آرام کی طلب محسوس کرنے لگتا ہوں۔ لی یان نے اس طرف توجہ دلائی تو مجھے خود بھی حیرت ہوئی اور پھر فوراً ہی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔ حالات اور واقعات کی سنگینی کے بارے میں غور و فکر کرنے کے دوران میں شاید میرے ذہن نے کافی کے مذکورہ اثرات کو کوئی خاص لفٹ نہیں کرائی تھی۔

لی یان کو بات کا جواب دیتے ہوئے میں نے کہا ''اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس وقت نیند کی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہوں لیکن سونے سے پہلے مجھے ایک نہایت ہی اہم کام کرنا ہے۔''

''کون سا اہم کام؟'' اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک نمودار ہوئی۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ربی کو ''گڈ نائٹ'' کہنا ہے۔''

''اوہ!'' وہ ایک طویل، بوجھل سانس خارج کر کے رہ گئی۔

اس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر ہوتا تھا، میں نے اس کی توقع کے خلاف جواب دیا تھا۔ بہرحال، وہ موبائل لے کر میرے پاس آ گئی۔ اس دوران میں وہ موبائل پوری طرح چارج ہو چکا تھا۔ وہ سیل کو میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔ اس کا انداز یاددہانی کرانے والا تھا۔

''ایک بات کو ذہن میں رکھنا وجدان! ربی کے اشارے پر ہمارے دو سم کارڈز پہلے ہی ناکارہ ہو چکے ہیں۔ تیسرے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو سکتا ہے۔''

''مجھے اس کی پروا نہیں'' میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا ''ویسے بھی اس فون کے بعد میں اس سے رابطہ نہیں کروں گا۔ سیل میرے کام کا رہے یا بے کار ہو جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب میں اسی وقت ربی کی خبر لوں گا جب ہمارے درمیان چند فٹ یا چند گز یا چند میل کا فاصلہ باقی رہ جائے گا'' میں لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اپنی بات کو پورا کرتے ہوئے کہا۔

''میں اسرائیل میں قدم رکھنے سے پہلے اسے چھیڑنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ چند روز تک وہ بھی میرے انتظار کا ''مزہ'' چکھے۔ میں روپوش اور گمنام رہ کر اسے تڑپاؤں گا' اذیت کی سولی پر چڑھاؤں گا۔ وہ مجھے دیکھنے، مجھ سے رابطہ کرنے اور مجھے چھاپنے کی خواہش کی پھانسی پر لٹکا رہے گا مگر میں اس کے ہاتھ آؤں گا، نہ نگاہ میں سماؤں گا اور نہ ہی ساعت تک رسائی پاؤں گا۔ ذرا اس کو بھی پتا چلنا چاہیے کہ نارسائی کیا ہوتی ہے۔ میں نے اس کیفیت میں اپنا سینہ جہنم بنا رکھا ہے، کچھ دن وہ بھی تو انہی انگاروں کی تپش کا لطف اٹھائے۔''

ربی موشے ہائمن نے ساحل کو مجھ سے دور کر کے بلکہ ناقابلِ پہنچ بنا کر جتنا بڑا ستم ڈھایا تھا، وہ میرے سابق ریکارڈ کو توڑنے کا باعث تھا۔ میری زندگی میں آنے والے تمام دشمنوں نے مجموعی طور پر بھی مجھے اتنی اذیت نہیں پہنچائی ہوگی جتنی اس ایک شخص کے ہاتھوں، مختصر سی مدت میں، میں نے اٹھائی تھی۔ مجھے تسلیم ہے کہ ربی میرا ایک ایسا حریف ثابت ہو رہا تھا جس سے نمٹنے کے لیے مجھے دانتوں پسینہ آ رہا تھا، دوسری طرف میں بھی اس کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا تھا جو اس کے دانتوں کی داب میں آنے کے بجائے ناک میں گھس بیٹھا تھا اور میری کوشش تھی کہ اس کا بھی وہی حشر ہو جو ماضی بعید میں نمرود کا ہوا تھا!

ربی کے بارے میں بات کرتے ہوئے خود بہ خود میرا لہجہ تلخ ہو جاتا تھا، الفاظ زہر میں بجھ جاتے اور میں خود کو نفرت کے ایک اتھاہ سمندر میں پاتا۔ ظلم و جبر کا ایک ایسا سمندر جو تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی ساحل کی صورت دکھائی نہ دیتی اور میں اپنے آپ کو اس بھیانک، موت کے علم بردار سمندر کے بیچ بے یار و مددگار..... ایک خونی شارک کے رحم و کرم پر پاتا جو جبڑے کھولے، اپنے تیز دھار نوکیلے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بڑے خوں خوار انداز میں مجھ پر جھپٹ رہی ہوتی۔ اس خون آشام شارک کا تصور کرتے ہوئے میرے ذہن میں ربی کی صورت اجاگر ہو جاتی تھی..... اور یہ کچھ غلط بھی نہیں تھا!

مجھے اس وحشی شارک کے اندر اترنا تھا اور پھر، پیٹ پھاڑ کر باہر نکلنا تھا۔ اس کو ہلاک کیے بغیر میں اپنی ساحل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس ایک کی ہلاکت بہتیروں کی سلامتی کی ضمانت بن جاتی، گویا یہ ایک کارِ ثواب تھا، ایک ایسا عمل جو ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے مفید ثابت ہوتا۔

لی یان مجھے ''چیلنج'' کا بتا کر واش روم میں داخل ہوئی تو میں سیل پر ربی موشے ہائمن کے نمبرز پنچ کرنے لگا۔ یہ نمبرز مجھے بالکل ایسے ہی یاد ہو گئے تھے جیسے اپنا نام ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ میں نے پچھلے پانچ چھ گھنٹوں میں اسے جتنا نقصان پہنچایا تھا، اس کی اطلاعات اس تک پہنچائی جا چکی ہوں گی۔ خاص طور پر، بنگلا نمبر آر ٹو ٹمٹی میں عبرت ناک انجام سے دوچار ہونے والے اسرائیلیوں کی ''خبر'' نے تو اسے اذیت ناک چرکے لگائے ہوں گے۔ وہ اس وقت انگاروں پر لوٹ رہا ہوگا۔ ان لمحات میں اس کی ''عیادت'' نہ کرنا سخت بے حسی ہوتی چنانچہ میں نے تصور میں، ایک مٹھی میں نمک بھرا اور دوسرے ہاتھ میں پیٹرول کی بوتل تھامی پھر سیلولر ٹریک کی انگلی کے اشارے پر ربی کی ''تیمارداری'' کے لیے کھٹمنڈو سے اسرائیل پہنچ گیا۔ یہ نمک پاشی اور آتش زنی کا ایک مناسب موقع تھا۔ اسے گنوا کر میں پچھتاوے سے کیوں کر دوچار ہوتا!

اسرائیل کے مقامی وقت کے مطابق، اس وقت رات کے گیارہ بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ کال اس ہی نے ریسیو کی۔ ان سنسنی خیز حالات میں اس کے سکون کی نیند سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگلے ہی لمحے ربی کی پھنکار سے مشابہ آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے ''ہیلو'' ہی سے مجھے پہچان لیا تھا۔

''تم ٹھیک نہیں کر رہے ہو دجدان!''

''میں تو تم سے محبت کرتا ہوں ربی!'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''تم خواہ مخواہ میری نیت پر شک نہ کیا کرو۔ اب تو میں نے تمہاری بات ماننے کا فیصلہ بھی.....''

''بکومت!'' وہ میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی دہاڑا ''تم وہاں کھٹمنڈو میں جو کچھ کرتے پھر رہے ہو، وہ دشمنی کی بدترین مثال ہے۔ میں تمہاری نیت پر شک نہ کروں تو اور کیا کروں؟ یہ تمہاری محبت ہے یا شدید ترین نفرت؟''

میں بالکل انجان بن گیا ''کھٹمنڈو میں کیا ہوتا پھر رہا ہے؟''

''زیادہ معصوم بننے کی کوشش نہ کرو دجدان!''

''میں نے بتایا تھا نا، کھٹمنڈو کو چھوڑ چکا ہوں۔''

''تم جھوٹ پر جھوٹ بول کر اپنی پوزیشن کو مزید خراب کرتے جا رہے ہو؟'' وہ غضب ناک انداز میں بولا ''تم ابھی تک کھٹمنڈو ہی کے کسی بل میں چھپے بیٹھے ہو لیکن یاد رکھو، میں بہت جلد تمہیں کسی مردہ چوہے کے مانند اس بل سے نکال لوں گا۔''

میں نے اس کے جلتے ہوئے ذہن پر پیٹرول کا چھڑکاؤ کرتے ہوئے کہا ''دھمکیاں ہی دیتے رہو گے یا یہ بھی بتاؤ گے، ادھر کھٹمنڈو میں کس نے تمہاری دم پر پاؤں رکھ دیا ہے جو تم یوں ناچے ناچے پھر رہے ہو۔ میں تو تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرنے والا تھا لیکن تم نے میرے خیر سگالی کے جذبات کی ایسی کم تیسی کر کے رکھ دی ہے۔''

وہ ایک لمحے خاموش رہنے کے بعد متفسر ہوا۔ اس مرتبہ اس کے لہجے میں قدرے اعتدال تھا ''ہاں ہاں، بتاؤ..... تم نے میری بات ماننے کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟''

گھاگ بڈھا بڑا عیار تھا۔ اس کا حافظہ بلا کا تھا۔ اس نے شدید ترین غصے میں بھی میرے جملے کی کنسٹرکشن کو یاد رکھا

تھا۔ میں نے اس کے برانگیختہ جذبات سے کھیلتے ہوئے کہا۔

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم سے جیت نہیں سکتا اس لیے یہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ پانچ انمول پتھر تمہارے حوالے کر کے اپنی ساحل کو وصول کر لوں۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

''تم اتنے سیدھے تو نہیں ہو دجدان!'' وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

میں نے برہمی سے کہا ''یہی تو مصیبت ہے، جب بھی میں تمہارے قریب ہونے کے بارے میں سوچتا ہوں، تم فوراً بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہو۔ اس طرح تو یہ بیل کبھی بھی منڈھے نہیں چڑھ سکے گی۔''

''میں تمہاری بات کا کیسے یقین کر لوں؟'' وہ دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔

''تم میری بات کا یقین کر دیا اس سم کو بھی ہلاک کرنے کے احکام صادر کر دو، یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔'' میں نے مصنوعی جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''کھٹمنڈو میں مجھے تمہارے وسیع اختیارات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ نیپالی پولیس آج کل تمہارے اشاروں پر ناچ رہی ہے اور وہاں کے ہر ادارے میں تمہیں عمل دخل کی آسمانی فراہم ہے.....''

وہ قطع کلامی کرتے ہوئے بولا ''کیا تم واقعی کھٹمنڈو سے نکل چکے ہو؟''

''میں تمہیں یقین دلانے کے لیے کوئی قسم نہیں کھا سکتا۔''

''اچھا، یہ بتاؤ کہ وہ پتھر کیسے مجھ تک پہنچا رہے ہو؟''

''پہلے تم مجھے کھٹمنڈو میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتاؤ'' میں نے اس کے چرکے ہوئے زخموں میں نمک بھرتے ہوئے کہا ''ذرا مجھے بھی تو پتا چلے کہ تم کون سی قیامت کو مجھ سے منسوب کر رہے ہو؟''

مجھے امید نہیں تھی، وہ میری فرمائش پوری کرے گا لیکن لگتا تھا، عبادت گاہ کے تہ خانے میں پوشیدہ وہ قیمتی پتھر اس کی سب سے بڑی کمزوری کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ وہ ان کے حصول کی خاطر کسی بھی حد سے گزرنے کو تیار بیٹھا تھا۔ اس کے دستِ راست جہنم مکانی برنارڈ لیو اور میرے خیر خواہ..... آنجہانی محترم سانگ فو کی زبانی مجھے پتا چلا تھا کہ قدیم عبرانی کتابوں میں ان پانچ پتھروں کے حوالے سے ایک طویل باب رقم ہے جس کی رو سے یہ پتھر جس بھی شخص کے قبضے میں ہوں گے، وہ پوری دنیا کو اپنے سامنے جھکانے کی قدرت کا مالک بن جائے گا۔ ربی موشے ہائمن، زمینی خدا بننے کی خواہش میں ان پتھروں کے حصول کے لیے باؤلا ہوا جا رہا تھا۔ اس سلسلے میں وہ مجھے اسی لیے رعایت دینے پر تیار ہو جاتا تھا کہ ان پتھروں تک صرف اور صرف میں ہی رسائی حاصل کر سکتا تھا لہٰذا اس نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں مجھے بتا دیا کہ اروڑا کالج والے بنگلے آر ٹو ٹمٹی میں کون سے قیامت خیز واقعات پیش آئے ہیں اور بعد ازاں جیپ اور منی ٹرک پر گزرنے والی پتا کے بارے میں بھی بتا دیا۔ آخر میں اس نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

''دجدان! آثار سے یہی پتا چلتا ہے کہ ان واقعات میں سراسر تمہارا ہاتھ ہے۔ اگر تم وہ پانچ پتھر میرے حوالے کرنے پر تیار ہو جاؤ تو میں تمہاری اس نادانی کو بھی معاف کر دوں گا۔''

''معافی کا سوال تو اس وقت پیدا ہوگا اگر میں ان واقعات کی ذمے داری قبول کر لوں گا'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا پھر بڑے میٹھے انداز میں اسے کاٹنے کی کوشش جاری رکھی اور اضافہ کیا ''مجھے تو یہ کوئی اور ہی چکر دکھائی دے رہا ہے۔''

آخری جملہ میں نے اتنے پُراسرار انداز میں ادا کیا کہ وہ تڑپ کر بولا۔ ''تم کس چکر کی بات کر رہے ہو؟''

''پہلے یہ بتاؤ، کیا تمہیں یقین ہے کہ کھٹمنڈو والے واقعات میں میرا ہی ہاتھ ہے؟''

''تمہیں باقاعدہ وہاں دیکھا گیا ہے دجدان!'' وہ وثوق سے بولا۔

میں نے معنی خیز لہجے میں کہا ''پھر تو میرا اندازہ بالکل درست ہے۔''

''تم نے ابھی تک اپنے اندازے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

''میرا خیال ہے، میرا پرتو تمہارے خلاف اس قسم کی انتقامی کارروائی کر رہا ہے'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا تو وہ سٹپٹا گیا، جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔

''یہ نہیں ہو سکتا۔ نقلی دجدان کو تو تم نے مین ہیٹن (نیویارک) کے سب وے میں ہلاک کر دیا تھا۔ وہ دوبارہ کس طرح متحرک ہو سکتا ہے؟''

''وہ نہ سہی، کوئی دوسرا تو متحرک ہو سکتا ہے؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ چونک اٹھا ''کوئی دوسرا..... کیا مطلب ہے تمہارا؟''

میں نے اس کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا ''ربی! نیویارک میں نیست و نابود ہونے والا نقلی دجدان میری ایڈوانس مشقوں کے طفیل تشکیل پا کر متحرک ہوا تھا۔ اس

میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا لیکن اب میں نے اس ''ٹیکنالوجی'' پر تصرف حاصل کرلیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے جتنے چاہوں، نقلی وجدان تخلیق کرسکتا ہوں۔''

یہ بات میں نے محض اسے ڈرانے کے لیے کی تھی، حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ مجھے شوق تھا اور نہ ہی اتنی فرصت مجھے میسر تھی کہ اس قسم کی مشقوں اور مراقبوں کو افورڈ کرسکوں۔ مین ہیٹن کے انڈر گراؤنڈ ریلوے ٹریک پر میں نے ایک طویل معرکے کے بعد اپنے نیگیٹو سے نجات حاصل کرلی تھی تو یہی بہت تھا۔

پہلی مرتبہ اسے احساس ہوا کہ میں اتنی دیر سے اسے الو بنا رہا تھا۔ اس کا سنجیدہ اور معتدل انداز یکدم جارحانہ ہوگیا، بپھرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ اس بوگس کہانی کو رہنے ہی دو۔''

وہ ایک ایسی حقیقت سے انکار کررہا تھا جو واقعتاً پیش آچکی تھی۔ بے وقوف بنانے کے بعد ہی تو میں دیدہ ودانستہ اس سے کھیل رہا تھا اور وہ اتنی دیر سے، بڑی شرافت کے ساتھ میرے ہاتھوں کا کھلونا بنا ہوا تھا۔ اس وقت میرے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی کہ کاش..... ان لمحات میں، میں ربی کے روبہ رو ہوتا اور اس کے چہرے پر برسنے والی خجالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔ فی الحال ایسا ممکن نہیں تھا لہٰذا میں اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے اپنی ہی دھن میں کہتا چلا گیا۔

''اس لاٹ میں، میں نے ایک درجن نقلی وجدان تیار کیے ہیں جن میں سے گیارہ اس دنیا کے مختلف محاذوں پر تمہاری مٹی پلید کرتے رہیں گے اور بارھواں نقلی وجدان، اصلی پتھروں کے ساتھ تمہارے پاس اسرائیل پہنچے گا۔ مجھے امید ہے، تم میرے اس نمائندے کا فقید المثال استقبال کروگے۔ ''اس ہاتھ دو، اس ہاتھ لو'' کے اصول کے مطابق، تم میری ساحل کو اس نمائندے کے حوالے کردینا.....''

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں خود ہی سے باتیں کیے جارہا ہوں، مجھے کوئی سامع میسر نہیں تھا۔ میں اسے ''ہیلو ربی!'' پکارنے کا ارادہ کررہی رہا تھا کہ مجھے احساس ہوگیا، دوسری طرف وہ لائن پر موجود نہیں۔ میں ایسے جذب کے عالم میں اسے چرکے لگا رہا تھا کہ پتا ہی نہ چلا، کب وہ فون بند کرکے ندارد ہوگیا تھا۔

میں نے سیل کو ایک طرف ڈال دیا اور ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے لی یان کی طرف دیکھنے لگا۔ ربی سے ہونے والی گفتگو کے دوران میں وہ ''چینج'' کے مراحل سے گزر کر دوبارہ میرے پاس آگئی تھی۔ اس نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''اب تو یہ سم کارڈ بھی گیا کام سے۔ ربی اس کنکشن کو بھی منسوخ کروادے گا۔''

''میرا خیال تم سے قطعی مختلف ہے'' میں نے کہا۔

''کیا مختلف ہے؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے بتایا ''اس وقت یہ فون ہی وہ ذریعہ ہے جس کے توسط سے وہ مجھ سے رابطہ کرسکتا ہے۔ وہ اس لائن کو کاٹنے یا کٹوانے کی حماقت نہیں کرے گا۔''

''تم بھول رہے ہو، وہ پہلے بھی ہمارے دو کنکشنز ختم کرواچکا ہے۔'' وہ بولی ''اور تھوڑی دیر پہلے تو تم کہہ رہے تھے کہ اب ربی سے رابطہ نہیں رکھو گے، اسرائیل پہنچنے کے بعد ہی اس کی خبر لوگے؟''

میں نے کہا ''پہلے کی بات دوسری تھی۔ اب حالات میں خاصی بڑی تبدیلی آچکی ہے۔ اسے یقین ہوگیا ہے، وہ مجھے اپنی منافقانہ دوستی کے فریب میں نہیں جکڑ سکے گا، اس کا کوئی داؤ مجھ پر کارگر نہیں ہوگا۔ میں نے اسے جن کانٹوں پر گھسیٹا ہے، وہاں وہ کسی بھی وقت مجھ سے رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس کرسکتا ہے'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا ''حقیقت یہی ہے کہ میں از خود اس سے رابطہ نہیں کروں گا، وہ مجھے فون کر بیٹھے تو دوسری بات ہے۔''

لی یان نے اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ بحث نہیں کی اور سرسری انداز میں بولی ''ممکن ہے، تمہارا اندازہ درست ہو لیکن میرا نہیں خیال، یہ کنکشن زیادہ دیر تک تمہارے لیے کارآمد رہ سکے گا۔''

اس کی اس پیش گوئی نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پوچھا ''تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''ہم چند گھنٹے کے بعد یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں'' اس نے کہا ''نیپال کی حدود سے نکلتے ہی یہ کنکشن بے کار ہوجائے گا کیونکہ رومنگ کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا۔ میں نہیں جانتی، اس سروس کی رومنگ ہے بھی یا نہیں، بہرحال'' وہ لمحے بھر کے لیے متوقف ہوئی پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

''اگر یہ کمپنی اپنے یوزرز کو بیرون ملک رومنگ فراہم کرتی بھی ہے تو پھر نیٹ ورک والوں سے رابطہ کرکے تمہیں رومنگ کھلوانا ہوگی اور میں سمجھتی ہوں، ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے، پھر ایک دوسرا مسئلہ کنکشن کی نوعیت کا بھی ہے۔

میری معلومات کے مطابق، پری پیڈ کنکشن پر رومنگ کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی۔ اس کے لیے پوسٹ پیڈ لائن لینا ضروری ہے۔ بہرحال، میں نیپال کی موبائل سروس کمپنیز کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی!''

وہ جتنا بھی جانتی تھی، وہ علم اس میدان میں مجھ سے یقیناً زیادہ ہی تھا۔ وہ مجھے پری پیڈ، پوسٹ پیڈ، رومنگ اور جی ایس ایم کے بارے میں بتانے لگی۔ مجھے اس ٹیکنیکل گفتگو سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں تھی لہٰذا اپنے ماتھے کو سہلاتے ہوئے میں نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہہ دیا۔

''بھاڑ میں جائے یہ موبائل کنکشن اور ربی موشے ہائمن!''

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے لگی ''وجدان! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں، میں ٹھیک ہوں'' میں نے کہا ''بس سر میں تھوڑا درد محسوس ہورہا ہے۔''

''کہیں تمہارے اس سر کو ٹھنڈ تو نہیں لگ گئی؟'' اس نے پوچھا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''یہ فارغ البال ہوا ہے، فارغ الحال نہیں۔ اس بیڈ روم کا موسم ایسا سرد بھی نہیں کہ اسے ٹھنڈ لگ جائے۔''

''پھر یہ موجودہ حالات کا اثر ہوگا'' وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بولی ''لاؤ، میں تمہارا سر دبا دیتی ہوں۔''

اس نے یہ پیش کش اتنے خلوص اور لگاوٹ سے کی کہ میں انکار نہ کرسکا۔ اس وقت میں واقعی اس کی ضرورت بھی محسوس کررہا تھا۔

میرے چہرے پر آمادگی کے تاثرات دیکھتے ہی وہ بیڈ پر چلی گئی۔ اس نے بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آلتی پالتی مارلی پھر میرے منڈے ہوئے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر مجھے چت لیٹنے کی ہدایت کی۔ میں نے بلاچون وچرا اس کی ہدایت پر عمل کر ڈالا۔ سر منڈاتے ہی اولے پڑنے کے بارے میں سن رکھا تھا لیکن میرے ساتھ اس کے بالعکس صورتِ حال پیش آرہی تھی۔ لی یان اپنی مہربان انگلیوں کی جنبشوں سے میرے ذہن پر چھائے ہوئے غبار کو دھونے لگی۔

مجھے دوسروں سے خدمت لینے کا شوق نہیں لیکن کوئی خود ہی محبت بھری پیش کش کر بیٹھے تو اس کا دل توڑنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور اسی لمحے میرے ذہن میں ایک گورا چٹا پشتون چہرہ ابھر آیا۔ انسان کی یادداشت بھی بعض اوقات عجیب وغریب کرشمے دکھاتی ہے۔ میں لی یان سے سر کا مساج کرا رہا تھا اور یادداشت کے البم نے اپنے کئی صفحے پلٹ کر مجھے ماضی میں، پشتون دوشیزہ زرگل کے پاس پہنچا دیا۔

میں کراچی میں، طارق روڈ والے فلیٹ پر گزاری ہوئی اس رات کو یاد کرنے لگا جب زرگل بھی میرے ساتھ تھی۔ اس نے بھی میری ذہنی تھکن اور حالات کی ٹینشن کو زائل کرنے کے لیے کوکونٹ آئل سے میرے سر کا مساج کیا تھا اور میں اسی کی مہربان آغوش میں سوگیا تھا۔

زرگل ایک جی دار اور حالات کی ماری ہوئی لڑکی تھی جسے لاہور میں، ایک اتفاق کے تحت میرا ساتھ حاصل ہوگیا تھا۔ کراچی میں میرا ایک جگری دوست شہزاد علی جب بڑی سنجیدگی سے اس میں دلچسپی لینے لگا تو میں نے ان کے ملن کے لیے راہ ہموار کردی تھی۔

کراچی کا ذکر ہوا اور صدف کی یاد نہ آئے، یہ کیسے ممکن تھا۔ میری زندگی میں بے شمار لڑکیاں آئیں لیکن صدف جیسی فراخ دل اور کھلے ذہن کی مالک کوئی اور نہیں تھی۔ اس کا نام ذہن میں آیا تو دل میں کھد بد ہونے لگی کہ اس کی خبر لوں۔ میں صدف کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ لی یان نے مجھے مخاطب کرلیا۔

''کن سوچوں میں گم ہو وجدان!''

''سونے کی کوشش کررہا ہوں'' میں نے مخمور لہجے میں کہا۔

وہ بولی ''میں محسوس کررہی ہوں، تم یہاں نہیں..... بہت دور پہنچے ہوئے ہو۔''

''ابھی پہنچا تو نہیں البتہ پہنچنے کی کوشش ضرور کررہا ہوں'' میں نے گول مول انداز میں کہا۔

وہ چونک کر پوچھنے لگی ''کہاں؟''

''نیند کی آغوش میں'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''اوہ!'' وہ ایک گہری سانس خارج کرکے رہ گئی۔

اس معنی خیز سانس کی تپش کو میں نے اپنے چہرے پر محسوس کیا۔ مجھے اپنے وجود میں ایک چلبلی سی حرارت دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لی یان کی ''اوہ!'' سے ظاہر ہوتا تھا، اسے میرے جواب سے مایوسی ہوئی تھی۔ پتا نہیں، وہ مجھ سے کس جواب کی توقع کررہی تھی۔ ہوسکتا ہے، وہ میرے منہ سے یہ سننا چاہتی ہو کہ میں ساحل تک پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں۔ وہ اب بڑی حد تک سمجھنے لگی تھی کہ جب میں آنکھیں بند کرکے

خاموش ہوتا ہوں تو پھر جائے وقوعہ سے کہیں اور چلا جاتا ہوں۔

''دیکھو، میں نے تمہاری بے خبری میں کیسا چکر چلایا ہے؟'' اس کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

اس کی بات سن کر میں چونک اٹھا، آنکھیں کھولتے ہوئے میں نے جلدی سے پوچھا ''کیسا چکر لی یان!''

وہ اپنی شرارت کو سنجیدہ الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے بولی ''اگر میں تم سے کہتی کہ ذرا اپنے سر کو چھونے دو تو تم خفا ہوجاتے لیکن دیکھ لو، میں کئی منٹ سے ایسا کر رہی ہوں اور تم نے کوئی خفگی ظاہر کی ہے اور نہ ہی کوئی اعتراض اٹھایا ہے!''

''لی یان! یہ مذاق کا نہیں، سونے کا وقت ہے'' میں نے میٹھی ناراضی سے کہا۔

وہ یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی ''پہلے تم سو جاؤ، پھر میں بھی سو جاؤں گی۔ کافی کے اثرات زائل ہونے میں تھوڑی دیر لگے گی۔''

''میں تو گہری نیند میں قدم رکھنے ہی والا تھا'' میں نے دوبارہ آنکھیں بند کرتے ہوئے شکوا بھرے انداز میں کہا ''اگر تم تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مجھے یوں مخاطب کرتی رہو گی تو پھر سو چکا میں۔''

''ٹھیک ہے، میں اب تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی' وعدہ!'' اس نے کہا۔

میں نے اس کے وعدے کا اعتبار کرلیا اور واقعی سونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے بات ختم کرتے ہی اپنی وہ ٹانگ پھیلالی جس پر میرا سر نہیں رکھا ہوا تھا' پھر ہاتھ بڑھا کر گرم کمبل کھینچ لیا۔ اس نے مجھے اور خود کو بہ آسانی وہ کمبل اوڑھا دیا پھر باقی وجود کو ساکت رکھتے ہوئے اپنی مشاق انگلیوں کو متحرک کردیا۔

نرسنگ اور ٹیچنگ دو ایسے شعبے ہیں کہ جن سے تعلق رکھنے والوں کو نرم خو اور گداز دل ہونا چاہیے۔ لی یان نے بھی نرسنگ کورس کر رکھا تھا۔ وہ اس کورس کے ستھ کو اپنی انگلیوں کے گداز میں ملا کر میرے سر میں اتارنے لگی۔ میں گہری نیند کی وادی میں اترتا چلا گیا پھر پتا نہیں' کس سے وہ بھی چپکے سے کمبل کے اندر اتر آئی!

اگلی صبح بڑی روشن اور فرحت بخش تھی!

اگرچہ گزشتہ رات کو سونے کے لیے بہت کم وقت ملا تھا لیکن اس محدود وقت نے پچھلی رات ہونے والی مار ماری کی ساری کلفت کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا اور ریلیکس محسوس کر رہا تھا۔ لی یان کے چہرے سے بھی آسودگی کا اظہار ہوتا تھا۔ ہم یکے بعد دیگرے گرم شاور لے کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ شانوک ہمارے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے بدھ راہبوں والا مخصوص لباس پہن لیا تھا۔

''کیا تم دونوں چلنے کے لیے تیار ہو؟'' اس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے کہا ''بس تمہاری طرح مونک بننا باقی ہے۔''

''ہمارے پاس صرف پندرہ منٹ کا وقت ہے۔'' گہری سنجیدگی سے بولا ''کیا تم لوگ بھکشوؤں والے لباس خود ہی نہیں لو گے؟''

میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''میں نے بہت کم عمری میں ایسا لبادہ پہننے کا طریقہ سیکھ لیا تھا اور یہ طریقہ میرے ذہن میں محفوظ بھی ہے۔ تم فکر نہ کرو' میں اپنے ساتھ ساتھ لی یان کا لباس بھی بدلوا دوں گا۔''

''لیکن پندرہ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگنا چاہیے!''

''اوکے! اس سے پہلے ہی ہم فارغ ہوجائیں گے۔'' میں نے کہا۔

وہ مطمئن ہوکر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تو میں لی یان کے ساتھ مصروف ہوگیا۔

کاشانوک کی دی ہوئی مہلت سے پہلے ہی ہم تیار ہوکر بیڈ روم سے نکل آئے۔ بدھ بھکشوؤں کی طرح اپنے ضروری سامان کو ہم نے مخصوص پوٹلیوں کی صورت میں باندھ لیا تھا۔ کاشانوک تو تھا ہی بالکل اصلی بدھسٹ' ہم بھی کسی سے کم نظر نہیں آرہے تھے۔

سورج کی پہلی کرن نے ابھی کھٹمنڈو کی زمین کو نہیں چھوا تھا کہ ہم اس گھر سے روانہ ہوگئے۔ بوقتِ رخصت فلوجی مجھے گھر میں کہیں دکھائی نہ دیا۔ میں نے اس کے بارے میں جب کاشانوک سے استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ فلوجی کو اسی نے کسی ضروری کام سے کہیں بھیجا تھا۔ میں نے ضروری کام کی تفصیل پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ گھر سے نکلتے وقت اس نے دروازے کو محض بھیڑ دیا تھا' تالا وغیرہ لگانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس سے مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی کہ فلوجی زیادہ دور نہیں گیا تھا۔

ناشتے کے لیے' دیلی کے ایک چھوٹے سے ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے کاشانوک نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''وجدان! تم دونوں روپ بدل کر بدھ بھکشو بن گئے ہو لہٰذا تمہارے نام بھی بدل جانا چاہئیں۔ میں نے تمہارے لیے نام سوچ لیے ہیں۔ جب تک ہم کسی محفوظ فضا میں نہیں

پہنچ جائیں' تم چینگ اور لی یان منچوری ہو۔ تم دونوں اپنے ناموں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔''

''یہ اچھی ترکیب ہے۔'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا ''کیا تم حسبِ معمول کاشانوک ہی رہو گے؟''

''نہیں' میں اب کھام ہوں۔'' وہ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''تم مجھے کھام کے نام ہی سے مخاطب کرو گے۔''

''اوکے!'' میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹھیک دس منٹ بعد ہم ایک چھوٹے سے ہوٹل میں بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ بدھ بھکشو نہایت ہی سادہ خوراک پر گزارہ کرتے ہیں اور اس خوراک میں بھی زیادہ تر اناج ہی شامل ہوتا ہے۔ کاشانوک نے ایک مناسب سے ناشتے کا آرڈر دیا اور ہم دھیمی آواز میں گفتگو کرنے لگے۔

اس ہوٹل میں زیادہ رش نہیں تھا۔ میں نے اندر قدم رکھتے ہی تنقیدی نگاہ سے وہاں کا جائزہ لے لیا تھا۔ ہم سے پہلے وہاں لگ بھگ دس افراد مختلف میزوں پر بیٹھے ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔

کاشانوک نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ''تم اس بھاری اور گرم لباس میں حرکت کرتے ہوئے دقت تو محسوس نہیں کر رہی ہو؟''

''مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔'' لی یان نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''بہرحال' مجبوری کا نام شکریہ ہے۔ تم فکر نہ کرو' میں کام چلا لوں گی۔''

کاشانوک نے لباس کے سلسلے میں مجھ سے قطعی کوئی استفسار نہ کیا شاید اس لیے کہ اس نے میری حرکات وسکنات میں کوئی الجھن نوٹ نہیں کی تھی۔ لباس کی تبدیلی کے ساتھ ہی کاشانوک نے ہمارے چہروں پر بھی تھوڑا کام کیا تھا۔ یہ انتہائی معمولی نوعیت کا میک اپ تھا مگر اس نے ہماری صورتوں کو ایسی لک دے دی کہ پہلی نظر میں یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ ہم بدھ بھکشو نہیں ہیں!

ناشتا کرنے کے دوران میں لی یان نے کاشانوک سے سوال کیا ''ہمارے کاغذات کا کیا ہوگا۔ ہم ایک ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں داخل ہونے جارہے ہیں؟''

لی یان کا سوال بہت اہم تھا۔ کاشانوک نے جواب دیا ''میرا خیال ہے' ہمیں کسی قسم کی دستاویزات کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ شاید تمہیں نہیں معلوم کہ بدھ بھکشوؤں کو کتنی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لوگ ان کی خدمت کرکے بہت خوش ہوتے ہیں۔ انہیں قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے لہٰذا قانون کے محافظ ان کے ساتھ زیادہ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم (بدھ بھکشو) کسی بات پر ان سے خفا ہوگئے تو انہیں بہت زیادہ نقصان پہنچے گا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر نہایت ہی رازدارانہ انداز میں بولا۔

''عام طور پر جو لوگ اپنی ضروری اور غیر ضروری مصروفیات کے باعث مذہب سے دور ہوجاتے ہیں۔ لازمی عبادت اور ریاضت کے لیے وقت نہیں نکال پاتے وہ بدھ راہبوں کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھتے ہیں۔ اپنی دانست میں وہ اس طرح معاملات کو بیلنس کر رہے ہوتے ہیں۔ الغرض' مجھے امید ہے کہ ہم جس بھیس میں سفر پر روانہ ہونے والے ہیں اس میں ہمیں کسی بڑی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ بدھ یاتریوں کے لیے سب کے دلوں میں ایک نرم گوشہ موجود ہوتا ہے۔ ویسے بھی.....'' وہ سانس لینے کے لیے رکا پھر بات کو مکمل کرتے ہوئے بولا ''کوداری تک تو ہم نیپال ہی کی حدود میں ہیں لہٰذا کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا۔ آگے کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔ فی الحال تو ہمیں کھٹمنڈو سے نکلنا ہے۔ اگر ہم نے بہ خیریت کھٹمنڈو کی حدود سے باہر قدم نکال لیا تو پھر لارڈ بدھا کی مدد سے ہم بڑی سہولت سے تبت میں بھی داخل ہوجائیں گے۔''

اچانک یوں محسوس ہوا جیسے کوئی پوری توجہ سے ہماری گفتگو کو سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ یہ بڑا ناقابلِ یقین احساس تھا کیونکہ ہم نہایت ہی دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اس احساس کے ساتھ ہی بے اختیار نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا اور چونک گیا۔

ہم سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر' ایک میز پر کوئی بدھ بھکشو بیٹھا ناشتا کر رہا تھا لیکن میرے چونکنے کا سبب یہ تھا کہ وہ اس وقت سیدھا میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ ہماری نظریں چار ہوئیں تو اس نے اضطراری انداز میں نگاہ چرالی اور ٹیبل پر موجود ناشتے کے لوازمات کے ساتھ مصروف ہوگیا۔ میرا احساس یک سر غلط نہیں تھا۔ اگر کوئی ہماری گفتگو نہیں سن رہا تھا تو کم از کم ہمیں دیکھ ضرور رہا تھا۔ پتا نہیں، کیا بات تھی کہ میرا دل اس بھکشو کی طرف سے کھٹک گیا۔ اس نے جس انداز میں نگاہ چرائی تھی وہ شک میں مبتلا کردینے والا تھا۔

میں چند لمحات تک یک ٹک اسے دیکھتا رہا وہ گردن جھکائے ناشتا کرنے میں مصروف رہا، میں نے نوٹ کیا کہ اس کے ہاتھوں کی حرکات وسکنات میں ایک خاص قسم کی بوکھلاہٹ پائی جاتی تھی۔ میں نے اسے چیک کرنے کے لیے اپنی نگاہ کا زاویہ تبدیل کرلیا تاکہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اس پر نگاہ رکھتے ہوئے میں اپنے

ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کاشانوک لی یان سے کہہ رہا تھا۔

''جس کا احترام کیا جائے اس میں کیڑے نکالنے کی کوشش کوئی نہیں کرتا اس لیے بدھ راہبوں سے زیادہ پوچھ پڑتال نہیں کی جاتی بلکہ صحیح معنوں میں تو انہیں اس دنیا کا باسی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بہرحال'' وہ متوقف ہونے کے بعد اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں نے تھاچو کو صورتِ حال سے تفصیلاً آگاہ کردیا ہے۔ وہ ہمارے معاملات کو سنبھال لے گا۔ ہم اس کی سالاری میں تبت جارہے ہیں۔ تمہیں اس سلسلے میں زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، میں نے کوشش کر کے.....''

اس کے بعد کاشانوک نے کیا کہا، میں اس پر دھیان نہ دے سکا کیوں کہ زیرِ مشاہدہ بھکشو دیر سے ایک مرتبہ پھر اس انگیٹھوں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تھا۔ میں اس کی طرف سے چوکس ہوگیا اور دانستہ ایک ایسے رخ پر گردن کو موڑ لیا کہ اسے احساس نہ ہونے پائے، میں اسے واچ کررہا ہوں، میری یہ اسکیم خاصی کامیاب رہی اور وہ شخص زیادہ آزادی اور بے فکری سے ہمیں تاڑنے لگا۔

لی یان اور کاشانوک کو اس شخص کی ''سرگرمی'' کی خبر نہیں تھی کیونکہ اس کی میزان دونوں کے عقب میں واقع تھی لیکن میں برابر اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اب اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ خاص طور پر ہمیں دیکھ رہا تھا۔ وہ ہماری نگرانی کیوں کررہا تھا؟ اس سوال کا جواب تو وہی دے سکتا تھا۔ میں نے اسے ''چھیڑنے'' کا فیصلہ کرلیا۔

کاشانوک او لی یان کو میری نئی مصروفیت کا علم نہیں تھا۔ میں ناشتا کرنے کے دوران میں، ان کی گفتگو میں بھی شریک رہا اور اشارے سے ویٹر کو اپنے پاس بلالیا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ وہ دونوں چونک جاتے۔ انہوں نے سوچا ہوگا، شاید میں کوئی اور آئٹم منگوانا چاہتا ہوں۔ میں دراصل ویٹر کے توسط سے اس بدھ بھکشو کو ''ڈسٹرب'' کرنا چاہتا تھا۔

ویٹر جیسے ہی میرا اشارہ پاکر ہماری میز کی جانب بڑھا، میرا منصوبہ عمل سے پہلے ہی ناکامیاب ہوگیا۔ زیرِ مشاہدہ بھکشو نے شاید میری حرکت کو نوٹ کرلیا تھا۔ میں نے اس کی حرکات وسکنات میں ایک بے چینی سے پھیلتی محسوس کی اور اس افراتفری کے عالم میں وہ ناشتا ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر تیزی سے کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔ میری نگاہ بھی اس کا تعاقب کرتے ہوئے کاؤنٹر تک پہنچ گئی۔

اس لمحے ویٹر ہماری میز کے قریب آگیا۔ میں نے اشارے سے اسے بلایا تھا تو کچھ کہنا بھی ضروری تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں جو آیا وہ میں نے کہہ دیا۔

''ہمارے ناشتے کا بل کتنا بنا؟''

وہ گردن کو تعظیم دینے والے انداز میں جھکاتے ہوئے بولا ''ابھی بتاتا ہوں جناب!''

اسکے ساتھ ہی وہ پلٹ کر ہوٹل کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

کاشانوک اور لی یان سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگے مگر میں تو کسی اور ہی شخص کو دیکھ رہا تھا جس نے کاؤنٹر سے فارغ ہونے کے بعد باہر کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

لی یان نے کہا ''وجدان! ایسی جلدی کیا ہے۔ تم نے ویٹر کو بول دیا ہے نا، وہ بل لے آئے گا۔''

''مجھے تو یہ کسی اور ہی چکر میں نظر آرہا ہے!'' کاشانوک نے لی یان سے کہا۔

میں نے ان کی باتوں پر دھیان دیے بغیر کہا ''تم لوگ ادھر ہی بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں.....''

''تم کہاں جارہے ہو وجدان؟'' لی یان نے آواز دبا کر استفسار کیا۔

''واپس آکر بتاتا ہوں۔''

میں انہیں متعجب اور متامل چھوڑ کر تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

باہر آکر میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی لیکن وہ شخص مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ پتا نہیں، وہ کہاں غائب ہوگیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ جب اس بھکشو کے آثار نظر نہ آئے تو میں واپس ہوٹل کے اندر آگیا۔ وہ دونوں اسی میز پر بیٹھے متفکر نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

کاشانوک نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا ''مسئلہ کیا ہے وجدان! تم یوں اچانک ہی اٹھ کر کہاں چل دیے تھے؟''

میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں انہیں ''مسئلے'' سے آگاہ کیا۔ لی یان نے فوراً گردن موڑ کر اس میز کی طرف دیکھا جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بدھ بھکشو بیٹھا ناشتا کررہا تھا۔ وہ پلٹ کر مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

''لیکن جب ہم ہوٹل کے اندر آئے تھے تو وہ میز خالی تھی!''

کاشانوک نے بھی اس بات کی تصدیق کی تو میری تشویش میں اضافہ ہوگیا۔ اس کا یہی مطلب تھا۔ وہ شخص ہمارے بعد ہوٹل میں داخل ہوا تھا..... یعنی ہمارا تعاقب

کرتے ہوئے! یہ صورتِ حال اس شخص کو اور بھی خطرناک ظاہر کرتی تھی۔

''کیا تم اس کی صورت دیکھ کر پہچان لوگے؟'' کاشانوک نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے الجھن زدہ انداز میں کہا ''ہاں پہچان لوں گا اگر تمام بدھ بھکشو پہلی نظر میں ایک ہی جیسے دکھائی دیتے ہیں!''

کاشانوک گمبھیر لہجے میں بولا ''ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے!''

اس کے بعد ہم نے بل ادا کیا اور ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

میں نے حالات کا تقاضا نبھاتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اس بھکشو کی تلاش میں اپنی نگاہ کو دوڑایا لیکن اس بار بھی وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ تھوڑی دیر تک پیدل چلنے کے بعد ہم کاشانوک کی معیت میں تھاچو کے پاس پہنچ گئے۔

تھاچو سادہ طبیعت کا مالک ایک مہربان موسک تھا۔ اس نے خوش دلی سے ہمارا استقبال کیا اور کسی کو یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ ہم اصل نہیں بلکہ بنے ہوئے بھکشو ہیں۔ تھاچو اور اس کے قافلے والے روانگی کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہمارے ہی انتظار میں بیٹھے ہوں۔ تھاچو نے قافلے کے دیگر افراد سے اس طرح ہمارا تعارف کرایا جیسے وہ پہلے سے ہم سے واقف ہو۔ جب اس نے ہمارے اختیار کیے ہوئے نام بھی لیے تو مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کاشانوک نے نہیں بلکہ ہمارے فرضی ناموں کا انتخاب تھاچو ہی نے کیا ہوگا۔ تھاچو بہت ہی بردبار اور گہرا شخص تھا۔ اس کے رویے سے ظاہر ہوتا تھا، کاشانوک نے اسے ہمارے بارے میں اچھی طرح بریف کررکھا ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہم بودھ ناتھ ویلی سے روانہ ہوگئے۔ جب ہم لوگ سند ھارا پہنچے تو سورج طلوع ہوچکا تھا اور اس کی روشنی دھیرے دھیرے پھیل رہی تھی۔ بس اسٹینڈ پر سوئس منی ایکسپریس موجود تھی۔ ہم نے ٹکٹ حاصل کیے اور کوچ میں آبیٹھے۔ کھٹمنڈو سے کوداری تک کا کرایہ فی سواری ایک سو بیس روپے تھا جب ہم کوچ میں سوار ہوئے تو پہلے سے بھی کچھ مسافر اس میں موجود تھے۔ ہمارے بیٹھنے کے پندرہ منٹ بعد کوچ بھر گئی۔ کاشانوک نے بالکل ٹھیک کہا تھا، ان مسافروں میں زیادہ تعداد بدھ بھکشوؤں کی تھی جو اپنی عبادت گاہوں کی یاترا کے لیے اِدھر سے اُدھر سفر جاری رکھتے تھے۔

موسم خاصا سرد تھا اور ٹھنڈی ٹھار ہوا نے موسم کی شدت میں کئی گنا اضافہ کردیا تھا۔ اگر ہمارے جسموں پر مخصوص گرم لباس نہ ہوتا تو اب تک ہماری قلفی جم چکی ہوتی۔ ہمارے بدن کے جو حصے کھلے تھے وہ موسم کی بے رحمی کو یونہی محسوس کررہے تھے جیسے ہم کسی وسیع و عریض فریزر میں آن کھڑے ہوئے ہوں! جب تک ہماری کوچ (سوئس منی ایکسپریس) سند ھارا کے بس اسٹینڈ سے روانہ نہیں ہوئی، میں غیر یقینی صورتِ حال سے دوچار رہا۔ ہر لمحے دل کو دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اچانک کہیں سے نیپالی پولیس والے برآمد ہوں گے اور چیکنگ کے نام پر اپنی کارروائی شروع کردیں گے لیکن خیریت گزری اور کوچ نے بڑے امن و امان سے سفر کا آغاز کردیا۔

ہم جس نوعیت کے حالات سے دوچار تھے، ان میں ہر ساعت چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ ربی موشے ہائمن کوئی معمولی شخص نہیں تھا اور اس کی پشت پر امریکا بہادر کا ہاتھ بھی تھا بلکہ صحیح معنوں میں ربی کا ہاتھ امریکا کے سر پر تھا۔ پوری یہودی لابی اس کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچتی تھی اور اب تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ امریکا کی خارجہ اور داخلہ پالیسی میں یہودی کس حد تک دخیل ہیں۔

میں نے ربی اور اس کے یہودی چیلوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ نیپال میں اسرائیل ایکسپی اور یہودی لابی کی طاقت بھی دیکھنے میں آچکی تھی۔ ربی پورے ٹھمراق اور وسائل کے ساتھ مجھے تلاش کروا رہا تھا۔ ایسی صورت میں جب تک ہماری کوچ کھٹمنڈو شہر کی حدود سے نہ نکل جاتی، سکون کی سانس نہیں لی جاسکتی تھی۔

کوچ مختلف سڑکوں پر سے ہوتے ہوئے رنگ روڈ پر آئی پھر بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے کھٹمنڈو کے آخری شمالی کنارے پر پہنچ گئی۔ میں اور لی یان ایک ہی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دو مسافروں کے لیے بنائی گئی ایک آرام دہ سیٹ تھی۔ لی یان کھڑکی کی جانب شیشے سے لگی بیٹھی تھی۔ ہمارے آگے واقع ایسی ہی ایک سیٹ پر کاشانوک، تھاچو کے پہلو میں براجمان تھا۔ کوچ کا ہیٹنگ سسٹم بڑے موثر انداز میں کام کررہا تھا جس کی مہربانی سے باہر کا موسم ہم پر اثر انداز نہیں ہورہا تھا۔ وہ ایک مکمل ائر کنڈیشنڈ کوچ تھی۔

شہر کے اختتام پر پہنچ کر ہمیں رکنا پڑا۔ وہاں سڑک پر ان گاڑیوں کی لائن لگی ہوئی تھی جو علی الصباح کھٹمنڈو شہر کو چھوڑ کر باہر جارہی تھیں۔ شاید کوئی چیکنگ وغیرہ کا معاملہ تھا اور اس وقت کھٹمنڈو کے جو حالات چل رہے تھے ان میں سب سے زیادہ چیکنگ تو ہماری تلاش کے سلسلے ہی کی کڑی ہوسکتی تھی۔

لی یان نے بھی صورتِ حال کو بھانپ لیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں بولی ''چیکنگ! مجھے تو کوئی گڑبڑ محسوس ہوتی ہے۔''

اس نے احتیاط کا تقاضا پورا کرتے ہوئے مجھے اختیاری نام

سے مخاطب کیا تو میں نے باہر دیکھتے ہوئے سرسری انداز میں کہا ''ہاں' مجھے بھی یہی نظر آ رہا ہے۔''

''ہمارے لیے کوئی مشکل تو نہیں کھڑی ہو جائے گی؟'' اس نے بدستور دھیمے لہجے میں استفسار کیا۔

میں نے سادگی سے کہا ''اگر کھڑی ہو جائے گی تو دو تھپڑ مار کر بٹھا دیں گے۔''

''تمہیں تو ہر وقت مذاق کی سوجھتی ہے!'' وہ ہونٹ بھینچتے ہوئے بولی۔

''میرا خدا' تمہارا یسوع مسیح اور کھام کا لارڈ بدھا ہماری مدد کرے گا۔'' میں نے چہرے کو سنجیدہ رکھتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی ''کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟''

وہ پورے اعتماد سے بولی ''ہاں' یقین ہے۔''

''پھر اطمینان سے بیٹھی رہو۔'' میں نے کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''ہم اس وقت بدھ بھکشو ہیں جن کے حالات میں کوئی ہلچل اور افراتفری نہیں ہے۔ دیکھ نہیں رہی ہو' کوچ میں سوار باقی بدھ راہب کس سکون سے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے انہیں دنیا میں اپنے سوا کسی کی خبر ہی نہ ہو!''

وہ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتے ہوئے بولی ''ان میں بعض تو ایسے ہیں جنہیں خود اپنی بھی خبر نہیں۔''

''بس تو پھر تم بھی ویسی ہی نظر آنے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا۔

وہ خاموش ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اندر اور باہر کے موسم میں زمین آسمان کا فرق تھا اور اس تضاد و تفاوت نے کھڑکی کے شیشے کو دھندلا دیا تھا جس کے سبب باہر کے مناظر کو واضح طور پر دیکھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ قدرتی اور مصنوعی موسم میں اچھی خاصی ''گرمی سردی'' ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ہی اپنے اپنے محاذ پر ڈٹ کر ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے تھے۔

ہماری کوچ رکتی اور آگے بڑھتی گئی۔ یہ بڑھنا' کھسکنے کے مترادف تھا۔ بالآخر ہماری کوچ کی باری آ گئی۔ اب ہمیں اور اس کوچ کو چیکنگ کے مرحلے سے گزرنا تھا۔ میں پوری طرح ''تیار'' ہو کر بیٹھ گیا۔ اس دوران میں کاشانوک نے ایک مرتبہ بھی پلٹ کر ہماری جانب نہیں دیکھا اور یہ اس نے بہت ہی اچھا کیا تھا۔

اچانک نیپالی پولیس کے دو مسلح اہلکار کوچ کے اندر داخل ہوئے اور ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے ایک ایک مسافر کے چہرے کو بغور دیکھنے لگے۔ میں اور لی یان نارمل انداز میں بیٹھے رہے جیسا کہ دوسرے بھکشو بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس والے مطمئن ہو کر کوچ سے نیچے اتر گئے۔ لی یان نے ایک طویل سانس خارج کی۔

یہ ایک معمولی اور سرسری نوعیت کی چیکنگ تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ کوچ کے مسافروں میں غالب تعداد بدھ بھکشوؤں کی تھی چنانچہ انہوں نے ہمیں ''توجہ'' کے قابل نہ سمجھا۔ دیگر چار پانچ افراد جو بھکشوؤں کے بھیس میں نہیں تھے' پولیس والوں نے باقاعدہ صرف انہیں چیک کیا اور مطمئن ہو کر چلے گئے کیونکہ ان افراد میں کوئی بھی وجدان پالی یان نہیں تھا۔

دس منٹ کے بعد سوئس منی ایکسپریس دشوار گزار راستے پر شمال کی سمت بڑھنے لگی۔ یہ پہاڑی سڑک زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ ہم چونکہ مسلسل بلندی کی طرف جا رہے تھے اس لیے کوچ کی رفتار بہت کم ہو گئی تھی۔ چڑھائی کی جانب سفر کرتے ہوئے کوچ کے انجن کو پوری طاقت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔

گھنٹنڈو کی حدود سے بہ حفاظت باہر نکل آنے کے بعد میں قدرے مطمئن ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ لی یان مجھے کسی گفتگو میں الجھا دیتی' میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میری بند آنکھوں کو دیکھ کر وہ سمجھ جاتی کہ میں اس وقت کہیں اور مصروف ہوں..... اور میں نے واقعی کہیں مصروف ہونے کے لیے ہی آنکھیں بند کی تھیں۔

ساحل کی خبر گیری کیے کافی دیر ہو گئی تھی۔ ربی نے پتا نہیں' کیا سوچ کر مجھ پر اتنی مہربانی کر دی تھی کہ میں اب بہ آسانی ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہی میں نے اپنی جانِ تمنا کا تصور کیا اور اس کے ماحول کو چھونے کے لیے تھرڈ آئی کو آزمایا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے مایوسی کا دھکا لگا۔ میں ساحل کے ماحول تک پہنچنے میں ناکام رہا تھا۔

یہ صورتِ حال میرے لیے خاصی پریشان کن تھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک مرتبہ پھر زیرو پر آ کر کھڑا ہو گیا ہوں۔ میں نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین چار مرتبہ ساحل کے ماحول میں کودنے کی کوشش کی مگر ہر بار نتائج ایک ہی جیسے برآمد ہوئے۔ اب اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہ رہی کہ ربی نے دوبارہ میری راہ کھوٹی کرنے کے لیے ساحل کو کسی ایسے عمل سے گزارا تھا کہ وہ میری تیسری آنکھ کی رسائی میں نہیں رہی تھی۔ وہ ایک ماہر عامل تھا اور اس سے پہلے بھی میرے راستے میں ایسی ہی ناہید رکاوٹ کھڑی کر چکا تھا۔ میں نے پچھلے دو دن میں بے در پے اسے جتنے نقصانات پہنچائے تھے' اس کے بعد یہی ہونا تھا پھر ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو بھی اسے کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کرنے والی ہی تھی۔ جب میں اپنی ساحل کے ماحول میں داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو سکا تو دل ہی دل میں ربی

موٹے ہائمن کو کھری کھری سنانے لگا۔

میں نے آنکھیں کھولنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ میرے نتھنوں سے ایک فرحت بخش' جاں فزا خوشبو ٹکرائی۔ اس منفرد خوشبو کو میں نے ایک لمحے میں پہچان لیا۔ وہ نیلگری کے بدن سے اٹھنے والی مخصوص نشاط انگیز مہک تھی۔ اس وقت میرے پہلو میں کھڑکی کے ساتھ لی یان بیٹھی ہوئی تھی۔ نیلگری کی شناخت وہ بھینی بھینی خوشبو ظاہر کرتی تھی کہ پرتوں کی ملکہ بہ نفسِ نفیس اس کوچ میں موجود ہے۔

میں بدستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے اسے محسوس کرنے لگا۔ وہ مجھے اپنی ذات کا حصہ ہی لگی۔ مجھے احساس ہوا جیسے میں اس کے ماحول میں سانس لے رہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں دھیرے سے اسے پکارا۔

''نیلگری.....!''

اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ وہ یکسر خاموش تھی لیکن اس کے جسم کی مخصوص مہک سانس کے راستے میرے وجود میں اتر رہی تھی۔ اس خوشبو نے میرے تن بدن کو مہکا کر رکھ دیا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر بہ زبانِ خاموشی اسے آواز دی۔

''تم خاموش کیوں ہو نیلگری' کچھ کہو! میرے کان میں رس گھولو' میری سماعت میں کوئی دل نشیں سرگوشی کرو۔ میں محسوس کر رہا ہوں' تم میرے آس پاس..... بہت قریب موجود ہو۔ میں تمہاری سانسوں کی خوشگوار تپش اپنے چہرے پر محسوس کر رہا ہوں۔ بولو' تم بولتی کیوں نہیں ہو؟''

جواب میں پُراسرار خاموشی کا تسلسل قائم رہا۔ میں ایک بے نام سی بے چینی میں مبتلا ہو گیا۔ اگر آپ کے فون کی گھنٹی بجے اور آپ ریسیور اٹھا کر ''ہیلو'' کہیں لیکن دوسری جانب ایک سناٹا طاری ہو اور آپ کے بار بار ''ہیلو'' کہنے پر بھی وہ سناٹا برقرار رہے تو آپ یقیناً جھنجلائیں گے پھر اسی جھنجلاہٹ میں آپ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیں گے۔

مجھ پر بھی کچھ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی۔ جب بار بار پکارنے پر بھی نیلگری کی جوابی سرگوشی میری سماعت سے نہ ٹکرائی تو مجھے کوفت ہونے لگی اور میں نے اس سے کہہ دیا۔

''ٹھیک ہے' تم میرے پاس آ کر گونگی ہو گئی ہو نا لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں ابھی تمہارے پاس آ کر تمہارے گونگے پن کا علاج کرتا ہوں۔''

میری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ وہ مخصوص ہوش ربا خوشبو غائب ہو گئی۔ وہ جس طرح ''چھم'' سے میرے ماحول میں سرایت کر گئی تھی اسی طرح جھٹ پٹ رخصت بھی ہو گئی۔ میرا ماحول اس کے بدن سے اٹھنے والی مدہوش کن مہک سے خالی ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے میں نیلگری کو پکارنے لگا۔

دو تین مرتبہ کی کوشش کے بعد میں تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ میں اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ پتا نہیں' اس نے میری تیسری آنکھ کے سامنے کیسی طلسمی بندش لگا رکھی تھی۔ اس کے طلسم کی کاٹ فی الحال میرے پاس نہیں تھی۔ میں بے اختیار اس حسین ساحرہ کے بارے میں سوچنے لگا جو پُراسرار اور نادیدہ شکتیوں کی مالک تھی۔ نیلگری بلاشبہ' میری داستانِ حیات کا ایک انوکھا کردار تھی۔ اس نے میری زندگی میں ڈبل رول پلے کیا تھا۔ اس کا کردار تیلفمکی اعتبار سے دو حصوں پر مشتمل تھا۔

پہلے حصے میں وہ براہِ راست مجھ سے رابطہ کرتی تھی۔ وہ حد سے زیادہ مجھ پر مہربان دکھائی دیتی تھی لیکن میں اسے وہ مقام نہ دے سکا جس کی وہ تمنائی تھی اور اسے اس بات کا شدید قلق بھی تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ زندگی بھر میری کنیز بن کر رہے۔ مجھے کنیزیں اور غلام پالنے کا کبھی بھی شوق نہیں رہا تاہم نیلگری کا قرب میرے لیے فرحت کا باعث تھا مگر اس قربت کے لیے اس نے بڑی کڑی شرط لگا دی تھی جو میں' ایک مسلمان ہونے کے ناتے کبھی بھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کہا تھا ''وجدان! تم زندگی میں ایک مرتبہ ضرور بھٹکو گے۔ اس وقت تمہاری تمام قوتیں تم سے چھن جائیں گی۔ اگر اس وقت تک تم اپنا جاپ مکمل کر لو گے تو میں تمہاری کنیز بن جاؤں گی۔'' اس نے مجھے انمول پتھروں والی ایک مالا بھی تحفے میں دی تھی۔ وہ مالا اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور نایاب مالا تھی جس میں سیاہ چپٹے پتھر پروئے گئے تھے۔ یہ چپٹے سیاہ پتھر تعداد میں اکیس تھے۔ بیس چھوٹے والے اور ایک بہ نسبت بڑا پتھر۔ دونوں جانب دس دس پتھر اور بیچ میں' ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کے سائز کا بڑا سیاہ پتھر موجود تھا۔ نیلگری نے مجھے بتایا تھا' اگر میں اس بڑے سیاہ پتھر کو چوسوں گا تو وہ میرے پاس حاضر ہو جائے گی۔ نیلگری کو یوگی گوتم بھوش کے شیطانی چکر سے نجات دلانے کے بعد جب تلکو جھیل سے میری واپسی ہوئی تھی' میں نے اپنے ملک آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ٹھاکر بھانو سنگھ کے توسط سے جب میں غیر قانونی طور پر پاک بھارت سرحد پار کر رہا تھا تو سرحدی محافظوں سے ہماری مڈبھیڑ ہو گئی تھی اور اسی افراتفری میں نیلگری کی دی ہوئی نایاب مالا ریگزار کی نذر ہو گئی۔ رات کے اندھیرے میں اس مالا کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ بعد ازاں ... جب مگر پار کر کے ایک تھانے میں' میں بند تھا تو نیلگری مجھ سے ملنے..... حوالات میں بھی چلی آئی تھی۔ وہ مالا کھو جانے پر مجھ سے شاکی تھی اور اسے یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے

حسبِ منشا جاب مکمل نہیں کروں گا۔ ان حالات میں مجھے حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنا ایک خطرناک منصوبہ بھی بیان کیا تھا۔ تاہم میں نے کوشش کی کہ وہ اپنے منصوبے پر عمل نہ کر سکے۔ پاکستان میں قیام کے دوران میں وہ بہت دفعہ میرے پاس آئی۔ اپنے لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے سنسنی حالات کے پیشِ نظر جب میں اس کی طرف سے غافل ہو گیا تو اسے وار کرنے کا موقع مل گیا۔ میں کراچی کے ایک پوش علاقے کے ڈی اے اسکیم ون کے ایک بنگلے میں گزاری ہوئی اس رات کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا جب نیلگری' لیلیٰ کا روپ دھار کر مجھے زیر کرنے آئی تھی .....اور اس رات وہ اپنی خواہش کی تکمیل میں کامیاب رہی تھی۔

پھر وہ مجھ سے بچھڑ گئی۔ یہ بچھڑنا اس کی مرضی کے تابع تھا۔ کراچی میں' جب میں کانٹی نٹل کے ایک فلیٹ میں قیام پذیر تھا تو وہ بڑے دکھی انداز میں مجھ سے الوداعی ملاقات کرنے آئی تھی اور اس وقت نیلگری نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ از خود وہ کبھی میرے پاس نہیں آئے گی بلکہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کر دے گی۔ نیلگری کوہسار کی ملکہ تھی۔ اس کا مسکن ہمالیہ کی گود میں واقع تھا۔ تلکو جھیل سے آگے کل چھ چوٹیاں ایک خاص ترتیب سے موجود تھیں جو نیلگری نارتھ اور نیلگری ساؤتھ کے نام سے موسوم تھیں۔ ان چوٹیوں کی بلندی چوبیس ہزار فٹ تک تھی۔ انہی برف پوش پہاڑی چوٹیوں میں سے کسی ایک میں نیلگری کا قیام تھا۔ نیلگری نے آخری ملاقات میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کر دے گی۔ اس کا دعویٰ کسی حد تک درست بھی ثابت ہو رہا تھا۔ میں اس وقت نیپال سے تبت کی طرف جا رہا تھا اور ہمالیہ رینج کا بڑا حصہ نیپال کے شمال میں پایا جاتا تھا۔ دنیا کا بلند ترین پہاڑ ماؤنٹ ایورسٹ بھی نیپال کی شمالی سرحد پر سر اٹھائے کھڑا تھا۔ میں کراچی سے امریکا اور پھر امریکا سے نیپال جن حالات کے تحت پہنچا تھا اور اب نیپال سے تبت کی طرف جا رہا تھا اس میں میرے ارادے اور پروگرام کا کوئی دخل نہیں تھا' گویا نیلگری کی پیش گوئی کے عین مطابق' میں مجبوراً اس سمت بڑھ رہا تھا۔ یہ مجبوری آگے جا کر کیا رنگ دکھلانے والی تھی' اس کے بارے میں فی الحال میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

نیلگری کے کردار کا دوسرا رخ امریکا میں سامنے آیا۔ اب وہ غیر محسوس انداز میں گاہے بہ گاہے میرے قریب آنے لگی تھی۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوتی اور نہ ہی میری پکار کا جواب دیتی تھی۔ میں اس کے بدن کی مخصوص مہک سے اسے اپنے ماحول میں محسوس کر لیتا تھا۔ جیسے تھوڑی دیر پہلے وہ مجھے اپنا احساس دلا کر گئی تھی۔ اس کی آمد و شد یقینی تھی۔ کسی بھی قیمت پر میں اسے اپنے محسوسات کا دھوکا نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ واقعی میرے پاس آ رہی تھی مگر بہ اندازِ دگر!

یہ ایک طرح کی وعدہ خلافی تھی۔ وہ اتنے پُراسرار انداز میں اس عہد شکنی کی مرتکب کیوں ہو رہی تھی' مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس کی یہ حرکات بے مقصد اور بلاوجہ تو نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مجھ سے کھیل رہی تھی۔ میں ایک طرح سے اس کے ہاتھ کا کھلونا بنا ہوا تھا لیکن اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ فیصلہ تو بہرحال' وقت ہی نے کرنا تھا کہ اس کھیل کا انجام دل خوش کن ہو گا یا دردناک؟

میں آنکھیں کھول کر اپنے ماحول میں حاضر ہو گیا۔ سب سے پہلے لی یان کے چہرے پر نگاہ گئی۔ وہ اس وقت براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' جب میں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں تو وہ میرے چہرے پر نظر ٹکائے بیٹھی تھی۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

مجھے ان لمحات میں اس کی آنکھیں بولتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ بہ زبانِ خاموشی مجھ سے کہہ رہی تھیں ''وجدان! تم نہیں بتانا چاہتے' مت بتاؤ لیکن سمجھ لو کہ میں بہت کچھ جانتی ہوں!''

میں لی یان سے نظر چرا کر کوچ کے دیگر مسافروں کا جائزہ لینے لگا۔ کوچ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن و امان اور سکون کی صورتِ حال تھی۔ کاشانوک' تھاچو کے ساتھ ہمارے سامنے والی سیٹ پر بڑے اطمینان سے براجمان تھا۔ ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں لی یان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں سرگوشی کی۔

''لی یان! کیا سوچ رہی ہو؟''

''یہی ..... کہ مجھے کیا سوچنا چاہیے!''

''کیا مذاق کا موڈ ہو رہا ہے؟'' میں نے ٹٹولنے والے انداز میں کہا۔

وہ اسی سنجیدگی سے بولی ''انسان کو سب کے لیے ایک ہی اصول بنانا چاہیے..... خود اپنے لیے بھی وہی .....!''

اس کی بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ میں نے پوچھا ''تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''سیدھی سی بات ہے۔'' وہ اپنی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں بولی ''تم جیسی بھی مہم اور بنا سر پاؤں کی باتیں کرتے رہو تو وہ مذاق نہیں ہے' میں نے اس قسم کا ایک جملہ بول دیا تو تم پوچھ رہے ہو' کیا مذاق کا موڈ ہو رہا ہے؟'' وہ لمحے بھر کو رکی پھر بات مکمل کرتے ہوئے بولی ''یہ کہاں کا انصاف ہے وجدان؟''

''یہ اندھیر نگری کا انصاف ہے!'' میں نے ذو معنی انداز میں کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی چبھتا ہوا جواب دیتی' کوچ کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی۔ رفتار میں واقع ہونے والی یہ کمی اتنی زیادہ اور واضح تھی کہ ہم چونک کر شیشے سے باہر دیکھنے لگے۔ اس وقت تک سورج کچھ اوپر اٹھ آیا تھا اور کھڑکی کے شیشے پر صبح جو دھند دکھائی دیتی تھی' وہ چھٹ گئی تھی۔ کھڑکی کے باہر تا حدِ نگاہ برف پوش پہاڑی چوٹیاں ہی نظر آ رہی تھیں۔ کوچ کی رفتار کم ہونے کا سبب بھی فوراً سمجھ میں آ گیا۔ بیرونی مناظر کے زاویوں نے مجھے بتایا کہ اس وقت ہماری کوچ تنگ سی سڑک پر کچھ ایسے آگے بڑھ رہی تھی جیسے کوئی اسپائڈر دیوار پر چڑھتا ہے۔ بلندی کی طرف ہمارے سفر کا زاویہ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا جس کی وجہ سے کوچ کے انجن کو بے پناہ قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔

لی یان نے کہا ''وجدان! مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کسی کوچ میں سڑک پر سفر نہیں کر رہی بلکہ ایک ایلی ویٹر (لفٹ) کے ذریعے نیچے سے اوپر جا رہی ہوں۔''

اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی تشویش پائی جاتی تھی۔ اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنے سے پہلے میں نے ایک خاص نکتے کی جانب اس کی توجہ مبذول کرائی۔

''اگرچہ ہم نہایت ہی دھیمی آواز میں باتیں کر رہے ہیں لیکن ایک غلطی ہم دونوں سے بہرحال' سرزد ہو رہی ہے۔'' میں نے ایک لمحے کے توقف سے اضافہ کرتے ہوئے مزید کہا ''ہمیں کسی بھی صورت لوگوں کے سامنے ایک دوسرے کو اصلی ناموں سے مخاطب نہیں کرنا ہے۔ میرا مطلب تمجھ رہی ہو نا؟''

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے بولی ''ہاں' ہاں'' پھر کہا ''لیکن اب تو ہم کھٹمنڈو کی خطرناک فضا سے بہت دور نکل آئے ہیں!''

''مگر ابھی تک نیپال کی غیر یقینی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔'' میں نے تنبیہی انداز میں کہا ''تبت پہنچنے تک ہمیں اس بات کا خیال کرنا چاہیے۔''

''او کے چیتنگ!'' وہ مجھے میرے اختیاری نام سے مخاطب کرتے ہوئے بولی ''آیندہ میں اس پوائنٹ کو یاد رکھوں گی۔''

میں نے کہا ''منچوری! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے اپنے احساس کا ذکر کیا ہے۔ اگر اسی نوعیت کا سفر تم کسی جانور کی پشت پر بیٹھ کر کرو تو یہ تجربہ اور زیادہ سنسنی خیز اور خطرناک ثابت ہو گا۔''

وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی ''نو' ٹھیک ہے کہ میں ایڈونچر پسند ہوں لیکن اس قسم کے جان لیوا تجربات کرنے کا مجھے کوئی شوق نہیں چیتنگ۔''

''پھر میں یہی کہوں گا' تمہیں مہم جوئی کا کوئی شوق نہیں۔'' میں نے اسے چھیڑنے کی غرض سے کہا ''ایڈونچر تو نام ہے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا۔ وہ سامنے دیکھ رہی ہو؟''

میں نے کھڑکی سے باہر عظیم المرتبت پہاڑ ماؤنٹ ایورسٹ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ بھی میرے اشارے کی سمت دیکھنے لگی۔ میں نے مزید کہا۔

''یہ دنیا کا بلند ترین پہاڑ ہے جس کی بلندی انتیس ہزار اٹھائیس فٹ بتائی جاتی ہے۔ اس فلک بوس پہاڑ کو سر کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں لیکن موت سے ٹکرانے والے مہم جو اس کی خوفناک بلندی اور خطرناک راستوں کو خاطر میں نہیں لاتے!''

وہ تیزی سے اثبات میں سر ہلانے لگی لیکن منہ سے کچھ نہ بولی کیونکہ اس دوران میں کوچ کی رفتار مزید کم ہونے کے ساتھ ہی اونچائی کی جانب اس کا زاویہ کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ اس وقت تو واقعی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم کسی شٹل کاک میں بیٹھ کر زمین سے آسمان کی طرف جا رہے ہوں۔

بلندی کی طرف جاری یہ سفر ایک پہاڑی وادی میں جا کر ختم ہوا۔ یہ وادی ''بدھا نگا'' تھی۔ بدھا نگا نتھا کھٹمنڈو سے محض نو کلو میٹر شمال میں واقع ہے لیکن یہ مختصر سا سفر ہم نے بڑی مشکل سے طے کیا تھا۔ یہاں تھوڑی دیر کا قیام تھا۔ سوئس منی ایکسپریس ایک قدرے مسطح جگہ پر رکی تو مسافر نیچے اترنے لگے۔ اپنی باری پر ہم بھی کوچ سے باہر نکل آئے۔

بدھا نگا نتھا کا علاقہ شیو پوری ہل کے قدموں میں واقع ہے۔ شیو پوری ہل کی بلندی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بدھا نگا نتھا میں نارائن (وشنو) کا ایک بہت بڑا سنگی مجسمہ بھی موجود ہے جو ایک بیڈ پر کسی شیش ناگ کے مانند کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ بدھ بھکشوؤں کی تمام تر دلچسپی وہاں پائے جانے والے اسٹوپا تک محدود تھی لہٰذا ہم تینوں اپنے قافلے کے ساتھ قدیم بدھ اسٹوپا کی طرف چلے گئے۔

کاشانوک تو بدھسٹ تھا۔ لہٰذا وہ دیگر بھکشوؤں کے ساتھ یاترا میں مصروف ہو گیا۔ میرے اور لی یان کے لیے اس یاترا میں کوئی چارم نہیں تھا مگر تھوڑی دیر تک ہم حالات کے تقاضے نبھاتے رہے پھر اسٹوپا کے وسیع و عریض صحن کی طرف نکل آئے۔ ہم چونکہ بدھ بھکشوؤں کے بھیس میں تھے اس لیے قافلے سے بالکل ہی کٹ کر رہنا دوسروں کو ہمارے حوالے سے شک میں ڈال سکتا تھا چنانچہ دنیا دکھاوے کے لیے ہی سہی' ہم نے بھی اس بدھ اسٹوپا کی تھوڑی بہت یاترا کر ہی ڈالی تھی۔

اسٹوپا کا صحن خاصا کشادہ تھا اور بڑے بڑے سنگی تختوں کو

باہم جوڑ کر تیار کیا گیا تھا۔ ہم ننگے فرش پر ہی ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس طرف بیٹھنے کا میرا ایک خاص مقصد تھا اور وہ یہ کہ اسٹوپا کے اندر داخل ہونے اور باہر نکلنے کے لیے لوگ ادھر ہی سے گزر کر بیرونی زینوں کی جانب بڑھتے تھے۔ میں اسٹوپا کی اندرونی عمارت سے نکلتے وقت کا شانوک کے کان میں یہ پھونک کر آیا تھا کہ ہم اسے کس طرف ملیں گے۔

لی یان نے اسٹوپا کے مخصوص گنبد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''بدھسٹ اپنی عبادت گاہ کی تعمیر وتزئین میں بڑی دل جمعی سے کام لیتے ہیں۔ پیگوڈا طرز کی یہ بلند وبالا عمارتیں کھڑی کرنا کوئی آسان کام تو نہیں پھر اسٹوپا کے کلس وغیرہ کی تیاری میں بھی وافر مقدار میں سونا استعمال کیا جاتا ہے۔''

مجھے مندر' کلیسا' سانا گاگ اور بدھ اسٹوپاز میں جانے کا بارہا اتفاق ہوا تھا۔ خاص طور پر مندر اور اسٹوپاز کے تہ خانوں میں' میں نے مختلف حوالوں سے سونے کا بے دریغ استعمال دیکھا تھا' خاص طور پر مورتیوں کی صورت میں۔ لی یان کی بات سن کر بدھ نیل کنڈ والی عبادت گاہ کے تہ خانے کا منظر میری نگاہ میں گھوم گیا جہاں ایک حصے میں بدھا کا طلائی مجسمہ نصب تھا۔

ہم اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک مجھے چونک جانا پڑا۔ اسٹوپا کی عمارت کے اندرونی حصے میں سے ایک جوڑا باہر نکلا تھا۔ ان دونوں نے بدھ راہبوں والے مخصوص لباس زیب تن کر رکھے تھے۔ وہ دونوں تقریباً جز کر چل رہے تھے اور میرے چونکنے کا سبب مرد بھکشو تھا۔ اس کے چہرے پر نگاہ جاتے ہی میں نے پلک جھپکتے میں اسے پہچان لیا۔

یہ وہی بدھ بھکشو تھا جو بودھ ناتھ ویلی کے ہوٹل میں بیٹھا صبح ہمیں تاڑ رہا تھا۔

اس شخص کو ایک عورت کے ساتھ یہاں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہ دونوں اب کشادہ صحن میں قدم اٹھا رہے تھے لیکن ان کا رخ اور زاویہ قدرے مختلف تھا۔ قبل اس کے کہ وہ ایک مرتبہ پھر میری نگاہ سے اوجھل ہو جاتا' میں نے اس کی خبر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

''لی یان! تم ادھر ہی بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' یہ کہتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور اٹھنے کی کوشش کی۔

''میں نے کہا ہے نا' یہیں بیٹھی رہو۔'' میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے کہا ''اگر میری واپسی سے پہلے کا شانوک لوٹ آئے تو اس سے کہنا' مجھے سیل پر رنگ کر لے۔''

دیگر ضروری سامان کے ساتھ ہی ہم اپنے موبائل فون بھی لے آئے تھے۔ لی یان واپس بیٹھ گئی اور میں اپنے ٹارگٹ کی جانب بڑھ گیا۔ اس بدھ بھکشو کو یہاں دیکھ کر مجھے تشویش ہوئی تھی۔ پتا نہیں' کیوں وہ میری سوچ میں اٹک کر رہ گیا تھا۔

اس وقت ان دونوں کی پشت میری جانب تھی لہٰذا وہ مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ میں دبے پاؤں احتیاط کے ساتھ ان کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اسٹوپا کی حدود سے باہر جانے والے پتھریلے زینے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عبادت گاہ کے اندر ان پر ہاتھ ڈالنا ٹھیک نہ ہوتا۔ اگر وہ اس اسٹوپا سے باہر نکل جاتے تو میرا کام آسان ہو جاتا اور محسوس یونہی ہو رہا تھا' وہ وہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسٹوپا کے زینے طے کر کے عبادت گاہ سے باہر نکل آئے۔ میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر ان کا پیچھا کرتا رہا۔ جب سے میں نے اس بھکشو کو دیکھا تھا' میرے ذہن میں بار بار یہ خدشہ سر اٹھا رہا تھا کہ وہ ضرور کسی مشن پر ہے۔ کس مشن پر؟ میں فی الحال اس بارے میں وثوق سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا البتہ یہ ضرور تھا کہ وہ مشن ہمارے ہی خلاف ہوگا۔ اگر صبح وہ ہوٹل سے نکل کر اچانک غائب نہ ہو جاتا تو میں اس کے منہ سے سب کچھ اگلوا چکا ہوتا!

بدھ اسٹوپا سے کچھ فاصلے پر وہ سوئس منی ایکسپریس کھڑی تھی جس میں بیٹھ کر ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ جب میرا ٹارگٹ اس کوچ کی جانب بڑھنے لگا تو میں چونک اٹھا اور اس وقت تو میں حیرت کے ایک شدید جھٹکے سے گزرا جب وہ بدھ بھکشو اپنی ساتھی کے ہمراہ مذکورہ کوچ میں سوار ہو گیا۔ وہ کوچ کے اندر پہنچے اور اطمینان سے ایک سیٹ پر جا بیٹھے۔ یہ وہ سیٹ تھی جو کا شانوک کی سیٹ کے آگے واقع تھی۔

میرے لیے یہ ایک اور حیرت ناک بات تھی۔ ان کے اسٹائل سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا' وہ اسی کوچ میں سفر کرتے ہوئے کھٹمنڈو سے یہاں تک پہنچے تھے اور آگے بھی جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس وقت تک کوچ میں اِکا دُکا افراد بیٹھ چکے تھے اور باقی کا انتظار ہو رہا تھا۔ ہمارے قافلے والوں میں سے ابھی کوئی لوٹ کر نہیں آیا تھا۔ یقیناً وہ سب تھاچو کے ساتھ ہی واپس آتے۔

میں کوچ کے عقب میں کھڑا ہو کر حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لینے لگا۔ سب سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ وہ ہماری ہی کوچ میں بیٹھ کر یہاں تک چلا آیا تھا اور مجھے اس کا احساس تک نہ ہو سکا۔ یقیناً اس کی یہی وجہ ہوگی کہ وہ ہمارے کوچ میں بیٹھنے سے پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ اس لیے میں اسے سوار ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ یہ اور بھی زیادہ تشویش ناک بات تھی۔ اس کا صاف صاف یہی مطلب نکلتا تھا کہ اگر وہ واقعی ہمارے خلاف

کسی خاص مشن پر تھا تو پھر اسے یہ بھی معلوم تھا' ہم اس کوچ میں سفر کرنے والے ہیں!

میں نے اپنے سیل پر وائبریٹر کی مخصوص تھرتھراہٹ محسوس کی تو چونک اٹھا۔ سیل پر کوئی کال آ رہی تھی۔ میں نے سیل کی رنگ ٹونز کو آف کر کے اسے سائیلنٹ الرٹ پر ڈال رکھا تھا۔ میں نے موبائل نکال کر کال ریسیو کی۔ اگلے ہی لمحے مجھے کا شانوک کی آواز سنائی دی۔

''ہاں چینگ! تم اس وقت کہاں پر ہو؟'' اس نے احتیاطاً مجھے اختیاری نام سے مخاطب کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا' وہ اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا ''ہم یہیں رک کر تمہارا انتظار کریں یا.....؟''

''سیدھے کوچ کی طرف چلے آؤ۔'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''میں تم کو ادھر ہی ملوں گا۔''

کا شانوک نے یہ نہیں پوچھا کہ میں وہاں کھڑا کیا کر رہا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے سیلولر رابطہ موقوف کر دیا ''او کے' ہم آ رہے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد لی یان اور کا شانوک بدھ بھکشوؤں کے قافلے کے ساتھ مجھے اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو کا شانوک نے دور ہی سے ہاتھ ہلا دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے محسوس کیا کہ اس کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا۔ لی یان نے بھی اس کی تقلید میں قدم اٹھانا شروع کر دیے۔ ان کی کوشش تھی کہ قافلے کے دیگر افراد سے پہلے وہ مجھ تک پہنچ جائیں۔ وہ اس کوشش میں کامیاب رہے اور جب تک' باقی لوگ کوچ تک رسائی حاصل کرتے' ہمیں دو باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ ان کے چہرے اندرونی تشویش کا کھلم کھلا اظہار کر رہے تھے۔

کا شانوک نے سنسنی خیز نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے استفسار کیا ''کوئی گڑبڑ؟''

''میں نے صبح' ہوٹل میں جس بھکشو کو دیکھا تھا وہ ہمارے ساتھ ہی یہاں بھی پہنچ گیا ہے!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بتایا۔

ان دونوں نے چونک کر متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا' کا شانوک نے دھیمے لہجے میں پوچھا ''یہاں کہاں؟''

''وہ کوچ میں' تمہاری والی سیٹ سے اگلی سیٹ پر ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہے۔'' میں نے انکشاف انگیز انداز میں کہا ''اور وہ دونوں اسی کوچ میں سفر کرتے ہوئے کھٹمنڈو سے یہاں تک پہنچے ہیں۔'' یہ میرا استنباط اندازہ تھا۔

''اوہ! یہ تو بڑی تشویش ناک صورتِ حال ہے۔'' وہ ہونٹ سکیڑتے ہوئے بولا ''انہیں یہاں پہ چھیڑنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ وہ کوچ کے اندر جا بیٹھے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہے' ہمارے ساتھ ہی آگے بھی جائیں گے آؤ' دیکھتے ہیں کہ وہ کس موڑ میں ہیں!''

ہم یہ باتیں اس انداز میں کر رہے تھے کہ دیکھنے والوں کو ''میٹنگ'' کا احساس نہ ہو۔ کوچ کی جانب قدم اٹھاتے ہوئے لی یان نے سرگوشیانہ لہجے میں مجھ سے پوچھا ''اس بھکشو نے تمہیں دیکھ تو نہیں لیا؟''

''کمال کی بات کرتی ہو تم بھی!'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''وہ تو ہم پر نظر رکھ کر کھٹمنڈو سے یہاں تک پہنچا ہے' تم دیکھنے کی بات کر رہی ہو؟''

ہم کوچ کے اندر آ کر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کوچ کے دیگر مسافر بھی آ گئے تو ڈرائیور نے آگے کے سفر کا آغاز کیا۔ ہماری اگلی منزل سندری جل تھی جو یہاں سے صرف چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھی۔

میرے اندر ایک کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ میری چھٹی حس کی پکار بے معنی نہیں تھی۔ اب اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ وہ بدھ بھکشو ہمارے ہی تعاقب میں لگا ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک چیز بری طرح میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ صبح ہوٹل میں' میں نے اسے تاڑنے والے انداز میں اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ جب میں اس کے پیچھے لپکا تو وہ ایک گلی میں غائب ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ وہ مجھے بدھا نکا نتھا والے اسٹوپا میں دکھائی دیا اور اس وقت بھی وہ مجھے نظر انداز کر کے کوچ کی طرف چلا آیا تھا حتیٰ کہ کوچ میں بھی اس کی سیٹ مجھ سے آگے تھی۔ نگرانی اور تعاقب کرنے والے شخص کے لیے لازم تھا کہ وہ مجھ پر نگاہ رکھنے کے لیے میرے پیچھے لگا رہتا۔ اس بدھ بھکشو کی اب تک کی کارکردگی تو یہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ ہمارے بارے میں پُر اعتماد ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہمیں اس کوچ کے ذریعے کہاں تک جانا ہے لہٰذا وہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہمیں گھیر لے گا۔

اور میں..... اسے ہرگز ایسا کوئی موقع دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ایک ٹائم بم کو اپنے ساتھ ساتھ باندھے پھرنا اور مسلسل اس کی ''ٹک ٹک'' سماعت کرنا مجھے گوارا نہ تھا۔ سندری جل میں' پروگرام کے مطابق ہمیں کم وبیش آدھا گھنٹا قیام کرنا تھا۔ میں نے اسے اسی مقام پر ''چیک'' کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس فیصلے کے بعد میں نے لی یان کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی ''میری باتوں کو بڑے غور سے سننا۔ میں سندری جل میں اپنے ہاتھ پاؤں کو تھوڑی زحمت دینا چاہتا ہوں۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بولی ''تم کیا کرنے کا

ارادہ رکھتے ہو؟''

میں نے مختصر اور جامع الفاظ میں اسے بتایا ''جب ہماری کوچ سندری جل میں رکے تو تم کاشانوک کے ساتھ کوچ میں سے نکل جانا۔ میں بدستور اپنی سیٹ پر بیٹھا رہوں گا۔ اگر یہ بدھ بھکشو میرے تعاقب میں ہے تو یہ بھی کوچ چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ میں اسے سندری جل ہی میں گھیر کر اس کی زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔''

لی یان نے پوری توجہ سے میری بات سنی اور بولی ''اگر یہ بھکشو کوچ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس صورت میں تم کیا کرو گے؟''

''پھر میں اس کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ کسی بھی صورت میں اسے سندری جل سے آگے نہیں بڑھنے دوں گا!'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''بس' بہت کرلیا اس نے ہمارا تعاقب اور نگرانی!''

اس نے پوچھا ''کاشانوک سے کیا کہنا ہوگا۔ وہ تمہارے اس پروگرام سے تو آگاہ نہیں ہے؟''

''تم کوچ سے باہر نکلنے کے بعد اسے میرے پروگرام کے بارے میں بریف کردینا۔'' میں نے جواب دیا ''آدھا گھنٹا اچھا خاصا وقت ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے' میں دس پندرہ منٹ ہی میں اسے ''نمٹا'' دوں گا اور جب تم لوگ واپس آؤ گے تو میں تمہیں کوچ کے پاس ہی ملوں گا۔'' میں ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''اس دوران میں اگر کوئی گڑبڑ ہوجاتی ہے تو ہم آپس میں رابطہ کرسکتے ہیں۔ میرے اور کاشانوک کے پاس موبائل فون موجود ہیں۔''

اس نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی اور بولی ''اگر میں بھی تمہارے ساتھ یہاں رک جاؤں تو؟''

میں سمجھ گیا' بھکشو سے ''نمٹاؤ'' والے مشن میں وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ میں نے اس کے عزائم سے آگاہی حاصل ہوتے ہی کہا ''اگر تم میرے ساتھ کوچ میں ٹھہر گئیں تو کاشانوک کو میرے پروگرام کے بارے میں کون بتائے گا؟''

ایک لمحہ سوچنے کے بعد اس نے جواب دیا ''میں تمہاری ہدایت کے مطابق کوچ سے اتر تو جاؤں گی لیکن اس قافلے کے ہمراہ کسی اسٹوپا وغیرہ کی طرف نہیں جاؤں گی بلکہ کاشانوک کو تمہارے پروگرام سے آگاہ کرنے کے بعد میں کوچ کے قریب ہی کسی آڑ میں کھڑی ہوجاؤں گی' پھر تم جیسے ہی حرکت میں آؤ گے' میں تمہیں جوائن کرلوں گی۔''

اس کی تجویز خاصی صحت مند اور میرے لیے قابلِ قبول تھی۔ میں نے اس کے مشورے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا

''کاشانوک نے' بہت چھانٹ کر تمہارا نام رکھا ہے!''

''کیا مطلب؟'' وہ متعجب انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے کہا ''اپنی کنسٹرکشن کے اعتبار سے تمہارا نام چینی زبان کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا' چینی زبان میں اس لفظ کے کیا معنی ہیں البتہ' ہماری قومی زبان اردو میں یہ لفظ بڑے رومانٹک معنی رکھتا ہے۔''

''کیا..... مثلاً کیا؟'' وہ گہری دلچسپی لیتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

''میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''من چوری..... یعنی من چوری کرنے والی!''

''اوہ!'' اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور بولی ''یو مین ہارٹ تھیف؟''

''یس' آئی مین اٹ!'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''آر یو سیریس ٹیفائی؟'' اس نے پوچھا۔

''آئی ایم سیٹیسفائی!''

میرے اس بے ساختہ جملے پر وہ قدرے جز بز ہوئی' پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

دوپہر کے وقت ہم سندری جل میں داخل ہوگئے۔ پُر ہیبت شان و شوکت کا حامل پہاڑ ہمارے پیشِ نظر ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم ماؤنٹ ایورسٹ کے قدموں میں کھیل رہے ہوں۔ ماؤنٹ ایورسٹ نامی دنیا کا یہ بلند ترین پہاڑ نیپال اور تبت کی سرحد پر واقع ہے اور دونوں ہی ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔

سندری جل کی وجۂ شہرت وہاں پائے جانے والے خوب صورت آبشار ہیں جو اپنے دلکش اور محظوظ کن نظاروں کے ساتھ دیکھنے والوں کو لبھاتے ہیں۔ پکنک کے لیے یہ ایک عمدہ مقام ہے۔ خاص طور پر' مون سون کے فوراً بعد تو اس وادی کی دلکشی اور حسن میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ آبشاروں کی اسی خوب صورتی کے باعث اس وادی کا نام سندری جل رکھا گیا ہے۔

ہماری کوچ ایک بدھ اسٹوپا کے قریب رکی تو ہم نے پروگرام پر عمل شروع کردیا۔

کاشانوک اور تھاچو دروازے کے قریب والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ ہم سے پہلے باہر نکلے۔ میں نے ٹانگیں سیکڑ کر لی یان کو راستہ دیا اور خود کھڑکی سے لگ کر بیٹھ گیا۔ انداز ایسا ہی تھا کہ میں بھی کوچ سے نیچے اتروں گا لیکن نہایت ہی اطمینان کے ساتھ۔ کاشانوک اور تھاچو کے بعد وہ بدھ بھکشو اور اس کی ساتھی بھی کوچ کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ لی یان ان کے پیچھے

تھی۔ میں نے دانستہ کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کردیا تاکہ اگر بھکشو سے نظر مل جائے تو وہ دیکھ کر چونک اٹھے۔ میں اسے صورت سے پہچانتا تھا۔

بدھ بھکشو کا یہ روپہ قدم قدم پر مجھے حیرت میں ڈال رہا تھا۔ اس نے لی یان پر بھی کوئی دھیان نہ دیا اور کاشانوک وغیرہ کے بعد کوچ سے اتر گیا اور اس وقت تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب باہر جانے کے بعد وہ اپنی ساتھی کے ہمراہ انتہائی لاتعلقی اور بے پروائی سے ایک سمت کو چل پڑا۔ یہ سمت اسٹوپا والی نہیں تھی!

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن سے یہ سوال بھی گزرا کہ میں خوامخواہ کیوں اس کی طرف سے شک بلکہ وہم میں مبتلا ہورہا ہوں؟ یہ بھی تو ممکن ہے' وہ کبھی بھی میرے تعاقب میں نہ رہا ہو!

لیکن اگلے ہی لمحے میں نے اس خیال کو رد کردیا۔ میں اس بھکشو کے حوالے سے کسی شک یا وہم میں مبتلا نہیں تھا۔ میری چھٹی حس نے کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا اور مذکورہ حس بار بار مجھے وارن کررہی تھی کہ وہ بھکشو میرے خلاف کسی مشن میں مصروف ہے۔ میں چھٹی حس کی اس وارننگ کو نظرانداز کرکے کوئی نقصان نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ یہ میرے لیے ایک عطیۂ خداوندی تھا جس کی وجہ سے میں نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا تھا۔

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کاشانوک اور لی یان آپس میں کھسر پھسر کررہے تھے پھر کاشانوک' تھاچو کے قافلے کے ساتھ بدھ اسٹوپا کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا' لی یان اسے اپنی بات سمجھانے میں کامیاب رہی تھی۔ لی یان نے میری سمت نگاہ اٹھا کر دیکھا تو میں بڑی سرعت کے ساتھ سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اب مزید کوچ کے اندر بیٹھے رہنا میرے لیے بیکار تھا۔ میں نے جس بدھ بھکشو کو اپنا ٹارگٹ بنایا ہوا تھا' وہ اپنی ساتھی کے ہمراہ نیچے تلے قدموں سے ایک جانب بڑھ رہا تھا۔ جب میں کوچ سے نیچے اترا تو اس وقت بھی تین چار مسافر اندر موجود تھے۔ میں نہیں جانتا تھا' میرے بعد وہ بھی اتر جائیں گے یا کوچ ہی میں بیٹھے رہیں گے۔ اس کوچ میں ستر سے اسّی فیصد تک بدھ یاتری سوار تھے' باقی روزمرہ کے عام مسافر تھے۔ ایک دو مسافر پیچھے بدھا نکا نتھا میں بھی اترے تھے اور ان کی جگہ' وہاں سے سوار ہونے والے نئے مسافروں نے لے لی تھی۔ یہ تو سفر کا ایک مروج اصول ہے۔ سواری وہی رہتی ہے اور مسافر بدلتے رہتے ہیں!

میں کوچ سے باہر آنے کے بعد تیزی سے لی یان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ مجھ سے پہلے ہی میرے ٹارگٹ کی جانب قدم اٹھا چکی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''وچ..... چینگ! مجھے تو لگتا ہے' تمہیں کوئی دھوکا ہوا ہے۔ میں سمجھ نہیں پارہی کہ اگر یہ بھکشو واقعی ہمارے تعاقب میں ہے تو پھر ہم سے اتنا لاتعلق کیوں دکھائی دیتا ہے۔ ہماری نگرانی کے لیے تو اسے ہمارے آس پاس رہنا چاہیے مگر وہ ہمیں نظرانداز کرکے کیوں جارہا ہے؟''

میں نے اس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''بظاہر تو مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہورہا ہے لیکن میں اپنے اندر کی آواز کو غلط نہیں سمجھ سکتا!''

''اندر کی آواز؟'' اس کے استفسار میں بے پناہ حیرت شامل تھی۔

میں نے بدستور آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا ''میری چھٹی حس چیخ چیخ کر مجھے بتا رہی ہے کہ یہ شخص ہمارے خلاف کسی سازش میں ملوث ہے۔''

''اگر یہ کسی سازش میں ملوث ہے تو پھر ادھر پہاڑیوں میں کیا لینے جارہا ہے؟'' لی یان نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اچٹتی سی نگاہ انداز میں کہا ''ہم تو ادھر ہیں!''

وہ منطقی طور پر بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی لیکن میں اپنے محسوسات سے مجبور تھا' سرسری انداز میں' میں نے اس سے کہا ''آؤ' چل کر دیکھتے ہیں' وہ اس طرف کیوں جارہا ہے!''

اس کے ساتھ ہی ہم نے اپنی رفتار میں اضافہ کردیا۔ اس بات پر مجھے بھی حیرت تھی کہ وہ بدھ بھکشو آبادی سے منہ موڑ کر' اپنی ساتھی کے ہمراہ ان ویران پہاڑیوں کی طرف کیوں جارہا تھا۔ اس کا انداز قدم قدم پر شک میں ڈالنے والا تھا۔ ویسے اس کی تازہ ترین حرکت میرے لیے خاصے اطمینان کا باعث تھی۔ وہ جس سمت بڑھ رہا تھا' ادھر خاموشی اور ویرانی تھی۔ گویا اس سے نمٹنے میں مجھے کسی بیرونی مداخلت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ میں ایسی ہی کسی سچویشن کی خواہش کررہا تھا۔

ہماری تیزی سے بڑھتی ہوئی رفتار نے شاید اسے چوکنا کردیا تھا۔ تعاقب کو محسوس کرتے ہوئے اس نے یکا یک پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ مجھ سے آنکھیں چار ہوئیں تو وہ ٹھٹکا پھر اگلے ہی لمحے وہ آندھی طوفان کی رفتار سے پہاڑیوں کی سمت دوڑتا چلا گیا۔

میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ''منچوری! میری بات کا یقین آیا کہ نہیں؟''

''چینگ! ہمیں فوری طور پر ان کا پیچھا کرنا چاہیے۔'' وہ تشویشناک لہجے میں بولی۔

''ان کا نہیں' صرف اس کا!'' میں نے گمبھیر انداز میں کہا۔ ''تم اس عورت کو سنبھالو' میں اس بھکشو کی خبر لیتا ہوں۔'' بات ختم

کرتے ہی میں نے بھی اس بھکشو کے پیچھے دوڑ لگادی۔

فرار ہوتے وقت اس بدھ بھکشو نے ایک عجیب حرکت یہ کی کہ اپنی ساتھی کو یکسر فراموش کردیا اور خود اکیلا ہی پہاڑیوں کی سمت دوڑ پڑا۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن ردِعمل اس کی ساتھی نے پیش کیا کہ وہ وہیں کھڑی ہوکر ہکا بکا بدھ بھکشو کو پہاڑیوں کی جانب جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ ان دونوں کے متضاد رویوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ ''ساتھی'' بہرحال نہیں تھے۔ اگر ساتھی ہوتے تو مشکل وقت میں ساتھ کیوں چھوڑ جاتے!

میں جب بھکشو سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر پہنچا تو وہ ایک پہاڑی چٹان کے پیچھے غائب ہوگیا۔ میں نے قدم نہیں روکے اور اس کے تعاقب میں لپک گیا پھر جیسے ہی میں اس چٹان کے پیچھے پہنچا' مجھے ایک زوردار دھکا لگا۔ یہ اسی مفرور بدھ بھکشو کی کارستانی تھی۔

میرے قدم لڑکھڑائے لیکن اگلے ہی لمحے میں سنبھل گیا۔ اس وقت تک وہ دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے پُرتول چکا تھا مگر اب میں اس کا دھکا کھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ جیسے ہی مجھ پر جھپٹا' میں نے کمر کی ٹوئسٹ کے بل پر اسے جھکائی دی اور دونوں ہاتھ اس کی پسلیوں میں ڈال دیئے۔

وہ تقریباً میرے اوپر لد سا گیا تھا۔ میں نے اس کے جسم کو ایک جھٹکے دار پُش دیا اور تھرو کے سے انداز میں اپنے اوپر سے عقبی سمت پھینک دیا۔ وہ اندھے راکٹ کے مانند پرواز کرتے ہوئے ایک پتھریلی چٹان سے ٹکرایا۔ میں فوراً اس کی جانب پلٹ گیا۔ مجھے کم وقت میں زیادہ کام نمٹانا تھا۔

چٹان سے تصادم نے اسے حلق کے بل چیخنے پر مجبور کردیا۔ اس کی حرکات نے اب ثابت کردیا تھا کہ وہ ہمارے خلاف کسی گہری سازش کا ایک کردار بنا ہوا تھا ورنہ اگر اس کے ہاتھ پاؤں صاف ہوتے تو وہ مجھے دیکھ کر اس طرح راہِ فرار اختیار نہ کرتا۔ وہ جس بھی چکر میں تھا اس کو اُلٹوانا اب میرے ذمے تھا۔

وہ کراہتا ہوا اٹھا اور چوکنا نظر سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی نگاہ میں فرار کی خواہش کو واضح طور پر محسوس کرلیا۔ اس کے عقب میں وہی پتھریلی چٹان تھی' میں نے تھرو مار کر اسے جس پر پھینکا تھا۔ فرار ہونے کے لیے اسے ہر حال میں مجھے راہ سے ہٹانا تھا اور میں اس کی راہ میں' ماؤنٹ ایورسٹ کے مانند قدم جمائے کھڑا تھا۔ اس نے ''نہ پائے رفتن' نہ جائے ماندن'' ایسی صورتِ حال دیکھی تو فوراً اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر ایک خنجر برآمد کرلیا' پھر وہ خنجر بدست مجھ پر حملہ آور ہوا۔

میں نے یہ تو محسوس کرلیا تھا کہ مارشل آرٹس سے اسے دور کی نسبت بھی نہیں تھی۔ وہ دیسی دنگا فساد والے اسٹائل میں مجھ سے نبرد آزما تھا۔ میں نے بھی سیلف ڈیفنس کی ٹیکنیکس پر ہی اکتفا کیا۔ اس کا خنجر والا ہاتھ جیسے ہی میرے چہرے کے قریب پہنچا' میں نے فرنٹ فٹ پر تیزی سے حرکت کی اور مڈل آؤٹر بلاک سے وار روک لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بلاک کے لیے آگے بڑھنے والے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں سونگ کیا جس کے نتیجے میں اس کا خنجر والا ہاتھ میری بغل کی گرفت میں آ گیا۔ یہ ایک طرح کا خطرناک لاک تھا۔ اس کا بازو کہنی والے جوڑ سے آہنی شکنجے میں کس گیا۔

میں نے گرفت میں آئے ہوئے اس کے بازو کو جوڑ پر سے ایک خطرناک عمودی جھٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ہڈی ٹوٹنے کی مخصوص کڑاکے دار آواز پیدا ہوئی' دوسرے ہی لمحے وہ کسی ذبح کیے ہوئے جانور کے مانند بلبلانے لگا۔ کہنی پر سے جوڑ کی ہڈی تڑخ گئی تھی۔ میں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے چہرے پر لگاتار کئی خوفناک پنچ رسید کردیئے' پھر میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔

خنجر اس کے ''مردہ'' ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور وہ ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے پیچھے کو جانے لگا۔ میں نے اس ''سفر'' میں اس کی مدد کی اور ایک خطرناک سائیڈ کک اس کے پیٹ میں جڑ دی۔ وہ توپ میں سے نکلے ہوئے گولے کے مانند ایک مرتبہ پھر اسی چٹان سے جا ٹکرایا۔

اسی لمحے پہاڑی کی دوسری سمت مجھے اٹھ پنچ کی مخصوص آواز سنائی دی۔ میں سمجھ گیا' ادھر لی یان نے محاذ سنبھال لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا' اس بھکشو کی ساتھی عورت نے بھی لی یان پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ دوسری جانب میں انہی دو کو چھوڑ آیا تھا۔ پہاڑی کا وہ حصہ ادھر سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں اپنے شکار کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اس بدھ بھکشو کا چہرہ لہولہان ہورہا تھا۔ میرے طوفانی پنچ نے چہرے کی کھال کو ادھیڑ رکھ دیا تھا۔ رہی سہی کسر چٹان سے بار بار ٹکراؤ نے پوری کردی تھی۔ کہنی سے ٹوٹا ہوا بازو کسی مردہ ترکی کے مانند ہوا میں جھول رہا تھا۔ اس کی زبان کھلوانے کے لیے اسے زیادہ سے زیادہ دہشت میں مبتلا کرنا ضروری تھا لہٰذا میں اس کے پاس چلا گیا۔

وہ اس وقت سنبھلنے کی کوشش لاحاصل میں مصروف تھا۔ میں نے اس نے کوشش کو سولی چڑھا دیا۔ میں نے اس کے گریبان کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑا اور اس کے پیٹ میں گھٹنوں کی ٹھوکروں کی یلغار کردی۔ اس کا دہانہ خون اگلنے لگا۔ میرے دائیں بائیں گھٹنوں کی مہلک ضربات نے اس کے گردوں' معدے' آنتوں اور مثانے کی خوب ''عیادت'' کی۔ یہ حملے اتنے

مربوط اور سریع تھے کہ اسے چیخنے یا چلانے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ آخر کار' میں نے اسے پتھریلی زمین پر چت گرا کر اس کے سینے پر پاؤں رکھ دیا اور خوں خوار لہجے میں پوچھا۔

''کون ہو تم؟''

''بھگوان کے لیے مجھے نہ مارو.....'' وہ خوف میں ڈوبی ہوئی' دہشت زدہ آواز میں منمنایا۔

اس کے منہ سے ادا ہونے والے الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔ میں اب تک اسے بدھ بھکشو سمجھ رہا تھا مگر وہ اس کڑے وقت میں لارڈ بدھا کے بجائے مجھے بھگوان کا واسطہ دے رہا تھا۔ وہ جس قسم کی صورتِ حال سے گزر رہا تھا' اس میں غلط بیانی کا امکان نہیں تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ ہندو تھا اور بدھ بھکشو کا بھیس بھر کر ہمارے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

میں نے اس کے سینے پر اپنے پاؤں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا ''اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کا صحیح صحیح جواب دینا۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ نقاہت بھرے انداز میں بولا ''پہلے میرے سینے پر سے اپنا پاؤں ہٹاؤ' پھر تم جو پوچھو گے' میں بتاؤں گا..... مجھے بولنے میں بہت دشواری محسوس ہورہی ہے۔''

ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے چکر دے کر وہاں سے فرار کی کوشش کرنا چاہتا ہو لیکن اس احساس کے باوجود بھی میں نے اس کی فرمائش پوری کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ اگر واقعی فرار کی کوشش کرتا تو اس کی ایسی کوشش کو میں پلک جھپکتے میں ناکام بنا دیتا۔

میں نے اس کے سینے پر سے اپنا پاؤں ہٹالیا اور قریب ہی زمین پر پڑے ہوئے اس کے خنجر کو اٹھالیا۔ اس کے بعد میں اس کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا اور خنجر کی دھار کو اس کی شہ رگ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا تم ہندو ہو؟''

اس نے آنکھوں کو اثباتی جنبش دی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''نارائن!'' وہ خوف زدہ انداز میں بولا۔ میں نے سوال کیا۔

''تم نے بدھ بھکشوؤں والا روپ کیوں دھار رکھا ہے اور ہمارے تعاقب میں کس مقصد سے لگے ہوئے تھے؟''

ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں ایسا تاثر ابھرا جیسے وہ دروغ گوئی کا ارادہ رکھتا ہو۔ میں نے خنجر والے ہاتھ پر دباؤ بڑھا دیا۔ نتیجے میں خنجر کی دھار زیرِ دام آئے ہوئے نارائن کی شہ رگ سے پُرجوش ''معانقہ'' کرنے لگی۔ اس کی آنکھیں وحشت بھرے انداز میں پھیلنے لگیں۔

میں نے خطرناک لہجے میں کہا ''تمہاری گردن کاٹ کر مجھے ذرا بھی افسوس نہیں ہوگا نارائن۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور میں محسوس کررہا ہوں' تم ابھی جینے کی خواہش رکھتے ہو۔ آج تمہاری جان صرف ایک ہی صورت بچ سکتی ہے اور وہ یہ کہ تم سچ بولو۔ بتاؤ' زندہ رہنا چاہتے ہو یا پھر تمہارے ہی خنجر سے تمہیں اس پہاڑی کی بھینٹ چڑھادوں!''

میرے لہجے میں حد سے زیادہ سنگینی اور قطعیت بھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے لہرانے لگے۔ موت کو سامنے دیکھ کر زندگی بہت حسین نظر آنے لگتی ہے اور انسان ہر قسم کی مصلحت اور تعاون پر تیار ہوجاتا ہے۔ نارائن کو بھی ایک سو ایک فیصد یقین ہوگیا تھا کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اس دوران میں پہاڑی کی دوسری جانب سے لی یان کی ہیلنگ اور حملوں کی آوازیں مسلسل ابھر رہی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا' وہ بھکشو عورت ابھی تک اس کے مقابلے پر ڈٹی ہوئی تھی۔ میں نارائن کی جانب متوجہ ہوگیا کیونکہ زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے اس جیسی درجنوں عورتوں سے نمٹنا بہ خوبی آتا تھا۔

''تت..... تم..... اس خنجر کو میری گردن پر سے ہٹادو۔'' وہ سراسیمہ انداز میں ہکلایا ''میں تمہیں سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتادوں گا۔''

''لیکن میں تمہیں صرف پانچ منٹ دوں گا۔'' میں نے اس کی فرمائش پوری کرتے ہوئے کہا ''تمہیں اسی وقت کے اندر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مجھے حقیقت سے آگاہ کرکے زندہ رہنے کا ارادہ ہے یا غلط بیانی کرکے حرام موت مرنا چاہتے ہو؟''

آئندہ پانچ منٹ میں نارائن نے مجھ سے بھرپور تعاون کیا اور میرے سوالات کے جواب میں صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے اس نے مجھے بتایا کہ وہ کسی شرما صاحب کے لیے کام کرتا تھا۔ شرما نے گزشتہ روز اسے ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے ارد گرد پر نگاہ رکھے اور اگر کوئی ایسا شخص دکھائی دے جس کا تازہ تازہ سر منڈا ہوا ہو تو وہ فوراً شرما کو اطلاع دے۔ آج صبح جب ہم بودھ ناتھ دیلی والے گھر سے نکلے تو ایک گلی میں نارائن مجھے دیکھ کر ہمارے تعاقب میں لگ گیا۔ اسے شک ہوا تھا کہ میرا سر تازہ تازہ مونڈا گیا ہے یعنی ایسا سر جس پر پہلے بال موجود رہے ہوں۔ بالوں والے سر کو اگر صاف کردیا جائے تو اس کی رنگت اور باقاعدگی سے مونڈے جانے والے سر کی رنگت میں بہت فرق ہوتا ہے اور یہ فرق نارائن نے نوٹ کرلیا تھا پھر ہوٹل میں مناسب روشنی میں میرے سر کو دیکھ کر اس نے اپنے اندازے کی تصدیق

کرلی اور فوراً شرما کو ہمارے بارے میں اطلاع دے دی۔ شرما نے اسے مزید ہدایت کی کہ وہ ہمارا پیچھا پکڑ لے۔ نارائن نے اپنے تعلقات اور بدھی استعمال کر کے یہ معلوم کرلیا کہ ہم تینوں بدھ بھکشوؤں کے ایک قافلے کے ساتھ کھٹمنڈو سے باہر جارہے ہیں۔ کوچ کے اسٹینڈ سے اسے ہماری منزل کا پتا بھی چل گیا۔ اس نے یہ معلومات شرما تک پہنچائیں تو اسے تازہ احکام ملے' ہمارے ساتھ ہی ''سوکس منی ایکسپریس'' میں سوار ہوجائے اور ہمیں چھیڑے بغیر وہ ہماری نگرانی کرتا رہے۔ بدھ بھکشوؤں والا روپ بھی اس نے شرما کی ہدایت پر ہی دھارا تھا۔ شرما نے اسے بتایا تھا کہ ایک نہایت ہی خطرناک مجرم بدھ بھکشوؤں کے قافلے میں شامل ہوکر کھٹمنڈو سے نکلنے کی کوشش کرے گا اور نارائن نے اس کی گرفتاری کے لیے سردھڑ کی بازی لگا ناتھی۔

نارائن کے انکشافات نے میرے اندر سنسنی سی دوڑا دی۔ یہ شرما کوئی بہت ہی چیتا چال باز قسم کا بندہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ راز صرف چار افراد تک محدود تھا کہ ہم آج صبح بھکشوؤں کے قافلے میں شامل ہوکر کھٹمنڈو سے نکلیں گے۔ میں' کاشانوک اور لی یان تو اس راز کو کسی اور سینے میں منتقل نہیں کر سکتے تھے۔ آجا کر میرا دھیان تھا چو کی طرف جارہا تھا۔ کہیں اس نے ہمارے خلاف مخبری تو نہیں کردی تھی؟

تھا چو یعنی اس قافلے کا راہ نما کاشانوک کی نظر میں انتہائی قابلِ اعتماد شخص تھا۔ اس نے ہمارے خلاف کوئی مذموم قدم اٹھایا تھا یا نہیں' اس بارے میں' فوری طور پر میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا تھا لیکن ایک بات کا مجھے یقین ہوگیا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ یہ شرما نامی شخص میرے دشمنوں سے ضرور تعلق رکھتا تھا اور یہ بڑی تشویش ناک صورتِ حال تھی۔ شرما اس وقت اس بات سے آگاہ تھا کہ ہم کھٹمنڈو سے کوداری کی طرف سفر کررہے ہیں..... گویا بی اور اس کے اشاروں پر ناچنے والے شیاطین میرے فرار سے واقفیت حاصل کرچکے تھے۔

مجھے اپنے وجود میں بے پناہ اضطراب پھیلتا ہوا محسوس ہوا۔ یہ تو منزل پر پہنچ کر منزل کا نشان کھودینے والی صورتِ حال ہوگئی تھی۔ میں نے نارائن سے پوچھا'' تمہارے ساتھ وہ بھکشو عورت کون ہے؟''

''اس کا میرے مشن سے کوئی تعلق نہیں۔'' اس نے نحیف سی آواز میں بتایا'' اس سے میری ملاقات ادھر کھٹمنڈو میں کوچ کے اسٹینڈ پر ہوئی تھی۔ پھر ہمارے درمیان دوستی ہوگئی۔ بدھانلکا نتھا تک پہنچتے پہنچتے یہ دوستی بہت گہری ہوگئی۔ اس کا نام شنگی ہے۔ یہ سندری جل کی رہنے والی ہے۔ اسے تو یہاں اترنا ہی تھا لیکن میں نے بھی یہیں رکنے کے لیے ایک چکر چلا دیا اور اس میں کامیاب بھی رہا مگر تم نے بیچ میں کود کر سب کچھ خراب کردیا ہے۔''

اس کی بات نے مجھے الجھا دیا۔ میں نے پوچھا'' تم تو کسی شرما کے حکم پر ہماری نگرانی کرتے ہوئے کوداری تک جانے والے تھے پھر شنگی کی خاطر یہاں رکنے کا فیصلہ کیسے کرلیا؟''

''یہی تو بتا رہا ہوں' میں نے اپنے باس شرما کو ایک چکر دیا ہے۔'' نارائن نے خجالت آمیز نظر سے مجھے دیکھا'' شنگی کی دوستی نے مجھے اپنے فرض سے غافل کردیا تھا' شاید مجھے اسی کی سزا مل رہی ہے۔ جب باس کو میری اس حرکت کا پتا چلے گا تو وہ میری کھال اتار کر پورے بدن پر مرچوں کا لیپ کردے گا۔''

''شرما تو بعد میں تمہارے ساتھ کچھ اچھا برا کرے گا۔'' میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا'' میں ابھی تمہارا جوشر کرنے والا ہوں اس کے تصور ہی سے تمہاری روح فنا ہوجائے گی۔''

''تت..... تم نے مجھے زندہ..... چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے.....!'' وہ کسی بھکاری کے مانند گھگیایا۔

''تمہیں زندگی کی بھیک مانگتے دیکھ کر محسوس ہورہا ہے کہ تم واقعی کوئی بھکشو ہو مگر تم بدھ بھکشو نہیں بلکہ ہندو بھکاری ہو۔'' ایک لمحے کو رک کر میں نے زہریلے لہجے میں اس سے پوچھا۔

''بتاؤ' تم نے اپنے باس شرما سے کون سا جھوٹ بولا ہے؟''

میں شرما کے بارے میں نارائن کو اس لیے بھی کریدرہا تھا تاکہ یہ جاننے کی کوشش کرسکوں کہ اس کے ڈانڈے میرے دشمنوں سے کس طور ملے ہوئے ہیں۔ یہ شرما ایک نئے فتنے کے روپ میں میرے سامنے ابھر رہا تھا۔ مجھ میں اس کی دلچسپی تو یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ بھی میرے دشمنوں کا رشتے دار ہے!

نارائن نے بتایا'' میں نے بدھانلکا نتھا میں شرما سے رابطہ کرکے اسے بتایا ہے کہ مجھے شک ہے' میں تم لوگوں کی نظروں میں آگیا ہوں۔ میں نے شرما سے یہ جھوٹ بھی بولا کہ اس وقت میں بدھانلکا نتھا اور سندری جل کے درمیان سفر کررہا ہوں۔ شرما نے مجھے حکم دیا کہ میں سندری جل میں کوچ سے اتر جاؤں۔ وہاں سے دو نئے افراد تم لوگوں کے تعاقب میں لگ جائیں گے اور اسی کوچ میں سفر کرتے ہوئے کوداری تک پہنچیں گے۔ میں نے جھوٹ بول کر سندری جل میں رکنے کا جواز تو پیدا کرلیا تھا مگر تم نے بازی ہی پلٹ دی۔''

''تم شنگی کے ساتھ ان ویران پہاڑیوں کی طرف کیا کرنے آرہے تھے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ترش لہجے میں پوچھا'' کیا اس نئی نویلی دوستی کو ایک ہی ملاقات میں نچوڑنے کا ارادہ تھا؟''

وہ میرے الفاظ میں چھپی ہوئی تلخ حقیقت تک پہنچ گیا۔ جواب دینے کے بجائے اس نے ندامت سے نظر جھکائی۔ میرے پاس وقت بہت کم تھا لہٰذا اس کے ''عزائم'' کے قصے کو گول کرتے ہوئے میں نے نہایت ہی اہم سوال کیا۔

''سندری جل سے تمہارے کون سے دو آدمی کوچ میں سوار ہوں گے؟''

''میں ان سے واقف نہیں ہوں۔'' اس نے جواب دیا'' شرما کو میں نے تم تینوں کے حلیوں اور وضع قطع کے بارے میں تفصیلاً بتادیا ہے۔ یہ معلومات ان دو افراد تک پہنچا دی گئی ہیں۔ عین ممکن ہے وہ اس وقت کوچ میں بیٹھے تم لوگوں کا انتظار کررہے ہوں۔ ان دونوں افراد کا تعلق سندری جل ہی سے ہے۔''

''اوہ!'' میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ایک پورا نیٹ ورک ہمارے خلاف متحرک ہوچکا تھا۔ میں نے نارائن سے دریافت کیا'' تم اپنے باس شرما سے کس طرح رابطہ کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی موبائل فون وغیرہ موجود ہے؟''

میں نے اس سے جاں بخشی کا وعدہ کیا تھا اور ان لمحات میں وہ ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتا تھا لہٰذا وہ چپ چاپ شرافت سے تعاون کرتا چلا گیا۔ اس نے اپنے لباس میں ہاتھ گھمایا اور ایک موبائل فون نکال کر میری جانب بڑھا دیا۔

میں نے وہ سیل اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پھنکار سے مشابہ لہجے میں کہا'' ہمارے ساتھ تو تم نے جو کیا سو کیا مگر اپنے باس شرما سے تم نے کھلی غداری کی ہے اور تم جانتے ہو' غدار کی سزا کیا ہوتی ہے؟''

''مم..... مگر تم نے مجھے چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے.....!'' اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی۔

میں نے اس کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا'' میں اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گا' تمہیں جان سے نہیں ماروں گا لیکن اس نئے دشمن شرما کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس نے مجھ سے نئی نئی دشمنی کی ہے اور اس دشمنی کے پہلے ہی راؤنڈ میں اس نے اچھے خاصے پوائنٹ حاصل کرلیے ہیں۔ پتا نہیں وہ تمہیں کوئی سزا دے پائے گا یا نہیں' سوچتا ہوں کہ میں ہی اس کا تھوڑا ہاتھ بٹادوں!''

''تت..... تم..... کیا کرنا چاہتے ہو.....؟'' وہ وحشت زدہ انداز میں ہکلایا۔

میں نے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے سفاکی سے کہا'' دیکھتے جاؤ میں کچھ چھپا کر تھوڑی کررہا ہوں!''

پھر میں نے دو منٹ کے اندر اس کا بالائی لباس کھینچ کر جسم سے الگ کرلیا۔ وہ ہکا بکا میری ظالمانہ کارروائی کو دیکھتا رہا۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں پھٹی جارہی تھیں۔ میں نے ہاتھ آئی ہوئی ایک چادر کو خنجر کی مدد سے لمبائی کے رخ دو حصوں میں تقسیم کیا اور ان دو حصوں کا بہ محل استعمال کرنے لگا۔

نارائن کے ''نہ نہ'' کرتے ہوئے میں نے ایک کپڑے سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر لے جاکر خوب کس کے باندھ دیے۔ دوسرے کپڑے میں سے ایک مربع پارچہ الگ کیا اور باقی ماندہ مستطیل پارچے سے اس کی دونوں ٹانگیں' ٹخنوں پر سے باندھ دیں۔ وہ پوچھتا ہی رہ گیا کہ میں اس کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیوں کررہا ہوں۔ دشمنوں کی پے در پے کمینی حرکتوں نے مجھے واقعی وحشی بنادیا تھا۔ ایک وحشی سے یہ پوچھنا کتنی فضول بات ہے کہ وہ وحشیانہ رویے کا مظاہرہ کیوں کررہا ہے!

میں نے ایسا فضول سوال کرنے والے واہیات نارائن کو گھسیٹ کر چٹان کی چوٹی پر پہنچایا۔ وہ پہلے ہی میرے ہاتھوں بڑی پُرتکلف ''تواضع'' کرا چکا تھا۔ پتھریلی زمین پر ''گھسیٹ کھینچ'' نے اس کی جسمانی اذیت میں لگ بھگ سولہ چاند لگا دیے۔ اس چٹان کی چوٹی پر پہنچنے کے لیے مجھے یہ مشکل پچیس فٹ تک اس کے لرزتے کانپتے وجود کو گھسیٹنا پڑا ہوگا لیکن چٹان کی دوسری طرف کم از کم دو سو فٹ گہری ڈھلوان تھی اور وہ بھی عمودی! اس ڈھلوان کے اختتام پر کوئی اندھی کھائی واقع تھی۔ اس گڑھے کو میں نے اندھی کھائی اس لیے کہا کہ مجھے اس کی تہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

میں نے مربع پارچے کا گولا سا بنا کر نارائن کے منہ میں ٹھونسا تاکہ وہ کسی قسم کی فریاد کی بکواس نہ کرسکے اس کے بعد میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سنگین لہجے میں کہا'' دیکھو! میں اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے تمہیں جان سے نہیں مار رہا ہوں' صرف تمہیں تمہارے بھگوان کے حوالے کررہا ہوں۔ اگر تمہاری زندگی ابھی باقی ہے تو تم بچ جاؤ گے اور اگر تمہاری سانسیں پوری ہوچکی ہیں تو کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ وش یو ویری ویری بیڈ لک نارائن!''

بات ختم کرتے ہی میں نے پاؤں کا ایک غصیلا ٹھڈا اس کی تشریف پر رسید کیا۔ وہ کسی بھاری پتھر کے مانند ٹاپ گیئر میں گہرے نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ میری نگاہ سے اوجھل ہوگیا۔ اس ''رویوشی'' کے تین سیکنڈ بعد میں نے اس کے کھائی کی تہ میں پہنچنے کی مخصوص آواز سنی۔ پھر میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے بڑے مطمئن انداز میں چٹان سے نیچے اتر آیا۔

بلندی سے پستی کی جانب کا سفر بڑا اذیت ناک ہوتا ہے۔

اس الٹی راہ کا مسافر بہت چیختا چلاتا ہے۔ نارائن نے بھی حلق پھاڑ کر واویلا مچانے کی کوشش کی ہوگی مگر میں نے اس کی گویائی پر جو ڈاٹ لگا دی تھی وہ اس بندش کے سامنے مجبور و بے بس ہو کر رہ گیا ہوگا۔ اس کی آواز کہیں سے ابھری اور نہ ہی کہیں سنائی دی۔

میں نے چٹان کی اس سمت قدم بڑھا دیے جدھر لی یان اس بدھ بھکشو عورت سے نبرد آزما تھی۔ چند قدم چلنے کے بعد مجھے لی یان کی صورت دکھائی دی۔ وہ میری ہی طرف آ رہی تھی مجھے اکیلا دیکھ کر حیرت بھرے انداز میں مستفسر ہوئی۔

''کیا وہ بھکشو ایک مرتبہ پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا؟''

میں نے کہا ''ہاں..... لیکن ہو سکتا ہے یہ فرار اس کی زندگی کا آخری فرار ثابت ہو!''

وہ میرے لہجے سے نپکتی سنگینی سے سمجھ گئی کہ میں نے اس بھکشو کو کسی اور ہی دنیا کا ویزا دلایا ہے۔ اس نے سرسری انداز میں کہا ''اس طرف میں نے بھی بھکشو کے ایک ساتھی کو لمبا لٹا دیا ہے۔''

''بھکشو کے ساتھی کو!'' اس کی بات سن کر میں چونک اٹھا ''مگر تم کو تو میں نے بھکشو عورت کے پاس چھوڑا تھا؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی ''وہ تو کوئی بہت ہی بے چاری عورت ہے' ادھر بیٹھی رو رہی ہے۔ میں جس شخص کی بات کر رہی ہوں وہ تو اچانک ہی عقب سے نمودار ہو کر مجھ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔''

میرا دھیان فوراً شرما کے ان دو بندوں کی طرف چلا گیا جن کے بارے میں نارائن نے مجھے بتایا تھا۔ وہ دونوں سندری جل سے کوداری تک ہمارے ساتھ جانے والے تھے۔ ممکن ہے ان میں سے ایک نے ہمارا تعاقب کیا ہو اور دوسرا وہیں کوچ کے آس پاس ہماری واپسی کا منتظر ہو!

میں لی یان کے ساتھ چلتے ہوئے شنگی نامی اس بدھ راہبہ کے پاس آیا اور ڈانٹ سے مشابہ لہجے میں اس سے کہا۔

''انسان اپنی فطری خواہشات اور جبلی تقاضوں... کو کچل کر بھی نارمل معاشرتی زندگی نہیں گزار سکتا۔ اگر نفس پر کنٹرول نہ ہو تو راہبانیت کی طرف نہیں آنا چاہیے۔''

وہ اٹھ کر میرے قدموں میں گر گئی' پھر زار و قطار روتے ہوئے بولی ''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہونے والی تھی۔ لارڈ بدھا مجھے معاف کرے!'' شاید وہ مجھے بھی کوئی مونک وغیرہ سمجھی تھی!

میں نے شانوں سے تھام کر اسے کھڑا کیا۔ کسی لمبے چوڑے لیکچر کا میرے پاس وقت نہیں تھا اس لیے مختصر اور دو ٹوک الفاظ میں اس سے کہا۔

''شنگی! میں جانتا ہوں تم سندری جل ہی کی رہنے والی ہو۔ اطمینان سے اپنے ٹھکانے پر چلی جاؤ اور جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ سمجھو کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ لارڈ بدھا تمہیں سکون دے گا۔''

پھر میں لی یان کا ہاتھ پکڑ کر واپس ہو لیا۔ وہ تازہ ترین حالات جاننے کے لیے خاصی متجسس تھی۔ میں نے نارائن سے جو سنسنی خیز معلومات حاصل کی تھیں' مختصر الفاظ میں وہ لی یان کے گوش گزار کر دیں۔ وہ گہری تشویش سے بولی۔

''میں نے جس شخص کو ادھر لمبا لٹایا ہے' ہو سکتا ہے کہ یہ انہی دو افراد میں سے ایک ہو۔''

''اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے' یہ ان دو کا کوئی تیسرا ساتھی ہو!''

''بہرحال ہمیں فوراً کاشانوک تک پہنچنا چاہیے۔''

ادھر لی یان کی بات ختم ہوئی ادھر میرے موبائل فون میں سائیلنٹ الرٹ کی مخصوص تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ میں نے اپنے لبادے میں سے سیل نکال کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف کاشانوک تھا۔

میرے ''ہیلو' کے جواب میں اس نے کہا۔

''تم دونوں کہاں رہ گئے۔ ہم ادھر کوچ میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں؟''

''بس ہم پہنچنے ہی والے ہیں۔'' میں نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

اس نے محتاط انداز میں پوچھا ''خیریت تو ہے نا چینگ؟''

''خیریت بالکل نہیں ہے کھام!'' میں نے واپسی کا سفر جاری رکھتے ہوئے کاشانوک کو اس کے اختیاری نام سے پکارا' پھر نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے سنگین صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

''اوہ!'' میں نے کاشانوک کی تشویش سے لبریز مختصر سی آواز سنی۔

میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی ''مجھے تھا چو پر شک ہے کھام!''

''تم سراسر غلط انداز میں سوچ رہے ہو!'' وہ قطعیت سے بولا۔

میں نے پوچھا ''کیا تم کوچ پر سوار ہو چکے ہو یا باہر ہی کہیں کھڑے ہو؟''

''میں کوچ سے باہر..... کھڑا تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے پوچھا ''کیا تم کھٹمنڈو میں رہنے والے کسی باس ٹائپ مسٹر شرما کو جانتے ہو؟'' پھر میں نے جلدی سے اضافہ

کیا ''اس شخص کا نام زبان پر لائے بغیر جواب دینا کیوں کہ میں نے جن دو نئے متعافین کا ذکر کیا ہے وہ اسی شرما کے حکم کے غلام بن کر سندری جل سے کوداری تک ہمارے ساتھ جائیں گے۔ ممکن ہے' ان میں سے کوئی اس وقت تمہیں تاڑ رہا ہو اور تمہاری زبان سے شرما کا نام سن کر محتاط ہو جائے.....!''

''میں تمہاری بات کو اچھی طرح سمجھ رہا ہوں چینگ!'' اس نے کہا ''میرا جواب ''ہاں'' میں ہے۔ تم دونوں جلدی سے آ جاؤ۔ کوچ روانہ ہونے ہی والی ہے' ان متعافین سے بھی نمٹ لیتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی کاشانوک نے سیلولر رابطہ موقوف کر دیا۔ اس نے بڑے واضح انداز میں مجھے اشارہ دے دیا تھا کہ وہ شرما کو بڑی اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے لی یان کو بھی کاشانوک کی معلومات کے بارے میں بتا دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کوچ تک پہنچ گئے۔

کاشانوک کوچ کے داخلی دروازے کے پاس ہی ہمارا منتظر تھا۔ ہم اس کے ساتھ ہی کوچ پر سوار ہو گئے۔ نارائن اور شنگی سندری جل میں اتر گئے تھے۔ ان کی سیٹ پر میں نے ایک کرخت صورت شخص کو بیٹھے پایا' وہ ہمارے آگے کوچ پر سوار ہوا تھا۔ اس نے تنقیدی نظر سے ہم تینوں کا جائزہ لیا اور بے چینی سے کھڑکی کے باہر نگاہ دوڑانے لگا۔ اس کی بے تاب نظر کسی خاص شے کو تلاش کر رہی تھی۔ جب نارمل انداز میں ہم اپنی متعلقہ سیٹوں پر بیٹھ چکے تو کوچ حرکت میں آ گئی۔ اسی وقت وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔

''گاڑی روکو..... ابھی میرا ساتھی نہیں آیا ہے!''

''تم تو یہیں سے کوچ میں سوار ہوئے ہو!'' ایک مسافر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تمہارا ساتھی کہاں سے آ گیا؟''

اس شخص پر نظر پڑتے ہی ہم تینوں یہ خوبی سمجھ گئے تھے کہ وہ ان دو افراد میں سے ایک ہے جو سندری جل سے کوداری تک ہمارے ساتھ جانے والے تھے۔ اسے اکیلے دیکھ کر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے جس ساتھی کا انتظار کر رہا تھا' وہ فوری طور لوٹ کر نہیں آ سکتا تھا' لی یان نے اسے ادھر پہاڑیوں میں الجھا دیا تھا۔

اس شخص نے بپھرے ہوئے لہجے میں' سوال کرنے والے سے کہا ''میں نے کوداری تک سفر کرنے کے لیے دو ٹکٹ خریدے ہیں۔ اگر میرا کوئی ساتھی نہیں تو کیا میں تمہیں پاگل نظر آتا ہو جو دو ٹکٹ خرید کر اکیلا سفر کروں گا؟''

کوچ کے ڈرائیور نے بریک لگا دیے اور اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ''بے شک تم نے مجھے سے دو ٹکٹ حاصل کیے ہیں لیکن تمہارا ساتھی کہیں دکھائی نہیں دے رہا!'' پھر اس نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں صرف پانچ منٹ تک یہاں رک سکتا ہوں۔ اس کے بعد اگر ہم یہاں سے روانہ نہ ہوئے تو پھر دن ڈھلنے سے پہلے کوداری نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں رات ہو جانے کے بعد اس خطرناک راستے پر ڈرائیونگ کا رسک ہرگز نہیں لے سکتا۔''

دوسرے مسافر بھی شور کرنے لگے کہ ایک مسافر کے لیے ان کی راہ کیوں کھوٹی کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے' کوئی بھی یہ رسک لینے کو تیار نہیں تھا کہ رات کی تاریکی میں سفر کرتے ہوئے وہ موت کے منہ میں چلا جائے! ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

''اگر تمہارا ساتھی نہیں پہنچا تو تم بھی نیچے اتر جاؤ۔ تم دونوں کسی اور بس سے آ جانا۔''

اس شخص نے خوں خوار نظر سے مشورہ دینے والے کو گھورا اور جیب سے موبائل فون نکال کر کسی سے رابطہ کرنے لگا۔ ڈرائیور چونکہ اسے پانچ منٹ کی مہلت دے چکا تھا' بدقسمتی الحال کوچ کے آگے بڑھنے کا امکان نہیں تھا۔ سب یہی سمجھے کہ وہ اپنے بچھڑے ہوئے ساتھی کو فون کر رہا ہے

ہم سب کی نگاہیں اسی پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس نے نمبر ملانے کے بعد دھیمی آواز میں ایک دو مرتبہ ''ہیلو' ہیلو..... ہیلو مکل آنند'' کے الفاظ دہرائے اور پھر رابطہ منقطع کر کے وہ موبائل کے کی پیڈ کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ جب اس نے کافی دیر تک سیل کو کان سے نہیں لگایا تو میں سمجھ گیا' اس نے کسی کو شارٹ میسیج کیا تھا۔ اس میسیج کے جواب میں اسے بھی پیغام موصول ہوا اور وہ سیل کو جیب میں رکھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔

''تم گاڑی آگے بڑھا سکتے ہو۔ میرے ساتھی نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے.....!''

اتنا کہہ کر وہ اطمینان کے ساتھ سیٹ پر پھیل کر بیٹھ گیا۔

کوچ دوبارہ حرکت میں آئی اور جیسے ہی وہ سندری جل کی حدود سے نکلی تو لی یان نے تشویش بھرے انداز میں سرگوشی کی ''کیا اس نے اپنے ساتھی ہی سے رابطہ کیا ہوگا؟''

''پہلے اس نے اپنے ساتھی مکل آنند کو فون کرنے کی کوشش کی تھی'' میں نے بھی دھیمی آواز میں جواب دیا ''لیکن مکل آنند کو تو تم نے بڑی گہری نیند سلا دیا ہے۔ مکل کی جانب سے مایوس ہونے کے بعد اس نے یقیناً اپنے باس مسٹر شرما کو میسیج کیا ہے اور وہاں سے نئی ہدایات پانے کے بعد ہی یہ شانت ہو کر بیٹھا ہے۔''

''کیا ہم کوداری تک اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں

گے؟'' اس کی تشویش میں اضافہ ہوگیا۔ میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں کو داری میں ہمارے ''استقبال'' کا خاطر خواہ بندوبست کردیا گیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ راستے ہی میں اس ''میزبان'' کی تھوڑی خاطر داری کردی جائے۔''

''تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟'' وہ میرے الفاظ کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے مستفسر ہوئی۔

میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھ بڑھا کر کاشانوک کے کندھے پر ''دستک'' دی۔ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا تو میں نے نگاہ کے اشارے سے اسے کچھ پوچھا۔ اس کی آنکھوں نے تائیدی جنبش کی۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔

میں اپنی سیٹ سے اٹھا اور اس شخص کے سامنے آکر تحکمانہ انداز میں کہا ''گیٹ اپ!''

وہ مجھے اپنے مقابل پاکر ایک لمحے کو ٹھٹکا پھر اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ نے بڑی سرعت سے حرکت کی۔ میرے حکم کی تعمیل کرنے کے بجائے وہ اپنی جیب کو ٹٹول رہا تھا۔ میں سمجھ گیا، وہ گن نکالنے والا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ جیب سے باہر آتا، میں نے اس کے چوڑے جبڑے پر ایک دھانسو قسم کا پنچ جڑ دیا۔

میرا خطرناک پنچ کھا کر وہ بوکھلا گیا اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے مجھے دھواں دھار مکہ مارنے کی کوشش کی۔ میں پہلے سے اس کے ردِعمل کے لیے تیار کھڑا تھا۔ میں نے اس کے اچھلتے ہوئے سر پر یک بہ یک دوطرفہ چوپ رسید کردیے۔ میرے کھلے ہاتھوں کی خطرناک ضربات نے اس کی کن پٹیوں کا مزاج پوچھ لیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے سیٹ پر ڈھیر ہوگیا۔

ڈرائیور نے اسی لمحے کوچ روک دی۔ ہم سندری جل سے کافی آگے نکل آئے تھے اور کوچ جس مقام پر ٹھہری تھی، وہاں سے چاروں جانب تاحدِ نگاہ پہاڑ ہی پہاڑ دکھائی دیتے تھے۔ اس کوچ کے مسافروں میں بدھ بھکشوؤں کی اکثریت تھی اور وہ سب میری اس جرأتِ رندانہ پر انگشت بہ دنداں تھے۔

بدھ مت کے پیروکار ایک چیونٹی کو مارنا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ ان کی حیرت اور تشویش کا سبب یہ تھا کہ میں اس وقت ایک بدھ بھکشو کے روپ میں ان کا ہم سفر تھا!

وہ سب سہمی ہوئی نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی بے حس و حرکت پڑے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ اس وحشت ناک منظر نے ان پر سناٹا طاری کردیا تھا۔ میں انہیں نظر انداز کرکے اپنے دشمن کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں نے فوری طور پر یہی فیصلہ کیا تھا کہ اسے کوچ سے باہر پھینک کر ہم آگے بڑھ جائیں گے۔

میں نے اس شخص کا جائزہ لیا تو اس کی کیفیت کو خاصا تشویش ناک پایا۔ جبڑے پر پڑنے والے میرے طوفانی پنچ نے اس کے دہانے کو مکمل طور پر رنگین بنا دیا تھا اور کن پٹیوں کا مزاج پوچھنے والے چوپس نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ ہاتھ کیا، مجھ پر انگلی بھی اٹھا سکے۔

میں نے اپنے ارادے پر عمل کرنے کے لیے اس کی جانب ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ اس کے لباس میں کہیں موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ٹٹول کر وہ موبائل دریافت کرلیا پھر ''یس'' کا بٹن پریس کرنے کے بعد اسے کان سے لگالیا۔

دوسری طرف سے بولنے والے نے تحکمانہ لہجے میں کہا ''سوریا! تم ٹھیک دس منٹ کے بعد گاڑی کور کوا دینا۔ ہم پہنچ رہے ہیں!''

اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہوگیا۔ حکم دینے والے نے سوریا نامی اس شخص کی زبان سے ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کیا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا، وہ اس کا باس شرما ہوگا۔ میرے پاس عمل کرنے کے لیے بہت کم وقت تھا۔ آیندہ دو منٹ میں، میں نے کاشانوک کی مدد سے سوریا کو کھینچ کر کوچ سے باہر پھینک دیا پھر دروازہ بند کرتے ہوئے چیخ کر ڈرائیور سے کہا۔

''گاڑی کو آگے بڑھاؤ.....فوراً!''

ڈرائیور نے میرے احکام کی تعمیل میں کوچ کو آگے بڑھا دیا۔

میں واپس آکر اپنی سیٹ پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک مخصوص آواز سن کر چونک اٹھا۔ میری طرح لی یان اور کاشانوک نے بھی وہ آواز سماعت کرلی تھی اور وہ بھی کوچ کی کھڑکیوں سے باہر نظریں دوڑا رہے تھے۔ ہم سب کی نگاہوں کا ٹارگٹ نیلا جاودانی آسمان تھا کیونکہ وہ مخصوص آواز اسی سمت سے آرہی تھی۔ پھر وہ آواز بتدریج تیز ہوتی چلی گئی۔

ہم تینوں نے بہ یک وقت سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ہمارے ذہنوں میں اس وقت ایک ہی سوچ تھی۔ وہ مخصوص آواز کسی ہیلی کاپٹر کی تھی جو لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھی۔ اگلے ہی لمحے ہم نے دھلی دھلائی فضا میں ایک سیاہ نقطے کو نمودار ہوتے دیکھا جو آناً فاناً..... اپنا سائز بڑھاتا چلا گیا۔ اس سیاہ دھبے نے چند سیکنڈ میں ہیلی کاپٹر کی شکل اختیار کرلی۔

دیکھتے ہی دیکھتے، وہ دشمن ہیلی کاپٹر ہمارے سر پر پہنچ گیا!

وہ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے۔ وقت کی ایک نامہربان کروٹ نے ہمیں موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا۔ بس ایک بے رحم تھپیڑے کی کسر باقی تھی، اس کے بعد ہم ڈیتھ ویلی میں پڑے نظر آتے۔ ہمارے سروں پر منڈلانے والا سیاہ ہیلی کاپٹر بڑے خطرناک موڈ میں دکھائی دیتا تھا۔ اس ہوائی رتھ پر سوار ہو کر آنے والے موت کے بیوپاری تھے۔ اور خاص طور پر ہمارے لیے وہاں پہنچے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی جاں لیوا کارروائی کا آغاز کر کے ہمیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتے، میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کوچ کے دروازے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے میں نے چیخ کر کہا۔

''کاشانوک، لی یان..... کم آن، ہری اپ..... تو ٹیک تو ٹیک!''

وہ ایسی صورتِ حال نہیں تھی کہ میں مصلحت کے تقاضے نبھاتے ہوئے انہیں اختیاری ناموں سے پکارتا۔ ہم نے جن سے چھپنے کے لیے وہ نام اپنائے تھے، ہماری روپوشی ان کے سامنے کھل چکی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں ڈرائیور پر چلایا ''گاڑی کو فوراً روک دو!''

میں نے تھوڑی دیر پہلے جس قسم کے ردِ عمل کا مظاہرہ کر کے سوریا کو ناک آؤٹ کیا تھا، وہ تمام مسافروں کے دلوں میں میری دہشت بٹھانے کے لیے کافی تھا۔ خاص طور پر کوچ کا ڈرائیور مجھ سے کچھ زیادہ ہی ''متاثر'' دکھائی دیتا تھا جیسے اس نے پہلے، میرے حکم پر کوچ کو فوراً آگے بڑھا دیا تھا، بالکل ایسے ہی اس نے اس بار بھی میرے حکم کی تعمیل کر دی۔ اگلے ہی لمحے سوئس منی ایکسپریس سڑک کے کنارے رک گئی۔

اس دوران میں ہیلی کاپٹر ہم سے سو گز آگے اس مشکل اور دشوار گزار سڑک پر لینڈ کر چکا تھا۔ اس محفوظ لینڈنگ سے پائلٹ کی مہارت کا پتا چلتا تھا..... میں جانتا تھا، اس ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر کتنے لوگ ہم پر ہلہ بولنے آئے ہیں۔ البتہ، یہ بات یقینی تھی کہ وہ فوری طور پر کوئی خوں ریز کارروائی نہیں کریں گے۔ میرے اس یقین کی ٹھوس وجوہات تھیں۔ میں نے سوریا کے سیل پر اس کے باس کے احکام کو خود سنا تھا۔ سوریا کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ٹھیک دس منٹ بعد کوچ رکوا دے اور اب وہ کوچ سڑک کے کنارے رک چکی تھی، یہ الگ بات کہ کوچ کو سوریا نے نہیں بلکہ میں نے رکوایا تھا لہٰذا زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ ہیلی کاپٹر والے یہی سمجھیں گے، سوریا ایکشن میں آ چکا ہے۔ وہ سوریا سے رابطہ کیے بغیر کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ اگر مجھے فوری طور پر موت کے گھاٹ اتارنے کا منصوبہ ہوتا تو وہیں کھٹمنڈو میں نارائن (نقلی بدھ بھکشو) سے یہ کام لیا جا سکتا تھا۔ میرے دشمن مجھے زندہ پکڑ کر زیادہ خوشی محسوس کرتے..... اور میرا یہ فرض بنتا تھا کہ انھیں ایک عظیم خوش فہمی میں مبتلا رکھوں!

جب تک میں کوچ کے دروازے تک پہنچتا، کاشانوک اور لی یان نے بھی سیٹ چھوڑ دی۔ تھاچو بھی ان کی تقلید میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تاہم قافلے میں شامل دیگر بھکشو اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہے۔ میں نے بدھا نما نقلی نتھا سے روانہ ہوتے وقت کاشانوک کو نقلی بدھ بھکشو نارائن کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور سندری جل والے واقعے سے بھی وہ آگاہ تھا۔ تھاچو اور کاشانوک کوچ کی ایک ہی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے لہٰذا یہ ممکن نہیں تھا کہ ان کے درمیان موجودہ صورتِ حال پر بات نہ ہوئی ہو۔ تھاچو کے دیگر ساتھیوں کی پُرامن خاموشی سے مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کہ اس نے انہیں خصوصی ہدایات دے دی تھیں اسی لیے وہ کوچ سے نکلنے کے سلسلے میں تھاچو کی تقلید نہیں کر رہے تھے۔

میں نے دروازہ کھولنے کے لیے جیسے ہی ہینڈل پر ہاتھ رکھا، میرے لباس میں موجود موبائل کا بزر بج اٹھا۔ گھنٹی کی مخصوص ٹون سے مجھے فوراً اندازہ ہو گیا کہ وہ سوریا والا موبائل تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ اس کا باس شرما، اس سے رابطہ کر کے موجودہ صورتِ حال کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ سوریا کو کوچ سے ''بے دخل'' کرتے وقت میں نے اس کے سیل کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

میں نے سیل کو لباس سے برآمد کیا اور کان سے لگا کر بدلی ہوئی آواز میں ''ہیلو'' کہا۔

سوریا جب کوچ کے ڈرائیور اور دیگر مسافروں سے ہم کلام ہوا تھا تو میں نے لب و لہجے کو بہ غور سنا تھا اور اس وقت میں نے آواز بدل کر اسی کے لب و لہجے کی نقالی کرنے کی کوشش کی تھی اور میری یہ کوشش بڑی حد تک کامیاب رہی۔ میرے ''ہیلو'' کے جواب میں تحکمانہ انداز میں پوچھا گیا۔

''سوریا! اندر کی کیا صورتِ حال ہے؟''

میں نے بولنے والے کی آواز کو فوراً شناخت کر لیا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے تھوڑی دیر پہلے سوریا کو ہدایت دی تھی کہ وہ ٹھیک دس منٹ بعد کوچ رکوا دے..... اور میرے قیاس کے مطابق وہ سوریا کے باس شرما کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس میں بھی کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ وہ اس وقت بہ نفسِ نفیس ہیلی کاپٹر میں موجود ہوگا۔ اس کے لہجے کے اعتماد سے یہی ظاہر ہوتا تھا، وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ مذکورہ کوچ، اس

کے حکم پر سوریا ہی نے رکوائی ہے، اس بے چارے کو کیا معلوم کہ میں اس کے مہرے سوریا کو تین سو گز پیچھے پھینک آیا تھا!

میں نے سوریا کی آواز کی نقالی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور بدلے ہوئے لہجے میں کہا ''باس! یہاں کی صورتِ حال مکمل طور پر میرے کنٹرول میں ہے۔ اگر آپ کا حکم ہو تو میں ان لوگوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر کوچ سے نیچے اتار لوں۔''

دوسری جانب لمحاتی تذبذب اور تامل سے کام لیا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا، یہ مختصر سا تردد میری آواز کے سلسلے میں تھا یا اس فیصلے کے بارے میں جو تجویز میں نے آگے بڑھائی تھی۔ موجودہ صورتِ حال میں سب کچھ ممکن تھا۔ اگلے ہی لمحے متوقع شرما نے جو جواب دیا اس سے مجھے خاصا اطمینان... و سکون محسوس ہوا۔

''ٹھیک ہے، تم انھیں گن پوائنٹ پر گاڑی سے باہر لاؤ۔'' مجھ سے کہا گیا ''میں ہیلی کاپٹر میں موجود ہوں اور دو مسلح افراد کو تمہاری مدد کے لیے نیچے اتار رہا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور سوالیہ نظر سے کاشانوک کی طرف دیکھا۔ وہ میری نگاہ کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے جادو کا ہاتھ گھمایا اور اپنے ڈھیلے ڈھالے لباس میں سے ایک خطرناک گن نکال کر میری سمت بڑھا دی۔ وہ اوزی تھی۔ آتشیں اسلحے سے واقفیت رکھنے والے اوزی کی ہلاکت خیزی کے بارے میں بہ خوبی جانتے ہیں۔ یہ ایک کم وزن اور زیادہ مار کرنے والی آٹو میٹک گن ہے۔ کاشانوک نے ایمونیشن کے استعمال کی خصوصی ٹریننگ لے رکھی تھی اور اس کے ذخیرے میں، میں نے ہر نوعیت کا آتشیں اسلحہ دیکھا تھا۔ یہ اوزی گن اس ذخیرے کا ایک دانہ تھی۔

لگتا تھا، ان لمحات میں' حالات اور ستارے اچانک ہماری موافقت میں چلنے لگے ہوں، ورنہ شرما یہ بھی کہہ سکتا تھا، سوریا! تم ادھر کوچ میں ہی رکو۔ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ اگر تقدیر نے ہمیں ایک موقع فراہم کر دیا تھا تو اس سے فائدہ اٹھانا ہم پر فرض تھا۔ میں نے اوزی کو اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد کوچ کے شیشے سے باہر نگاہ دوڑائی۔ سڑک کے ساتھ ساتھ ایک بے حد گہری ڈھلوان دکھائی دی۔ میں نے ایک فوری فیصلے پر پہنچتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میرے لہجے میں موت کی سی سرسراہٹ تھی۔

''تم سب گن پوائنٹ پر میرے آگے آگے کوچ سے باہر نکلو گے اور سڑک کے کنارے پہنچتے ہی تم حتی الامکان تیزی سے ڈھلوان میں اترتے چلے جاؤ گے۔ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، عقب میں، میں کور دینے کے لیے موجود رہوں گا!''

سب نے میکانکی انداز میں اپنے اپنے سر کو جنبش دی۔

کوچ میں موجود تمام مسافروں کو جیسے کسی سانپ نے سونگھ لیا تھا۔ کسی نے ہماری ہنگامی کارروائی میں مداخلت کی اور نہ ہی ایک لفظ زبان سے ادا کیا۔ میں نے خاص طور پر کوچ کے ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''اپنے دشمنوں سے نمٹ کر ہم جلد ہی واپس آ جائیں گے۔ تم اپنی کوچ کے ساتھ یہیں پر ہمارا انتظار کرنا!''

میرا لہجہ اتنا قائل تھا کہ وہ اثبات میں سر جھکانے پر مجبور ہو گیا۔

میں نے کوچ کے ڈرائیور کو احتیاطاً اس قسم کی ہدایت دی تھی۔ اس طرح یہ سہولت فراہم ہو جاتی کہ اگر ہم واقعی اپنے دشمنوں سے جلدی نمٹ لیتے تو آگے بڑھنے کے سلسلے میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ سوئس منی ایکسپریس ہمارے سفر کے تمام مسائل حل کر دیتی۔

میں نے تنقیدی نگاہ سے ونڈ اسکرین کے پار سڑک کا جائزہ لیا۔ وہ سیاہ ہیلی کاپٹر کوچ سے لگ بھگ سو گز کے فاصلے پر کھڑا تھا اور اس دوران میں دو مسلح افراد ہیلی کاپٹر میں سے برآمد ہو کر ہماری جانب پیش قدمی کر چکے تھے۔ اب ایک ایک سیکنڈ نہایت ہی قیمتی اور سنسنی خیز تھا۔

میری آنکھ کے اشارے پر کاشانوک نے کوچ کا دروازہ کھول دیا۔ سب سے آگے وہی تھا۔ وہ ''ہینڈز اپ'' کے انداز میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کوچ سے نیچے اتر گیا۔ اس کے پیچھے لی یان اور تھاچو نے کوچ کو خیر باد کہا۔ سب سے آخر میں، میں خطرناک اوزی تھامے باہر آ گیا۔ پلک جھپکتے میں، ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔

''گو.....!'' میں نے بلند آواز میں کہا اور تیزی سے پلٹ گیا۔

اب میری گن کا منہ ان دو افراد کی طرف اٹھا ہوا تھا جو مسلح ہو کر ہماری جانب آ رہے تھے۔ میں اپنے عقب میں نہیں دیکھ سکتا تھا، میرے ساتھیوں نے کس انداز میں نشیب کی سمت دوڑ لگائی ہوگی، البتہ مسلح افراد کے چونکنے نے مجھے بہت کچھ بتا دیا۔ انہوں نے نشیب کی طرف دیکھتے ہوئے فائرنگ شروع کر دی۔

پُرسکون اور خاموش فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ یہ ان گن بردار افراد کا ایک اضطراری ردِعمل تھا کہ انہوں نے بھاگنے والوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ورنہ

ٹارگٹ کے اعتبار سے میں ان کے زیادہ قریب تھا۔ ان کی برسٹ فائرنگ بے سود ثابت ہوئی تو انہوں نے میری جانب رخ پھیر لیا۔

میں تو ان کے استقبال کے لیے پہلے سے تیار کھڑا تھا۔ اوزی کے ایک مختصر اور سریلے برسٹ نے انہیں گولیاں کھا کر زمین بوس ہوجانے پر مجبور کردیا۔ اس اثنا میں وہ کوچ اور ہیلی کاپٹر کے درمیان پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا میری فائرنگ نہایت ہی موثر ثابت ہوئی۔

میں نے ان کے ٹھنڈا ہوتے ہی ہیلی کاپٹر کی سمت نگاہ دوڑائی اور یہ دیکھ کر چونک اٹھا کہ وہاں سے دو افراد نکل کر نشیب کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں پوری طرح مسلح تھے اور ان کی چال رفتار سے مستعدی ٹپکتی تھی۔ وہ دونوں فائرنگ رینج سے باہر تھے۔ لہٰذا میں نے راؤنڈز ضائع کرنے کی غلطی نہ کی اور ایک محفوظ زاویے سے اپنے ساتھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔

میں نے نشیب میں تھوڑا آگے آنے کے بعد پلٹ کر دیکھا تو پیچھے سڑک پر ایک شخص کو تکاسانہ انداز میں چلاتے ہوئے پایا۔ وہ کاشا لوک، لی یان اور تھاچو کی طرف جانے والے اپنے آدمیوں کو چیخ چیخ کر ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے رعب اور اسٹائل نے مجھے سمجھا دیا، وہ مسٹر شرما کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں اونچے نیچے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے تیزی سے نشیب میں اترتا چلا گیا۔

ہیلی کاپٹر پر سوار ہوکر وہاں پہنچنے والوں میں سے دو افراد کو میں نے سڑک پر بھون ڈالا تھا، دو ہمارے تعاقب میں تھے، شرما ادھر سڑک پر ہی کھڑا ہوکر اپنے مہروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ پتا نہیں، ہیلی کاپٹر کے اندر ہمارے اور کتنے دشمن موجود تھے۔ اگر ہم جلد از جلد کسی پناہ گاہ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوجاتے تو موجودہ صورتِ حال ہمارے لیے بڑی تشویش ناک ہوجاتی۔

میں نے زگ زیگ بھاگتے ہوئے، نشیب میں اپنے ساتھیوں کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ان میں سے کوئی بھی مجھے دکھائی نہ دیا۔ اس خطرناک نشیبی راستے پر جابہ جا چھوٹی بڑی پتھریلی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اغلب امکان یہی تھا کہ کاشا لوک وغیرہ اس وقت کسی بڑی چٹان کے عقب میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ میں اپنے مخصوص زاویے پر محتاط انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

اس دوران میں وقفے وقفے سے میں مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتا تاکہ ہمارے تعاقب میں آنے والے دشمنوں کی پوزیشن کا اندازہ ہو سکے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد حیرت انگیز طور پر وہ بھی میری نگاہ سے اوجھل ہوگئے۔ وہ دونوں مسلح افراد لی یان، کاشا لوک اور تھاچو کے تعاقب میں لپکے تھے اور میری پیش قدمی کا زاویہ قدرے مختلف تھا، شاید اسی لیے بھی میں انہیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ آگے بڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا میں نے ایک لمحے بھی رک کر انہیں تلاش کرنے کا رسک نہ لیا۔

لگ بھگ دو منٹ بعد یکایک مجھے رک جانا پڑا۔ یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے گویا ہاتھ بڑھا کر میرے قدم پکڑ لیے ہوں۔ اس ٹھہراؤ کا سبب عقب میں ابھرنے والی شدید ترین فائرنگ کی آواز تھی۔ میں نے میکانکی انداز میں پلٹ کر دیکھا۔ وہاں سے سڑک واضح طور پر نظر تو نہیں آتی تھی جہاں ہم کوچ اور ہیلی کاپٹر کو کھڑا ...چھوڑ آئے تھے۔ تاہم فائرنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مخصوص آوازوں نے مجھے بتا دیا کہ وہ فائرنگ کوچ کے ٹائروں کو نشانہ بناتے ہوئے کی گئی تھی۔ کچھ بعد دیگرے ٹائر پھٹنے کی آوازیں ابھریں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ فوری طور پر یہی بات سمجھ میں آئی کہ شرما یا اس کے کسی ساتھی نے کوچ کے قریب پہنچ کر اس کے ٹائروں پر بے دریغ فائرنگ کی تھی تاکہ کسی بھی صورت وہ کوچ آگے سفر جاری نہ رکھ سکے۔

ایک بات سے مجھے قلبی اطمینان حاصل ہوا کہ اس فائرنگ نے بس کے کسی مسافر کو زندگی کی آخری چیخ مارنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ شرما نے فائرنگ سے قبل کوچ کے اندر جھانک کر ضرور دیکھ لیا ہوگا۔ اپنے شکاروں کو وہاں موجود نہ پاکر وہ بے طرح جھلایا ہوگا اور اسی جھلاہٹ میں اس نے کوچ کے ٹائروں کو برسٹ کرکے اسے ناکارہ بنا دیا تھا۔ میں نے شرما، ہیلی کاپٹر اور کوچ کو اپنے ذہن سے جھٹکا اور نشیب کی سمت قدم بڑھا دیے۔

اب میں نے پیش قدمی کے زاویے کو تھوڑا تبدیل کردیا۔ اس زاویے پر سفر کرتے ہوئے میں کچھ آگے جاکر اپنے ساتھیوں سے مل سکتا تھا۔ اس رخ پر تھوڑا آگے جانے کے بعد وہ سڑک پھر دکھائی دینے لگی جہاں سے ہم نے اس نشیبی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت دن کا ڈیڑھ بجا تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا تاہم اس کی فراہم کردہ حرارت، فضا میں رچی بسی خنکی کو پوری طرح زائل کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ اس وقت حرات اور خنکی کے درمیان زبردست مقابلہ جاری تھا اور قرائن سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بالآخر جیت خنکی کے حصے ہی میں آئے گی۔ کوئی لمحہ

جاتا تھا کہ حرارت کا منبع، عظیم الجثہ اور پُرہیبت پہاڑ کی اوٹ میں چہرہ چھپانے والا تھا۔ ماؤنٹ ایورسٹ اپنی تمام تر شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ استادہ تھا۔ اس کی بلندی اور جسامت کے آگے ہر شے بہت ہی چھوٹی ..... بہت ہی حقیر دکھائی دیتی تھی۔ اس کی برف پوش چوٹیوں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے سفید اور اجلی اون کی ٹوپیاں پہن رکھی ہوں۔ یہ ایک دل کش اور نظر فریب نظارہ تھا..... بہوت کردینے والا!

میں نشیب میں کافی نیچے اتر آیا لیکن حیرت انگیز طور پر مجھے دشمنوں یا دوستوں میں سے کسی کی صورت نظر نہیں آئی۔ وہ دن کا وقت تھا اور اجالے نے ہر منظر کو واضح کر رکھا تھا، پھر وہ مجھے کیوں دکھائی نہیں دے رہے تھے؟ اس صورتِ حال نے مجھے الجھا دیا۔ میں رک گیا اور پلٹ کر بلندی کی طرف نگاہ دوڑائی۔

ایک شخص کو میں نے سڑک سے اتر کر اس طرف آتے ہوئے پایا۔ میرے اور سڑک کے درمیان اب اس قدر فاصلہ حائل ہوچکا تھا کہ فوری طور پر میں یہ اندازہ قائم نہ کرسکا کہ وہ دشمن کا کوئی آدمی تھا یا کوچ کا کوئی مسافر! اس شخص کے بارے میں، میں غور ہی کر رہا تھا کہ یک لخت مجھے چونک جانا پڑا۔ میری بائیں جانب، ایک چٹان کے عقب سے فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ میں ایک محفوظ آڑ لے کر کھڑا ہوگیا۔

وہ ایک سنگل شاٹ تھا۔ اس فائر کا جواب فوری طور پر دیا گیا۔ فضا ایک خوف ناک برسٹ سے گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چیخوں کی دردناک آواز ابھری۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ ہوئی کہ موت کا فرشتہ میرے آس پاس ہی کہیں منڈلا رہا تھا۔ اس فائرنگ کے نتیجے میں کون تمہۂ اجل بنا تھا اس کے بارے میں، میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ کوئی دشمن بھی ہوسکتا تھا اور دوست بھی!

میرے پورے وجود میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔ صورتِ حال بڑی تشویش ناک ہوگئی تھی۔ ایسی غیر یقینی پوزیشن تو میں نے کبھی رات کی تاریکی میں بھی نہیں دیکھی تھی جو دن دہاڑے پیش آرہی تھی۔ پہاڑوں کے دامن میں واقع اس چٹانی اونچ نیچ نے نگاہ کے زاویے کو زیرو زبر کرکے رکھ دیا تھا۔ میدانی علاقے کی بہ نسبت پہاڑی علاقے میں کسی کا تعاقب جاری رکھنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ میں اس محفوظ آڑ میں محتاط قدموں سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ چٹان کے آخری سرے پر پہنچ کر میں نے گردن نکال کر دیکھا۔

دوسری طرف بیس گز کے فاصلے پر مجھے ایک شخص کی خوں چکاں لاش پڑی ہوئی نظر آئی۔ وہ انہیں مسلح دو افراد میں سے ایک تھا جو میرے ساتھیوں کے تعاقب میں ہیلی کاپٹر سے یہاں تک پہنچے تھے۔ اگلے ہی لمحے اس لاش کو وہیں چھوڑ کر میری نگاہ آگے کو اٹھ گئی۔ میں نے ہلاک ہونے والے دشمن کے ساتھی کو بڑی تیزی سے بلندی کی جانب دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اس کے دوڑنے کا زاویہ بالائی سڑک کی سمت نہیں تھا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا، وہ فرار نہیں ہو رہا تھا بلکہ کاشا لوک وغیرہ کے تعاقب میں اس طرف جا رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ میں نے ابھی جس دشمن کی لاش کو خون میں لت پت پڑے دیکھا تھا، وہ میرے ساتھیوں میں سے کسی کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا تھا۔

میں اوزی تھامے اپنے دشمن کے تعاقب میں لگ گیا۔ یہ گن مجھے کاشا لوک نے فراہم کی تھی۔ اس بات کے قوی امکان تھے کہ اس نے اپنے لباس میں اور بھی خطرناک ہتھیار چھپا رکھے ہوں گے۔ کاشا لوک ٹھنڈے اور ٹھہرے ہوئے مزاج کا مالک ایک گہرا شخص تھا۔ اسے سمجھنے کے لیے مجھے بہت کم وقت ملا تھا اور اس قلیل مدت میں، میں اسے اچھا خاصا سمجھ گیا تھا۔

انہی خیالات کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے جب تک میں اس شخص کے قریب پہنچتا، وہ ایک بڑی چٹان کے پیچھے اوجھل ہوگیا۔ اگلے ہی لمحے فضا ایک مرتبہ پھر فائرنگ کی مخصوص تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ میں نہیں جانتا تھا، کس نے کس پر گولیاں برسائی ہوں گی۔ وہ یک طرفہ فائرنگ کی آواز تھی اور اس آواز کے نتیجے میں کرب ناک انسانی چیخیں بھی سنائی دی تھیں۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں نے گن کو تیار حالت میں تھامے تھامے ممکنہ تیزی سے چٹان کی جانب دوڑ لگا دی۔ ان سنگین لمحات میں میرے ساتھیوں کو میری مدد کی اشد ضرورت تھی۔

میں مذکورہ چٹان تک گیا، پھر جیسے ہی گھوم کر میں نے دوسری طرف جانا چاہا، میں نے اپنے عقب میں کوئی گڑبڑ محسوس کی۔ میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا۔ خطرے کا احساس ہوتے ہی میں نے بجلی کی سی سرعت سے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور ایک دشمن میری نگاہ میں آگیا۔

یہ یقیناً وہی شخص تھا جسے تھوڑی دیر پہلے میں نے سڑک سے اتر کر، اس سمت بڑھتے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت جس قسم کی حرکت کرنے جا رہا تھا اس سے واضح ہوگیا کہ وہ بھی شرما کے گروہ ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں تھامی ہوئی گن کو میرے قدموں کی جانب جھکا رکھا تھا اور قبل اس

کے کہ وہ ٹریگر پر انگلی دباتا، میں نے ایک ہائی جمپ لگاتے ہوئے اس پر فائرنگ کردی۔

میری اچھلنے والی احتیاط بروقت کام آ گئی۔ دو طرفہ فائرنگ نے ایک مرتبہ پھر کوہستانی فضا کو پاش پاش کردیا۔ اگر میں اپنے جسم کو ہوا میں بلند نہ کرتا تو وہ شخص میرے پاؤں کا قیمہ بنا چکا ہوتا۔ میں نے اسے ارادہ بدلنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ وہ میرے قدموں کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا لہٰذا میرے ہوا میں اچھلنے کے ساتھ وہ گن کی نال کو اوپر نہ اٹھا سکا۔ میں نے اس کی توقع کے برعکس یکا یک پیچھے مڑ کر، جمپ لگاتے ہوئے اس پر فائرنگ کردی تھی۔ میں تو اس کی فائرنگ سے محفوظ رہا..... مگر اوزی کے دہانے سے نکلنے والی گولیوں نے اس کے جسم کو چھلنی میں بدل دیا۔ اس کا بے جان بدن ایک نکیلے پتھر پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس کے پاس جا کر تفصیلی معائنہ کرتا۔ میں تیزی سے اپنی راہ کو ہولیا۔ ایک لاش کے بجائے اپنے دوستوں کی خبر گیری زیادہ ضروری تھی۔

میں دوڑتے..... قدموں کے ساتھ اس چٹان کی دوسری سمت پہنچ گیا۔ میری آنکھ نے سب سے پہلے ایک لاش کا منظر دیکھا۔ یہ اسی مردہ شخص کا جسم تھا جس کے تعاقب میں، میں اس طرف آیا تھا۔ میری متلاشی نگاہ قرب و جوار کا جائزہ لینے لگی مگر جن کی مجھے تلاش تھی وہ کہیں دکھائی نہ دیے۔

اس صورتِ حال نے میری الجھن کو بڑھا دیا۔ میں گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ تاحدِ نگاہ چھوٹی بڑی چٹانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ دشمنوں کی ہلاکت اور خوفناک فائرنگ سے یہ تو ثابت تھا کہ میرے ساتھی آس پاس ہی کہیں موجود ہیں۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ وہ کسی بڑی چٹان کی اوٹ میں ہوں گے۔ اچانک میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا اور پلک جھپکتے میں، میں نے اس خیال کو عملی جامہ پہنا ڈالا۔

میں نے لباس میں سے اپنا سیل نکالا اور پھر اس کے کی پیڈ پر کاشانوک کے نمبرز پنچ کرنے لگا۔ ان کی لوکیشن اور وقوع پذیری جاننے کے لیے یہی سیلولر وسیلہ اختیار کیا جا سکتا تھا۔ ڈائلنگ کی تکمیل پر دوسری جانب سے گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ کاشانوک کا سیل ان تھا، بصورتِ دیگر رابطے کا یہ ذریعہ بھی جاتا رہتا۔ آٹھویں گھنٹی پر کال اٹینڈ کرلی گئی۔ میں نے اپنے سیل کے اسپیکر میں لی یان کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔ اس نے بڑے تشویش ناک انداز میں استفسار کیا۔

''ہاں، وجدان! تم کہاں ہو؟''

میں لی یان کی آواز چونک اٹھا کیوں کہ میری توقع کے مطابق کاشانوک کو کال اٹینڈ کرنا چاہیے تھی، پھر اس کی آواز میں شامل گھبراہٹ بھی مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔ میں نے اضطراری لہجے میں استفسار کیا۔

''یہی تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں، تم لوگ مجھے دکھائی کیوں نہیں دے رہے؟ میرے اندازے کے مطابق، ہمارے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ تم تینوں کہاں چھپے ہوئے ہو؟''

''تم ٹھیک کہتے ہو، ہم ایک دوسرے کے قریب ہی ہیں۔'' لی یان نے بتایا ''میں نے تمہیں نشیب میں اترکر، اس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ابھی ابھی جو فائرنگ ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے، تم نے کسی دشمن کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اوزی کی فائرنگ اپنی مخصوص آواز سے پہچانی جاتی ہے۔''

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔'' میں نے تصدیقی لہجے میں کہا ''دشمنوں کے حوالے سے میں نے عقبی میدان صاف کردیا ہے۔ اب تم مجھے اپنی درست لوکیشن بتاؤ تاکہ میں تمہارے پاس پہنچ سکوں۔ ان خطرناک چٹانوں نے تو بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔''

''اوکے!'' وہ سرسری انداز میں بولی پھر مجھے اپنے بارے میں بتانے لگی ''نشیب میں تمہیں بھورے رنگ کی ایک نکونی چٹان دکھائی دے رہی ہے؟'' اس کا انداز سوالیہ تھا۔

میں نے نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔ پچاس گز کے فاصلے پر وہ بھوری چٹان موجود تھی جس کا حوالہ لی یان نے دیا تھا۔ میں نے اس کے سوال کے جواب میں کہا ''ہاں، دکھائی دے رہی ہے!''

''ہم لوگ اسی چٹان کے عقب میں موجود ہیں۔'' لی یان نے بتایا۔

اچانک میری زبان سے پھسل گیا ''کاشانوک کہاں ہے؟''

''وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ہے۔'' وہ مبہم انداز میں بولی۔

''میری اس سے بات کراؤ!'' لی یان کے انداز نے مجھے نامعلوم سی تشویش میں مبتلا کردیا۔

''تم یہاں آ تو جاؤ، پھر سب سے بات کرلینا!'' وہ ڈھکے چھپے لہجے میں بولی۔

''لی یان! تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی

ہو؟''

''کاشانوک شدید زخمی ہے۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''اوکے! میں آ رہا ہوں!'' یہ کہتے ہوئے میں نے سیلولر رابطہ منقطع کردیا۔

ٹھیک دس منٹ بعد میں مذکورہ بھوری چٹان کے عقب میں ان تینوں کے پاس موجود تھا۔ لی یان نے غلط نہیں کہا تھا، کاشانوک واقعی شدید زخمی تھا۔ اس کے پیٹ میں گولیاں لگی تھیں۔ گھٹنوں کے مقامات سے بھی بدھ بھگشوؤں والا لباس سرخ ہو رہا تھا، مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ جن دو دشمنوں کی لاشوں کو میں نے دیکھا تھا، انہی میں سے کسی کی فائرنگ نے کاشانوک کو شدید زخمی کردیا تھا۔ وہ اس وقت مکمل بے ہوشی میں تھا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے فکرمندی سے استفسار کیا۔

''یہ..... یہ سب کیسے ہوا؟''

جواب میں لی جان نے مجھے جو کچھ بتایا اس نے میرے اندازے کی تصدیق کردی۔ میں نے کاشانوک کی حالت کے پیشِ نظر پوچھا ''یہ وہاں سے یہاں تک کیسے پہنچا ہے؟''

لی یان نے خاموشی سے تھاچو کی جانب اشارہ کردیا۔

میں نے چونک کر تھاچو کو دیکھا۔ اس کا لباس کندھے سے سرخ ہو رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ تھاچو نے کاشانوک کو اپنے کندھے پر اٹھا کر یہاں تک پہنچایا تھا۔ اس کی عمر کے پیشِ نظر یہ ایک بڑا کارنامہ تھا اور کیوں نہ ہوتا! تھاچو کا تعلق بہشتِ ارضی ''تبت'' سے تھا جہاں کے باسی طویل العمر ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الصحت بھی ہوتے ہیں۔

مجھ سے نگاہ ملی تو تھاچو نے مہربان انداز میں اپنے سر کو اثباتی جنبش دی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں۔ ہمیں فوراً کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرلینا چاہیے۔''

کاشانوک نے تھاچو کے بارے میں مجھے جو معلومات فراہم کی تھیں ان کے مطابق تھاچو کو تبتی اور چینی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اس کے علاوہ وہ گزارہ چلاؤ انگلش بھی بول اور سمجھ لیتا تھا۔ ابھی اس نے مجھ سے جو کچھ کہا اس کے لیے اس نے انگلش کا سہارا لیا مگر چینی لب و لہجے میں۔ اس کی تشویش بجا تھی، میں نے اسی سے پوچھ لیا۔

''یہاں آس پاس ہمیں کوئی محفوظ پناہ گاہ کہاں مل سکتی ہے؟''

لی یان نے کہا ''وجدان! جو بھی کرنا ہے، جلدی کرو۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔'' اس کا اشارہ کاشانوک کی جانب تھا جسے پتھریلی ڈھلوان پر لٹا دیا گیا تھا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے تسلی آمیز انداز میں گردن ہلائی پھر تھاچو کی جانب متوجہ ہوگیا۔ وہ میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولا۔

''ہم اس وقت ایک محفوظ چٹان کی آڑ میں کھڑے ہیں لیکن ہمیشہ یہاں کھڑے نہیں رہ سکتے۔'' اگر اسی آڑ میں ہم چٹان کے ساتھ ساتھ بڑھتے جائیں تو ممکن ہے، کوئی پناہ گاہ نظر آ جائے۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''ہمارے عقب میں کافی دیر سے خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے، کوئی اور دشمن ہمارے تعاقب میں اس طرف نہیں آیا۔ اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہمیں تلاش کیا جائے، ہمیں کہیں پناہ گزیں ہوجانا چاہیے۔''

بات ختم کرتے ہی اس نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جیسے مذکورہ ہیلی کاپٹر کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے بے ساختہ پڑے گھائل کاشانوک کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے! اب میں اسے اپنے کندھے پر اٹھاؤں گا۔''

تھاچو نے میرے شانے پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور بولا ''میں اتنا بھی ضعیف اور کمزور نہیں ہوں جتنا دکھائی دیتا ہوں۔ یہ کام تم میرے لیے ہی رہنے دو۔ ویسے بھی میرا لباس کو آلودہ ہو ہی چکا ہے، تم کیوں خواہ مخواہ اپنے لباس کو داغ دار کرتے ہو!''

تھاچو کی آنکھوں میں ایسی مہربان ہمدردی تھی کہ میں اس سلسلے میں کوئی مزاحمت نہ کرسکا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بے ہوش کاشانوک کی طرف بڑھنے لگا تو میں نے ایک فوری خیال کے تحت کہا۔

''ایک منٹ..... آپ لوگ یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔''

ان دونوں نے یکے بعد دیگرے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا لیکن کوئی استفسار نہ کیا۔ میں اپنے فوری خیال کی تکمیل کے لیے چٹان کے عقب میں پہنچ گیا۔ وہاں ہمارے ایک دشمن کی لاش پڑی تھی۔ ایسے ہی دو دشمنوں کی لاشیں دوسری جانب بھی بے گور و کفن کھلے آسمان کے نیچے پڑی تھیں جن

میں سے ایک بدبخت میرے ہاتھوں جہنم واصل ہوا تھا۔ میں نے بجلی ایسی سرعت کے ساتھ ان لاشوں کا تنقیدی جائزہ لیا۔ ان میں سے دو کے لباس ایسے تھے کہ انہیں دوبارہ استعمال کیا جاسکتا تھا۔

میں نے تھوڑی سی کوشش کر کے آناً فاناً..... مذکورہ لباس ''حاصل'' کرلیے۔ ہم اپنے ساتھ پوٹلیوں کی صورت میں، کٹھمنڈو سے جو سامان لے کر چلے تھے اس میں دیگر ضروری اشیا کے علاوہ ہمارے فاضل لباس بھی تھے۔ اپنے دشمنوں کا لباس میں نے اس لیے بھی حاصل کرلیا کہ بہ وقتِ ضرورت دشمن کو دھوکا دیا جاسکے۔

میں واپس لی یان اور تھاچو کے پاس پہنچا تو وہ میرے ہاتھوں میں دشمنوں کے لباس کو دیکھ کر صورتِ حال کی تہ میں پہنچ گئے۔ کسی سوال و جواب کے بغیر ہم نے خاموشی سے آگے بڑھنا شروع کردیا، اس طرح کہ بے سدھ کاشانوک ایک مرتبہ پھر تھاچو کے کندھے پر لدا ہوا تھا۔ میں سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ لی یان آگے تھی جبکہ تھاچو، کاشانوک کو اٹھائے ہوئے ہمارے بیچ میں تھا۔ میں چوکنا انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے پیش آمدہ صورتِ حال پر بھی غور کررہا تھا۔

ہمارا سفر کھوٹا کرنے کی تمام تر ذمے داری شرما کے سر جاتی تھی۔ میں نے سندری جل کی پہاڑیوں میں نقلی بدھ بھکشو نارائن کی ٹھکائی کر کے اس کی زبان سے ان کے باس شرما کا نام اگلوا لیا تھا پھر جب میں نے کاشانوک سے شرما کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے تصدیق کردی کہ وہ شرما نامی اس شخص کو بہ خوبی جانتا ہے۔ میں شرما کے حوالے سے بہت متجسس تھا۔ سوچا تھا، ذرا سکون ہو تو کاشانوک سے اس نئے دشمن کے بارے میں تفصیل معلوم کروں گا لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔ سندری جل سے روانہ ہوتے وقت ہم جس افراتفری کا شکار رہے وہ آگے چل کر ہنگامہ خیزی میں بدل گئی اور مجھے کاشانوک سے بات کرنے کی مہلت میسر نہ آسکی اور اب..... کاشانوک اس حالت میں تھا کہ فی الحال اس سے کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی۔

میں کاشانوک کی طرف سے گہری تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ میری تجربہ کار نگاہ نے اس کی حالت کا اندازہ لگا لیا تھا، خصوصاً اس کے پیٹ میں لگنے والی گولیاں کوئی بھی بے موسم گل کھلا سکتی تھیں۔ تھاچو نے سیلانِ خون روکنے کے لیے اس کے پیٹ پر ایک کپڑا کس کر باندھ دیا تھا لیکن میرے خیال میں اسے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی جو اس وقت تک ممکن نہیں تھی جب تک ہم کسی پُرسکون اور محفوظ مقام پر ٹھہر نہ جاتے۔

دوپہر رفتہ رفتہ ڈھل رہی تھی۔ بلند و بالا پہاڑی علاقوں میں دوپہر ڈھلنے کا مطلب ہوتا ہے، شام بلکہ رات کی آمد۔ سورج اگر طلوع ہوجائے تو چار پانچ گھنٹوں سے زیادہ درشن نہیں دیتا۔ اس کی چمک اور خوش گوار رومانٹک تپش جلد ہی سایہ دار برفیلی فضا میں سرڈال دیتی ہے۔ میدانی علاقے کی بہ نسبت پہاڑی علاقے کی نفسیات اور شامیں زیادہ فعال و چنچل ہوتی ہیں۔ ہمارے پاس بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا۔ ایک آدھ گھنٹے کے اندر ہمیں کسی محفوظ جگہ ٹھہرنا تھا ورنہ روشنی کی کمی اور سردی کی زیادتی اس پہاڑی سلسلے کو ہمارے لیے سرد جہنم میں بدل دیتی!

اس وقت ہم جس رخ پر سفر کررہے تھے وہاں سے ساگر ماتا (ماؤنٹ ایوریسٹ) دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک طرح سے ہم اس طویل چٹان کی آغوش میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ہم سطحِ سمندر سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر گامزن تھے اور اس بلندی میں دھیرے دھیرے اضافہ ہی ہورہا تھا۔

اچانک ہم تینوں چونک اٹھے اور اس چونکنے کا سبب وہ مخصوص آواز تھی جو ہماری سماعت تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ بے ساختہ ہماری نگاہیں آسمان کی جانب اٹھ گئیں۔ ہماری نظروں کو کسی ہیلی کاپٹر کی تلاش تھی جو فوری طور پر ہمیں کہیں دکھائی نہ دیا۔ ہماری تشویشناک نگاہیں واپس پلٹیں اور ایک دوسرے کے چہرے کو سوالیہ انداز سے گھورنے لگیں۔ اس وقت ہم تینوں کے ذہنوں میں ایک جیسے خیالات تھے یعنی..... شرما ہیلی کاپٹر کی مدد سے ہمیں تلاش کرنے اس طرف آرہا ہے!

یہ بڑی ہنگامہ خیز صورتِ حال تھی۔ ہیلی کاپٹر میں سوار دشمنوں کو۔ بہرحال، یہ ایڈوانٹیج حاصل تھا کہ بلندی پر ہونے کے باعث وہ بہ نسبت زیادہ آسانی سے ہمیں شکار کرسکتے تھے۔ لی یان نے متوحش لہجے میں کہا۔

''دجدان! وہ ہماری تلاش میں ادھر آرہے ہیں۔''

''آنے دو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''ہمیں فوری طور پر کہیں چھپ جانا چاہیے!'' اس کی تجویز میں خوف کی جھلک شامل تھی ''تم لوگ رک کیوں گئے ہو، آگے بڑھو۔''

''کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔'' تھاچو نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''میرا خیال ہے، ہم ایک محفوظ پناہ گاہ سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔''

بات ختم کرتے ہی وہ چٹان کے سائے سے نکل کر

بلندی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ میں نے اور لی یان نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تھاچو کا رویہ ہماری سمجھ سے باہر تھا۔ پتا نہیں، وہ ہمیں کہاں لے جانا چاہتا تھا۔ اس کی پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا ہم بھی اس کی تقلید میں اوپر چڑھنے لگے۔ یہ پیش قدمی ایسی ہی تھی جیسے ہم کسی عمودی دیوار پر چڑھ رہے ہوں۔ تھاچو کے اطمینان اور توازن کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ وہ بڑے اعتماد اور ثابت قدمی سے آگے بڑھ رہا تھا حالاں کہ اس نے اپنے کندھے پر کاشانوک کو بھی اٹھا رکھا تھا۔

دس منٹ کے بعد یہ تھکا اور ہانپا دینے والا سفر اختتام پذیر ہوا اور تھاچو ایک مقام پر ٹھہر گیا۔ میری اور لی یان کی سانس بری طرح پھول گئی تھی۔ اس وقت ہمارے سینوں کا زیر و بم کسی لوہار کی دھونکنی کا منظر پیش کررہا تھا۔ اس ''ایکسر سائز'' کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ موسم کی شدت کی کمر ٹوٹ گئی۔ پسینے میں نہائے ہوئے ہماری بدن، فضا میں رچی بسی ٹھنڈک کا بڑا ڈٹ کر مقابلہ کررہے تھے۔ میں جانتا تھا، یہ عارضی اطمینان ہے۔ اگر ہم چند منٹ تک یونہی کھلے میں کھڑے رہے تو ہماری قلفی جم جائے گی۔

تھاچو قدم قدم پر مجھے حیران کررہا تھا۔ وہ عمر میں ہم سے کم از کم تین گنا ہوگا لیکن اس جبری مشقت سے اس کی سانس پھولی تھی اور نہ ہی چہرے پر تھکن کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ میری جانب انگلی اٹھاتے ہوئے اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دجدان! اس پتھر کو تم ہٹاؤ گے..... جلدی!''

''کون سا پتھر؟'' میں سٹ پٹا کر رہ گیا۔

''یہ!'' اس نے پہاڑی کو چھوا۔

اس کی گہری سنجیدگی دیکھتے ہوئے میں نے بہ غور اس مقام کا جائزہ لیا جدھر اس نے اشارہ کیا تھا اور اگلے ہی لمحے میں چونک اٹھا۔ وہ پتھر میری نگاہ میں آگیا جس کو ہٹانے کی بات تھاچو کررہا تھا۔ بادی النظر میں وہ پتھر اس طویل القامت پہاڑ کا حصہ ہی دکھائی دیتا تھا جس کے سائے میں اس وقت ہم کھڑے تھے، اسی لیے میں پہلے اس پتھر کو نوٹس نہیں کرسکا تھا۔ وہ دو ضرب تین فٹ کا ایک مستطیل پتھر تھا جو کسی دروازے کی صورت اس پہاڑ میں ''نصب'' تھا۔

تھاچو کا اعتماد اور لہجے کا ٹھہراؤ یہی ظاہر کرتا تھا، وہ اس پتھر کے پیچھے کسی محفوظ پناہ گاہ کے بارے میں پُریقین ہے۔ اس کے یقین کا سبب کیا تھا؟ وہ کس سراغ کا سرا پکڑ کر یہاں تک آیا تھا؟ اس قسم کے سوالات پوچھنے کا موقع نہیں تھا کیوں کہ ہیلی کاپٹر کی آواز میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا جس کا مطلب تھا، وہ لوگ ہمارے قریب سے قریب تر پہنچ رہے تھے۔ ان لمحات میں ضرورت اس بات کی تھی کہ پہلے خود کو محفوظ کیا جاتا، باقی مسائل پر بعد میں بھی غور کیا جاسکتا تھا۔

اس دوران تھاچو نے ایک لمحے کے لیے بھی کاشانوک کو اپنے کندھے سے نیچے نہیں اتارا تھا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر نیلے آسمان کی طرف دیکھا۔ ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز سے یوں معلوم ہوتا تھا، وہ آنِ واحد میں نمودار ہوگا اور ہم پر گولیاں برسانا شروع کردے گا۔ میں اردگرد کے ماحول کو نظر انداز کر کے اس پتھر کی جانب متوجہ ہوگیا جو اس پہاڑی میں دروازے کا کردار ادا کررہا تھا..... ایک جادو کی خفیہ دروازہ!

وہ پتھر دروازہ اس انداز میں پہاڑ کا حصہ بنا ہوا تھا کہ اسے کھینچ کر باہر کی جانب ''کھولنا'' ممکن نہیں تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی آیا کہ اس پتھر کو اندر کی طرف دھکیل دوں۔ میں مذکورہ پتھر کے سامنے تن کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اگرچہ اس پہاڑ کے مقابلے میں ایک ذرے کی حیثیت کا حامل تھا لیکن اس کا وزن منوں میں تھا۔ میں جس طریقۂ کار کے سہارے اسے دھکیلنے والا تھا اس میں وزن بے اہمیت ہوکر رہ جاتا ہے۔ اس مخصوص طریقۂ کار کو بارہا آزما کر میں فائدہ اٹھا چکا تھا۔

میں نے ہارس اسٹانس اپنایا اور بازوؤں کی مخصوص حرکات کے ساتھ اپنے سینے کو صاف و شفاف ہوا سے بھر لیا۔ اب میرے ہاتھ پہلوؤں میں لگے ہوئے تھے۔ اگلے ہی لمحے میں نے سانس خارج کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو پتھر کی سمت کھول دیا۔ یہ بریدنگ کا ایک مخصوص انداز ہے جس میں اگر، چی کی قوت بھی شامل کرلی جائے تو اس کی اثر پذیری میں حیرت انگیز اضافہ ہوجاتا ہے..... اور مجھے یہی کرنا تھا!

میں نے دو تین مرتبہ اسی انداز میں، اُبھل اور ایگزہیل کر کے چی کی قوت کو اپنے ہاتھوں میں مرتکز کیا پھر ایک ایگزہیل کے ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کا حتمی پش پتھر پر آزمایا۔ یہ پش نتیجہ خیز ثابت ہوا اور وہ پتھر اپنی جگہ سے سرک کر اندر کو ہوگیا۔ میں نے داخلے کا راستہ بنانے کے لیے پتھر پر ایک اور بھرپور پش آزمایا اور پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

لی یان حیرت اور دل چسپی کے ملے جلے تاثرات سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ پہلے بھی اسی نوعیت کا کارنامہ انجام دیتے ہوئے مجھے دیکھ چکی تھی، جب ہم دونوں ڈاکٹر مونگ ریفوشے کے ساتھ کٹھمنڈو سے بدھ نیل کنڈ والی

عبادت گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں، میں نے اس سے بھی بڑے ایک پتھر کو سڑک سے ہٹایا تھا۔ میری نگاہ لی یان کے چہرے سے ہو کر تھاچو کی طرف مڑ گئی۔ اس کے چہرے پر مجھے گہری سنجیدگی نظر آئی۔ مجھ سے آنکھ ملی تو اس نے گمبھیر انداز میں کہا۔

''وجدان! باہر کھڑے ہو کر وقت برباد نہ کرو۔ فوراً اندر چلے جاؤ!''

اور ہم دونوں فی الفور اندر چلے گئے۔

ازاں بعد، تھاچو ہماری مدد سے 'کاشانوک' کو لے کر اندر آ گیا۔ پھر تھاچو ہی کی ہدایت پر میں نے اس پتھر کو دھکیل کر داخلی راستے پر ''فٹ'' کر دیا۔ اب باہر سے دیکھنے والے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے مطلوہ افراد اس پہاڑ کے اندر بند ہیں!

پہاڑ کے اندر نیم تاریکی کا راج تھا۔ میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم اس وقت کتنی لمبی چوڑی کھوہ میں موجود ہیں۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی ایک غار ہی غار دکھائی دیتا تھا۔ وہ نیم تاریکی بہ الفاظ دیگر ملگجا اجالا یہ ظاہر کرتا تھا کہ دور..... کہیں اس غار کا کوئی حصہ فضا میں کھلا ہوا ہے جہاں سے یہ روشنی داخل ہو کر یہاں تک پہنچ رہی ہے۔ باہر کی نسبت اندر کا موسم خاصا خوش گوار تھا۔ اس غار میں پائی جانے والی خنکی کو بہ آسانی برداشت کیا جا سکتا تھا۔ اندر پہنچنے کے بعد پہلا جملہ لی یان کی زبان سے ادا ہوا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے سرسراتی آواز میں بولی۔

''وجدان! کاشانوک کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہے!''

لی یان کی تشویش میں شدت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ نرسنگ کے پیشے سے بھی وابستہ تھی اپنے ایک قریبی ساتھی کو زخموں سے چور دیکھ کر اس کی پیشہ ورانہ تمام تر حسیات یک بہ یک بیدار ہو گئی تھیں۔ کاشانوک کے لیے میں بھی بہت فکرمند تھا۔ وہ ایک طرح سے ہمارا راہ نما تھا۔ اسے شدید زخمی حالت میں دیکھ کر پریشان ہونا ایک فطری بات تھی، میں نے اضطراری انداز میں تھاچو کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''ہم ہنگامی بنیادوں پر کاشانوک کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟''

اس غار میں محض اتنا اجالا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو ہیولوں کی صورت دیکھ سکتے تھے۔ تھاچو نے میری جانب رخ پھیرتے ہوئے جواب دیا ''میں اسی کے لیے کچھ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو، لارڈ بدھا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

ہم دونوں خاموش رہ کر تھاچو کی حرکات کا ''جائزہ'' لینے لگے۔

اس نے اپنی پوٹلی میں سے ایک ٹارچ نکالی.... اور اسے روشن کر کے غار کی سنگلاخ دیواروں کا جائزہ لینے لگا۔ پہاڑ سے باہر چوں کہ دن کا سماں تھا اس لیے ٹارچ کی روشنی کو ادھر دیکھ لیے جانے کے امکانات صفر کے برابر تھے۔ جلد ہی تھاچو کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ وہ ایک دیوار پر مشعل سے مشابہ کسی شے کو بیوست دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب بڑھ گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ اس مشعل کو روشن کر چکا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دشواری نہ ہوئی وہ جانوروں کی چربی کے بل بوتے پر جلنے والی ایک مشعل تھی۔ غار میں مناسب روشنی پھیلی تو ہم ایک دوسرے کو واضح طور پر دیکھنے کے قابل ہو گئے۔

لی یان نے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے دشمن اس روشنی کی طرف متوجہ ہو کر ادھر تو نہیں آ جائیں گے؟''

تھاچو نے تسلی آمیز لہجے میں جواب دیا ''فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، یہ روشنی باہر سے دکھائی نہیں دے گی۔''

''کیا تم پہلے بھی اس غار میں آ چکے ہو؟'' لی یان کے لہجے میں بے پناہ تجسس تھا۔

تھاچو نے قطعیت سے کہا ''نہیں!''

''پھر تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہے ہو؟''

''اپنے تجربے کی بنا پر'' اس کے جواب دیا۔

لی یان سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔ تھاچو اپنے ہاتھوں کو پوٹلی کے ساتھ مصروف رکھتے ہوئے بولا ''ہم بدھ بھکشو انہی پہاڑی علاقوں میں سفر کرتے رہتے ہیں اور ہمیں مختلف غاروں میں قیام بھی کرنا پڑتا ہے۔ میں کسی بھی غار کی بناوٹ دیکھ کر فوراً اس کے بارے میں اندازہ قائم کر لیتا ہوں۔''

اس کے آخری جملے نے میرے ذہن میں سوال پیدا کیا۔ میں نے اس سے پوچھا ''اس پہاڑی غار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں بتا چکا ہوں نا، یہاں ہونے والی روشنی کو باہر سے دیکھا نہیں جا سکتا۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا ''جب تم پہلے کبھی اس غار میں نہیں آئے تو پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس پتھر کے پیچھے ہمیں چھپنے کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ میسر آ سکتی ہے؟''

ذہین آدمی سوچتا ہے اور سوچنے والے افراد کے ذہنوں

میں سوالات ضرور ابھرتے ہیں۔ ان نازک لمحات میں میرا اور لی یان کا ذہن ایک کے بعد ایک سوال اظہار پا رہا تھا۔ تھاچو نے پوٹلی نما اس تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا باکس برآمد کیا اور میری جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

''دراصل، بات یہ ہے کہ میں نے نیچے کسی پہاڑی جانور کا فضلہ پڑا دیکھا تھا۔ میری تجربہ کار نگاہوں نے فوراً اندازہ قائم کر لیا کہ کچھ گوں کو یہاں آس پاس ہی کہیں قیام کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے ان آثار کو ایک سراغ جانا پھر میں اسی سراغ کے سہارے چلتے ہوئے اس غار کے سامنے آ پہنچا۔ تمہارا کہنا درست ہے کہ پہاڑ کو باہر سے دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ ایک مخصوص پتھر کو ہٹانے کے بعد کسی محفوظ غار کا راستہ کھل جائے گا۔'' وہ ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''بس یہی سمجھو کہ یہ بھی میں نے اپنے تجربے اور مشاہدے کے طفیل جان لیا تھا۔ شاید تم نے غور نہیں کیا کہ وہ فضلہ ایک خاص مقام پر نا پید ہو گیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں آس پاس پڑاؤ کی کوئی محفوظ جگہ موجود ہے۔ بہرحال!'' وہ سانس لینے کو رکا پھر بولا ''یہ باتیں ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں!'' اس کا انداز جان چھڑانے اور کنی کاٹنے والا تھا۔

لی یان نے اس پہاڑی غار کے دور دراز حصے کی جانب انگلی اٹھاتے ہوئے پوچھا ''اس طرف کچھ روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ تمہارا تجربہ اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ کیا ادھر سے بھی اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ موجود ہو گا؟''

''ایسا ہو سکتا ہے!'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''تم لوگ ایسا کرو، جب تک میں اس طرف مصروف ہوں، تم ادھر کا جائزہ لے کر آ جاؤ۔ اس طرح یہ بھی معلوم ہو جائے گا، ہماری یہ پناہ گاہ کس قدر طویل و عریض ہے!''

میں اس کا مشورہ سن کر چونک اٹھا۔ مجھے حیرت اس کی تجویز پر نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی مصروفیت کا جو تذکرہ کیا تھا اس نے مجھے الجھا دیا تھا۔ میں نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''تھاچو! تم ہمیں ادھر بھیج کر یہاں کس کام میں مصروف ہونا چاہتے ہو؟''

''میں کاشانوک کو دیکھوں گا۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''اس کا فوری آپریشن بہت ضروری ہے۔''

''آپریشن؟'' میں نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

وہ گمبھیر انداز میں بولا ''کاشانوک کی حالت فی الحال خطرے سے باہر نہیں ہے۔ اگر اس کے جسم سے گولیاں باہر نہیں نکالی گئیں تو پیٹ کے اندر زہر پھیلنے کا اندیشہ ہے، پھر اس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہو گی۔''

وہ ایک سفاک حقیقت بیان کر رہا تھا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح سے کاشانوک کا آپریشن کرے گا؟ ہم اس وقت کسی پرائیویٹ اسپتال میں نہیں بلکہ میڈیکل کی سہولیات سے میلوں دور ایک پہاڑی غار میں پناہ گزیں تھے۔ لی یان نے شاید میرا دماغ پڑھ لیا۔ اس نے تھاچو سے، میری سوچ میں ابھرنے والا سوال پوچھ لیا۔

''آپریشن کر کے پیٹ کے اندر پیوست گولیاں نکالنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھاچو!'' وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی ''تم بہت بڑا رسک لینے جا رہے ہو!''

''میں جانتا ہوں، آپریشن بچوں کا کھیل نہیں۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا ''شاید تم طبی طب کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہو۔ تبتی طب میں علاج کے چار طریقے مروج ہیں۔ نمبر ایک، خوراک کے ذریعے علاج۔ نمبر دو، ادویات کے ذریعے علاج۔ نمبر تین، حرارت کے ذریعے علاج، اور نمبر چار، جراحت کے ذریعے علاج۔ یہ آخری طریقۂ علاج انتہائی ناگزیر حالت میں اپنایا جاتا ہے اور میں .....'' وہ ہاتھوں میں پکڑے ہوئے باکس کو کھولنے کے بعد دوبارہ گویا ہوا ''اور میں اس وقت کاشانوک کی جراحت پر مجبور ہوں۔ آپریشن کے سوا اس کی زندگی بچانے کا اور کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا!''

ہم حیران و پریشان کھڑے یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے، وہ اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے بولا ''جہاں تک رسک لینے کا تعلق ہے تو اس وقت کاشانوک کی زندگی انتہائی رسک پر ہے۔ ''لوہا، لوہے کو کاٹتا ہے'' کے مصداق، یہ رسک لینا ہی ہو گا۔ تم دونوں بے فکر ہو کر غار کے دوسرے حصوں کا جائزہ لو۔ میں اپنا کام خوش اسلوبی سے کر لوں گا۔ اگر لارڈ بدھا کو اس کی زندگی منظور ہے تو کاشانوک کو کچھ بھی نہیں ہو گا!''

بدھ مت، ہندو مت کے بہت قریب ہے۔ بدھ مت میں آخرت کا کوئی تصور نہیں۔ یہ انسانی اعمال کو مستقبل کی بنیاد گردانتا ہے۔ یعنی ہر عمل کا ایک ردِعمل۔ نیکی کے بدلے نیکی اور برائی کے بدلے برائی۔ اس مذہب کے پیروکار خدا جیسی کسی ماورائی ہستی پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ہندوؤں کی طرح آواگون کے عقیدے کو اپنی زندگی کی اساس سمجھتے ہیں، یعنی انسان مرنے کے بعد دوبارہ جنم لیتا ہے، پھر مرتا ہے، پھر پیدا ہوتا ہے۔ ایک نیک انسان اگلے جنم میں بھی انسان ہی رہے گا

جب کہ ایک برا انسان اگلے جنم میں کسی جانور یا شیطان کے روپ میں بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ بہرحال، میں نے تھاچو سے آواگون کے عقیدے میں الجھنا مناسب نہ سمجھا اور لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے ایک تجویز پیش کی۔

''یہ میڈیکل کے شعبے سے وابستہ ہی ہے۔ اس نے نرسنگ کورس کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں، یہ تم ہماری مدد کے لیے یہاں رک جائے!''

''اس کی ضرورت نہیں!'' وہ بے رحم لی یان کا جائزہ لیتے ہوئے بولا ''تمہاری ترقی یافتہ دنیا کی جدید میڈیکل سائنس یہاں کام نہیں آئے گی۔ تم دونوں۔ بے فکر ہو کر جاؤ۔ میں اپنے کام کو کسی کی مدد کے بغیر بھی کرلوں گا۔''

میں نے واضح طور پر محسوس کیا، وہ اپنے طریقۂ کار کو ہمارے سامنے نہیں لانا چاہتا جیسے کہ حکیم لوگ اپنے نسخہ جات کو دوسروں سے چھپا کر رکھتے ہیں اور اکثر تو یہ راز ہائے بیش بہا اپنے سینے میں لے کر مٹی میں اتر جاتے ہیں۔ یہ میرا ایک خیال تھا۔ ممکن ہے، تھاچو کسی اور مصلحت کی بنا پر ہمیں وہاں سے دور رکھنا چاہتا ہو! میں نے تبتی لاماؤں، ان کی پُراسرار صلاحیتوں اور ناقابلِ یقین تحیر آمیز چمتکاروں کے بارے میں بہت کچھ پڑھ اور سن رکھا تھا۔ موجودہ حالات بتاتے تھے، اب دیکھنے کی باری ہے!

میں نے لی یان کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ اس دوران میں تھاچو ہمیں نظر انداز کر کے مکمل یک سوئی کے ساتھ کاشانوک کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ چھوٹے سے باکس کے ساتھ اس طرح مصروفِ عمل تھے جیسے اس کے سوا اس غار میں اور کوئی وجود نہ ہو۔ وہ ہمیں یکسر فراموش کر چکا تھا۔

لی یان نے میرا اشارہ سمجھ لیا اور ہم کاشانوک کو تھاچو کے رحم و کرم پر، غار کے پتھریلے ''فرش'' پر چت، بے ہوش پڑے چھوڑ کر خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دور آنے کے بعد لی یان نے تشویش بھرے لہجے میں مجھ سے استفسار کیا۔

''وجدان! وہ کاشانوک کے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟''

''اس نے بتایا تو ہے، آپریشن کرے گا۔'' میں نے کہا۔

''آپریشن!'' وہ جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولی ''میری..... میری سمجھ میں نہیں آرہا.....''

اس نے الجھن زدہ انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو میں نے اس کے شانے پر اپنا بازو دراز کر کے اسے اپنے قریب کرلیا پھر گہری سنجیدگی سے کہا ''تم خوامخواہ اپنی سمجھ کو نہ تھکاؤ۔ تھاچو نے یقین دلایا ہے نا، وہ اپنا کام اچھی طرح کرنا جانتا ہے۔ ہمیں اس پر بھروسا رکھنا چاہیے۔''

''لیکن.....!''

وہ اپنی ذہنی پراگندگی کو واضح کرنے کے لیے کوئی سوال اٹھانا چاہتی تھی کہ یک لخت خاموش ہوگئی۔ میں بھی چونک کر غار کے آخری سرے کی جانب دیکھنے لگا۔ ہمارے ٹھٹکنے کا سبب فائرنگ کی آواز تھی۔ ہم نے استعجابیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ہادی النظر میں یہی محسوس ہوا جیسے وہ آواز غار کے اندر پیدا ہوئی ہو لیکن اگلے ہی لمحے ہماری غلط فہمی دور ہوگئی۔ فائرنگ کی مخصوص آواز ایک مرتبہ پھر گونجی تھی اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ یقیناً یہ فائرنگ اسی ہیلی کاپٹر سے کی جارہی تھی جو ہماری کھوج میں اس سلسلۂ کوہسار میں چکراتا پھر رہا تھا۔ دراصل ہم باتیں کرتے ہوئے کافی آگے غار کے اس حصے میں نکل آئے تھے جہاں کا کوئی حصہ کھلا ہوا تھا، اسی سبب پہاڑی کے باہر کی آوازیں اندر پہنچ رہی تھیں۔

ہم تھوڑی دیر تک چوکنا کھڑے اپنی سماعت کے بل پر پہاڑی کے باہر ہونے والی ''نقل و حمل'' کی آوازیں سننے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کے بعد فائرنگ کی آواز سنائی نہ دی۔ ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز بھی معدوم ہوتے ہوتے ناپید ہوگئی۔

لی یان نے کہا ''وہ ہماری تلاش میں ناکامیاب ہو کر کہیں اور نکل گئے ہیں۔''

''میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا۔

''تھینکس گاڈ! ہمیں بروقت چھپنے کے لیے یہ جگہ مل گئی۔''

''اللہ ہر حال میں اپنے بندوں کا خیال رکھتا ہے!''

''کیا خیال ہے، واپس چلیں؟'' وہ بولی۔

''آگے چلتے ہیں!'' میں نے کہا۔

''پتا نہیں، یہ غار کتنا طویل ہے!'' وہ متذبذب لہجے میں بولی۔

میں نے کہا ''یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔''

وہ میرے ساتھ ہولی۔ ہم آگے بڑھتے چلے گئے۔

میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی کہ اس غار میں

کسی قسم کی گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا یعنی ہمیں سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ غار کی اندرونی فضا میں آکسیجن کا مناسب تناسب موجود تھا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے لیکن وہ غار کسی بھی طور ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، یوں محسوس ہوتا تھا، ہم شیطان کی آنت کے اندر محوِ سفر ہوں!

ہم جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے، غار کی چوڑائی کم سے کم تر ہوتی جارہی تھی البتہ روشنی اور تازگی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس سے یہ تو اندازہ ہوتا تھا، ہم اس غار کے کسی کھلے ہوئے حصے کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ وہ حصہ کب ہماری نگاہوں میں آئے گا اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

اچانک مجھے اپنی ران پر وائبریٹر کی مخصوص تھرتھراہٹ محسوس ہوئی۔ میری جینز کی جیب میں موجود سیل پر کسی کی کال آرہی تھی۔ کاشانوک اس حالت میں نہیں تھا کہ مجھ سے رابطہ کرتا۔ یہ کسی اور کا فون تھا۔ میری جیب میں اس وقت دو موبائل فونز موجود تھے اور کوچ سے روانہ ہوتے وقت اپنے سیل کی طرح میں نے سوریا کے سیل کی جملہ گھنٹیاں آف کردی تھیں۔ اب دونوں سیل سائیلنٹ الرٹ پر سیٹ تھے۔ میں نے لی یان کو رکنے کا اشارہ کر کے سیل کو جیب میں سے باہر نکال لیا۔

یہ سوریا والا سیل تھا۔ میں نے لیس کا بٹن پریس کرنے کے بعد سیل کو کان سے لگالیا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ہیلو۔''

''ہیلو..... تم کون ہو؟'' بھاری بھرکم آواز میں استفسار کیا گیا۔

میں نے پورے اعتماد سے کہا ''شرما! میں تمہارا باپ بات کر رہا ہوں۔''

اس تحکمانہ آواز کو میں پہلے بھی سُن چکا تھا اور مجھے یقین تھا، وہ شرما ہی ہوگا۔

دوسری طرف ایک لمحے کا توقف آیا، پھر اس شخص نے کہا ''وجدان! تم مجھ سے چھپ نہیں سکتے۔''

''پتا نہیں، تم کس وجدان کا ذکر کر رہے ہو۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''حالانکہ میں تھوڑی دیر پہلے اپنا تعارف کروا چکا ہوں۔ تم کیسی ناخلف اولاد ہو کہ اپنے باپ کو بھی نہیں پہچانتے؟''

وہ غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے پھنکارا ''وجدان! تم پہلے سوریا بن کر مجھے بے وقوف بنا چکے ہو۔ اب میں تمہارے کسی چکر میں نہیں آؤں گا۔ تم چاہے کسی بھی بل میں گھس کر بیٹھ جاؤ، میں تمہیں دُم سے پکڑ کر باہر کھینچ لوں گا۔''

''تم صرف ناخلف ہی نہیں بلکہ کسی بدبخت کی اولاد مشکوک ہو۔'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''میں خوامخواہ تمہاری سرپرستی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تم فوری طور پر اپنے برتھ سرٹیفکیٹ میں ولدیت کے خانے کے اندراج میں درستی کرلو۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں شرما!''

''اگر تم میرے نام سے واقف ہوگئے ہو تو یہ بھی جان چکے ہو گے کہ میں اپنے دشمنوں کا قبر تک پیچھا کرتا ہوں وجدان!'' وہ سنسناتے ہوئے لہجے میں بولا ''اگر بدترین موت سے بچنا چاہتے ہو تو خود کو میرے حوالے کردو۔''

وہ اس بات کے لیے کنفرم تھا کہ میں وجدان ہی ہوں۔ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا ''شرما! اول تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ تم اچانک بیٹھے بٹھائے میرے دشمن کیوں ہوگئے ہو۔'' میں نے ایک لمحے کا توقف کر کے اضافہ کرتے ہوئے کہا ''میں تم سے یہ سوال اس لیے نہیں کروں گا کہ مجھے پورا یقین ہے، تم اس کا جواب نہیں دو گے اس لیے.....''

''میں نے تمہاری فضول باتیں سننے کے لیے فون نہیں کیا!'' قطع کلامی کرتے ہوئے وہ جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔

میں نے نمک پاشی کرتے ہوئے اس سے پوچھا ''تم میرے منہ سے کیا سننا چاہتے ہو شرما؟''

وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا ''تم اس وقت کہاں چھپے ہوئے ہو؟''

''میں کھٹمنڈو میں ہوں۔'' میں نے سادگی سے اسے چکر دینے کی کوشش کی ''اور اس میں چھپنے چھپانے والا کوئی چکر نہیں شرما! میں اس وقت رتنا پارک کے ایک بنگلے کے لان میں ایزی چیئر پر بیٹھا آج کے رخصت ہوتے ہوئے سورج کی آخری کرنوں کی رومانی حرارت کو اپنے بدن میں جذب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

میرے اس پیچ در پیچ الجھے ہوئے جواب نے اسے شٹپٹاہٹ میں مبتلا کردیا، جھلا کر بولا ''تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو وجدان!''

''میری بات کا یقین نہیں تو یہاں آکر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔'' میں نے اس کی برہمی میں لگ بھگ سولہ چاند ٹانکتے ہوئے کہا ''اور اگر واقعی رتنا پارک آنے کا موڈ ہے تو شام چار بجے سے پہلے پہنچ جانا ورنہ مجھ سے ملاقات نہیں

ہو سکے گی۔''

میرے اس داؤ نے اسے چکرا کر رکھ دیا۔ سوچے سمجھے بغیر وہ بے تابی سے پوچھ بیٹھا ''کیوں' چار بجے کے بعد تم کہاں جانے والے ہو؟''

میں نے ایک فوری خیال کے تحت کہہ دیا ''ٹھیک پانچ بجے شام میں کھٹمنڈو سے شنگھائی جا رہا ہوں۔ مجھے ''تری بھون'' ائرپورٹ سے ''سی اے اے سی'' کی فلائٹ پکڑنا ہے اور.....''

''بکواس بند کرو۔'' وہ ایک مرتبہ پھر میری بات کاٹتے ہوئے بولا ''اگر تم ادھر کھٹمنڈو میں بیٹھے ہو تو پھر ادھر سندری جل کی پہاڑیوں میں کس نے تہلکہ مچا رکھا ہے؟''

''میرے نومولود' شیر خوار دشمن!'' میں نے مذاق اڑانے والے رنگ میں کہا ''جن لوگوں نے مجھے پکڑنے کے لیے تمہیں اس کار بے کار پر مامور کیا ہے' شاید انہوں نے میرا تفصیلی تعارف نہیں کرایا۔'' میں نے لمحاتی توقف کے بعد سنسنی خیز لہجے میں کہا ''چلو' کوئی بات نہیں۔ میں بتا دیتا ہوں۔ برخوردار شرما! دراصل میں بلیک میجک جانتا ہوں۔ یہاں کھٹمنڈو میں بیٹھ کر میں دنیا کے کسی بھی حصے میں ایسے کھیل تماشے پیش کر سکتا ہوں۔ اگر یقین نہیں آ رہا تو نارائن' مکل آنند اور سوریا داس کا حشر دیکھ لو۔ ان کے علاوہ اپنے پانچ ان چمچوں کی خوں چکاں لاشیں بھی ملاحظہ کر لو جو سندری جل کی پہاڑیوں میں موت کو گلے لگائے چین کی بنسی بجا رہے ہیں۔''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس کی تشویش میں ڈوبی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی ''لیکن..... سوریا داس کا سیل تمہارے پاس کیسے پہنچ گیا؟''

''بتایا ہے نا' میں بلیک میجک جانتا ہوں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا ''جادو کے زور پر میں اپنے دشمنوں کو نچتی کا ناچ نچاتا رہتا ہوں۔ تم سے نیا نیا رشتہ مخالفت استوار ہوا ہے۔ کہو تو ایک چھوٹا سا آئٹم پیش کروں؟''

میں نے مبہم الفاظ میں اپنے خطرناک عزائم کا اظہار کیا تو وہ ہراساں لہجے میں پوچھ بیٹھا ''تت..... تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

''کچھ نہیں' بس چھوٹا سا آئٹم۔ میری طرف سے اس دشمنی کا براہ راست پہلا تحفہ!'' میں نے اس کے خوف میں اضافہ کرنے کی غرض سے الجھن زدہ انداز جاری رکھا ''اس وقت تم ایک سیاہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر میری تلاش میں سرگرداں ہو۔ سوچتا ہوں' تمہیں اس خواری سے بچا لوں۔ تم کہاں کہاں بھٹکتے پھرو گے۔ میں ہی موت کے روپ میں آگے بڑھ کر تمہیں گلے لگا لیتا ہوں۔ بس ایک دل دوز دھماکا اور..... سب کچھ ختم!''

اس نے گھبرا کر سیلولر رابطہ منقطع کر دیا۔

لی یان اس دوران میں یہ گفتگو سنتے ہوئے مسلسل میری جانب دیکھ رہی تھی۔ رابطہ ختم ہونے پر میں نے چونک کر اس کی جانب نگاہ اٹھائی تو وہ سچویشن کو بھانپتے ہوئے فوراً مستفسر ہوئی۔

''خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا کیا؟''

میں نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

وہ بولی ''اب وہ بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔''

اس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ دوسرے سیل کا وائبریٹر بیدار ہو گیا۔ میں نے چونک کر لی یان کی طرف دیکھا اور پوچھا ''کاشانوک والا سیل کہاں ہے؟''

''ادھر تھاچو کے پاس ہی ہے۔'' اس نے بتایا ''میں نے تم سے بات کرنے کے بعد وہ سیل تھاچو کو دے دیا تھا۔ کیوں' کیا بات ہے؟''

اس دوران میں' میں نے مذکورہ سیل کو جیکٹ کی جیب سے برآمد کر لیا اور کہا ''شاید تھاچو ہمیں کال کر رہا ہے۔'' پھر فون اٹینڈ کرتے ہوئے میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ہیلو!''

جواب میں تھاچو کی مخصوص آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''وجدان! کیا تم لوگ کہیں دور نکل گئے ہو۔ میں نے تھوڑا آگے جا کر تمہیں دیکھا تھا لیکن تم کہیں نظر نہیں آئے۔ کاشانوک کو اکیلے چھوڑنا ٹھیک نہیں اس لیے میں نے موبائل فون کا سہارا لیا ہے۔''

''کاشانوک کیسا ہے؟'' میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔

''تمہیں یاد کر رہا ہے۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں انکشاف کیا ''وہ اس وقت ہوش میں ہے۔''

تھاچو کے اطمینان نے مجھے مضطرب کر دیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھ لیا ''کیا تم نے ابھی تک اس کا آپریشن شروع نہیں کیا؟''

ہمیں تھاچو کے پاس سے آئے ہوئے اب اتنی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص کے پیٹ کا آپریشن کر کے اندر سے گولیاں نکال لی جاتیں اور وہ باقاعدہ ہوش میں بھی آ جاتا۔ پتا نہیں' تھاچو نے طبی طب کا کون سا چمتکار دکھا ڈالا تھا۔ میں اس کے کمال کو سمجھنے سے قاصر تھا اسی لیے وہ سوال

میری زبان سے پھسل گیا تھا مگر اس کے جواب نے میری جرتوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

وہ نہایت ہی سادگی سے بتا رہا تھا ''آپریشن تو کب کا ہو چکا۔ یہ تو آپریشن کے بعد والی بیداری ہے۔ تم اسے پوسٹ آپریٹو دیکھ نہیں کہہ سکتے ہو!''

سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تھاچو کی بات کا یقین نہیں آیا۔ وہ ایک ناممکن اور ناقابل یقین سی بات کر رہا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا ''کاشانوک سے میری بات کراؤ۔''

''وہ خاصی نقاہت محسوس کر رہا ہے۔'' تھاچو نے کہا ''تم لوگ فوراً یہاں آ جاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔''

''ٹھیک ہے' ہم آ رہے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے فون بند کر دیا۔

لی یان نے اگرچہ یک طرفہ گفتگو سماعت کی تھی لیکن وہ نفس بات چیت بخوبی سمجھ گئی۔ رہی سہی کسر واپسی کے سفر میں' میں نے پوری کر دی۔ تھاچو سے ہونے والی باتوں کا خلاصہ میں نے اس کے گوش گزار کر دیا۔ وہ بے حد الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے وجدان! بائی گاڈ' ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''مگر ایسا ہو چکا ہے' تھاچو ہم سے جھوٹ کیوں بولے گا؟''

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' وہ نفی میں گردن جھٹکنے لگی۔

''وہیں چل کر دیکھتے ہیں' کیا ہوا ہے اور کیا نہیں ہوا!''

تھوڑی دیر کے بعد ہم غار کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں تھاچو اور کاشانوک کو چھوڑ کر گئے تھے۔ سب سے پہلے ہماری نگاہیں کاشانوک کی جانب اٹھیں۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بالکل خاموش چت لیٹا ہوا تھا۔ تھاچو نے ایک پوٹلی کو تکیہ بنا کر اس کے سر کے نیچے رکھ دیا تھا۔ کاشانوک کی حالت کو دیکھ کر فوری طور پر ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا' وہ پرسکون اور گہری نیند سویا ہوا ہے۔

میں نے قریب جا کر اس کے پیٹ کا معائنہ کیا۔ مذکورہ خطرناک گھاؤ اب ایک تازہ ترین پٹی کے پیچھے کھسرا چھپا چکا تھا۔ یقینی بات تھی کہ تھاچو نے آپریشن کے بعد یہ ڈریسنگ کی ہوگی۔ ابھی تک ہم نے زبان سے ایک لفظ ادا نہیں کیا تھا۔ میں نے سوالیہ نظر سے تھاچو کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں ایک جانب آنے کا اشارہ کر کے چل دیا۔ اس نے اپنا وہ چھوٹا سا باکس (سرجیکل کٹ) بھی اٹھا رکھا تھا۔

ہم نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور اس کے پیچھے چل دیئے۔

تیس چالیس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک جگہ پر رک گیا۔ اس کی تقلید میں ہمیں بھی رکنا پڑا۔ وہ اپنا پُراسرار باکس کھولتے ہوئے بولا۔ انداز سرگوشیانہ تھا۔

''جب میں نے تمہیں فون کیا اس وقت وہ جاگ رہا تھا اور تم سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ نیند میں چلا گیا۔ تین چار گھنٹے تک وقفے وقفے سے سونے اور جاگنے کا یہ سلسلہ جاری رہے گا پھر وہ مکمل طور پر ہوش میں آ جائے گا۔ میں نے محسوس کیا ہے' وہ تم سے کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔''

میں تھاچو کی بات سن کر خاموش رہا لیکن لی یان اس سے پوچھے بنا نہ رہ سکی ''آپریشن کا کیا رہا؟'' اس کے لہجے سے بے یقینی عیاں تھی۔

''بدھا کی مرضی سے آپریشن کامیاب رہا ہے۔'' وہ سپاٹ آواز میں بولا ''میں نے کاشانوک کے پیٹ اور پنڈلی سے گولیاں نکال لی ہیں اور متاثرہ حصوں پر مخصوص مرہم لگا کر ڈریسنگ بھی کر دی ہے۔ مجھے یقین ہے' وہ ایک آدھ دن میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔''

''کیا.....؟'' لی یان اور میں بیک وقت چلا اٹھے۔

تھاچو نے بات ہی ایسی کی تھی کہ ہمیں اپنے دو لیم پر کنٹرول نہ رہا۔ وہ ہماری حیرت' استعجاب اور بے یقینی کو یک سر نظر انداز کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا ''کاشانوک کے پیٹ میں سے تین اور بائیں پنڈلی میں سے ایک گولی برآمد ہوئی ہے۔''

بات ختم کرتے ہی اس نے باکس میں سے وہ چاروں گولیاں نکال کر ہمیں دکھائیں۔ ہم مذکورہ گولیوں سے زیادہ اس کے چہرے کو تک رہے تھے جہاں بلا کا ٹھہراؤ موجود تھا۔ میں اندازہ نہ لگا سکا کہ اس وقت تھاچو کے چہرے پر کوئی تاثرات تھے یا نہیں..... اور اگر تھے تو ان کی نوعیت کیا تھی؟

''کیا تمہیں یقین ہے' یہ ایک آدھ دن میں اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو جائے گا؟'' میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

اسی لمحے لی یان نے بھی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا ''تم قدموں پر کھڑا ہونے کی بات کر رہے ہو۔ تھاچو تو یہ دعویٰ کر چکا ہے کہ کاشانوک ایک آدھ دن میں چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا؟''

''ہاں ہاں' بالکل ایسا ہی ہوگا!'' تھاچو باری باری ہمارے چہروں پر مرتسم حیرت کا جائزہ لیتے ہوئے بولا ''یہ تو

تبتی طب کا ایک چھوٹا سا شعبدہ ہے۔ اگر تمہیں تبت میں طویل قیام کا موقع ملا تو قدم قدم پر حیرتوں کے پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے آن کھڑے ہوں گے..... اور ان میں سے ہر پہاڑ تمہیں ماؤنٹ ایورسٹ سے نکلتا ہوا نظر آئے گا۔''

اس کے بعد لگ بھگ پندرہ منٹ تک تھاچو ہمیں تبتی طب' وہاں کے لاماؤں اور دیگر اسرار کے بارے میں بتاتا رہا۔ اس میں سے بیشتر باتیں میرے علم میں اضافے کا باعث تھیں۔ اس گفتگو کے اختتام پر اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''احتیاط اور کاشانوک کی صحت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یہ دن اور آنے والی رات اسی غار میں بسر کریں گے۔ آئندہ روز آگے کا پروگرام بنائیں گے اور وہ بھی حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے۔ کیا تم دونوں میری بات سے متفق ہو؟''

تھاچو کا فیصلہ بروقت اور راست تھا۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ کار باقی نہیں بچا تھا۔ ہم نے اس کی بات سے اتفاق کیا پھر ہمارے درمیان حالاتِ حاضرہ پر تبادلۂ خیالات ہونے لگا۔

اس غار کے اندر رہتے ہوئے ہم دستی گھڑیوں ہی سے وقت کا اندازہ کر سکتے تھے اور اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ میں بھوک محسوس کر رہا تھا۔ لی یان کا بھی یہی حال تھا۔ ہم کھٹمنڈو سے نکلتے وقت اپنی اپنی پوٹلی میں ہر قسم کا زادِ راہ لے کر چلے تھے جس میں خور و نوش کا سامان بھی موجود تھا۔ کھانے کی اشیا میں زیادہ تر خشک آٹھر اور ڈرائی فروٹس شامل تھے۔ ہم نے مناسب سی پیٹ پوجا کرنے کے بعد پانی پیا اور ایک مرتبہ پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ تھاچو نے نام کرنے کو دو چار لقمے لیے تھے۔

اس بار تھاچو ہماری گفتگو میں شریک نہیں تھا۔ وہ تیمارداری کی غرض سے کاشانوک کے قریب چلا گیا تھا اور ہم دونوں ذرا ہٹ کے' غار کی ایک سنگلاخ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ مشعل کی ہلکی ہلکی روشنی ہم تک بھی پہنچ رہی تھی۔ اس وقت ہمارے درمیان دھیمے لہجے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ لی یان نے غار کے دوسرے حصے میں کاشانوک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وجدان! یہ تھاچو تو مجھے کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے!''

''اگر کاشانوک واقعی کل اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو بھئی' اسے جادوگر ماننا ہی ہوگا۔''

وہ بولی ''میں ڈاکٹر نہ سہی لیکن ایک طویل عرصے تک میڈیکل کے شعبے سے وابستہ رہی ہوں اور اس سلسلے میں میری معلومات بھی وسیع ہیں۔ تھاچو نے جو دعوے کیے ہیں وہ میری سمجھ سے بالاتر ہیں!''

وہ کچھ بھی غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ جو بھی غیر تبتی ایسی باتیں سنتا وہ یقین کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ تبت کو دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ انسانوں کے بسنے کا' دنیا کا یہ بلند ترین خطہ اراضی ہے۔ جس طرح انسان کے جسم میں سر کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اسی طرح تبت کو بھی اس دنیا کا سر سمجھا جاتا ہے۔ سر کے اندر دماغ ہوتا ہے اور دنیا کے اس سر یعنی تبت کے اندر دماغ والے باکمال لوگ بستے ہیں۔ صدیوں سے یہ سرزمین ''خطۂ اسرار'' کے طور پر مشہور ہے۔ وہاں کے پُراسرار لاماؤں' جادوگروں' طبیبوں اور بعض ایسے علاقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو عام آدمی کی نگاہ میں نہیں آتے۔ یہ ان کی آنکھ کا دھوکا ہوتا ہے یا کوئی اور طلسم! بہرحال سننے میں یہ آیا ہے کہ وہاں ایسے مقامات موجود ہیں جو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک شہر شیم بالا (شنگریلا) بھی ہے۔ تبت کے اکثر لاما خود پر مصنوعی موت طاری کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس کیفیت کو وہ مراقبے کا نام دیتے ہیں۔ مونکس کا فلسفہ یہ ہے کہ موت کا خوف انسان میں' دنیا کے لذائذ کو بدمزہ کر دیتا ہے اسی لیے وہ خود پر مصنوعی موت طاری کر کے موت سے پہلے موت کا مزہ چکھتے رہتے ہیں۔ اس حالت میں' طبی نقطہ نظر سے ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ دل کی دھڑکن اور سانس باقاعدہ رک جاتی ہے اور دیگر کوئی وائٹل سائن بھی پکڑ میں نہیں آتا لیکن بہرحال' وہ مراقبے کی اس کیفیت سے نکلنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔

ہمارے درمیان کافی دیر تک تبت اور اس سے منسوب اسرار و رموز موضوعِ گفتگو بنے رہے۔ لگ بھگ آٹھ بجے رات تھاچو ہمارے پاس آیا اور اس نے دھیمی آواز میں مجھ سے کہا۔

''اب وہ مکمل ہوش میں ہے۔'' اس کا اشارہ کاشانوک کی طرف تھا ''وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ اس سے لمبی چوڑی گفتگو شروع نہ کر دینا۔ اس کی دو چار باتیں سن لو تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔ میرا خیال ہے' اسے رات بھر آرام کرنا چاہیے۔''

میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میری دیکھا دیکھی لی یان بھی کھڑی ہو گئی۔ اس کی اس تقلیدی حرکت کا یہی مطلب تھا کہ وہ بھی میرے ساتھ کاشانوک کو

دیکھنے جانا چاہتی ہے لیکن اگلے ہی لمحے تھاچو نے اسے روک دیا اور مناسب الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے بولا۔

''صرف وجدان کو جانے دو' ورنہ خوامخواہ وہ باتوں میں لگ جائے گا اور اس کے اعصاب پر دباؤ بڑھے گا۔ میں نے اسے اعصاب کو پُرسکون رکھنے والی دوا کھلائی ہے۔'' پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم بھی نہایت ہی مختصر الفاظ میں اس سے بات کرنا۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟''

اس میں نہ سمجھنے والی کوئی بات نہیں تھی لہٰذا میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''بڑی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں تھاچو!''

وہ مڑا اور خاموشی کے ساتھ غار کے اس حصے کی جانب بڑھ گیا جدھر کاشانوک موجود تھا۔ میں نے تسلی آمیز نظر سے لی یان کو دیکھا اور تھاچو کے پیچھے ہولیا۔

ہم آگے پیچھے چلتے ہوئے غار کے اس حصے میں پہنچے جہاں تھوڑی دیر پہلے تھاچو نے پُراسرار انداز میں کاشانوک کا آپریشن کر کے اس کے جسم میں سے گولیوں کو نکال باہر کیا تھا۔ تھاچو لگ بھگ دس فٹ پیچھے رک گیا۔ میں نے سوالیہ نظر سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ مشعل کی روشنی اگرچہ اس غار کو پوری طرح اجالنے میں ناکام تھی تاہم ہم ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔

میں نے تھاچو کی آنکھوں میں موجود تاثراتی اشارے کا مفہوم پالیا۔ وہ مجھے کاشانوک کی طرف جانے کو کہہ رہا تھا۔ اس کے ٹھہر جانے کا یہی مطلب تھا کہ وہ چاہتا تھا' میں کاشانوک سے علیحدگی میں بات کروں۔ میں نے اس کی خواہش پر صاد کیا اور خاموشی سے کاشانوک کی طرف بڑھ گیا۔

کاشانوک چت لیٹا غار کی سنگلاخ چھت کو گھور رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پا کر اس نے گردن گھما کر میری جانب دیکھا۔ اس دوران میں' میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ تاہم اس کی مسکراہٹ میں خزاں رسیدگی جھلکتی تھی۔ میں اس کے پاس ہی پہلو میں' زمین پر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔

''کاشانوک! کیسا محسوس کر رہے ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔'' وہ نقاہت بھری آواز میں بولا ''پہلے سے بہت بہتر ہوں۔''

میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''تم اپنے ذہن پر زیادہ دباؤ نہ ڈالو۔ انشاء اللہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔''

''درست کہتے ہو وجدان!'' وہ نحیف اور عجیب سے لہجے میں بولا ''میرے ٹھیک ہونے کا وقت دور نہیں۔ لارڈ بدھ نے چاہا تو میری تمام تکالیف اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی' میں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ چکا ہوں۔ نروان کی تلاش کا یہ سفر.....!'' جملہ ادھورا چھوڑ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ کاشانوک کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا' وہ اپنی زندگی کے لیے پُریقین نہیں۔ یہ اس کی فطری اور برمحل سوچ تھی۔ وہ جن خوں چکاں حالات سے گزر کر اس غار تک پہنچا تھا' ان میں انسان اسی طرح مایوسی سے سوچنے لگتا ہے۔ اس میں کاشانوک کا زیادہ قصور نہیں تھا۔

میں نے اس کے ہاتھ کو دھیرے دھیرے سہلاتے ہوئے کہا ''کاشانوک! تمہاری زبان سے ایسی کم ہمتی کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ تھاچو نے ایک کامیاب آپریشن کر کے تمہارے جسم میں پیوست گولیاں نکال دی ہیں۔ تم ایک آدھ دن میں بھلے چنگے ہو جاؤ گے۔''

میں اس موقع پر ایسی ہی تسلی تشفی کی باتوں سے اسے حوصلہ دلا سکتا تھا۔ اس نے میری باتوں کو غور سے سنا اور گمبھیر لہجے میں بولا ''وجدان' میری زیادہ فکر نہ کرو۔ میں تمہاری باتوں اور تھاچو کے تجربے کو جھٹلا نہیں رہا بلکہ.....'' اس نے ایک مرتبہ پھر جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور وہ دھیرے دھیرے سانس لے رہا تھا۔ یہ سمجھنے میں مجھے ذرا بھی دقت محسوس نہ ہوئی کہ سانس لینے میں اسے خاصی دشواری ہو رہی تھی۔ چند لمحات کے توقف کے بعد اس نے نزار سے لہجے میں اپنی بات پوری کر دی۔

''بلکہ میں تو تمہیں یہ بتا رہا ہوں' نروان کی تلاش کا یہ سفر اپنے اختتامی مراحل میں داخل ہو گیا ہے' مجھے کتنی حاصل ہونے والی ہے۔ زندگی کے چکر میں یہی سب ہوتا ہے۔''

میں سناٹے میں رہ گیا۔ وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنی زندگی کے خاتمے کا اعلان کر رہا تھا۔ میں نے اتنی مایوسی اس کے الفاظ میں پہلے کبھی نہیں پائی تھی لیکن نہیں..... یہ مایوسی نہیں بلکہ ایک خاص قسم کا اطمینان تھا۔ اس کے چہرے پر آسودگی اور سرخ روئی سجی تھی۔ وہ درحقیقت اپنے مذہبی عقائد بیان کر رہا تھا۔ بدھ ازم میں زندگی کے چکر کی بڑی اہمیت ہے جسے ''کرم'' کہا جاتا ہے۔

کرم (KARMA) یعنی ''زندگی کا چکر'' آواگون کے نظریے پر قائم ہے۔ اسی لیے بدھ ازم' ہندو ازم کے بہت

قریب تصور کیا جاتا ہے۔ ''کرم'' کے مطابق' انسان بار بار جنم لیتا ہے۔ ایک نیک انسان اگلے جنم میں بھی انسان ہی کے روپ میں پیدا ہوتا ہے جب کہ ایک بُرا انسان کسی جانور یا شیطان کی شکل میں جنم لے سکتا ہے۔ جو شخص ہر جنم میں نیک اعمال و افعال کو اپنائے رکھتا ہے وہ بالآخر نیکی کی معراج پالیتا ہے جو کہ حقیقی خوشی اور بدھ مت کی اصل منزل بھی ہے۔ یہی حقیقی منزل نروان کہلاتی ہے۔ اس منزل کے حصول کے بعد جنموں کا چکر ختم ہو جاتا ہے۔

میں یک ٹک کاشانوک کو دیکھتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں بند اور چہرے پر گہرے اطمینان کی جھلک تھی۔ مجموعی تاثرات سے اندازہ ہوتا تھا' وہ ایک ایسا شخص ہے جس نے اپنے ذمے کا تمام کام نمٹا لیا ہو۔ اب جسے کسی بات کی فکر نہ ہو۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ کو سہلاتے ہوئے کہا۔

''کاشانوک! موجودہ حالات میں تم ایسا سوچنے پر مجبور ہو لیکن دیکھ لینا' ایک آدھ دن میں جب تم زندگی کے تمام معاملات میں بھرپور حصہ لینے لگو گے تو تمہاری یہ ذہنی کیفیت جاتی رہے گی۔ تم پہلے والے کاشانوک نظر آؤ گے۔ یاد رکھو' مصیبت کے بعد راحت ضرور آتی ہے!''

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں اور ٹٹولتی ہوئی نظر سے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولا ''میں لارڈ بدھ کا یہ سبق کبھی نہیں بھولا کہ ہر مصیبت کے پیچھے ایک راحت اور ہر تاریکی کے عقب میں ایک نئی روشنی موجود ہوتی ہے۔ تم نے بالکل ٹھیک کہا وجدان! راحت آنے والی ہے..... خیر!''

وہ ''خیر'' پر جملہ ادھورا چھوڑ کر یکایک انتہائی سنجیدہ دکھائی دینے لگا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے' وہ کوئی نہایت ہی اہم بات کرنے والا ہے۔ غار کے اس حصے میں بڑی دہشت ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مشعل کی ناکافی روشنی نے وہاں کے ماحول کو حد سے زیادہ پُراسرار بنا دیا تھا' یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں کسی طلسم کدے میں موجود ہوں۔

جب کاشانوک کی چپ طول پکڑنے لگی تو میں نے مڑ کر اپنے عقب میں نگاہ ڈالی۔ میں تھوڑی دیر پہلے تھاچو کو چند قدم پیچھے چھوڑ کر آیا تھا لیکن اب وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ پتا نہیں' وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میں تھاچو کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کاشانوک کی نحیف مگر گمبھیر آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''وجدان! میری بات کو دھیان سے سنو اور ایک ایک لفظ کو ذہن نشین کر لو۔ بیچ میں کوئی سوال نہ کرنا۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم ایک اتفاق کے تحت تھاچو کے قافلے کا حصہ بن گئے تھے بلکہ.....''

''پھر؟'' میں نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا ہے نا' بیچ میں سوال نہیں کرنا!'' اس نے کمزور سی تنبیہ کی ''اس مداخلت کے سبب ہو سکتا ہے' کام کی بات رہ جائے!'' وہ زرا دیر کو خاموش ہوا پھر اپنے نحیف بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''تھاچو ایک نہایت ہی ذہین اور دانا مونک ہے۔ یہ خاص الخاص تمہارے لیے ایک طویل اور کٹھن سفر طے کر کے تبت سے کھٹمنڈو پہنچا تھا۔ تم نے اس کے ساتھ جو دیگر بدھ بھکشو دیکھے ہیں' ان کا اصل مشن سے کوئی تعلق نہیں اور وہ تمام کے تمام کھٹمنڈو ہی سے اس کی ہمراہی میں آئے تھے۔''

وہ لمحے بھر کو رکا تو میں سوچے بنا نہ رہ سکا کہ وہ کس مشن کا ذکر کر رہا تھا۔ تاہم اس بار میں نے کوئی سوال نہ کیا اور گہری سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''تھاچو کا تعلق لہاسا کی سب سے معروف بدھ عبادت گاہ ''جوکھانگ ٹیمپل'' سے ہے۔ اسے یہ مشن سونپا گیا ہے کہ یہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر کھٹمنڈو سے تبت پہنچے گا۔ میں نے اس سلسلے میں جو بھی کردار ادا کیا ہے..... اور کر رہا ہوں اس کا مجھے حکم تھا۔ تم درحقیقت تھاچو کی نگرانی اور مہربانی میں تبت کے صدر مقام لہاسا پہنچنے والے ہو۔''

اس نے چونکہ مجھے سختی سے' سوال کرنے سے منع کر دیا تھا لہٰذا اس دفعہ جب وہ متوقف ہوا تو میں چپ چاپ بیٹھا استفسار یہ نظر سے اسے دیکھتا رہا البتہ اس کے انکشافات نے میرے اندر کھلبلی سی مچا دی۔ اگر مجھے پری پلان تبت پہنچایا جا رہا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا' اس سے آگے کی پلاننگ بھی کی جا چکی ہوگی۔ ان خیالات نے میرے ذہن کو قدرے الجھا دیا۔ اپنی دانست میں تو میں فوری طور پر اسرائیل جا رہا تھا۔ چونکہ میں کھٹمنڈو سے براہِ راست اسرائیل کا رخ نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا میں تبت کو بطور بریک لینڈ استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر دوسری طرف یہی کام ایک خاص منصوبے کے تحت انجام دیا جا رہا تھا۔ پتا نہیں' آنے والا وقت مجھے کیا دکھلانے والا تھا!

کاشانوک نے شاید میری سوچ پڑھ لی' اپنے انکشافات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''وجدان! آنے والا وقت تمہیں بہت سے معجزے دکھائے گا۔ یہ سب کچھ تمہاری ضرورت اور خواہش کے عین مطابق ہو رہا ہے۔ تم اپنی ساتھی ساحل کے حصول کے لیے اسرائیل جانا چاہتے ہو نا۔ تم ضرور اسرائیل پہنچو گے اور اس سلسلے میں چنگ فورن پوشی تمہاری مدد کرے گا۔''

''کون چنگ فورن پوشی؟'' بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔

اس مرتبہ کاشانوک نے میرے سوال پر کوئی اعتراض یا تبصرہ نہیں کیا۔ لمحے بھر کے لیے اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر گہری سنجیدگی سے بولا۔

''میں نے تھوڑی دیر پہلے لہاسا کے جوکھانگ ٹیمپل کا ذکر کیا ہے۔ اس بدھ عبادت گاہ کو لہاسا کا دل اور روح ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ تھا چو تمہیں بحفاظت اپنی نگرانی میں جوکھانگ ٹیمپل (JOKHANG TEMPLE) تک پہنچائے گا۔ جوکھانگ ٹیمپل کا روحِ رواں چنگ فورن پوشی ہے۔ جوکھانگ ٹیمپل کا چیف لاما چنگ فورن پوشی تمہاری راہنمائی اور مدد کرے گا۔''

میں حیرت اور دلچسپی سے کاشانوک کو دیکھتا چلا گیا۔ پچھلے کچھ عرصے سے میں بدھ مت افراد کے زیادہ نزدیک رہا تھا جس کے سبب مجھے بدھ ازم اور اس کے سیٹ اپ کے بارے میں جاننے کا خاصا موقع ملا تھا۔ چنگ فو نامی اس شخص کے نام کے ساتھ ''رن پوشی'' کا اضافہ اس کی قدر و منزلت ظاہر کرنے کے لیے کافی تھا۔ رن پوشی (RINPOCHE) کے معنی اعلیٰ تعلیم یافتہ یعنی پروفیسر کے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ جوکھانگ ٹیمپل کا چیف لاما بھی تھا۔ ان لمحات میں یکایک میرے دل میں یہ احساس جاگا کہ مجھے اس نادرِ روزگار شخص سے ضرور ملنا چاہیے۔

میں نے محسوس کیا' کاشانوک کو بولنے میں اچھی خاصی دشواری محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی آواز میں رچی بسی نقاہت اور نزاری اس کی مجموعی حالت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی تھی۔ چنگ فورن پوشی کا ذکر کرنے کے بعد اس نے دوبارہ آنکھیں بند کرلیں اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

میں تھا چو کی ہدایت کو نہیں بھولا تھا۔ اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں کاشانوک سے بات کروں۔ اسی کی زبانی مجھے پتا چلا تھا' کاشانوک مجھ سے کوئی ضروری بات کہنا چاہتا تھا۔ اس وقت کاشانوک کی خاموشی اور اطمینان سے یہی ظاہر ہوتا تھا' اسے جو کچھ بھی کہنا تھا' وہ کہہ چکا لیکن میں بھی اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا جس میں سب سے زیادہ اہم معاملہ شرما کا تھا۔ کاشانوک' شرما کو جاننے کا اقرار کر چکا تھا۔

میں چند لمحات تک متذبذب نظر سے کاشانوک کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا پھر نہایت ہی دھیمی آواز میں اسے پکارا ''کاشانوک.....!''

''ہوں!'' اس نے آنکھیں کھولے بغیر میری پکار کا جواب دیا۔

میں نے پوچھا ''تم مسٹر شرما سے واقفیت کا اقرار کر چکے ہو مگر ابھی تک تم نے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

وہ کمزور سی آواز میں بولا ''شرما کا تعلق کھنٹرڈ کی انڈر ورلڈ سے ہے۔ وہ نہایت ہی خطرناک اور چھٹا ہوا گینگسٹر ہے۔ میں نے ایک دو مرتبہ اسے نہایت ہی خفیہ طور پر جانوس سے ملاقات کرتے دیکھا ہے۔'' وہ اپنی آنکھوں کو بدستور بند رکھتے ہوئے حیرت انگیز انکشاف کر رہا تھا ''شرما کا شمار جانوس کے گہرے دوستوں میں ہوتا ہے۔''

''اوہ!'' میں ایک طویل اور بوجھل سانس خارج کر کے رہ گیا۔

اسی وقت مجھے اپنے عقب میں کھنکارنے کی مخصوص آواز سنائی دی۔ میں نے بڑی سرعت سے پلٹ کر دیکھا تو تھا چو پر نگاہ پڑ گئی۔ پتا نہیں' وہ کب اور کس وقت وہاں آن موجود ہوا تھا۔ مجھ سے نظر ملتے ہی اس نے ہاتھ سے مجھے اپنی جانب آنے کا اشارہ کر دیا۔ اس کے اشارے کے جواب میں' میں نے اثبات میں گردن ہلائی پھر کاشانوک کے شانے پر میں نے ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

''کاشانوک! تمہیں اس وقت آرام کی اشد ضرورت ہے۔ تم اطمینان سے سو جاؤ' کل بات کریں گے۔''

پھر میں اس کے پاس سے اٹھ کر تھا چو کی طرف چلا گیا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے قدرے شکایتی لہجے میں کہا ''تم نے کافی دیر لگا دی حالانکہ میں نے تمہیں تاکید بھی کی تھی کہ.....''

میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ''کاشانوک کو اپنی بات کہنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی اس لیے تاخیر ہو گئی!''

وہ چند لمحات تک یک ٹک مجھے دیکھتا رہا پھر گمبھیر انداز میں بولا ''تو اس کی بات تمہاری سمجھ میں آ گئی؟''

میں نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تم اپنی ساتھی کے پاس جاؤ۔ تمہیں جیسے تیسے اسی غار میں رات گزارنا ہے' ٹھیک ہے؟''

اس کا جملہ سوالیہ انداز میں ختم ہوا تو میں نے پوچھ لیا ''اور تم؟''

''میں کاشانوک کی دیکھ بھال کے لیے اس کے پاس جا رہا ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے کہا ''وہ خاصا دل شکستہ دکھائی دیتا ہے۔ بڑی مایوسی کی باتیں کر رہا تھا۔''

تھا چو نے مجھ سے ان مایوس باتوں کی تفصیل نہیں پوچھی اور گہری نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر سرسری انداز میں بولا ''وہ جن حالات سے گزر رہا ہے ان میں ذہنی کیفیت ایسی ہی ہو جاتی ہے لیکن تم پریشان نہ ہو' لارڈ بدھا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ایک لمحے کو متوقف ہونے کے بعد اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''اسے ایک پُرسکون' گہری اور بھرپور نیند کی ضرورت ہے۔ صبح تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''اس نے کچھ کھایا پیا بھی ہے یا ابھی تک.....؟'' میں جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

تھا چو نے معتدل لہجے میں کہا ''اس کیفیت میں ٹھوس غذا اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو گی۔ میں نے محلول کی صورت میں اسے رقیق مادہ پلا دیا ہے جو غذا کے علاوہ ایک موثر دوا بھی ہے۔ یہ محلول اس کی متاثرہ آنتوں کو بھی بھلا چنگا کر دے گا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''ویسے کاشانوک کو اس وقت جس شے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہے' نیند! مجھے امید ہے' وہ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔''

میں نے تھا چو سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور لی یان کی جانب قدم بڑھا دیے۔

اس وقت میرا ذہن مسلسل مسٹر شرما کی گتھی سلجھانے میں مصروف تھا۔ کاشانوک کے مطابق' وہ جانوس کا گہرا دوست تھا۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ وہ جوگندر پال کا بھی دوست تھا۔ دوست کا دوست ہمیشہ دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جوگندر پال اور جانوس اپنے بھیانک اور عبرت ناک انجام کو پہنچ گئے تھے۔ ان کی موت کے بعد' شرما کا اچانک میرے خلاف متحرک ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ اس کی پشت بھی میرے وہی اسرائیلی یہودی دشمن ٹھونک رہے تھے جو اس سے پہلے اول الذکر دونوں آسامی دشمنوں کی پشت تھپکتے چلے آئے تھے۔ یہ دراصل ربی موشے ہائمن کے مختلف روپ تھے جو ایک کے بعد ایک میری مخالفت میں' میدان میں اتر رہے تھے..... اور اللہ کا شکر ہے' میں اپنے ان دشمنوں کو بے پناہ ہزیمت پہنچا رہا تھا۔ سندری جل کی پُراسرار پہاڑیوں میں' نہایت ہی مختصر وقت میں' میں نے مسٹر شرما کو اتنے زخم دے ڈالے تھے کہ ان کو جانتے چانتے اس کی زبان کھس جاتی' یہ الگ بات کہ اس معرکہ آرائی میں' کاشانوک کی صورت میں' ہمیں بھی ایک کڑی آزمائش سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

شرما کے بعد' میرا دھیان جوکھانگ ٹیمپل کی طرف چلا گیا جو لہاسا کے قلب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سے قبل' زندگی میں شاؤلن ٹیمپل سے میرا واسطہ پڑا تھا۔ شمالی چائنا میں واقع مارشل آرٹس کی اس عظیم الشان تربیت گاہ میں مجھے مختلف فنون حرب و ضرب سیکھنے کا موقع ملا تھا۔ ماسٹر ہنگ پائی نے ''چی'' کا پہلا سبق بھی مجھے شاؤلن ٹیمپل ہی میں دیا تھا اور اب..... میں تبت کے جوکھانگ ٹیمپل کی طرف جا رہا تھا۔ پتا نہیں' کاتبِ تقدیر نے میری زندگی میں اور کیا کچھ سیکھنا لکھ رکھا تھا۔

چیف لاما چنگ فورن پوشی کے تصور سے میرا خیال محترم سانگ فو کی طرف چلا گیا جس سے میری پہلی اور آخری ملاقات سیٹل (واشنگٹن) میں ہوئی تھی۔ اس مختصر اور انتہائی پرائیویٹ ملاقات میں آنجہانی نے اپنے وسیع تجربے کی روشنی میں مجھے عملی زندگی کے رازہائے سربستہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ میں اس ملاقات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ میں محسوس کر رہا تھا' تبتی علوم کا پروفیسر (رن پوشی) چنگ فو مجھے کچھ آگے کا سبق پڑھانے والا تھا۔

میں انہی خیالات کے تانے بانے میں الجھا ہوا لی یان کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی منتظر نگاہ سے نگاہ ملی تو اس نے پوچھا ''وجدان! کاشانوک کا کیا حال ہے؟''

اس کے لہجے سے بے پناہ تشویش جھلکتی تھی۔ میں نے ایک لمحے تک اس کی آنکھوں میں دیکھا اور مبہم سے انداز میں کہا ''بظاہر تو سب کچھ ٹھیک نظر آ رہا ہے لیکن پتا نہیں کیوں' میرا دل مطمئن نہیں۔''

''مجھے تفصیل سے بتاؤ۔'' اس کی تشویش سوا ہو گئی۔

میں ابھی کاشانوک کو جیسا دیکھ کر آیا تھا' مختصر الفاظ میں لی یان کے گوش گزار کر دیا۔ پوری بات سننے کے بعد اس نے پوچھا ''تھا چو کیا کہتا ہے اس سلسلے میں؟''

''وہ تو بہت پُرامید ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

''گاڈ بلیس ہیم!'' اس نے کہا۔

میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے دریافت کیا ''تھاچو نے بتایا تھا' کاشانوک تم سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کچھ بتایا؟''

تھاچو اور چنگ فورن پوشی کے بارے میں مجھے کاشانوک کی زبانی جو کچھ معلوم ہوا تھا وہ میں نے لی یان کو بتا دیا اور آخر میں کہا ''پتا نہیں' تبت..... پہنچ کر کون سا پُراسرار چکر چلنے والا ہے!''

وہ بڑی محویت سے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ''میں مانتی ہوں' لہاسا کے جوکھانگ ٹیمپل میں جو کچھ بھی ہوگا' وہ انتہائی تحیر آمیز اور پُراسرار ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس تمام تر چکر کی جڑ تم ہی ہو!''

''میں..... وہ کیسے؟'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

''وہ ایسے کہ تم خود اسرار و رموز میں لپٹے ہوئے ہو!''

وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی ''کیا کسی عام آدمی کے ساتھ ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو تمہارے ساتھ پیش آ رہے ہیں؟''

بالفاظِ دیگر وہ مجھے ایک خاص آدمی ثابت کرنے کی تگ و دو میں تھی' مجھے اس موضوع پر بحث کا کوئی دروازہ نہیں کھولنا تھا لہٰذا کوئی سوال کرنے کے بجائے میں نے عام سے لہجے میں کہہ دیا ''شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔ دیکھتے ہیں' آگے آگے کیا ہوتا ہے!''

''جو بھی ہوگا' بڑا انٹرسٹنگ اور ایڈونچرس ہوگا۔'' وہ بدستور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے موضوع کا زاویہ تبدیل کرنے کے لیے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ پہاڑی علاقے میں رات بہ نسبت جلدی ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اس وقت رات کم و بیش نصف سفر طے کر چکی تھی۔ میں نے لی یان سے کہا۔

''کیا خیال ہے' تھوڑی نیند نہ لے لی جائے۔ آج کی رات تو اپنی ہی ہے۔ پتا نہیں' پھر کب سونے کا موقع ملے!''

اس نے غار کی پتھریلی زمین کی طرف دیکھا۔ مشعل کی ہلکی ہلکی روشنی اس مقام تک پہنچ رہی تھی۔ جہاں اس وقت ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اس کی نظریں تعاقب کرتے ہوئے میری نگاہ بھی سنگلاخ زمین کی جانب اٹھ گئی۔ اسی لمحے لی یان کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''سنا ہے' نیند بڑی ظالم شے ہے۔ یہ سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ مجھے تو اس وقت نیند نہیں آ رہی۔ کیا تم اس کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟''

میں نے کہا ''مجھے بھی کوئی خاص نیند نہیں آ رہی۔ سونے والی بات میں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر کہی تھی۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔'' میں نے سنگ ریز زمین کی سمت انگلی اٹھاتے ہوئے کہا ''یہاں سولی اور نیند والے حالات پیش نہیں آئیں گے۔ میں تمہارے آرام کا کچھ بندوبست کرتا ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لی یان نے پوچھا ''کہاں جا رہے ہو؟''

''اپنے ''سفری بیگ'' لینے جا رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

ہم کھٹمنڈو سے پوٹلی نما سفری بیگ لے کر چلے تھے۔ یہ بیگ تھے یا پوٹلیاں' اس سے قطع نظر ان میں ہماری سفری ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ اضافی کپڑوں کے علاوہ میں نے دشمنوں کے وہ دو لباس بھی اپنی پوٹلی (بیگ) میں ڈال لیے تھے جو بوقتِ ضرورت استعمال میں لائے جا سکتے تھے۔ ہمارے سفری بیگ غار کے اس حصے میں رکھے تھے جہاں اس وقت کاشانوک اور تھاچو موجود تھے۔

میں نے مذکورہ حصے کی جانب قدم اٹھایا ہی تھا کہ ادھر سے تھاچو آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھوں میں اپنی پوٹلیاں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ پتا نہیں' یہ ایک اتفاق تھا یا تھاچو نے ہماری ضرورت کو محسوس کر لیا تھا بہرحال' وہ بروقت پوٹلیاں لے کر ہمارے پاس آ گیا تھا۔

اس نے مذکورہ سامان میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''یہ رکھ لو۔ تمہارے اوڑھنے بچھونے کے کام آئیں گے۔ ان پوٹلیوں میں لباس کی صورت میں کچھ کپڑے موجود ہیں۔ مجبوری کے لمحات میں ایسے ہی گزارہ چلایا جاتا ہے۔''

''تم ہماری فکر نہ کرو تھاچو۔ ہم بہت اچھی طرح گزارہ کر لیں گے۔'' میں نے اس کے ہاتھ سے وہ سامان لیتے ہوئے معتدل لہجے میں کہا ''تم پوری توجہ سے کاشانوک کا خیال رکھنا۔ اسے ہم سب سے زیادہ نگہداشت کی ضرورت ہے!''

''میں اپنے فرائض کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور پوچھا ''کاشانوک والا موبائل تمہارے پاس ہی ہے نا؟''

''ہاں' کسی ہنگامی رابطے کے لیے وہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے کہا ''یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اگر میری ضرورت پیش آئے تو بتا دینا۔''

''ضرور بتاؤں گا۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا اور واپس چلا گیا۔

میں نے دونوں پوٹلیاں کھول لیں اور ان میں موجود کپڑوں کا جائزہ لینے لگا۔ لی یان کی سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچی ''وجدان! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تھاچو نے ہماری گفتگو سن لی ہو!''

''تم کس حوالے سے یہ بات کہہ رہی ہو؟'' میں نے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''ہم نے ادھر اوڑھنے بچھونے کا ذکر کیا' ادھر وہ یہ سامان لے کر آ گیا۔''

''یہ محض ایک اتفاق ہے۔ تم اس سلسلے میں اپنے ذہن کو مت تھکاؤ۔''

''لیکن..... لیکن میں ہر بات کو اتفاق کے کھاتے میں نہیں ڈال سکتی وجدان!''

''تو پھر یہ اتفاق نہیں ہوگا۔'' میں نے کہا ''تھاچو نے واقعی ہماری گفتگو سن لی ہوگی۔''

میرا انداز ایسا تھا کہ لی یان نے سختی سے کہا ''وجدان! میں کوئی مذاق نہیں کر رہی ہوں۔''

''میں بھی یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔'' کام سے ہاتھ روک کر میں نے اس کی طرف دیکھا اور اضافہ کرتے ہوئے مزید کہا ''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تھاچو ایک سینئر اور قابلِ بھروسا مونک ہے۔ جو کھانگ ٹیمپل میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنگ فورن پوشی نے کچھ دیکھ کر ہی اسے یہ مشن سونپا ہے۔ یقیناً تھاچو بھی پُراسرار صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔''

وہ یقین اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ میری بات سنتی رہی پھر جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولی ''وجدان! میں جب سے تمہارے ساتھ ہوں' ایک سے ایک پُراسرار ہستی سے ملنے کا اتفاق ہو رہا ہے اور..... یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہے۔ میں ایک بار پھر کہوں گی کہ اس تمام تر پُراسراریت کی جڑ تم ہی ہو۔''

میں نے اس کی بات کا جواب دیا اور نہ ہی اس پر کوئی تبصرہ کیا۔ اس دوران میں' میں دونوں پوٹلیوں میں موجود کپڑوں کا معائنہ کر چکا تھا۔ میں نے اس کا دھیان بٹانے کی غرض سے کہا۔

''میرا خیال ہے' ہم بدھ بھکشوؤں والے یہ ڈھیلے ڈھالے لباس اتار کر دشمنوں کے لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ ایک حسنِ اتفاق ہے کہ ہمیں ایک پستہ قامت شخص کا لباس بھی میسر آ گیا ہے جو تمہارے ناپ پر پورا اترے گا۔''

مذکورہ دونوں لباس عمدہ جینز اور گرم فل شرٹس پر مشتمل تھے۔ اس کے علاوہ گرم جیکٹس بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اگر ہم ان کپڑوں کو زیبِ تن کر لیتے تو اپنے استعمال شدہ بدھ بھکشوؤں والے لبادوں کو بچھونا بنا کر غار کے فرش کی سختی کو حتی الامکان کم کر سکتے تھے۔ دیگر غیر استعمال شدہ کپڑوں کو اوڑھ کر گزارہ چلایا جا سکتا تھا۔

لی یان نے مجھ سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ''کسی کے بدن سے اترے ہوئے لباس کو پہننا عجیب سا لگ رہا ہے۔ مجبوری کی بات دوسری ہے لیکن محض رات بسر کرنے کے لیے میں وہ کپڑے نہیں پہنوں گی۔''

اس کی بات میں دزن تھا لہٰذا میں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ دشمنوں کے کپڑوں کا استعمال میں نے یہ نکالا کہ اسے بچھونے کے طور پر غار کے فرش پر پھیلا لیا۔ ہم بدستور بدھ بھکشوؤں والے لبادے ہی میں ملبوس رہے اور فاضل لباس کو اپنے اوپر اوڑھ کر نیم دراز ہو گئے۔ ہم نے غار کی ایک دیوار سے ٹیک لگا لی تھی۔

اس غار سے باہر' اس وقت تاریکی کا راج تھا اور تاریکی بھی وہ جو برف کو شرما دے۔ سورج ''غروب'' ہوئے لگ بھگ پانچ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اگرچہ غار کے اندر کا درجۂ حرارت باہر کی بہ نسبت زیادہ تھا لیکن اسے خوشگوار حرارت والا ماحول ہرگز نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہم اپنی قوتِ ارادی' قوتِ برداشت اور ڈرائی فروٹس پر مشتمل کھانے سے حاصل ہونے والی توانائی سے موسم کی شدت کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب اس کوشش میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تو میں ایک قدم اور آگے بڑھ آیا۔

میری دیکھا دیکھی لی یان بھی سرک کر میرے قریب آ گئی۔ موسم کی سختی کو قرب کی نرمی سے شکست دی جا سکتی تھی۔ اس قربت نے غار کے اندرونی ماحول کو خاصا حرارت بخش اور خوشگوار بنا دیا۔ میں نے سو یا دو اس والے موبائل کو ہاتھ میں لیا اور لی یان کے کان میں سرگوشی کی۔

''میں ذرا شرما کے چٹکی لینا چاہتا ہوں۔''

''تم اس سے کیا کہو گے؟'' وہ میرے ہاتھ میں موبائل دیکھتے ہوئے بولی۔

''کہنا کیا ہے' اس کے تازہ تازہ زخموں پر تھوڑی نمک پاشی ہی کرلوں گا۔'' میں نے کہا۔

لی یان معنی خیز لہجے میں بولی ''تم اسے شاید یہ بتانا چاہتے ہو کہ اس کا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑو گے؟''

''یہی سمجھ لو!'' میں نے سرسری انداز میں کہا اور موبائل سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔

کال ریسیوڈ میں شرما کا سیل نمبر موجود تھا۔ میں نے آپشنز میں جاکر اس نمبر کو استعمال کیا اور سینڈ کا بٹن پریس کردیا۔ دوسری جانب شرما کی آواز سنائی دینے کے بجائے ایک ریکارڈ شدہ مخصوص آواز ابھرنے لگی جس کا مفہوم کچھ یوں بنتا تھا' میرا مطلوبہ نمبر فی الحال کسی کے استعمال میں نہیں تھا۔ تین چار مرتبہ کی کوشش کے بعد میں نے موبائل کو ایک طرف رکھ دیا۔

لی یان نے شرارت بھرے لہجے میں سرگوشی کی ''وجدان! تم نے شرما کے کس جگہ چٹکی لی؟''

میں نے جس انداز میں سیل کو رکھا تھا اس سے وہ بخوبی سمجھ گئی تھی کہ شرما سے رابطہ نہیں ہوسکا۔ اگر میں اس سے کوئی بات کرتا تو وہ لی یان سے ڈھکی چھپی نہ رہتی اس کے باوجود بھی وہ مجھے چھیڑنے کی غرض سے شریر سوال کررہی تھی۔ اس کی شرارت بھری پیش قدمی کو میں اچھی طرح سمجھنے لگا تھا۔

شرارت کا جواب شرارت سے ہی دینا ضروری تھا۔ میری بےتکی حرکت سے وہ بدک کر چند اونچ دور ہوگئی' پھر میٹھی خفگی سے بولی ''یہ کیا کررہے ہو؟''

''تمہارے سوال کا جواب دے رہا ہوں!''

''اس طرح؟'' اس کی خفگی مٹھاس پٹکاتی رہی۔

میں نے کہا ''تم نے پوچھا' میں نے شرما کے کس جگہ چٹکی لی۔ میں نے عملاً بتادیا۔ شرما' شرما ہوتے ہوئے بھی ذرا نہیں شرمایا اور تم لی یان ہوکر خوامخواہ پریشان ہورہی ہو!''

''تم بڑے چکر باز ہو وجدان!'' اس نے مبہم انداز میں کہا۔

''بہانے باز تو نہیں ہوں نا!'' میں نے اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے کہا۔

وہ کسی پس وپیش کے بغیر کھنچتی چلی آئی پھر میرے بازو کو تکیہ بناتے ہوئے بولی ''وجدان! کہیں ہماری باتیں تھاچو تک تو نہیں پہنچ رہی ہوں گی؟''

''امید تو نہیں ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

اس نے ایک اور خدشے کا اظہار کیا ''وہ غار کے اس حصے میں بیٹھا ہمیں دیکھ تو نہیں رہا؟''

ادھر اس کی بات ختم ہوئی ادھر غار میں گھپ اندھیرا بھر گیا بےساختہ لی یان مجھ سے پیوست ہوگئی۔ میں نے اس کے بائیں کان پر ہونٹ رکھ کر سرگوشی کی ''چلو تمہارا یہ اندیشہ تو جاتا رہا کہ تھاچو ادھر بیٹھا ہمیں دیکھ تو نہیں رہا!''

وہ میری گرفت میں تھوڑا سا سمسمائی۔ انداز الگ ہونے والا نہیں تھا۔ اس کے بدن کی اضطراری جنبشوں نے مجھ پر واضح کردیا کہ وہ قمجر سے پیوستہ رہ کر آمد بہار کی متمنی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے فطری تجسس کے ہاتھوں بھی مجبور تھی' تشویش ناک لہجے میں مجھ سے مستفسر ہوئی۔

''کاشانوک تو ٹھیک ہوگا نا؟''

''ابھی معلوم کرلیتے ہیں!''

میں نے یہ کہتے ہوئے اپنا سیل ہاتھ میں لے لیا پھر کاشانوک والے سیل کا نمبر پنچ کرنے لگا۔ ڈسپلے کی مخصوص لائٹ میں یہ کام بہ آسانی ہوگیا۔ کاشانوک والا سیل تھاچو کے پاس تھا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے سیل کے اسپیکر میں تھاچو کی ''ہیلو'' سنائی دی۔

میں نے پوچھا ''تھاچو! تمہاری طرف خیریت تو ہے نا؟''

''ہاں' ہم دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''مشعل کو تم نے خود بجھایا ہے یا.....؟''

''یہ اپنی مرضی سے بجھی ہے۔'' وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا ''لگتا ہے' اس کا ''ایندھن'' ختم ہوگیا۔ بہرحال' فکر والی کوئی بات نہیں۔''

تھوڑی دیر پہلے تک جس مشعل نے اس غار کو کسی حد تک روشن کررکھا تھا اس کے بارے میں میری معلومات اس حد تک تھیں کہ وہ جانوروں کی چربی سے جلنے والی ایک مشعل تھی۔ مشعل کا ایندھن ختم ہوجانے والی بات کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں تھا۔ میں نے تھاچو سے کہا۔

''تمہارے پاس ایک ٹارچ بھی تھی۔ اسے سنبھال کر رکھا ہوا ہے نا؟''

جب ہم آج سہ پہر اس غار میں داخل ہوئے تھے تو غار کے اندرون کا جائزہ لینے کے لیے تھاچو نے اپنی پوٹلی میں سے ایک ٹارچ نکال کر روشن کی تھی۔ میرا اشارہ مذکورہ ٹارچ کی جانب ہی تھا۔ وہ میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولا۔

''تم فکر نہ کرو' میں نے اپنی ہر شے کو سنبھال کر رکھا ہوا

ہے۔''

''کاشانوک کیسا ہے؟'' یہ سوال بے ساختہ میری زبان سے پھسل گیا تھا۔

تھاچو نے بتایا ''اس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اس وقت گہری نیند میں ہے۔ تم لوگ بھی سونے کی کوشش کرو۔ ممکن ہے' کل کا دن آج سے بھی زیادہ ٹف ہو۔ ہوسکتا ہے' ہمیں ایک لمحے کو بھی آرام کرنے کا موقع نہ ملے۔''

''او کے۔ گڈ نائٹ!'' میں نے یہ کہتے ہوئے سیلولر رابطہ موقوف کردیا۔

لی یان سیل سے کان لگائے لیٹی تھی اس لیے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ اس نے سن لیا۔ وہ سیل ہمارے بیچ سینڈوچ بن گیا تھا۔ میں نے سیل کو کان سے جدا کرکے ایک طرف رکھا تو وہ ایک اطمینان بھری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

''تھینکس گاڈ! میں کاشانوک کے لیے بہت ٹینس تھی۔''

''اب تو تمہاری ٹینشن دور ہوگئی ہوگی؟'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''ہاں' کافی حد تک!'' اس نے جواب دیا پھر میرے پہلو میں سرسراتے ہوئے بولی ''میری دعا ہے کہ وہ کل اپنے قدموں پر کھڑا ہوجائے!''

قدرت نے عورت کی فطرت میں تجسس اور تشویش کا مادہ بہ نسبت زیادہ رکھا ہے اور اپنے ان جذبات کے اظہار میں وہ یکسر فراموش کر بیٹھتی ہے' وہ کہاں اور کس ماحول میں سانس لے رہی ہے۔ لی یان میرے پہلو میں لیٹی تھی لیکن اس کا ذہن' غار کے دوسرے حصے میں موجود کاشانوک کے لیے متفکر تھا۔ میں نے کاشانوک سے جو مختصر سی گفتگو کی تھی اس نے میری سوچ کو تلپٹ کررکھا تھا' لی یان کی تسلی کے لیے میں نے کہہ دیا۔

''انشاءاللہ! ایسا ہی ہوگا۔''

لی یان باتوں کے موڈ میں دکھائی دیتی تھی۔ باتوں کے لیے ایک عمر پڑی تھی۔ میں نے اس کے موڈ کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی گردن کو جھکایا اور بیک جنبش لب اس کا طاقہ بند کردیا۔ اس نے ایک نشاط انگیز جھرجھری لی اور میرے وجود میں پیوست ہوتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک دوسرے کو اوڑھ کر سونے کی کوشش کررہے تھے۔

اگلی صبح بہت جلدی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ایک بھرپور' آسودگی بخش انگڑائی لے کر خود کو نئے دن کے لیے تیار کیا۔ اس انگڑائی نے میرے بدن کے ایک ایک حصے کو بیدار کردیا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ گھما کر اپنے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن غار میں چھائی ہوئی تاریکی نے میری کوشش کو ناکامیاب بنادیا۔ میں محسوس کررہا تھا' اس پہاڑی کے باہر کہیں سورج طلوع ہوچکا ہے مگر طلوع آفتاب کے آثار بھی اس طرف نہیں پہنچ پائے تھے۔ میں نے اپنے پہلو میں لی یان کو ٹٹولا لیکن وہ مجھے ''محسوس'' نہ ہوئی۔ میرا یہ پہلو رات بھر اس کے وجود سے آباد رہا تھا پھر وہ کہاں چلی گئی؟

میں یکا یک اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لی یان کو اپنے قریب نہ پاکر میں پریشان ہوگیا تھا۔ میں غار کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی لمحے میرے ذہن میں موبائل فون کا خیال آیا۔ اس کے ڈسپلے کی روشنی میں' میں بہ آسانی لی یان کا سراغ لگا سکتا تھا۔

میں نے سیل کو آن کیا تو اس کی اسکرین روشن ہوگئی۔ ڈسپلے پر نمودار ہونے والی معلومات سے مجھے پتا چلا کہ اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ گویا میرے احساسات میری درست راہنمائی کررہے تھے۔ پہاڑی سے باہر کہیں سورج واقعی طلوع ہوچکا تھا' یہ الگ بات کہ اس کی روشنی پہاڑی غار کے اندر نہیں پہنچ پارہی تھی۔ میں نے کلاک سے نگاہ ہٹائی اور ڈسپلے کی محدود روشنی میں لی یان کو تلاش کرنے لگا۔ اگلے ہی لمحے وہ مجھے نظر آگئی۔

اسے پرسکون' آسودگی کی نیند سوتے دیکھ کر مجھے حیرت کا بھی ایک جھٹکا لگا۔ یہ حیرت اس کی نیند کے سبب نہیں تھی بلکہ میں اس بات پر حیران تھا کہ وہ مجھ سے دور کیسے چلی گئی؟ وہ اس وقت مجھے چار فٹ کی دوری پر دکھائی دے رہی تھی اور دکھ کی بات یہ تھی کہ وہ بچھونے کے بجائے پتھریلی زمین پر پڑی تھی۔

میں موبائل فون کی روشنی میں بڑی سرعت سے آگے بڑھا اور اگلے ہی لمحے اس کے قریب پہنچ گیا پھر میں نے اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر اٹھایا اور اندازے کی بنا پر لاکر' بچھونے پر لٹادیا۔ اس حالت میں ڈسپلے کی روشنی سے استفادہ ممکن نہیں تھا۔ بچھونے پر ڈالتے ہی میں نے موبائل کو اس کی طرف کرتے ہوئے صورت حال کا جائزہ لیا۔ اس نے سوتے ہوئے کسی بچے کے مانند' نئی جگہ پر پہنچتے ہی اپنے ہاتھ پاؤں کو بےمعنی حرکت دی اور کروٹ کے بل لیٹ کر پرسکون ہوگئی۔ میں نے وہاں موجود تمام کپڑوں کو تہ در تہ اس پر ڈال دیا پھر

ڈسپلے کی روشنی میں بغور اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے نیند کے تسلسل کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا' اس کے لیے موسم جیسے بے اثر ہو کر رہ گیا تھا!

لی یان نیند کی حالت میں اور بھی حسین دکھائی دے رہی تھی۔ اس خوابیدہ حسن کی معصومیت کو میں چند لمحات تک نظر ٹھہرا کر دیکھتا رہا پھر غار کے اس حصے کی سمت قدم بڑھا دیئے جو آگے جاتے ہوئے بتدریج تنگ ہوتا چلا گیا تھا۔ میں لی یان کے ساتھ' شام سے تھوڑی دیر پہلے بھی اس طرف آیا تھا لیکن کسی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں واپس تھاچو کے پاس جانا پڑا تھا۔

اس وقت مجھے فرصت ہی فرصت تھی۔ لی یان گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ تھاچو کی طرف چھائی خاموشی سے ظاہر ہوتا تھا' ادھر سب خیریت ہوگی۔ یہ اچھا موقع تھا۔ جب تک وہ لوگ بیدار ہوتے اور سورج کی ناکافی روشنی اس غار کی تاریکی میں سیندھ لگانے کی کوشش کرتی' میں غار کے دوسرے سرے کا سراغ لگا سکتا تھا۔ تھاچو کے تیور تو یہی بتاتے تھے' وہ آگے بڑھنے کے لیے غار کے اسی حصے کو استعمال کرے گا۔

میں تاریکی میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ موبائل فون کو میں نے لباس میں محفوظ کر لیا تھا۔ ان اندھے غار میں مجھے اندازے کی بنا پر قدم اٹھانا پڑ رہے تھے۔ اگرچہ وہ تاریکی ''ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے'' والی نہیں تھی۔ تاہم غار کا اندرونی منظر ایسا واضح بھی نہیں تھا کہ میں بے دھڑک آگے بڑھتا چلا جاؤں۔

دس منٹ کے بعد میری مشکل آسان ہوگئی۔ غار کے اس حصے میں' مہربان اجالا بڑی نرمی سے قدم رکھ رہا تھا۔ موہوم سی روشنیں روشنی میرے لیے آسانیاں فراہم کرنے لگی۔ میں اس دل گداز مہمان کے توسط سے کچھ اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ غار کے اس حصے میں' ارضی تنگی کے باوجود بھی فرحت اور شگفتگی کا احساس تھا۔ شاید قریب ہی کہیں اس پہاڑی کا کوئی حصہ فضا میں کھلا ہوا تھا جہاں سے تازہ حیات بخش ہوا غار کے اندر پہنچ رہی تھی۔

میں مزید آگے بڑھ گیا۔ اب اس غار نے ایک تنگ سی سرنگ کی صورت اختیار کر لی۔ تاہم یہ سرنگ اتنی کشادہ ضرور تھی کہ دو افراد پہلو بہ پہلو بہ آسانی آگے بڑھ سکتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ تنگ سا پہاڑ دوز راستہ ایک خاص زاویے سے مڑ رہا تھا۔ میں اس راستے پر سفر کرتے ہوئے اسی سمت میں مڑنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں ایک کشادہ جگہ پر کھڑا تھا۔

وہ مقام مستطیل شکل کا تھا جس کی پیمائش میرے اندازے کے مطابق لگ بھگ بارہ بائی پندرہ فٹ رہی ہوگی۔ اس جگہ سے آگے وہ راستہ ایک مرتبہ پھر بتدریج تنگ ہوتے ہوئے ایک طرف مڑتا چلا گیا تھا۔ میں اس مقام پر ٹھہر کر سوچنے لگا کہ منزل کی تلاش میں آگے کا سفر جاری رکھوں یا واپسی کی راہ اختیار کروں؟

میرے ذہن نے فوری طور پر ایک متوازن فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کا تعلق آگے بڑھنے سے تھا اور نہ ہی پیچھے پلٹنے سے۔ اس ''قطعہ زمین'' کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش جاگی کہ مجھے کچھ وقت یہاں گزارنا چاہیے۔ کیوں.....؟ ذہن نے اس بارے میں بھی سوچ لیا۔ ذہن کی اس سوچ میں اعضا کی بے قراری کو بھی دخل تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا ایکسر سائز کو مچل رہے تھے۔ یہ میرے جسم کی ایک فطری خواہش تھی۔ پچھلے دنوں سے میں مارشل آرٹس کی ایکسر سائزز اور یوگا کی مخصوص مشقوں سے بہت دور ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے جسم' دماغ اور روح کو تھوڑی ''زحمت'' دینے کے فیصلے پر عمل درآمد شروع کر دیا۔

بدھ بھکشوؤں والے مخصوص ڈھیلے ڈھالے لباس کے نیچے میں نے انڈرویئر پہن رکھا تھا۔ میں نے اس لبادے کو اتار کر ایک طرف پتھریلی زمین پر رکھ دیا اور محض انڈرویئر بدن پر سجائے ایکسر سائز میں مصروف ہو گیا۔ یوگا' جمناسٹک اور مارشل آرٹس کی ایکسر سائزز بھی عجیب و غریب اثرات کی حامل ہوتی ہیں۔ موسم چاہے کتنا بھی سرد کیوں نہ ہو' یہ پسینہ نکال کر رکھ دیتی ہیں۔

میں نے وارم اپ ہونے کے لیے تھوڑی جمپنگ کی پھر لیگ اسٹریچنگ کرنے لگا۔ اسٹریچنگ چاہے بدن کے کسی بھی حصے کی ہو' اگر صحیح طور پر کی جائے تو لگ پتا جاتا ہے۔ بھرپور اسٹریچنگ کے بعد میں نے چھوٹی بڑی ہر نوعیت کی کلنگ کی۔ اس کے بعد پنچنگ اور بلاکنگ کا نمبر آیا۔ میں نے کراٹے کے زین زے' نی لونگ اور ہوما گاچی کا تاز کے ساتھ ساتھ کنگ فو کے چند فارمز کی پریکٹس بھی کی۔ خاص طور پر ''لونگ شو'' فارم کی تکمیل کے دوران میں میرے بدن کا ایک ایک مسام پسینہ اگلنے لگا تھا۔ یہ نہایت ہی محدود جگہ پر کیا جانے والا ایک مشکل ترین فارم تھا جس کی تربیت میں نے شاؤلن ٹیمپل میں حاصل کی تھی۔

مارشل آرٹس کو خیرباد کہہ کر میں یوگا کی طرف آ گیا۔ ہٹھ یوگ اور راج یوگ کے مسائل سے الجھے بغیر میں نے پرانا

یم (PRANAYAM) کی مشق کی۔ پرانا یم کا تلفظ ''پرانا یام'' بھی کیا جاتا ہے۔ یوگا کا یہ شعبہ سانس کی مشقوں یعنی بریدنگ سے متعلق ہے۔ میں دس منٹ تک اسٹروک بریدنگ سے اپنے جسم و جان کو نئی تندرستی اور تازگی بخشتا رہا۔ مشق کے اختتام پر میں نے خود کو چاق و چوبند پایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے اندر نئی توانائی اتر آئی ہو۔

میں آنکھیں کھول کر اپنے ماحول میں حاضر ہوا تو میری ساعت ایک نئے انکشاف سے آشنا ہوئی۔ قریب ہی کہیں پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا' جب میں نے وہاں ایکسر سائز کا آغاز کیا تو ایسی کوئی آواز نہیں ابھر رہی تھی۔ ایکسر سائز کے دوران میں بھی ایسا کوئی احساس نہ ہوا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا تھا' پرانا یم کی مشق کے دوران ہی میں پیش آیا تھا۔ بریدنگ..... خاص طور پر اسٹروک بریدنگ کرتے ہوئے انسان اپنے ماحول سے غافل ہو جاتا ہے۔ پانی گرنے کی یہ مخصوص آواز شاید اسی عرصے میں آغاز ہوئی تھی۔

میں نے پوری توجہ اس آواز پر مرکوز کر دی۔ جلد ہی میں یہ جاننے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ آواز اس سمت سے آ رہی تھی جدھر اس غار کا دوسرا سرا متوقع تھا۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں آگے بڑھنے لگا۔ ایک پہاڑی غار کے اندر' پانی گرنے کی مترنم آواز بڑی پُرکشش اور سریلی ہوتی ہے۔ میں اس کشش میں کھنچ کر تھوڑا اور آگے بڑھا تو صورتِ حال مجھ پر عیاں ہو گئی۔

میں اس غار کے اندر پانی کے ایک چھوٹے سے تالاب کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس تالاب کی پیمائش کم و بیش چھ ضرب چھ فٹ رہی ہو گی۔ گہرائی کا اندازہ میں نے دو فٹ کے قریب لگایا۔ مذکورہ تالاب پر کوئی منڈیر وغیرہ نہیں بنی ہوئی تھی بلکہ وہ سارا سیٹ اپ قدرتی دکھائی دیتا تھا۔ اس میں انسانی ہاتھ کی کوشش کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ میں کشاں کشاں اس تالاب کے قریب چلا گیا۔

تالاب میں جمع ہونے والا پانی اتنا صاف اور شفاف تھا کہ تہ کی پتھریلی زمین آئینے کے مانند دکھائی دیتی تھی۔ یہ پانی غار کی چھت سے کسی چھلنی کے مانند تالاب کے اندر سے ٹپک رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' چھت میں بڑے سوراخوں والا کوئی کنگ سائز شاور نصب ہو۔ تالاب لبالب پانی سے بھرا ہوا تھا اور کناروں کے اوپر سے بہنے والا پانی اپنا راستہ خود بناتے ہوئے پتھریلی زمین میں جذب ہو کر پتا نہیں کہاں جا رہا تھا۔ جس طرح اس پانی کے بارے میں' میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ پہاڑی کے اندر ہی اندر سفر کرتے ہوئے کہاں سے آ رہا ہے' بالکل ویسے ہی یہ بتانا بھی ناممکن تھا کہ تالاب سے رخصت ہونے والا پانی کہاں جائے گا۔

میں محویت کے عالم میں کھڑا چند لمحات تک دستِ قدرت کے اس کرشمے کو دیکھتا رہا۔ وہ بہت ہی خوش ساعت اور نظر فریب منظر تھا۔ اس منظر کی دلکشی اور حسن سے محظوظ ہونے کے لیے جتنا وقت بھی میسر آ جاتا' کم تھا۔ کچھ دیر بعد میرے دل میں اس تالاب کے پانی کو ''چیک'' کرنے کی خواہش جاگی۔ یہ ایک فطری اور بے اختیاری خواہش تھی۔

میں نے کنارے پر اکڑوں بیٹھ کر تالاب میں ہاتھ ڈال دیا۔ اگلے ہی لمحے میں ایک خوشگوار تجربے سے گزرا۔ تالاب کا پانی اچھا خاصا حرارت بخش تھا۔ اسے گنگنا کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ میں نے سن رکھا تھا' پہاڑوں کے اندر مختلف اقسام کی دھاتیں اور معدنیات پائی جاتی ہیں جن میں چونے اور گندھک کے ذخائر بھی شامل ہیں۔ ان ذخائر کے آس پاس سے گزرنے والا پانی غیر معمولی حرارت حاصل کر لیتا ہے اور اگر یہ پانی ان ذخائر کو باقاعدہ چھو کر آ رہا ہو تو ان کے طبعی اور کیمیائی خواص کو بھی اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔ ایسا پانی خطرناک ہو جاتا ہے۔ میں نے تالاب کے پانی کی ''خطرناکی'' کو بھی چیک کرنا ضروری سمجھا۔

میں نے جھک کر ایک چلو میں پانی بھرا پھر اسے ناک کے قریب لا کر سونگھا۔ اس پانی میں سلفر یا کیلشیم کی مخصوص بو نہیں تھی۔ میں نے تھوڑا سا پانی زبان پر ڈال کر اسے چکھا اور ایک مرتبہ پھر حیران رہ گیا۔ وہ گنگنا پانی انتہائی خوش ذائقہ تھا۔ عمدہ قسم کا امپورٹڈ پانی پینے والے صاحبِ ثروت حضرات اگر اس تالاب سے دو گھونٹ پانی پی لیتے تو فرانس اور ناروے کا رخ کرنا بھول جاتے۔

میرے دل میں غسل کی خواہش مچل اٹھی۔ میں نے اپنی اس خواہش پر عمل کرنے میں ذرا سی تاخیر بھی مناسب نہ سمجھی اور اس تالاب میں اتر گیا پھر پندرہ منٹ تک میں اس فرحت بخش پانی سے اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اپنے بدن کے مضمحل حصوں کو نشاط انگیز لہروں سے سیراب کرتا رہا۔ جب میں نے دوبارہ بدھ بھکشوؤں والا لباس پہنا تو خود کو روئی کے گالوں کے مانند ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ اس اوپن باتھ نے جسم و جان کی ساری تھکن کو چوس کر مجھے ایک دم فریش کر دیا تھا۔

میں واپس غار کے اس حصے میں آیا جہاں میں نے بھرپور ایکسر سائز کی تھی۔ میں اس کمر انما جگہ کے ایک کونے میں کنول آسن کی صورت زمین پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے ساحل کی طرف پرواز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت میرا ذہن تر و تازہ تھا۔ ظاہرہ آنکھیں بند ہوتے ہی تھرڈ آئی نے کام شروع کر دیا لیکن اس کی کارکردگی کا نتیجہ صفر کے برابر برآمد ہوا۔

میں نے دوبارہ' تبارہ ٹرائی کی لیکن ربی موشے ہائمن نے تیسری آنکھ کی راہ میں اتنی بڑی رکاوٹ کھڑی کر دی تھی کہ مجھے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس وقت اسرائیل میں صبح کے پانچ بج رہے ہوں گے۔ ربی اور ساحل یقیناً نیند میں ہوں گے۔ میں نے مزید ایک دو کوشش کے بعد آنکھیں کھول دیں۔

اسی لمحے موبائل فون کی گھنٹی کی آواز میری سماعت تک پہنچی۔ سیل کو جیب سے نکال کر باہر رکھنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی لہٰذا میں نے اس کی جملہ گھنٹیاں آن کر دی تھیں۔ جسم سے دور ہونے کی صورت میں وائبریٹر مجھے کال سے آگاہ نہیں دے سکتا تھا۔

میں نے سیل کو لباس میں سے برآمد کیا اور کال اٹینڈ کرنے کے لیے کان سے لگا لیا۔ دوسرے ہی لمحے لی یان کی گھبرائی ہوئی آواز سننے کو ملی۔ وہ کاشانوک والے سیل سے بات کر رہی تھی۔

''وجدان! تم کہاں ہو۔ فوراً یہاں آ جاؤ۔''

''یہ سیل تو تھاچو کے پاس تھا۔ تم وہاں.....؟''

وہ قطع کلامی کرتے ہوئے جلدی سے بولی ''میں اس وقت تھاچو کے پاس ہوں۔ تم فوراً آ جاؤ۔''

''آخر مسئلہ کیا ہے؟'' میں بری طرح الجھ کر رہ گیا۔

وہ بکھری ہوئی آواز میں بولی ''وہ..... وہ کاشانوک.....!''

''کیا ہوا.....'' میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا ''کاشانوک کو کیا ہوا؟''

دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ لی یان نے بات ادھوری چھوڑ کر سیلولر رابطہ موقوف کر دیا تھا۔ میرے اندر ایک نامعلوم سا اضطراب پھیلتا چلا گیا۔ میں کاشانوک کی طرف سے پہلے ہی گہری تشویش میں مبتلا تھا۔ اگرچہ تھاچو نے اس کی صحت یابی کا مجھے یقین دلایا تھا لیکن میرا دل مطمئن نہیں تھا۔ کاشانوک کی الوداعی گفتگو مجھے آگے کے حالات سے بہ خوبی آگاہی دے گئی تھی۔ لی یان کی گھبرائی ہوئی ادھوری کال مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اگر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تھاچو کے پاس پہنچی ہوئی تھی تو اس کا ایک ہی مطلب تھا یعنی وہاں کوئی ایمرجنسی پیش آ گئی تھی!

میں ممکنہ تیزی سے بھاگتے ہوئے غار کے اس حصے میں پہنچا جہاں تھاچو کو کاشانوک کے پاس چھوڑ کر گیا تھا۔ تھاچو اور لی یان کی صورتوں کو دیکھتے ہی میں سب کچھ سمجھ گیا۔ کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں تھی تاہم بے اختیار میری زبان سے یہ استفسار پھسل ہی گیا۔

''تھاچو! کاشانوک کو کیا ہو گیا ہے؟''

جواب دینے کے بجائے اس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا پھر نہایت ہی گمبھیر آواز میں بولا ''اس جنم میں اس کی سانسیں پوری ہو گئی تھیں۔ لارڈ بدھا اسے سکون دے!''

''مم..... مگر تم نے تو اس کا کامیاب آپریشن کیا تھا!'' میری آواز نہ چاہتے ہوئے بھی بلند ہو گئی اس آواز میں ایک احتجاج بھی شامل تھا ''اور..... اور اس کی بحالیِ صحت کا یقین بھی دلایا تھا؟''

وہ میرے شانے کو تھپکتے ہوئے بولا ''میں نے تم سے کوئی بھی غلط بیانی نہیں کی تھی وجدان مگر لارڈ بدھا کی مرضی.....!''

وہ جملہ نامکمل چھوڑ کر مسلسل میرا شانہ تھپکتا چلا گیا۔

میں یک ٹک خاموش لیٹے کاشانوک کو دیکھتا چلا گیا۔ تھاچو نے پتا نہیں۔ دیوار میں نصب مشعل پر کون سا طلسم پھونکا تھا، بہرحال وہ اس وقت روشن تھی اور اپنی ملگجی روشنی سے وہاں کے ماحول کو حتی الامکان اجالنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا، کسی مصلحت کی بنا پر تھاچو نے رات مشعل کو خود ہی بجھا دیا ہو! یہ مصلحت مشعل کا ''ایندھن'' بچانا بھی ہو سکتی تھی۔

میری نگاہ کاشانوک کی لاش پر جمی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر یہی لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند میں ہو۔ ایک لمحے کے لیے بھی دل یہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ آن جہانی ہو چکا ہے۔ پتا نہیں کیوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا۔ تھاچو کو پیش آمدہ حالات سے پیشگی آگاہی تھی۔ اس نے اب تک جو کچھ بھی کیا، اپنا فرض جان کر کیا تھا۔ وہ چاہے کاشانوک کا آپریشن ہو یا ہمیں اس کی صحت یابی کے بارے میں تسلی تشفی دینا!

کاشانوک کی موت سے مجھے ذہنی اور قلبی دھچکا لگا تھا۔ وہ نہایت ہی کم وقت میں میرے بہت زیادہ قریب ہو گیا تھا۔ میرے بہت سے قریبی افراد کی اموات ہوئی تھیں لیکن امتیاز علی کے بعد کاشانوک وہ شخص تھا جس کے زیاں نے مجھے اندر

سے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اپنوں کی جدائی کا یقین کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ بے یقینی صدمے کی انتہا ہوتی ہے۔ امتیاز علی اور کاشانوک میرے ایسے ہی اپنوں کی فہرست میں تھے..... آہ تھے!

لی یان بھی ایک جانب سر جھکائے کھڑی تھی۔ میں نے پچھلے کئی گھنٹوں سے اسے کاشانوک کے لیے گہری تشویش میں مبتلا دیکھا تھا۔ اس کے غم کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ ہم تھوڑی دیر تک یونہی ماتمی فضا میں خاموش کھڑے رہے پھر تھاچو کی بھرائی ہوئی آواز نے ہمیں چونک کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کردیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''تم دونوں ادھر چلے جاؤ۔ میں کاشانوک کے آخری فرض کو نبھا کر تمہارے پاس آتا ہوں۔'' اس نے اس جانب اشارہ کیا جہاں ہم نے رات بسر کی تھی ''اب ہمیں کاشانوک کے بغیر ہی آگے بڑھنا ہوگا۔''

تھاچو کے آخری جملے پر میرا دل کٹ کر رہ گیا۔ میں نہیں جانتا تھا، بدھ کے پیروکار آں جہانی ہوجانے والوں کے آخری معاملات کو کیسے نبھاتے ہیں لیکن تھاچو کی بات سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ غار کے اس حصے میں کاشانوک کی لاش کے ساتھ جو کچھ ہی کرنے جارہا تھا کہ اس کا تعلق کاشانوک کی آخری رسومات ہی سے تھا۔

میں نے غم زدہ اور بوجھل آواز میں کہا ''ہم دونوں اپنے سامان کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ تم اپنے فرض سے نمٹنے کے بعد ادھر ہی آجانا۔ ویسے اندازاً تمہیں کتنا وقت لگے گا؟''

''لگ بھگ ایک گھنٹا!'' اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اثبات میں گردن ہلائی اور کہا ''اس غار کے دوسرے سرے کی جانب میں نے صاف شفاف پانی کا ایک قدرتی تالاب دریافت کرلیا ہے۔ ہم اس تالاب پر تمہارا انتظار کررہے ہیں۔'' پھر میں نے اپنی تسلی کے لیے اس سے پوچھ لیا ''ہمیں واپسی کی راہ اختیار کرنے کے لیے غار کے اسی سرے کی طرف جانا ہے نا؟''

''بالکل، ہم اسی جانب سے اسی پہاڑی سے باہر نکلیں گے۔'' وہ قطعیت سے بولا۔

''اوکے! ہم جارہے ہیں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

تھاچو ہمیں یک سر نظر انداز کرکے کاشانوک کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے لی یان کا ہاتھ تھاما اور گردن جھکا کر اس سمت چل پڑا جدھر ہمارا سامان پڑا تھا۔ اس وقت میرا دل غم سے بوجھل تھا۔ لی یان کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دکھ کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے ہمارے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ جن لوگوں کے محسوسات کام کرتے ہیں، انہیں زبان سے ایک لفظ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی!

پیکنگ کے دوران میں میرا ذہن مسلسل کاشانوک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی ادائیں، اس کی باتیں رہ رہ کر یاد آرہی تھیں۔ میں نے اس کی زندگی میں بڑا توازن، بڑی پرفیکشن پائی تھی۔ وہ ایک سچا بدھسٹ تھا۔ ہمارا ساتھ نہایت ہی مختصر دورانیے کا تھا لیکن اس قلیل مدت میں اس نے مجھے خاصا متاثر کیا تھا..... اور یہ متاثر پن اس کی جدائی کے بعد کئی گنا بڑھ گیا تھا۔ انسان جس کے جتنا قریب ہوتا ہے، اس کی جدائی اس قربت کو اور بھی بڑھا دیتی ہے۔ اس کیفیت کی لذت سے صرف وہی لوگ آشنا ہیں جو کسی اپنے کی فرقت کو قربت کے پتے پر رقم کیے بیٹھے ہوں!

کاشانوک کے بارے میں سوچتے ہوئے مجھے یہ بھی اندازہ ہوا کہ صرف تھاچو ہی کو نہیں بلکہ کاشانوک کو بھی یہ احساس تھا کہ ہمارا ساتھ طویل نہیں ہے۔ اسے یقین تھا، وہ ہمارے ساتھ تبت کی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکے گا اور اس یقین کا غیر ارادی اظہار اس کی زبان سے اس وقت ہوا تھا جب ہم کھٹمنڈو سے نکل کر تبت جانے کی پلاننگ کررہے تھے۔ اس کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے..... تھاچو کے قافلے کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا تھا، میں نے تم لوگوں کے بہ حفاظت کھٹمنڈو سے نکل کر تبت پہنچنے کا بندوبست کرلیا ہے۔ کل صبح سات افراد پر مشتمل ایک چھوٹا سا قافلہ بودھ ناتھ اسٹوپا سے روانہ ہوگا۔ اس قافلے میں پانچ مرد اور عورتیں شامل ہیں۔ تم دونوں کی شمولیت کے بعد یہ تعداد بڑھ کر نو ہوجائے گی یعنی، چھ مرد اور دو عورتیں۔ میں نے اس قافلے کے سردار بدھ بھکشو تھاچو کو اعتماد میں لے کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کردیا ہے.....

کاشانوک کے اظہار سے واضح تھا کہ وہ ہمارے ساتھ تبت نہیں جارہا۔ یہ بات محسوس کرتے ہی جب میں نے اس بارے میں اس سے استفسار کیا تو وہ جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا، اوسوری! میں خود کو شمار کرنا بھول گیا تھا۔

وہ کچھ بھی نہیں بھولا تھا بلکہ جب میں نے اس کی ''چوری'' پکڑلی تو وہ اپنی حمایت میں جواز پیش کرنے لگا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے، اسے اس حقیقت کا ادراک ہوگیا تھا کہ ہمارا ساتھ عارضی ہے، وہ بیچ راہ میں ہمیں داغِ مفارقت

دے جائے گا!

انسان چلا جاتا ہے اور اس کی باتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ کاشانوک کے بعد ہم محض اس کی باتوں ہی کو یاد کرسکتے تھے۔ اسے واپس لانا تو کسی کے اختیار میں نہیں تھا۔ بدھ مت کو ماننے والے آواگون (Reincarnation) کے نظریے پر یقین رکھتے ہیں تاہم ان کا آواگون ہندومت کے آواگون سے تھوڑا مختلف ہے، بہرحال معنوی اعتبار سے ایک ہی بات ہے یعنی انسان مرنے کے بعد پھر جنم لیتا ہے، پھر مرتا ہے، پھر پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ بدھا کے پیروکاروں کو چونکہ یہ یقین ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ پیدا ہوں گے اس لیے کسی کی موت پر وہ زیادہ دل گرفتہ اور ملول نہیں ہوتے۔

پیکنگ کے بعد ہم غار کے اس حصے کی جانب چل پڑے جہاں تھوڑی دیر پہلے میں نے غسل کیا تھا۔ ہمارے درمیان کاشانوک کے انجام کے بارے میں نہایت ہی مختصر بات چیت ہوئی پھر لی یان نے مجھ سے پوچھ لیا۔

''وجدان! تم نے اس غار کے اندر کسی قدرتی تالاب کا ذکر کیا تھا؟''

''ہاں، ایک حیرت انگیز تالاب واقعی یہاں موجود ہے۔''

''حیرت انگیز کیوں؟'' اس نے سوال کیا۔

''دیکھو گی تو خود ہی پتا چل جائے گا۔''

وہ ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی ''لگتا ہے تم نے پتا چلالیا ہے؟''

''میں نے اس قدرتی تالاب میں ایک حیات آفرین اور فرحت بخش ہاتھ لیا ہے!'' میں نے بتایا۔

''ہاتھ!'' وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی ''اس ٹھنڈے ٹھار موسم میں تو تالاب کا پانی برف سے بھی زیادہ یخ بستہ ہوگا۔ تمہاری طبیعت نہیں جمی؟''

میں نے انکشاف انگیز انداز میں کہا ''میں نے اس تالاب کو حیرت انگیز کہا ہے اور ہاتھ کے حوالے سے فرحت بخش اور حیات آفرین جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اگر تفصیل جاننے والی صورتِ حال سے نمٹ کر آرہا ہوتا تو میرے بیان میں تمہیں ایسا اطمینان نظر نہ آتا۔''

''پھر؟'' وہ یکایک رک کر سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے اس کے ذہن کو زیادہ الجھانا مناسب نہ سمجھا اور اس تالاب کے خواص کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کردیا۔ پوری دلچسپی سے میری بات سننے کے بعد اس نے کہا۔

''واقعی! یہ سب تو انتہائی حیرت انگیز ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا!''

''جب اپنی آنکھوں سے دیکھو گی اور ہاتھ سے تالاب کے پانی کو چھوؤ گی تو یقین بھی آجائے گا۔''

ہم باتیں کرتے ہوئے اس کمرا نما جگہ پر پہنچ گئے جہاں میں لیٹے بھرپور ایکسرسائز کی تھی۔ مذکورہ تالاب یہاں سے چند قدم آگے موجود تھا۔ میں لی یان کو اس تالاب پر لے آیا۔ جب وہ بھی اس تالاب کے پانی کو ''چیک'' کرنے کے تجربے سے گزری تو حیرت زدہ رہ گئی۔ میری جانب دیکھتے ہوئے ہیجانی لہجے میں بولی۔

''وجدان! تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا!''

''میں نے غلط کب کہا ہے؟''

''میں بھی غسل کی ضرورت محسوس کررہی ہوں۔'' وہ سادے سے لہجے میں بولی۔

میں نے کہا ''بالکل ضرور، بدن کو صاف ستھرا رکھنا صحت کا پیغام ہے۔ اس سے پہلے کہ تھاچو یہاں پہنچ جائے، تم ایک گنگناتا ہاتھ لے کر فریش ہوجاؤ۔''

وہ تذبذب بھری سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے اس کی نگاہ میں موجود الجھن کو بھانپ لیا اور اس کے اطمینان کی خاطر کہا ''تم بے فکر ہوکر لباس اتارو اور تالاب میں اتر جاؤ میں ادھر کمرے میں بیٹھا ہوں۔ اس دوران میں اگر تھاچو یہاں پہنچ گیا تو میں اسے ادھر ہی روک لوں گا۔ جب تک تم لباس پہن کر ہمارے پاس نہیں آجاتیں، ہم آگے نہیں بڑھیں گے۔''

وہ مطمئن ہوکر اپنے لباس کے ساتھ مصروف ہوگئی۔ میں گردن جھکا کر غار کے اس کمرا نما حصے کی جانب چل پڑا جہاں میں نے یوگا اور مارشل آرٹس کی بھرپور ایکسرسائز کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لی یان تروتازہ ہوکر میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ شبنم میں دھلے ہوئے کسی گلاب کے مانند مہک رہی تھی۔ میں اس گنگا جل میں نہائی ہوئی اجنتا کی مورت کو شایانِ شان نظر سے نہ دیکھ سکا..... وہ نظر اس کا حسن جس کا متقاضی تھا کیوں کہ اس وقت میرے قلب و نظر کو کاشانوک کی جدائی نے دھندلا رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تھاچو اپنا سامان اٹھائے ہمارے پاس پہنچ گیا۔ وہ حد سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دیتا تھا۔ سامان کی پوٹلی کو اس نے مخصوص انداز میں کندھے پر لٹکا رکھا تھا۔ اس نے باری باری سوالیہ نظر سے ہم دونوں کو دیکھا اور یک لفظی

استفسار کیا۔

''چلیں؟''

ہم خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیے۔

اب ہم غار کے اس حصے کی جانب بڑھ رہے تھے جدھر سے ہمیں اس پہاڑی سے باہر نکلنا تھا۔ تالاب کے پاس سے گزرتے ہوئے ہم غار کے بہ نسبت تنگ حصے کی جانب قدم اٹھانے لگے۔ ہمارے درمیان ایک بے نام سی خاموشی حائل تھی۔ ہم بہ خوبی جانتے تھے، اس اداس خاموشی کا سبب کیا ہے لیکن ہم اسے کوئی معنی پہنانے، کوئی نام دینے سے قاصر تھے۔ کاشانوک کے غم نے ہماری زبانوں پر برداشت کا قفل ڈال رکھا تھا۔

ہم جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے، اس غار کا راستہ زیادہ چکر دار ہوتا جا رہا تھا۔ خم دار موڑ کے ساتھ ساتھ سفر جاری رکھتے ہوئے بڑے واضح انداز میں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہم آگے بڑھنے کے ساتھ ہی نشیب میں بھی اتر رہے ہیں، یعنی ہماری یہ مسافرت بلندی سے پستی کی جانب تھی۔ کچھ آگے جا کر ڈھلوان کا زاویہ اتنا بڑھ گیا کہ مجھے اس اندیشے نے آن گھیرا کہ خدانخواستہ یونہی چلتے چلتے ہم کہیں پاتال میں نہ اتر جائیں!

اس دوران میں تھاچو نے ایک مرتبہ بھی پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہمیں یک سر فراموش کر بیٹھا ہو۔ اس تنگ غار میں ہم تین افراد کا پہلو بہ پہلو چلنا ممکن نہیں تھا لہٰذا ہم تھاچو کی تقلید میں اس طرح اس کے پیچھے چل رہے تھے کہ کھوے سے کھوا چھلنے والی صورتِ حال تھی۔ تھوڑا آگے آنے کے بعد ڈھلوانی سفر میں خاطر خواہ تبدیلی آئی۔ اب ہم بالکل ہموار چل رہے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ تنگ سا راستہ بلندی کی طرف ہولیا۔ یہ سفر پچھلے سفر سے بہ نسبت کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ تھاچو کی گمبھیر خاموشی بتاتی تھی کہ وہ اپنے اندر کوئی خطرناک طوفان چھپائے ہوئے ہے۔ ابھی تک اس نے کاشانوک کے ''آخری معاملات'' کے بارے میں ہمیں کچھ بتایا تھا اور نہ ہی ہم دونوں میں سے کسی نے کوئی سوال کیا تھا۔ یہ ایسا موضوع تھا کہ فی الحال اس پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اس پُراسرار پہاڑی کے اچٹھک غار میں لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹے تک ہمارا سفر جاری رہا اور بالآخر ہم اس مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جسے ہماری عارضی منزل کہا جا سکتا تھا یعنی ہم نے غار کے دوسرے سرے تک رسائی حاصل کر لی۔

ہم تینوں نے اطمینان بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور یکے بعد دیگرے پہاڑی کے اندر سے نکل کر ایک مسطح چٹان پر پہنچ گئے۔ میں نے اپنے عقب میں اس مقام کو دیکھا جہاں سے ہم باہر نکلے تھے پہلی نظر میں، میں اندازہ نہ لگا سکا کہ کیا واقعی اس جگہ سے پہاڑی کے اندر اترا جا سکتا ہے۔ وہ پہاڑی خلا ایسے زاویے پر واقع تھا کہ بادی النظر میں اس کی طرف دھیان نہیں جاتا تھا۔ بلاشبہ، وہ پہاڑی اندر باہر سے ایک طلسم کدہ تھی۔

میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ جو بھی ہو، ہم اس پہاڑی سے باہر آ گئے تھے۔ اسی لمحے لی یان کی متلاطم آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''وجدان! میں دیکھ رہی ہوں۔ ہم کسی اور علاقے میں نکل آئے ہیں!''

''کیا مطلب؟'' میں نے بے ساختہ کہا اور گہری نظر سے گردوپیش کا جائزہ لینے لگا۔

لی یان واقعی درست کہہ رہی تھی۔ یہ وہ علاقہ نہیں تھا جہاں سے ہم اس پہاڑی کے اندر داخل ہوئے تھے۔ میں نے اس لوکیشن کو ذہن میں نقش کر لیا تھا۔ اس وقت ہم ایک بالکل مختلف لوکیشن میں کھڑے تھے۔ میں نے تھاچو سے استفسار کیا۔

''یہ کیا ماجرا ہے تھاچو؟''

''ماجرا کچھ نہیں!'' وہ نگاہ کے سامنے پھیلے ہوئے سلسلۂ کوہ پر ایک شناسا نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے بولا ''دراصل ہم اس عظیم الجثہ پہاڑی کے اندر ہی سفر کرتے ہوئے اس کے عقب میں نکل آئے ہیں۔ اسی لیے تمہیں یہ ماحول بدلا بدلا سا دکھائی دے رہا ہے۔ وہ دیکھو!'' اس نے شمال کے رخ پر اشارہ کیا اور اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''یہاں سے ساگر ماتا کتنا واضح نظر آ رہا ہے!''

ساگر ماتا یعنی ماؤنٹ ایورسٹ واقعی اس زاویے سے زیادہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ سورج آسمان پر موجود تھا اور میٹھی حرارت والی گداز دھوپ نے قرب و جوار میں خیمے ڈال رکھے تھے۔ موسم انتہائی خوش گوار اور ''گلوری'' تھا۔ دھوپ میں تمازت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لیے اس کی نرم و ملائم حرارت بدن کے ایک ایک حصے کی بڑی آسودگی بخش سکائی کر رہی تھی۔ اس اجلی اور دھلی دھلائی فضا میں ماؤنٹ ایورسٹ کا پُرہیبت مگر دل کش نظارہ مبہوت کر دینے والا تھا۔ میں نے اس عظیم المرتبت پہاڑ کی جانب دیکھا تو دیکھتا ہی چلا گیا۔

اس کرۂ ارض پر قدرت کی ایسی ایسی نشانیاں موجود ہیں جو انسان کو اپنا عزم اور حوصلہ آزمانے پر اکساتی ہیں۔ خدا کا یہ نائب صلاحیتوں اور ہمت و استقلال میں دوسری تمام مخلوقات پر بھاری ہے۔ قدرت نے اپنے خلیفہ یعنی حضرت انسان کو اعلیٰ و افضل بنا کر اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز بخشا ہے لہٰذا یہ ناممکن کو ممکن کر دکھانے کا ہنر جانتا ہے، بس شرط یہ ہے کہ وہ واقعی انسان ہو!

ماؤنٹ ایورسٹ حضرت انسان کے لیے کسی وقت بہت بڑا چیلنج تھا۔ اس چیلنج کو سب سے پہلے اس اشرف مخلوق کے دو نمائندوں سر ایڈمنڈ ہیلری اور تنگ زنگ نارگے نے قبول کیا اور اپنی سر توڑ جاں لیوا کوشش کے بعد بالآخر انیس سو ترپن عیسوی میں اس انتیس ہزار اٹھاسی فٹ بلند دیوزاد کو سر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ کارنامہ انجام دینے سے قبل انہوں نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ یہ اعزاز ان کے حصے میں آئے گا۔ بہرحال، قدرت کسی کی محنت کو ضائع نہیں جانے دیتی۔ سچی لگن سے کوشش کرنے والے کو اس کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ قدرت کے نوازنے کا اپنا ایک انداز اور معیار ہے جس میں کسی گورے کالے یا عربی عجمی کی کوئی تفریق نہیں!

اب ہمارے سامنے آگے بڑھنے کا مسئلہ تھا۔ دن کا نصف اول تقریباً گزر چکا تھا۔ پہاڑی علاقوں میں دن کا نصف ثانی زیادہ تیزی سے گزرتا ہے۔ میں نے تھاچو کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''تمہارے اطمینان کو دیکھتے ہوئے میں محسوس کر رہا ہوں، تم اس علاقے سے ناواقف نہیں ہو۔ ہمیں اپنا سفر جاری رکھنے کے لیے کدھر کا رخ کرنا ہوگا؟''

اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ یہ گویا میرے سوال کے پہلے حصے کا جواب تھا۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تم سوچ بھی نہیں سکتے، ہم نے اس پہاڑی کے اندر جو چکر دار فاصلہ طے کیا ہے اس نے باہر سے ہماری مسافت کو کس قدر کم کر دیا ہے۔ اگر ہم شمال مغرب کی جانب سفر جاری رکھیں تو مجھے یقین ہے، آدھے گھنٹے بعد ہم ڈولو گھاٹ پہنچ جائیں گے۔''

''ڈولو گھاٹ؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ یہ نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''ڈولو گھاٹ ایک چھوٹا سا پہاڑی قصبہ ہے اور یہ سن کر تمہیں حیرت ہوگی یہ قصبہ کھٹمنڈو سے لگ بھگ ستر کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔''

''کیا واقعی؟'' میں یک لخت اچھل پڑا۔

''میں نے کہا تھا نا، تم حیرت زدہ رہ جاؤ گے!'' وہ گمبھیر آواز میں بولا۔

میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا ''تھاچو! تم نے بات ہی ایسی ناقابلِ یقین سی کی ہے۔ ہم نے کھٹمنڈو سے دری جل تک پہنچنے کے لیے تیرہ کلومیٹرز کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس سے آگے جہاں ہم نے کوچ کو چھوڑا اگر اس کو زیادہ سے زیادہ سات کلومیٹرز بھی شمار کر لیں تو یہ کل فاصلہ بیس کلومیٹرز ہو جائے گا۔ کہاں بیس اور کہاں ستر۔ کیا ہم نے اس پہاڑی کے اندر پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیا ہے؟''

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا ''دراصل پہاڑی اور زمینی راستے کا حساب ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔ زمین پر جو مقام دس کلومیٹرز کے فاصلے پر واقع ہوتا ہے۔ پہاڑی علاقے میں بعض اوقات، اتنے ہی فاصلے پر موجود مقام تک رسائی حاصل کرنے میں ہمیں دشوار گزار تیس چالیس کلومیٹرز طے کرنے پڑتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں ناک کی سیدھ میں آگے بڑھنا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا پہاڑی کی بناوٹ اور زاویوں کو دیکھتے ہوئے راستہ بنایا جاتا ہے۔''

اس کی وضاحت نے مجھے مطمئن کر دیا۔ اس اطمینان میں غالب ہاتھ اس خوش خبری کا تھا کہ ہم کھٹمنڈو سے لگ بھگ ستر کلومیٹرز دور نکل آئے تھے۔ لی یان اپنے خدشے کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکی۔ وہ تھاچو سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

''تھاچو! تمہارا کیا خیال ہے، اس طرف نکل آنے کے بعد ہمیں ہیلی کاپٹر والے دشمنوں کی جانب سے کوئی خطرہ تو باقی نہیں رہا؟''

ہم نے ابھی تک تھاچو کو مسٹر شرما اور اس کے گینگ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اسی لیے لی یان دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کا حوالہ دے رہی تھی۔

تھاچو بے پروائی سے بولا ''وہ لوگ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے، اس وقت ہم کہاں ہیں؟''

''ٹھہرو، میں چیک کرتا ہوں'' میں نے اپنی جیب میں سے سوریا داس والا موبائل برآمد کرتے ہوئے کہا ''ابھی پتا چل جائے گا وہ بے شرم شرما کہاں جھک مار رہا ہے!''

میں سیل پر اپنی انگلی کو متحرک کرنے ہی والا تھا کہ ڈسپلے پر سگنلز والے کالم کو دیکھ کر چونک اٹھا۔ وہاں سگنلز نہیں آ رہے تھے۔ میں نے اس حقیقت کا انکشاف کیا تو لی یان نے کاشانوک والے سیل کو چیک کیا۔ وہ سیل بھی سگنلز سے محرومی

ظاہر کررہا تھا۔ گویا، نیپال والا حیثیت ورک یہاں کام نہیں کررہا تھا۔ ہمارے اردگرد کوئی ایسا انٹینا موجود نہیں تھا جو سگنلز کی فراہمی کا سبب بنتا۔

میں نے سوالیہ نظر سے لی یان کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی۔ اس دوران میں تھاچو بڑی دلچسپی سے باری باری ہمارے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔ ہمیں الجھن میں گرفتار پاکر اس نے پوچھ لیا۔

''کیا مسئلہ ہے؟ تم دونوں کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو!''

ہم نے بیک زبان ہوکر کہا ''مسئلہ ہمارے ساتھ نہیں بلکہ موبائل فونز کے ساتھ ہے!''

اس نے استفسار یہ نظر سے ہمیں دیکھا۔ میں نے مختصر الفاظ میں اسے صورتِ حال سے آگاہ کردیا۔

وہ بولا ''جدید سائنس کی یہ ایجاد اب تمہارے لیے بے کار ہوچکی ہے۔ بہتر ہوگا، اپنے موبائل فونز کو لباس میں محفوظ کرلو۔ یہ اس وقت چھوٹے چھوٹے کھلونوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور کھلونے بھی بے جان جن سے کھیلنا بھی بے مزہ!''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''اب ہمیں فوراً آگے بڑھ جانا چاہیے۔''

اس کی تجویز انتہائی معقول تھی لہٰذا ہم نے ہاہی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے ڈولوگھاٹ کی جانب قدم بڑھادیے۔ یہ سفر بہ خیر و عافیت طے ہوا اور ہم دوپہر بارہ بجے سے پہلے ڈولو گھاٹ میں تھے۔

قسمت بھی اپنی مرضی سے مہربان اور نامہربان ہوتی ہے۔ کہاں تو ہماری زندگی، موت کی دھار پر تھی اور کہاں ہمارے قدموں میں بچھی راہ کا ایک ایک خار چن لیا گیا تھا۔ ہم جیسے ہی ڈولوگھاٹ پہنچے، کوداری کی جانب جانے والی ایک ویگن تیار کھڑی تھی جیسے ہمارا ہی انتظار ہورہا ہو!

ہم اس ویگن میں سوار ہوکر تبت کے سرحدی قصبے کوداری کی جانب روانہ ہوگئے۔

ڈولوگھاٹ سے کوداری تک سفر کے دوران میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم خیریت کے ساتھ شام ساڑھے چار بجے کوداری پہنچ گئے۔ یہ قصبہ تبت کی سرحد کے قریب چائنا روڈ پر واقع ہے۔ کھٹمنڈو سے کوداری کا فاصلہ لگ بھگ ڈھائی سو کلومیٹرز ہے اور یہ سفر کسی بھی طور چھ گھنٹے سے پہلے طے نہیں کیا جاسکتا لیکن سندری جل کی پہاڑی کے اندرونی سفر نے ہمارے بہت سے کام آسان کردیئے تھے جس کے نتیجے میں فاصلے گھٹ کر رہ گئے تھے۔

میں اور لی یان تھاچو کی راہنمائی میں اس قصبے کے ایک چھوٹے سے گھر میں پہنچے۔ تھاچو نے بتایا کہ وہ اس کے کسی شناسا کا گھر تھا۔ ہمیں ایک کمرے میں پہنچا کر تھاچو اپنے اس شناسا کے ساتھ میٹنگ میں مصروف ہوگیا۔ اس کمرے میں یاک کی کھال کا فرشی بستر بچھا ہوا تھا۔ پہاڑی مسافرت نے ہمارا جوڑ جوڑ کھول کر رکھ دیا تھا۔ ہم آرام کی غرض سے اس بستر پر دراز ہوگئے۔

تھوڑی دیر بعد بارہ تیرہ سال کا ایک لڑکا بڑی سی ٹرے میں ہمارے لیے کھانے پینے کا کچھ سامان لے کر کمرے میں آگیا۔ اس کی آمد پر ہم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جب وہ کھانے کے برتن رکھ کر جانے لگا تو میں نے اس سے تھاچو کے بارے میں استفسار کیا۔ وہ حیران و پریشان مجھے دیکھتا چلا گیا۔ واضح طور پر محسوس ہوتا تھا' وہ میری بات سمجھ نہیں پایا۔ میں نے انگلش کی ناکامی کے بعد نیپالی کو آزمایا مگر پھر بھی اس کے پلے کچھ نہ پڑا۔ وہ لڑکا مقامی کوداری زبان کے سوا اور کسی زبان سے واقف نہیں تھا۔ میرے سوالات کے جوابات میں اس نے کوداری میں جو کچھ کہا' میں اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔ بتی وہ بہرحال نہیں بول رہا تھا۔ ان حالات میں مجبوراً مجھے گونگوں کے مانند اشاروں کی زبان استعمال کرنا پڑی۔

وہ بڑی دلچسپی سے میرے ہاتھ' ہونٹ اور گردن کو ہلتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اپنے ہاتھوں سے کچھ مخصوص اشارے کرنے کے بعد وہ غائب ہوگیا۔ اس کے اشاروں کا مطلب بہت واضح تھا۔ اس نے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ وہ تھاچو کو میرے پاس بھیج رہا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ میرے اشاروں سے سمجھا تھا' میں تھاچو کو اپنے پاس بلا رہا ہوں۔

لی یان نے کہا ''یہ عجیب قسم کا گونگا تھا۔ میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا!''

''وہ گونگا نہیں' بلکہ ہماری زبان سے نابلد تھا!''

''پتا نہیں' اور کس کس سے واسطہ پڑے گا؟''

''فی الحال تو اس سے پڑا ہے!''

اس بات پر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے فرش پر پڑی کھانے کی ٹرے کی جانب اشارہ کردیا۔ وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''میرا کھانے کو جی نہیں چاہ رہا حالانکہ میں اس وقت شدید بھوک محسوس کررہی ہوں۔''

لی یان کی طرح میں بھی اچھی خاصی بھوک محسوس کررہا

تھا۔ گزشتہ رات ہم نے پہاڑی غار کے اندر ڈرائی فروٹس پر مشتمل کھانا اپنے معدوں میں اتارا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک ایک کھیل اڑ کر ہمارے منہ میں نہیں گئی تھی۔ پے در پے ایسے حالات پیش آئے کہ ہمیں کھانے پینے کا ہوش ہی نہ رہا۔ ہمیں باقاعدہ کچھ کھائے پیے لگ بھگ بیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ کاشانوک کی موت نے ابھی تک دل و دماغ کو مائی گرفت میں لے رکھا تھا۔ کھانے کو تو میرا موڈ بھی نہیں ہو رہا تھا لیکن بہرحال' اس میں کھانے بے چارے کا کوئی قصور نہیں تھا۔

میں نے ٹرے کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ ٹرے میں موجود کھانا ایک ٹرانسپیرنٹ نیپکن سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے وہ ٹرانسپیرنٹ نیپکن ہٹا دیا تو کھانے کی تفصیل سامنے آئی..... اور یہ بھی پتا چلا کہ وہ کھانا گرما گرم تھا۔ اس کھانے میں یاک کے گوشت کی' ایک سالن نما ڈش' ابلے ہوئے چاول' مکئی کی روٹی اور چائے شامل تھی۔ کھانے سے اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔

میں نے اپنی ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''لی یان! یہ ٹھیک ہے کہ ہم کاشانوک کی المیہ جدائی سے بہت دل گرفتہ اور ملول ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مرنے والے کے ساتھ مرا نہیں جاسکتا۔ زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہے۔ ہمارا غم اپنی جگہ مگر اللہ کی نعمتوں سے رخ پھیرنا مناسب نہیں!''

میری بات اس کی سمجھ میں آگئی اور ہم دونوں نے بیک وقت کھانے والی ٹرے کی جانب ہاتھ بڑھادیے۔ سادگی کا علم بردار وہ کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے چائے پی۔ تبت اور اس کے مضافات میں چائے بے حد ذوق شوق سے پی جاتی ہے مگر اس میں دودھ اور چینی استعمال نہیں کی جاتی بلکہ قہوے کے اندر مکھن ڈال کر یہ گرم مشروب پیا جاتا ہے جو توانائی بخش ہونے کے ساتھ ساتھ لذت سے بھی معمور ہوتا ہے۔ پتا نہیں' کیوں' چینی لوگ بہت کم چینی استعمال کرتے ہیں۔

بھوک بہت کڑاکے کی لگی تھی لہٰذا ہم ہاتھ نہ روک سکے اور زہر مار کرتے کرتے بھی خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا۔ اس ''ڈنر'' کے اختتام پر لی یان نے کہا۔

''پتا نہیں' تھاچو نے بھی کچھ کھایا ہے یا نہیں۔ وہ تو یہاں آتے ہی گم سا ہوکر رہ گیا ہے۔''

''حالانکہ کھانا لانے والے لڑکے نے تو اشاراتی زبان میں مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ تھاچو کو یہاں بھیج رہا ہے۔'' میں نے قدرے الجھن زدہ لہجے میں کہا۔

اسی لمحے تھاچو بہ نفسِ نفیس کمرے میں حاضر ہوگیا۔ اس نے سب سے پہلے کھانے والی ٹرے کی جانب دیکھا۔ کھانے کے تمام برتن تقریباً خالی ہوچکے تھے۔ اس نے سرکو اثباتی جنبش دی پھر مطمئن انداز میں ہماری صورت پر نگاہ ڈالتے ہوئے بولا۔

''یہ میرے ایک عقیدت مند کا گھر ہے۔ ہم اس کے توسط سے ''نیپال تبت'' سرحد کو عبور کریں گے لیکن ابھی نہیں' نصف شب کے بعد کسی وقت بھی۔''

میں نے کہا ''نصف شب کے بعد سے طلوعِ سحر تک تو رات ہی ہوتی ہے۔ کچھ تو اندازہ ہوگا' ہم یہاں سے کب تک رخصت ہوں گے؟''

''میرا اپنا خیال ہے' ہم رات کے آخری حصے میں یا پھر علی الصباح اس گھر سے روانہ ہوسکیں گے۔'' تھاچو پرسوچ انداز میں بولا ''ویسے صحیح صورتِ حال کے بارے میں کانگ ہی بتا سکتا ہے۔'' کانگ اس کے میزبان شناسا کا نام تھا۔ وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''تم لوگ اگر چاہو تو تھوڑی نیند لے لو۔ میں رخصت کے وقت سے پہلے تمہیں جگادوں گا۔''

تھاچو کی تجویز خاصی معقول تھی۔ لگ بھگ بیس گھنٹے کے بعد ہمارے شکم میں اناج پہنچا تھا۔ اس کا خمار اپنا اثر دکھانے لگا تھا۔ میں نیند کی اشد ضرورت محسوس کررہا تھا۔ شاید اس میں غالب ہاتھ مکھن والی اس خوش ذائقہ توانائی بخش چائے کا بھی تھا۔ ایک تو ویسے بھی نیند اڑانے والی اشیا سے مجھے زیادہ نیند آتی تھی' اس پر وہ چائے خاصی مقوی الاعضا بھی تھی۔ انسان کے بدن کو طاقت و توانائی پہنچانے والی ہر غذا یا ایکسر سائز بالآخر نیند کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ انسان نہ سونا چاہے یا نہ سوپائے' یہ الگ بات ہے مگر سونے' آرام کرنے کو جی بہت چاہتا ہے۔

لی یان نے تھاچو سے پوچھ لیا ''تم نے کھانا کھالیا؟''

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب پر اکتفا کیا۔

''ہماری نیند کے دوران میں تم کیا کرو گے؟'' میں نے استفسار کیا۔

''اگر موقع ملا تو میں بھی کچھ وقت کے لیے آنکھ لگانے کی کوشش کروں گا۔'' وہ سادگی سے بولا۔

اس کے بعد وہ کھانے کے خالی برتنوں والی ٹرے اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ جاتے جاتے اس نے کمرے کا داخلی دروازہ اس طرح بھیڑ دیا تھا کہ تازہ ہوا کی آمد و شد کے لیے جھری موجود رہے۔ یہ ایک طرح سے اس بات کا بھی اظہار تھا کہ اب ہمیں خوامخواہ ڈسٹرب کرنے کے لیے اس

طرف کوئی نہیں آئے گا۔

''کیا تمہیں واقعی نیند آ رہی ہے دجدان؟'' تنہائی میسر ہوتے ہی لی یان نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں' نیند تو آ رہی ہے۔'' میں نے جواب دیا ''کیوں' کوئی خاص بات ہے؟''

وہ جز بز ہوتے ہوئے بولی ''ایک بات میرے ذہن کو الجھا رہی ہے!''

''کون سی بات' مجھے بھی تو بتاؤ؟'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں مسٹر شرما کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔''

''مثلاً کیا سوچ رہی ہو؟''

اس نے جواب دیا ''نقلی بدھ بھکشو نارائن کے بیان' مکل آنند وسوریا داس کی کارکردگی اور مسٹر شرما کے مذموم عزائم کو دیکھتے ہوئے تو یہی لگتا تھا وہ لوگ یعنی ہمارے دشمن اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہم کھٹمنڈو سے کوداری جا رہے ہیں۔ اس تناظر میں توقع کی جا رہی تھی کہ یہاں کوداری میں ہمارے ''استقبال'' کا خاطر خواہ بندوبست ہوگا' خاص طور پر اس صورت میں کہ ہم بیچ راہ میں مسٹر شرما کو نچاڑ دے کر اڑن چھو ہو گئے تھے لیکن.....''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوئی پھر اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے بولی ''لیکن یہاں کوداری میں ہمارے ساتھ جتنے نارمل حالات پیش آ رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے تو یہی محسوس ہو رہا ہے' ہمارے دشمنوں نے ہماری طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ یہ کچھ عجیب سی اور ناقابلِ یقین بات نہیں ہے؟''

''تم ٹھیک کہتی ہو۔'' میں نے تائیدی انداز میں کہا ''اس غیر معمولی اور ذہن کو الجھانے والی بات کو میں نے بھی محسوس کیا ہے اور فوری طور پر یہی وجہ سمجھ میں آ رہی ہے کہ شاید شرما نے میری بات کا یقین کر لیا ہے۔''

''کون سی بات کا؟'' وہ سوالیہ نظر سے مجھے تکنے لگی۔

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''میں نے چکر دینے کے لیے فون پر اسے بتایا تھا نا کہ آج شام کو پانچ بجے میں ''سی اے اے سی'' کی فلائٹ سے' کھٹمنڈو سے شنگھائی جا رہا ہوں۔''

''میں نہیں سمجھتی' شرما اتنا ہی احمق ہے کہ اس نے تمہاری ایسی بے سروپا بات پر یقین کر لیا ہو!'' وہ مجھ سے اختلاف کرتے ہوئے بولی۔

میں نے کہا۔ ''جب یگم انتہائی اونچے لیول کا ہوم ورک کرتا ہے تو بعض بظاہر انتہائی فضول نظر آنے والی باتوں کو بھی اہمیت دینی پڑتی ہے۔ میں نے اپنے دشمنوں کو ایسے ایسے چکمے دیے ہیں کہ وہ میری کوئی احمقانہ بات بھی نظر انداز کرنے کی غلطی نہیں کر سکتے۔ نیو جرسی سے کھٹمنڈو کس طرح پہنچے تھے' یہ کارنامہ تم تمہارے سامنے ہے۔''

اس نے اس موضوع پر بحث میں الجھنے کے بجائے گفتگو کا زاویہ تبدیل کر دیا اور کاشانوک کے بارے میں بات کرنے لگی۔ ہم کافی دیر تک اس مختصر ساتھ کے ہمراہی کی خوبیوں اور ایثار کو یاد کرتے رہے پھر پُرسکون نیند کے لیے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ دل و دماغ کاشانوک کی جدائی کے غم سے بوجھل تھے اس پر مستزاد خوراک نے خالی معدے میں پہنچتے ہی کام شروع کر دیا لہٰذا تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم مہربان نیند کی گداز آغوش میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔

اگلی صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی تھا چو نے ہمیں جگا دیا۔ ہم نے ہلکا پھلکا ناشتا کیا تھا چو کے شاسامیز بان کانگ کی راہنمائی میں گھر سے نکل پڑے۔ ایک گھنٹے بعد جب سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا تو ہم نے چین کے نئے صوبے سی زانگ (XIZANG) المعروف ''بہ تبت'' کی سرزمین پر قدم رکھ دیا۔ کانگ ہم سب سے الوداعی ملاقات کر کے واپس چلا گیا۔

''لارڈ بدھا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں یہ حفاظت تم لوگوں کو اپنی دھرتی تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہوں!'' تھا چو نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں تبت میں داخل ہونے کے بعد اپنے رگ و پے میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ اس جنت نظیر گوشۂ ارض کے بارے میں اب تک صرف سنا ہی سنا تھا' دیکھنے کا موقع پہلی مرتبہ مل رہا تھا۔ ہم کھٹمنڈو سے جس نوعیت کی چڑھائی طے کر کے یہاں تک پہنچے تھے اس کو دیکھ کر ذہن فوری طور پر تسلیم کر لیتا تھا' اگر تبت کو دنیا کی چھت کہا گیا ہے تو یہ بات ایک سو ایک فیصد درست ہے۔ ان لمحات میں اچانک آپ اپنے آپ میرا دھیان ساحل کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہ دھند ہوا کرتی تھی' میں نے نام بدل کر اسے ساحل نہیں بنایا تھا۔

ساحل کے والدین تھو نچی اور بھیر جانی کا تعلق اسی سرزمین سے تھا لیکن یہ ایک اتفاق تھا کہ اس نے اپنے آبائی وطن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ میرے ساتھ پاکستان پہنچی تو ایک موقع پر میں نے اس سے سوال کیا تھا' کیا تبت کی طرف جانے کو تمہارا دل نہیں چاہتا؟ جواب میں اس نے کہا تھا' بہت دل چاہتا ہے کہ میں اس حیرت آفرین لختِ ارض کو دیکھوں۔ میں نے تو بس وہاں کی پُراسرار اور تحیر آمیز کہانیاں ہی سنی ہیں۔ اس پر میں نے کہا تھا' میں نے بھی تبت کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور میں اسراروں کی اس سرزمین کو دیکھنے جاؤں گا۔ میرے اس ارادے کو دیکھتے ہوئے ساحل مچل گئی تھی۔ اس نے بڑی بے ساختگی سے کہا تھا' میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی وجدان ..... اور میں نے پتا نہیں' کس رو میں کہہ دیا تھا' بشرطیکہ اس وقت تم میرے ساتھ ہو گیں۔ وہ فرطِ جذبات سے مغلوب لہجے میں بولی تھی ''لارڈ بدھا مجھے زندگی بھر تمہارے ساتھ رکھیں۔''

اس کا انداز دعائیہ تھا۔ گویا' ان لمحات میں وہ اپنے لارڈ بدھا سے یہ درخواست کر رہی تھی کہ ہمارا ساتھ زندگی بھر کا ہو جائے۔ شاید اس کے لارڈ نے یہ درخواست قبول کر لی تھی۔ ہم زندگی کے ساتھی تو بن گئے تھے مگر بہ اندازِ دیگر۔

ہم ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ تھے' ایک دوسرے کے پاس پاس تھے اور دھڑکن بن کر ایک دوسرے کے دل میں دھڑکتے تھے لیکن وقت کی نامہربان کروٹوں نے مختلف مواقع پر چوہدری نوازش علی' شعیب غوری اور ربی موشے ہاسمن کی صورت اختیار کر کے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر رکھا تھا۔ آج میں ساحل کے بغیر ہی اس کے آبائی ملک میں داخل ہو چکا تھا لیکن مجھے یقین تھا' اب میں زیادہ عرصے تک اس کے بغیر نہیں رہوں گا۔ یہ ملک ہمارے مِلن میں کوئی اہم کردار ادا کرے گا۔

مجھے یہ یقین کیوں تھا' میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ ایک آواز میرے اندر بڑے جنونی انداز میں سر پٹختی تھی اور بپھر بپھر کر کہتی تھی۔ وجدان! تم نے اپنی منزل پانے کے لیے بہت صعوبتیں اٹھالیں..... قلب و روح کا کوئی مقام ایسا نہیں بچا جہاں تم نے حالات کی ستم ظریفی کو مہمان نہ ٹھہرایا ہو۔ تم جس ساحل کی تڑپ میں بے ساحل زمینوں کو کھوجتے رہے ہو' وہ اب تمہاری نگاہ میں ابھرنے ہی والا ہے۔ بہت جلد تم اپنی منزل' اپنی ساحل کے آثار دیکھ پاؤ گے اسی لیے..... اپنی سانس کو ٹوٹنے نہ دو' ظلمتوں کے اس اتھاہ ساگر میں تیرتے جاؤ۔ تیرتے چلے جاؤ!

میں اپنے اندر دن کی اس امید افزا' حوصلہ بردار آواز کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس میں یقین کی بڑی توانا قوت جھنکتی تھی اور اس کائنات میں یقین سے بڑی اور کوئی طاقت نہیں۔ یہ بڑی عجیب و غریب شے ہے۔ خالق اور مخلوق کا تعلق بھی اسی ڈور سے بندھا ہوا ہے۔

ہم تبت میں داخل ہونے کے بعد ایک دین کے ذریعے سہ پہر تین بجے تبت کے صدر مقام لہاسا (LHASA) پہنچ گئے۔ تھا چو ہمیں جوکھانگ ٹیمپل میں پہنچا کر اس طرح غائب ہو گیا جیسے؟ ہے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

جوکھانگ ٹیمپل' لہاسا کے قلب میں واقع ہے اور اسے تبت کی آن' بان' شان سمجھا جاتا ہے۔ یہ پورے تبت میں روحانیت کا سب سے بڑا مرکز ہے اور ''اسپرچیول سینٹر'' کہلاتا ہے۔ یہ ٹیمپل سات دیں صدی میں شہنشاہ سانگ سین گامپو (SONGTSEN GAMPO) نے تعمیر کروایا تھا۔ سانگ سین گامپو بہت کامیاب بادشاہ گزرا ہے۔ ملک کو متحد کرنے کا سہرا اسی کے سر جاتا ہے۔ یہی وہ شخص تھا جس نے صدر مقام کو تبت کے دوسرے علاقے سے لہاسا میں منتقل کیا۔ گامپو کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے تبت میں بدھ مت کو متعارف کرایا۔ اس سے پہلے وہاں کے باسی بدھ ازم سے آشنا نہیں تھے اور اس کام کے لیے اس نے بڑا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ کنگ سانگ سین گامپو نے دو بدھ مت عورتوں سے شادی کر لی جن میں سے ایک پرنسس ٹرائی سن کا تعلق نیپال سے تھا جبکہ دوسری ''پرنسس وین چینگ'' چین سے تعلق رکھتی تھی۔ واضح رہے کہ گامپو کی اس سے پہلے تین تبتی بیویاں بھی موجود تھیں۔ کنگ سانگ سین گامپو اور اس کی دونوں بدھ مت بیویوں ٹرائی سن (TRITSUN) اور وین چینگ (WEN CHENG) کے مجسمے تبت کے ہر ٹیمپل اور مونسٹری میں ملیں گے۔ مونسٹری (MONASTERY) مذہبی تعلیم کی درس گاہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک کمیونٹی سینٹر ایسا کردار ادا کرتی ہے۔ لہاسا میں دو عظیم الشان مونسٹریز موجود ہیں جو پندرہ دیں صدی میں تعمیر کی گئیں۔ اب ان کی عظمت گہنا چکی ہے۔ سیرا (SERA) اور ڈری پنگ (DREPUNG) نامی ان دو قدیم مونسٹریز کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ ان کا رنگ و روپ اجڑ چکا ہے اور دور سے دیکھ کر پہچاننے میں نہیں آتیں۔ کسی زمانے میں سیرا مونسٹری میں آٹھ ہزار مونکس بدھ ازم کی تعلیم حاصل کر رہے تھے' آج یہ تعداد گھٹ کر ڈیڑھ سو دو سو تک رہ گئی ہے۔ بڑی مونسٹری ڈری پنگ میں لگ بھگ پندرہ ہزار مونکس بیک وقت درس و تدریس کے مراحل سے گزرا کرتے تھے۔ ان دنوں اس درس گاہ میں محض تین سو طالب علم تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ نیرنگیٔ زمانہ شاید اسی کو کہا جاتا ہے۔ اس تمام تر تباہی و بربادی کا ذمے دار' بدھسٹ اور تبتی عوام کی نظر میں صرف اور صرف کمیونسٹ چین ہے۔ جس نے اپنی فوجی قوت کے ذریعے اس جنت مثال قطعہ ارضی پر غاصبانہ قبضہ کر کے اسے اپنے ملک کا ایک صوبہ بنا لیا ہے۔ اسی عظیم خوں ریزی اور وحشیانہ لشکر کشی کے نتیجے میں چودھویں دلائی لاما محترم مہاسوتھوٹپ کو انیس سو

انسٹھ عیسوی میں جلا وطنی اختیار کر کے پڑوسی ملک ہندوستان میں پناہ گزیں ہونا پڑا تھا۔

ہمیں جو کھانگ ٹیمپل کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ ٹیمپل کے سامنے والے حصے میں ایک بہت بڑا صحن ہے جو بدھ کے پیروکاروں سے ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں عبادت بھی کرتے ہیں اور فرصت کے وقت میں تبادلۂ خیالات بھی ہوتا ہے۔ یہاں پر مہاتما بدھ کا ایک عظیم الجثہ طلائی مجسمہ بھی موجود ہے۔ تھا چو ہمیں ٹیمپل کے جس کمرے میں پہنچا کر غائب ہوا تھا اس کی دو کھڑکیاں دو مختلف سمتوں میں کھلتی تھیں۔ ایک کھڑکی سے ٹیمپل کا مرکزی حصہ دکھائی دیتا تھا جبکہ دوسری کھڑکی سے لہاسا کا معروف بازار ''برکھور'' نظر آتا تھا۔ برکھور بازار (BARKHOR BAZAR) ایک دائرے کی شکل میں جو کھانگ ٹیمپل کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ مذکورہ بازار ایک جہانِ حیرت ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی شے ہو جو اس بازار میں دستیاب نہ ہو سکتی ہو۔ یہ تمام تر معلومات مجھے یہاں قیام کے بعد حاصل ہوئی تھیں مگر میں اسے ترتیب وار بیان کر رہا ہوں۔

ہمیں ٹیمپل کے اس کمرے میں مہمان ہوئے بمشکل پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک تبتی' سنجیدہ چہرے والا شخص ہمارے پاس آیا۔ اس نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا تعارف کرایا جس کے مطابق' اس کا نام چن سیان (QINXIAN) تھا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ چالیس کے قریب لگایا بعد میں میرا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔ چن سیان پینسٹھ برس کا تھا۔ عام مونگس کے ہالکس اس کے سر پر بال موجود تھے جو کھچڑی کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ چن سیان کی آنکھوں سے ذہانت اور تجربہ جھلکتا تھا۔ وہ بڑی روانی سے انگلش بول اور سمجھ لیتا تھا۔ اسے سوچ سمجھ کر ہمارے لیے منتخب کیا گیا تھا۔

چن سیان نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں ہماری خیر خیریت دریافت کی' پھر ہمیں خوش ذائقہ تازہ اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ اس کے بعد ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تمہیں اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔'' اس کا اشارہ میری جانب تھا۔

بے ساختہ میرے منہ سے نکلا ''کہاں؟''

''چنگ فورن پوشی کے پاس!''

میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ چنگ فو' جو کھانگ ٹیمپل کا چیف لاما تھا اور کھٹمنڈو سے یہاں تک میرا پہنچنا اس کے کسی منصوبے کا حصہ تھا۔ میں نے سوالیہ نظر سے لی یان کو دیکھا۔ چن سیان نے میری نگاہ میں پوشیدہ معنی کو سمجھ لیا۔ بدستور ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے کہا۔

''صرف تم..... تمہاری ساتھی بڑے آرام سے یہاں رہے گی۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔''

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے چنگ فورن پوشی اور اس کے دیگر عملے پر پورا بھروسا تھا۔ اگر فکر اندیشے والی کوئی بات ہوتی تو میں یہاں آتا ہی نہیں۔ میرا دل کہتا تھا' یہ سب کچھ میرے فائدے کے لیے ہو رہا ہے۔ لی یان کو اسی کمرے میں چھوڑ کر میں اپنے گائیڈ چن سیان کے ساتھ چل پڑا۔

وہ مجھے مختلف راہداریوں میں چلاتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ جوتا بہت پہلے اتر چکا تھا میں ننگے پاؤں چن سیان کی تقلید میں خاموشی کے ساتھ جو کھانگ ٹیمپل کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ایک جگہ رک گیا۔ یہ ٹھہراؤ چن سیان کی وجہ سے تھا۔ اس کے رکنے کے بعد ہی میں نے قدم روکے تھے۔ اس وقت ہم ایک چوبی دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ اس ٹیمپل کی تعمیر میں لکڑی کا بڑی فراوانی سے استعمال کیا گیا تھا۔ میں نے سوالیہ نظر سے چن سیان کو دیکھا تو وہ مذکورہ دروازے کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''اندر چلے جاؤ۔ چنگ فو سے یہیں پر ملاقات ہوگی۔''

میں ایک لمحے کے تامل کے بعد دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

وہ دس ضرب دس فٹ کا ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس کی دیواریں اور چھت زرد رنگ کی تھیں۔ اس کمرے میں لکڑی کا کام بھی ہوا تھا اور چھت سے فرش تک دو موٹے چوبی ستون بھی استادہ دکھائی دیتے تھے۔ تاہم ان پر بھی زرد رنگ پھیر دیا گیا تھا۔ لگتا تھا' اس کمرے کی ہر شے کو انڈے کی زردی سے بنایا گیا ہے حتیٰ کہ فرش پر بچھا ہوا قالین بھی ہم رنگ در و دیوار ہی تھا البتہ وہاں پر دو اشیا ایسی تھیں جو اس ''زرد رنگ'' سے میل نہیں کھاتی تھیں اور وہ تھیں اونی چٹائیاں۔ ان میں سے ایک نیلی اور دوسری سفید رنگ کی تھی۔ ان پر نگاہ پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا' وہ چٹائیاں یاک کی اون سے تیار کی گئی تھیں۔ وہ دونوں ہم ساخت و پیمائش تھیں جس کا اندازہ میں نے تین ضرب پانچ فٹ لگایا۔ مذکورہ دونوں چٹائیاں ایک دوسرے کے سامنے فرش پر بچھی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان بمشکل دو فٹ کا فاصلہ رہا ہوگا۔ میرے' کمرے میں داخل ہوتے ہی چن سیان نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

میں زرد قالین پر کھڑا اس کمرے کا بغور جائزہ لے ہی رہا تھا کہ سامنے والی دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور وہاں سے ایک پُرتاثر شخصیت کا مالک شخص اندر داخل ہوا۔ میں نے اس کی عمر کا اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ تبت والوں کے معاملے میں یہ اندازہ اکثر غلط ہو جاتا ہے۔ پتا نہیں' وہ کتنی' دیل عمر اور کتنی محفوظ صحت لے کر اس دنیا میں آتے تھے۔

کمرے میں وارد ہونے والے شخص کا سر اور چہرا پوری طرح منڈا ہوا تھا۔ مونچھیں' داڑھی' سر کے بال سب صاف' بھویں البتہ آنکھوں کے اوپر موجود تھیں۔ چہرہ بیضوی اور ناڑات میں بلا کا ٹھہراؤ پایا جاتا تھا۔ کان نسبتاً بڑے طویل الہری کی جانب اشارہ کرتے تھے۔ رنگت جیسے تانبے کو دودھ میں دھو کر بنایا گیا ہو۔ اس نے میرون روب۔ (سرخی مائل گہرے بھورے رنگ کا گاؤن) زیب تن کر رکھا تھا جس میں سے' کہنیوں سے آگے بازو صاف نظر آ رہے تھے۔ اس کے' حیات سے معمور ہاتھوں کی رگیں بڑے دلکش انداز میں پھولی ہوئی تھیں۔ اس شخص پر نگاہ پڑتے ہی مجھے کسی تعارف کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میرے دل نے گواہی دی وہ جنگ فورن پوشی ہے!

چنگ فو نے سر کی خفیف جنبش سے مجھے دیل کم کہا اور سفید چٹائی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سلیس انگریزی میں کہا ''بیٹھ جاؤ!''

وہ بولا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے منہ سے موتی جھڑے ہوں۔ اس کی آواز میں بڑی نرمی اور لب و لہجے میں ایک خاص قسم کا گداز پایا جاتا تھا۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ کو مجسم پایا۔

مجھے سفید چٹائی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ خود نیلی چٹائی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ تاہم میں اس وقت تک کھڑا رہا جب تک چنگ فو نیلی چٹائی پر بیٹھ نہیں گیا۔ وہ جو کھانگ ٹیمپل کا چیف لاما تھا۔ میں اس کے شایانِ شان احترام کو خود پر واجب سمجھتا تھا۔ میرے جسم پر یلو روب (زرد گاؤن) سجا تھا۔

چنگ فو کے منہ سے شستہ انگریزی سن کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تاہم بعد میں معلومات میں اضافے کے ساتھ یہ حیرت کافور ہو گئی۔ وہاں قیام کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ چیف لاما کے عہدے تک پہنچنے کے لیے چھ اہم اور چھ عمومی مضامین پر مشتمل نصاب سے گزرنا پڑتا ہے۔ جب تک کوئی مونگ ان بارہ شعبوں میں دسترس اور مہارت حاصل نہ کر لے اسے چیف لاما کا اعزاز حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بارہ شعبے کچھ اس طرح ہیں۔ اہم مضامین میں فلسفۂ بدھ فلسفۂ تبتی ثقافت' ادویات' سنسکرت اور انگلش جبکہ عمومی مضامین میں آسٹرولوجی' شاعری' موسیقی' مختلف زبانوں کی گرامر اور تحریر نویسی شامل ہے۔ بدھ مت کی تعلیمات میں بیان کی گئی جسم' دماغ اور روح کو صحت مند رکھنے والی مخصوص مشقیں اس کے علاوہ ہیں۔

چنگ فو نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں میری خیر و عافیت دریافت کی۔ ہم دونوں متعلقہ چٹائیوں پر روبرو بیٹھ گئے تو وہ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نہایت ہی ملائم لہجے میں گویا ہوا۔

''وجدان! میں سمجھتا ہوں' تم ان سارے معاملات کو بخوبی سمجھ رہے ہو اس لیے مجھے امید ہے' تم کم سے کم سوالات کرو گے۔''

اس کی آواز میں ایسی سادگی اور پُرکاری تھی کہ میں خاموش بیٹھا اسے سنتا رہا اور اسی لمحے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ میں اس سے ایک سوال بھی نہیں پوچھوں گا۔ وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اسی نرم خوئی سے بولا۔

''ہماری صرف تین ملاقاتیں ہونی ہیں۔ ایک ملاقات اس وقت ہو رہی ہے' دوسری ملاقات ٹھیک دس دن کے بعد ہوگی اور تیسری ملاقات کا دارومدار صرف اور صرف تمہاری کارکردگی پر ہے کیونکہ اس آخری ملاقات میں تم اکیلے نہیں ہو گے بلکہ تمہارے ساتھ وہ بھی ہوگی جس کے حصول کی خاطر تم نے اپنی زندگی کو سپردِ عذاب کر رکھا ہے!''

اس کا اشارہ سیدھا سیدھا میری جانِ تمنا ساحل کی طرف تھا۔ چنگ فو کی باتیں یہ ظاہر کرتی تھیں کہ عنقریب میں ساحل کو حاصل کر لوں گا۔ سیٹل والے محترم سانگ فو کی باتوں سے بھی اسی قسم کا تاثر ابھرتا تھا۔ ساحل کو پانے کے خیال نے میرے رگ و پے میں بجلی سی دوڑا دی۔ میں تن بدن میں سنسنی سی محسوس کرنے لگا۔ یہ ایسی وارفتگی تھی کہ میں اپنے دلی جذبات کو چھپانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

چنگ فو گہری مگر گداز نظر سے میرے چہرے کا جائزہ لیتا رہا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''اس وقت تم تبت میں ہو اور سمجھ لو کہ یہیں کے رہائشی ہو۔ ٹھیک دس دن کے بعد تم لہاسا سے لندن روانہ ہو جاؤ گے۔ لندن میں مسٹر ہیر الڈ تھامس کے پاس ایک دن گزارنے کے بعد تم برطانیہ سے سیدھے مصر پہنچو گے۔ وہاں قاہرہ میں تمہیں السید مبارک الحسینی سے ملنا ہوگا جو الباقری اسٹریٹ پر رہتا ہے۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''مبارک الحسینی تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کرے گا اور اس کے انتظام سے تم جورڈن سے ہوتے ہوئے اسرائیل میں

داخل ہوجاؤ گے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوگا اس سلسلے میں تمہیں سوچنے اور ذہن کو تھکانے کی ضرورت نہیں۔ ٹھیک دس دن کے بعد تمہیں تفصیل بتادی جائے گی۔ دراصل میں چاہتا ہوں' تمہارے سر پر اس قدر بال نکل آئیں کہ تم باقاعدہ کنگھی کرسکو۔''

بدھ بھکشو بننے کے لیے دو روز قبل میرا سر مونڈ دیا گیا تھا۔ چنگ فو محض دس دن کی بات کررہا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ ایک مکمل' استرے سے منڈے ہوئے سر پر صرف دس دن کے اندر اتنے بال اگ آئیں کہ ان میں باقاعدہ کنگھی بھی کی جاسکتی ہو۔ میں الجھن زدہ سوالیہ نظر سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اپنے مخصوص مہربان انداز میں بولا۔

''میں نے سوال کرنے سے منع نہیں کیا۔'' اس نے میری ذہنی کیفیت کو بھانپ لیا تھا'' بہت زیادہ سوالات سے اجتناب برتنے کو کہا تھا۔ تم پوچھ سکتے ہو' اتنے کم عرصے میں کنگھی کیے جانے کے قابل بال کس طرح پیدا ہوجائیں گے۔''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میری سوچ کو پڑھ رہا ہو۔ اس کی آنکھیں دل و دماغ کے آر پار دیکھنے کی صلاحیت سے مالا مال تھیں۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ خود ہی بتادیں میرے محترم؟''

وہ چند لمحات تک خاموش' ٹھہری ہوئی نگاہ سے مجھے دیکھتا رہا پھر زیرِلب مسکراہٹ کی معیت میں بولا'' تبت اسرار و رموز کی سرزمین ہے' اسے طلسم کدہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہم لوگ انتہائی سادہ زندگی گزارتے ہیں البتہ اپنے جسم' دماغ اور روح کو ہر وقت مصروفِ کار رکھتے ہیں۔ ہماری ذات کی یہی مصروفیت ہمیں تفکرات سے دور رکھتی ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ ہر وقت مصروف رہنے والے لوگ فکر اور اندیشوں سے دور رہتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے' انسان کی نوّے فیصد بیماریاں تفکرات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ بہرحال!'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''ہم نے جہاں غور و فکر اور مسلسل کوشش سے ناقابلِ علاج امراض کا علاج دریافت کیا ہے وہیں ایسی ادویات بھی تیار کی ہیں جو حیرت انگیز اثرات کی حامل ہیں۔ میں ایک خاص تیل'' لومارز'' کا ذکر کروں گا۔ یہ تیل'' لومارز'' نامی ایک نایاب جڑی سے تیار کیا جاتا ہے جو تبت کے سوا دنیا میں اور ..... کہیں نہیں پائی جاتی۔ لومار تیل کی یہ خاصیت ہے کہ اگر دس روز تک باقاعدگی کے ساتھ سر میں اس کی مالش کی جائے تو اتنے بال نکل آتے ہیں جس کا میں نے تھوڑی دیر پہلے تم سے ذکر کیا ہے۔ تمہاری دنیا میں بالوں کی مذکورہ لمبائی ڈیڑھ ماہ سے پہلے ممکن نہیں۔ ویسے تبت میں'' لومارز'' کے نام سے ایک تہوار بھی منایا جاتا ہے جسے ہم نئے سال کا جشن کہتے ہیں یعنی' ہیپی نیو ائیر!'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''نئے سال کا یہ جشن جولین کیلنڈر کے مطابق' مارچ کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔ ایک طرح سے یہ جشن آمدِ بہار ہوتا ہے۔ کسی گنجے سر پر بڑی تیزی سے بال اگ آنا بہار ہی کی علامت ہے اس مناسبت سے اس تیل کا نام'' لومارز'' بہت ہی موزوں ہے۔''

چنگ فو رن پوشی کی انکشاف انگیز باتیں مجھے حیرت زدہ کررہی تھیں۔ میں اس کے روبرو خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ اچانک اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کہیں اور چلا گیا ہو۔ تبتی لاماؤں کے دھیان گیان کے بے شمار قصے میں نے سن رکھے تھے۔ چنگ فو بھی شاید اس وقت ایسے ہی کسی مرحلے سے گزر رہا تھا۔ میرون روب (سرخی مائل گہرا بھورا گاؤن) اس کی شخصیت کے تاثر کو اور بھی بڑھاوا دے رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر ایک پیالہ سا بنالیا تھا اور یہ'' دستی پیالہ'' اس وقت اس کی گود میں رکھا تھا۔ وہ آلتی پالتی مارے لوٹس پوسچر (کنول آسن) میں بیٹھا بہت پُرسکون نظر آتا تھا۔ یوگا کے لوٹس پوسچر یعنی کنول آسن کو ہندو یوگی پدم آسن یا سکھ آسن بھی کہتے ہیں۔ یہ آسن (اندازِ نشست) یوگا میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔'' راج یوگ'' کی نوے فیصد مشقیں اسی آسن میں کی جاتی ہیں۔

اس وقت میرے جسم پر بیلو روب (زرد گاؤن) تھا جبکہ چنگ فو نے میرون روب پہن رکھا تھا۔ عام بدھ بھکشو زیادہ تر زرد گاؤن ہی پہنتے ہیں' مونک اور لاما کے درجے کی طرف بڑھنے والے یا اس درجے پر فائز بدھسٹ میرون گاؤن کا استعمال کرتے ہیں جبکہ ہائی لاماز اور دلائی لاما ایک خاص شیڈ کا میرون گاؤن زیبِ تن کرتے ہیں۔ ازیں علاوہ انتہائی مخصوص مذہبی تقریبات کے موقع پر دلائی لاما سلک کا سنہری گاؤن پہن کر تقریب میں رونق افروز ہوتا ہے۔ اس تمام تر درجہ بندی میں'' ہائی لاما'' کی حیثیت ماہر روحانیات اور ایک استاد کی سی ہوتی ہے۔

چنگ فو رن پوشی نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور نہایت ہی گمبھیر لہجے میں بولا'' اب میں تمہیں درپیش سب سے اہم مسئلے کا ذکر کروں گا۔ تم ایک صلاحیت رکھنے کے باوجود بھی اسے پوری طرح' بھرپور انداز میں استعمال نہیں کرپا رہے ہو۔ میرا اشارہ تمہاری باطنی آنکھ کی کارکردگی کی جانب ہے!''

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوا تو میں بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ واقعی اس وقت میرے لیے یہ انتہائی سنگین مسئلہ بنا ہوا تھا۔ میں نے گہری دلچسپی سے چنگ فو کو دیکھا تو وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولا۔

''تم اپنی اس ناکامیابی کا الزام اپنے سب سے بڑے دشمن کو دیتے ہو کہ اس نے کسی روحانی عمل سے تمہاری تیسری آنکھ کے راستے میں کوئی دیوار کھڑی کردی ہے جبکہ تمہاری یہ سوچ پوری طرح درست نہیں ہے۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ خود ہوتا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر کے لیے معنی خیز انداز میں خاموش ہوا تو میرے پورے وجود میں ایک سنسنی خیز بے چینی سی پھیل گئی۔ پتا نہیں' وہ آگے کیا کہنے والا تھا۔ میں یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا۔ چند پُرسوچ لمحات گزارنے کے بعد اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''وجدان! یہ ٹھیک ہے کہ تمہارا دشمن پُراسرار صلاحیتوں کا مالک ہے' وہ عملیات پر بھی گہری دسترس رکھتا ہے اور اس نے تمہاری تیسری آنکھ پر'' پٹی'' باندھنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن تمہاری تمام تر ناکامیابی اس کے کھاتے میں نہیں ڈالی جاسکتی بلکہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے میں تمہارا اپنا ہاتھ بھی شامل رہا ہے۔''

''میں نے ایسا کیا کیا ہے؟'' بے ساختہ یہ سوال میری زبان سے پھسل گیا۔

وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا'' میں کوہسار کی ملکہ نیلگری کو زیرِ بحث نہیں لانا چاہتا تھا۔ تاہم تمہارا ذہن صاف کرنے کے لیے محض ایک حوالہ دینا ضروری ہے۔'' چنگ فو کی زبان سے نیلگری کا نام سن کر میں چونک اٹھا۔ پتا نہیں' یہ نادرِ روزگار شخص کہاں کہاں کی خبر رکھتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''نیلگری نے تم سے کہا تھا..... تم زندگی میں ایک موقع پر ضرور بھٹکو گے۔ اس وقت تمہاری تمام شکتیاں (قوتیں) چھن جائیں گی۔ میں نے بتایا ہے نا' میں نیلگری کے معاملات پر کھل کر نہیں بول سکتا۔ بہرحال' زندگی کی شاہراہ پر تمہارے قدم ڈگمگائے ضرور ہیں۔ تم میرا اشارہ بخوبی سمجھ رہے ہو؟''

میرے سامنے اس وقت اگر چیف لاما چنگ فو رن پوشی کے بجائے کوئی اور دنیا دار شخص بیٹھا ہوتا تو میں سوال پوچھ پوچھ کر اس کا ناطقہ بند کردیتا مگر اس علم کے سمندر کے سامنے اتمامِ حجت یا بے مقصد لب کشائی بدتہذیبی اور بدتمیزی کے زمرے میں آتی۔ وہ اپنے نام کے معنوی اعتبار سے بھی نہایت ہی پائے کی شخصیت تھا۔ چنگ بہ معنی چینی' فو بہ معنی بدھا' رن پوشی بہ معنی پروفیسر اور لاما بہ معنی معلم' گرو۔ مجھے ان لمحات میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اونٹ پہاڑ تلے آگیا ہو۔

چنگ فو نے نیلگری کا حوالہ دے کر ایک حقیقت کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اس اشارے سے متعلق واقعات کسی فلم کے مانند میرے تصور کے پردے پر ابھرنے لگے۔ کراچی میں کے ڈی اے اسکیم ون کے ایک بنگلے کے اندر لیلیٰ کے ساتھ گزاری ہوئی ایک رات' زونارا آئی لینڈ کے ایک ساحلی کاٹیج میں راکیل اینڈرسن کی قربت میں بتائے ہوئے لمحات اور اب بودھ ناتھ ویلی کمپنڈ سے یہاں تک' لی یان کی معیت میں گزارا ہوا وقت.....!

میں اس سے آگے نہ سوچ سکا کیونکہ اسی وقت چنگ فو نے بولنا شروع کردیا تھا'' انسان خیر و شر کی آمیزش سے بنا ہے اور یہ دونوں قوتیں ہر وقت اس کے اندر موجود رہتی ہیں۔ کون سی قوت کس قوت پر حاوی ہوجائے اسی سے انسان کی شناخت ہوتی ہے۔ بہرحال' یہ خوشی کی بات ہے کہ تم اکثر خیر کی قوت سے شر کو شکست دینے میں کامیاب ہوجاتے ہو۔ کراچی میں' ایک بنگلے کے آئینہ خانے میں صدف کے ساتھ گزارے ہوئے کڑے امتحانی لمحات تمہاری اس صفت کے گواہ ہیں۔''

مجھے یقین ہوگیا کہ وہ میرا دماغ پڑھ رہا تھا کیونکہ ان لمحات میں' میں صدف ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ منظر میری نگاہ کے سامنے گھوم رہا تھا جب شعیب غوری نے مجھے صدف کے ساتھ ایک مشکل ٹیسٹ سے گزارا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ان بے بس اور لاچار لمحات میں' میں قعرِ مذلت میں گرنے سے بار بار بچا تھا۔ یہ بال بال بچنے سے بھی زیادہ کٹھن صورتِ حال تھی۔

چنگ فو کی ٹھہری ہوئی ملائم آواز میری سماعت سے ٹکرائی ''تمہارے اندر چونکہ خیر کا پہلو زیادہ اسٹرانگ ہے' تم مثبت سوچ اور طرزِ عمل کے حامل ہو اس لیے تمہاری لغزشوں نے اتنا خراب نہیں کیا جتنا کسی اور شخص کے ساتھ ہوسکتا تھا۔ تمہاری تھرڈ آئی کے سلسلے میں جو تعطل اور گڑبڑ پیدا ہورہی ہے' یہ عارضی ہے۔ مجھے یقین ہے' ان دس دنوں میں یہاں محسوس اور غیر محسوس دونوں طریقوں سے تمہاری ایسی تربیت ہوجائے گی کہ تیسری آنکھ کی راہ میں کھڑی ہونے والی رکاوٹ خود بخود ہٹ جائے گی۔ تم باطنی آنکھ کے توسط سے بڑے واضح اور صاف مناظر دیکھنے لگو گے' تم اسے ایک طرح کا عملِ تطہیر سمجھ

لو۔''

چنگ فو کی اس خوش خبری نے میرے دل و دماغ پر خوشگوار اثرات مرتب کیے۔ میں خاموش بیٹھا چیف لاما کو سنتا رہا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''ہماری دوسری ملاقات لارڈ بدھا کی مرضی سے' دس روز بعد ہوگی۔ اس دوران میں چن سیان تمہارے ساتھ رہے گا۔ وہ تمہیں تبت کی خوب سیر کرائے گا۔ تم ذہن اور آنکھیں کھلی رکھنے والے شخص ہو۔ اس دس روزہ پہلے قیام کے دوران میں تمہیں بہت کچھ دیکھنے' سمجھنے' سیکھنے اور سکھانے کو ملے گا۔''

''پہلے قیام'' اور ''سکھانے'' کے الفاظ نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ میں دوبارہ بھی تبت آؤں گا اور ایک شاگرد کے علاوہ مجھے ایک استاد کی حیثیت سے بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

''میں نے چن سیان کو تمہارے بارے میں خصوصی ہدایات دے دی ہیں۔ وہ ایک جہاں دیدہ اور تجربہ کار شخص ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں اور اسے کسی قسم کی کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔'' وہ ذرا دیر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا ''ان دس دنوں میں ہر رات نہایت پابندی کے ساتھ چن سیان لو مار آئل سے تمہارے سر کا مساج بھی کیا کرے گا۔''

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے احترام میں مجھے بھی اس کی تقلید کرنا پڑی ''میں اب چلوں گا۔'' اس نے بڑی رسان سے کہا ''تم ایک بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔'' وہ خاموش ہوکر میرے چہرے کو اپنی نگاہ سے ٹٹولنے لگا۔

میں نے اپنی پیشانی پر ایک خوشگوار سی تپش محسوس کی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی پُراسرار توانائی چیف لاما کی آنکھوں سے خارج ہوکر میرے دماغ میں اتر رہی ہو۔ میں اس کیف آگیں تجربے کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔ وہ انبساط سے لب ریز بڑے ہی نشاط انگیز لمحات تھے۔ شاید وہ کوئی خاص بات مجھے ذہن نشین کرا رہا تھا پھر اس نے وہی بات زبان سے بھی کہہ دی۔

''وجدان! تم تبت کے داماد ہو۔ تمہارے اندر کا آتش فشاں اسی برف پوش خطۂ ارض پر سکون حاصل کرسکتا ہے۔''

وہ ایک نہایت ہی گہری بات کو آسانی سے کہہ کر اس مختصر سے کمرے سے رخصت ہوگیا اور میں حق دق کھڑا اس خواب ناک ملاقات کے بارے میں سوچنے لگا جو ہوئی تھی اور نہیں ہوئی تھی جیسی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا' میں نے وہ وقت کسی طلسم کدے میں گزارا ہو۔ میں سحر زدہ سی کیفیت میں تھا۔

پتا نہیں' چنگ فو رن پوشی مجھ پر کون سا سحر پھونک کر چلا گیا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور میں چن سیان کی صورت دیکھ کر چونک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بلا داتا تھا۔ وہ بزبانِ خاموشی مجھے کمرے سے باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے اعتماد سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ دروازہ اس کے لیے ٹرانسپیرنٹ وال کی حیثیت رکھتا ہو..... اور اس نے کمرے میں ہونے والی اس اہم ملاقات کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا ہو!

میں کمرے سے نکلا اور خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔

جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ وہ راستہ نہیں تھا جس پر چل کر ہم چنگ فو کے پاس پہنچے تھے۔ میں یہی سمجھا کہ چین سیان مجھے ٹیمپل کے دوسرے حصے دکھا رہا ہے لیکن جب مختلف چکر دار راہ داریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رکا تو میرا اندازہ یک سر غلط ہوگیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اپنے پیچھے اندر آنے کو کہا۔ میں خاموشی سے اس کمرے میں داخل ہوگیا۔ یہ وہ کمرا نہیں تھا جس میں' میں لی یان کو چھوڑ کر گیا تھا۔ اور اس سے بھی بڑی بات یہ کہ وہ کمرا لی یان کے وجود سے خالی تھا!

میں نے چونک کر سوالیہ نظر سے چن سیان کو دیکھا۔ وہ میری آنکھوں سے جھلکتے استفسار کو بہ خوبی سمجھ گیا لیکن کسی اور ہی میٹر بینڈ سے بولنے لگا۔

''بدھ ازم انسان کی فطری خواہشات اور جسمانی تقاضوں پر پابندی عائد کرتا ہے اور نہ ہی تجرد یا رہبانیت پر زور دیتا ہے مگر ضبطِ نفس کی تلقین ضرور کرتا ہے۔ بھوک' پیاس اور نیند کی طرح جنس کی خواہش بھی انسان کے اندر سے ابھرتی ہے۔ بے لگام جنسی خواہشات اور کسی بھی شے کی ہوس غلط ہے۔ ہمارے عقائد میں ہر بدھسٹ کو کسی بھی مخصوص عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔''

گویا' دس دن تو دور تھے' اس نے پہلا قدم اٹھاتے ہی میری تربیت آغاز کردی تھی۔ میں اس کی باتوں کا مطلب بہ خوبی سمجھ رہا تھا لیکن وہ میرے خاموش استفسار سے قطعی لگا نہیں کھاتی تھیں۔ میں نے اس سے پوچھ لیا۔

''میں تو بدھسٹ نہیں ہوں۔ یہ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟''

''تم تبت کے داماد بننے والے ہو!'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

ساحل بدھ مت تھی۔ چن سیان کا اشارہ سیدھا سیدھا

اسی کی طرف تھا۔ اس کی بات سے یہ بھی ظاہر ہوا' وہ چنگ فو کا قابلِ اعتماد بندہ تھا۔ اسے بہت سے اہم معاملات کی بڑی گہری اور وسیع معلومات حاصل تھیں' گویا وہ جوکھانگ ٹیمپل کے داخلی اور خارجی امور میں پوری طرح شامل تھا۔

میں نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور قدرے تیز لہجے میں استفسار کیا ''میری ساتھی لی یان کہاں ہے؟''

''وہ دس پندرہ منٹ میں یہاں پہنچ جائے گی۔'' چن سیان نے جواب دیا۔

اس نے مجھے انسانی نفسیات اور خواہش و ضرورت پر بدھ مت کا جو مختصر سا لیکچر پلایا تھا' میں چاہتا تو اس پر پلٹ کر اس سے پوچھ سکتا تھا..... عظیم المرتبت کنگ سانگ سین گامپو کے بارے میں اس کے کیا وچار ہیں؟ یہ شخص تو بدھ مت کو تبت میں متعارف کرانے کا اعزاز رکھتا تھا اور اس نے تین تبتی بیویوں کی موجودگی میں دو بدھ مت شہزادیوں سے شادی کرکے اپنی بیویوں کی تعداد کو پانچ تک پہنچا دیا تھا۔ بدھ ازم کے مہا پرچارک ''کنگ گامپو'' کے سلسلے میں کسی ایک مخصوص عورت سے جنسی خواہش پوری کرنے کا فلسفہ کیا ہوا؟

ظاہر ہے یہ ایک اختلافی موضوع ہوتا اور مجھے خواہ مخواہ کے اختلافات میں الجھ کر اپنی راہ کھوٹی نہیں کرنا تھی لہٰذا میں چن سیان اور اس کے بیان کردہ فلسفے کو نظر انداز کرکے کمرے کی جانب متوجہ ہوگیا۔

میرے محتاط اندازے کے مطابق' وہ لمبوترا کمرا دس ضرب بیس فٹ پیمائش کا حامل تھا جس میں تین چھوٹے بیڈ چوڑائی کے رخ ترتیب وار لگے ہوئے تھے۔ بیڈز کی سرہانے والی لمبی دیوار میں دو کھڑکیاں موجود تھیں اور پائنتی صرف اتنی جگہ بچتی تھی کہ بہ آسانی وہاں سے گزرا جاسکے۔

پائنتی والی بیس فٹی دیوار میں کپڑوں والی ایک بڑی الماری بھی نصب تھی۔ وہ کمرا کسی اسپتال کے چھوٹے سے وارڈ کا نقشہ پیش کررہا تھا حتیٰ کہ تینوں بیڈز کے بیچ' بالائی جانب دو چھوٹی سائیڈ ٹیبلز بھی لگی ہوئی تھیں۔ اس کمرے میں دخول و خروج کے لیے صرف ایک ہی دروازہ تھا جہاں سے ہم اندر آئے تھے۔

چن سیان نے کمرے کے آخری سرے کی جانب اشارہ کیا اور بولا ''تمہاری ساتھی ابھی یہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ بیڈ اس کے لیے ہے۔'' پھر اس کی انگلی درمیانی بیڈ کی سمت اٹھی اور اس نے کہا ''اس بیڈ پر تم سویا کرو گے۔''

''اور یہ بیڈ؟'' میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پوچھ لیا۔ میرا اشارہ دروازے سے قریب ترین بچھے تیسرے بیڈ کی طرف تھا۔

چن سیان نے جواب دیا ''یہ بیڈ میرے لیے ہے۔ آنے والے دس دن تک میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا!''

میں ایک طویل' گہری اور بوجھل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ ''دادا ابو'' کا کردار ادا کرنے کی کوشش کررہا تھا اور ظاہر ہے' یہ ہدایات سے رن پوشی چنگ فو ہی نے دی ہوں گی۔ جب کسی شخص کی شادی کی تاریخ طے ہوجائے تو حفظِ ماتقدم کے طور پر اس پر ایک شخص نگران مقرر کردیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی نگاہ رکھتا ہے کہ بننے والے دولہا میاں کسی ایسی ویسی سرگرمی میں ملوث نہ ہوجائیں۔ میری متوقع سسرال والے بھی میرے ساتھ کچھ اسی قسم کا سلوک کررہے تھے۔ آگے کیا ہونے والا تھا' میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کیونکہ بعض اوقات تقدیر انسان کی بے بسی کا مذاق اڑانے کی غرض سے اس کی ساری تدبیروں کی ایسی کم تیسی کرکے رکھ دیتی ہے۔ بہرحال' یہ نگرانی مجھے اچھی نہیں لگی تھی۔

آیندہ روز سے چن سیان کے ڈسپوزل پر ہماری سیر و تفریح کا آغاز ہوگیا۔ ہم دن بھر جوکھانگ ٹیمپل سے باہر رہتے اور رات کو واپس آجاتے۔ رات کے کھانے سے پہلے چن سیان ہمیں ایک جمنازیم میں لے جاتا جو ٹیمپل کے گراؤنڈ فلور پر ایک دور افتادہ ہال میں واقع تھا۔ وہاں پر میں نے بڑے بڑے ہنرمند مونکس کی فائٹس دیکھیں۔ لی یان کے لیے یہ سب کچھ نہایت ہی سنسنی خیز اور حیرت انگیز تھا۔ میں نے تو شاؤلن ٹیمپل میں ایسے کھیل تماشے بہت دیکھے تھے لیکن مارشل آرٹس کے حوالے سے لی یان کے لیے یہ ایک بالکل نیا اور انوکھا تجربہ تھا۔ اس جمنازیم میں فائٹس کے ساتھ ساتھ تجربہ کار اور ماہر مونکس ''ڈوجینگ'' اور ''سل جینگ'' کی پریکٹس بھی کرتے تھے۔ ڈوجینگ (DOJANG) میں روحانی مشقیں اور سل جینگ (SULJANG) میں جسمانی مشقیں کی جاتی ہیں۔ ان دونوں شعبہ ہائے کے لیے جمنازیم کے ساتھ ہی دو چھوٹے ہال بھی مخصوص تھے۔

رات کو سونے سے پہلے چن سیان میرے سر میں ''لو مار آئل'' ڈال کر خوب اچھی طرح مالش بھی کرتا تھا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ' میں اس کرشماتی تیل کے اثرات دیکھ کر دنگ تھا۔ کسی شک و شبہے کے بغیر بڑی تیز رفتاری سے میرے سر کے بال بڑھ رہے تھے۔ میرے لیے یہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔

میں اور لی یان رات دس بجے تک عموماً سو جاتے تھے۔

چن سیان بھی یہی ظاہر کرتا تھا جیسے وہ ہم سے پہلے ہی سو چکا ہے لیکن مجھے یقین تھا وہ محض سوتا بن کر رات بھر بستر پر پڑا جاگتا رہتا ہے۔ میں نے اس دوران میں اس کی ''نگرانی'' کو ''چیک'' کرنے کو کوئی ''رسک'' نہ لیا۔ لی یان کو میں موقع ملتے ہی چن سیان کے عزائم کے بارے میں بتا چکا تھا لہٰذا کوئی پیچیدگی یا کنفیوژن پیدا نہیں ہوا۔

تبت میں اس مختصر قیام کے دوران میں ہم نے وہاں کے تمام قابلِ ذکر مقامات کی سیر کر لی۔ سب سے پہلے چن سیان لہاسا سے باہر دو دوسرے شہروں میں لے گیا۔ ان میں ایک یارلنگ ویلی (YARLUNG VALLEY) اور دوسرا قابلِ ذکر شہر شیگیٹی (SHIGATSE) ہے۔ لہاسا حکومتی معاملات، شیگیٹی زراعت اور یارلنگ ویلی تاریخی اعتبار سے اپنی خاص شہرت رکھتے ہیں۔

شیگیٹی اول آخر ایک زرعی علاقہ ہے جہاں یاک کی جوڑیوں کی مدد سے ہل چلا کر کھیتی باڑی کی جاتی ہے۔ تبت میں یاک کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ لمبے بالوں والا یہ بیل نما جانور ہر طرح سے تبتی لوگوں کے کام آتا ہے۔ شیگیٹی میں تاحدِ نگاہ چھوٹی بڑی برف پوش پہاڑیوں کے دامن میں کھیتوں کا سلسلہ دیکھنے کو ملے گا جہاں ہل چلایا جا رہا ہے اور کہیں فصل کھڑی لہلہا رہی ہے۔ شیگیٹی، لہاسا شہر سے تین سو میل کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سطحِ سمندر سے اس کی بلندی چار ہزار آٹھ سو میٹر یعنی تقریباً پندرہ ہزار سات سو فٹ ہے۔ سیارہ دنیا کا بلند ترین خطۂ ارض ہے جہاں بود و باش پائی جاتی ہے۔ شیگیٹی میں ہی پنچن لاما (PANCHEN LAMA) کا بھی قیام ہے۔ پنچن لاما کو دلائی لاما کے بعد سب سے بڑی مذہبی شخصیت سمجھا جاتا ہے یعنی رتبے کے اعتبار سے پنچن لاما کو دلائی لاما کا نائب سمجھ لیں۔

یارلنگ ویلی تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں شرقاً غرباً بہنے والے دریائے یارلنگ سینگ پو (YARLUNG TSANGPO) کو دنیا کا بلند ترین دریا ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یارلنگ ویلی، لہاسا سے دو گھنٹے کی ڈرائیو پر واقع ہے۔ یہاں پر ایک عظیم الشان زی ڈینگ (SEDANG) نامی ہوٹل بھی ہے جس میں پانچ سو افراد کے بیک وقت قیام کی سہولت موجود ہے۔ زی ڈینگ ہوٹل میں تمام چائنیز ڈشز دستیاب ہیں۔ جن میں یاک کے گوشت کی میٹھی ڈش خاصے کی چیز ہے۔ شہر سے سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر کاسل آف ''سیبولا کانگ'' واقع ہے۔ ''سیبولا کانگ کا سل'' تبت میں قدیم ترین کاسلز میں سے باقی بچ رہنے والا ایک ہے۔ زی ڈینگ سے چند کلومیٹر دور ''چینگ چو ٹیمپل'' بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ چینگ چو (CHANG ZHU) ٹیمپل ساتویں صدی میں کنگ سانگ سین گامپو نے تعمیر کرایا تھا۔ زی ڈینگ ہی سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ''ویلی آف کنگز'' واقع ہے جہاں کنگ سانگ سین گامپو اور تبو (TU BO) سلطنت کے دیگر سات شہنشاہ دفن ہیں۔ کسی زمانے میں ''تبو سلطنت'' کا بڑا رعب و دبدبہ ہوا کرتا تھا۔

سب سے زیادہ لطف لہاسا کی سیر میں محسوس ہوا۔ چینیوں نے تبت کو ''سی زانگ'' بنانے کے بعد تعمیر و ترقی کے ذریعے پوری کوشش کی کہ یہ صوبہ خصوصاً لہاسا شہر ہانگ کانگ نظر آنے لگے مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی! ''لہاسا ہوٹل'' انہی تعمیرات کی ایک مثال ہے۔ پانچ سو کمروں پر مشتمل یہ گلگزری ہوٹل شہر کے چینی آبادی والے حصے میں نیو پیلس اوپیرا کے نزدیک واقع ہے۔ یہ لہاسا کا پہلا ہوٹل ہے جہاں لفٹ کی سہولت بھی موجود ہے۔ ''لہاسا ہوٹل'' کا انتظام و انصرام ہالیڈے اِن کے عملے کے ہاتھ میں ہے۔

دریائے لہاسا کے کنارے پر واقع پوٹالا محل (POTALA PALACE) دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے ''ونٹر پیلس'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل دلائی لاما کی رہائش گاہ ہے۔ ہر دور کا دلائی لاما موسمِ سرما اسی محل میں گزارتا تھا لیکن تبت پر چینی قبضے کے بعد اب اس محل کی حیثیت ایک عجائب گھر ایسی ہو گئی ہے۔ یہ محل پانچویں دلائی لاما نے سولہویں صدی عیسوی میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ ایک سرخ پہاڑی پر واقع ہے اور لہاسا ویلی سے تین سو میٹر بلندی پر ہے۔ اس محل میں ایک ہزار کمرے ہیں جن کی دیواروں کی موٹائی کم و بیش پانچ میٹر تک ہے۔ کمروں کی چھتوں پر پیتل کی تہیں چڑھائی گئی ہیں۔ زیادہ تر دلائی لاماز یہیں پر دفن ہیں۔ تیرھویں دلائی لاما کا مقبرہ نہایت ہی شان دار ہے۔ چودہ میٹر اونچا یہ طلائی اسٹوپا دیکھ کر آنکھ خیرہ ہو جاتی ہے۔ دلائی لاما کے بیڈ روم کو محل کے استقبالیہ کی شکل دے دی گئی ہے۔ اس کشادہ کمرے کی دیواروں پر سابق دلائی لاماز کی بڑی بڑی تصاویر آویزاں ہیں جن میں سے اکثر فلمی تصاویر ہیں۔ اس محل کی چھت کے قریب ایک چھجے پر طلائی ڈریگون کا عظیم الجثہ مجسمہ استادہ ہے اس ڈریگون کے گلے میں ایک بڑی سی طلائی گھنٹی بھی لٹک رہی ہے۔ بدھسٹ کا یقین ہے کہ یہ طلائی ڈریگون پوٹالا پیلس کو آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔

کسی زمانے میں پوٹالا پیلس کے اندر ایک نہایت ہی بلند درجے کی مونسٹری بھی ہوا کرتی تھی جہاں لگ بھگ دو سو مونکس ہمہ وقت تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے تھے مگر اب یہ سب کچھ قصۂ پارینہ ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ انیس سو انسٹھ عیسوی میں جب چودھویں دلائی لاما کو بہ حالتِ مجبوری جلاوطنی اختیار کرنا پڑی تو اس وقت لہاسا شہر میں مونسٹریز کی تعداد ہزاروں میں تھی لیکن اب بیس سے زیادہ نہیں ہوں گی جن میں سے اہم مونسٹریز سیرا اور ڈری پنگ ہیں۔

لہاسا ہوٹل سے چند قدموں کے فاصلے پر نورلنگکا محل (NORBULINGKA PALACE) واقع ہے جو سمر پیلس کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھی دلائی لاما کی رہائش گاہ ہی ہے۔ ہر دور کا دلائی لاما موسمِ گرما اسی محل میں گزارتا تھا۔ یہ محل ایک بہت بڑے پارک میں واقع ہے۔ یہ چینی طرزِ تعمیر کا حامل ہے اس محل کی عظیم الشان زرد عمارت چاروں جانب سے باغات میں گھری ہوئی ہے۔ یہ محل انیس سو پچاس عیسوی کی ابتدا میں تعمیر کیا گیا تھا۔ اس محل کا دلائی لاما کے لیے مخصوص رہائشی حصہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ واش روم جدید مغربی طرز پر بنائے گئے ہیں۔ چودھویں جلاوطن دلائی لاما کے بیڈ روم میں اس کا فلپس کمپنی کا تیار کردہ ریکارڈ پلیئر یادگار کے طور پر موجود ہے۔

ہم نورلنگکا پیلس کی سیر سے فارغ ہوئے تو ہمارے گائیڈ چن سیان نے انکشاف انگیز لہجے میں کہا ''اب میں تمہیں ایک ایسی جگہ دکھا رہا ہوں جو تمہارے لیے مخصوص کر دی گئی ہے!''

میں نے چونک کر اس طرف دیکھا اور پوچھا ''میں وہاں کیا کروں گا؟''

''یہ ایک دو منزلہ عمارت ہے۔'' وہ بتانے لگا ''زیریں منزل پر ایک تربیت گاہ واقع ہے جب کہ بالائی منزل رہائش کے لیے مخصوص ہے۔'' اس نے گول مول جواب دیا تو میں نے استفسار کیا۔

''لیکن یہ تو بتاؤ، اس دو منزلہ عمارت کو میرے لیے کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟''

اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا ''اس عمارت کی بالائی منزل تمہاری قیام گاہ ہوگی جب کہ زیریں منزل پر تم چی کونگ، نی کونگ، ای کونگ اور شیم کونگ کی تربیت دو گے!''

میں چی کنگ (QI GONG) سے بہ خوبی واقف تھا کیونکہ یہ پُراسرار قوت میرے اندر بیدار ہو چکی تھی لیکن دیگر تین کونگ کے بارے میں مجھے پتا نہیں تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو الجھانے کے بجائے اسی سے پوچھ لیا۔

چن سیان نے بتایا ''نی کونگ (NEA GONG) باطنی قوت سے متعلق ہے، ای کونگ (OE GONG) خارجی قوت کی نمائندگی کرتی ہے جب کہ شیم کونگ (SHIM GONG) روحانی قوت سے تعلق رکھتی ہے۔''

''لیکن.....؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کچھ کہنا چاہا تو ہاتھ کے اشارے سے اس نے مجھے روک دیا اور اپنی بات کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''تم نے چی کونگ، تھرڈ آئی، یوگا، شاؤلن مارشل آرٹس یعنی وو شو کنگ فو کے میدان میں اب تک جو کچھ حاصل کیا ہے وہ تمہیں اس تربیت گاہ کا استاد ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ رہی سہی کسر چنگ فورن پوشی کی نظر پوری کر دے گی۔''

اس نے لفظ ''نظر'' پر خاصا دباؤ ڈالا تھا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ چیف لاما نے مستقبل میں مجھے تبت ہی میں آباد کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ آنے والے وقت کے بارے میں پیش گوئی کرنا اور اس پیش گوئی کی روشنی میں پلاننگ کرنا ایک الگ بات ہے لیکن میرا یہ ایمان ہے کہ آنے والے وقت کے بارے میں صرف اور صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے!

میں خاموشی سے چن سیان کے ہمراہ چلتا رہا۔ لی یان نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ چن سیان کا ساتھ میسر آنے کے بعد میں اور لی یان ایک دوسرے کے لیے ''بیگانہ'' سے ہو کر رہ گئے تھے۔ چن سیان نے میرے مستقبل کے بارے میں ابھی جو اظہارِ خیال کیا تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ ساحل کا حصول میری زندگی کا نصب العین بن کر رہ گیا تھا۔ اسے پانے کے بعد میں کہاں جاتا ہوں اور کس قسم کی زندگی گزارتا ہوں، اس کے بارے میں قبل از وقت میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ میری زندگی کا کبھی کچھ ٹھیک نہیں رہا تھا۔ حالات کی ستم ظریف ٹھوکریں مجھے کھدیڑتے ہوئے جدھر لے جاتیں، میں چل پڑتا تھا۔ آیندہ کے بارے میں بھی خدا ہی بہتر جانتا تھا۔

چن سیان کی معیت میں ہمارے سفر کا اختتام ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے جا کر ہوا۔ مذکورہ عمارت نورلنگکا پیلس کے قریب بہنے والے دریائے ''کائے چو'' کے کنارے پر واقع تھی۔ چن سیان نے عمارت کے داخلی دروازے پر دستک دی اور میری طرف دیکھتے ہوئے انکشاف انگیز لہجے میں بولا۔

''وجدان! تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جب تم اپنے مشن سے کامیاب لوٹنے کے بعد اس تربیت گاہ کا انتظام سنبھالو گے تو تمہیں اپنے کام کا آغاز صرف ایک اسٹوڈنٹ سے کرنا ہوگا۔ میں تمہیں اسی اسٹوڈنٹ سے ملوانے یہاں لایا ہوں..... اور مجھے یقین ہے، تم اپنے اس اکلوتے اسٹوڈنٹ کو

بڑی اچھی طرح جانتے ہو۔''

چن سیان کے آخری جملے نے مجھے گڑبڑا کر رکھ دیا۔ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ تبت کی سرزمین پر قدم رکھا تھا پھر وہاں کے کسی باسی سے کیونکر واقف ہوسکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں اپنی الجھن کو دور کرنے کے لیے چن سیان سے کوئی سوال کرتا' عمارت کا دروازہ کھل گیا۔

کھلے ہوئے دروازے میں ایک معصوم اور خوب صورت بچے کو دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ اس بچے کی عمر لگ بھگ چار سال رہی ہوگی۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی میرے ذہن میں سانگ فو کا نام چمکا۔ اس بچے نے بھی نظر ملتے ہی مجھے پہچان لیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا پھر اس نے تبتی زبان میں کچھ کہا۔

میں تبتی زبان سے آشنا نہیں تھا۔ تاہم اس کے اندازِ اظہار نے اور گردن کی جنبش نے مجھے بتا دیا کہ وہ مجھے وہاں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ میں ہچکچا رہا تھا۔ اس بچے کو سنکے چلا جارہا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں محترم سانگ فو سے ہونے والی پہلی اور آخری ملاقات کا منظر روشن تھا۔ سیٹل (واشنگٹن۔ امریکا) میں محترم سانگ فو نے آن جہانی ہونے سے پہلے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہماری اگلی ملاقات تبت میں ہوگی اور میں اسے چار سالہ سانگ فو کے روپ میں دیکھتے ہی پہچان لوں گا اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔

میری محویت کو چن سیان کی بھرائی ہوئی آواز نے توڑ دیا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا ''وجدان! ننھا سانگ فو تمہیں دیلائم کہہ رہا ہے اور..... تھوڑی دیر پہلے میں نے تمہارے جس انکلوتے اسٹوڈنٹ کا ذکر کیا تھا نا' وہ اسٹوڈنٹ یہی ننھا سانگ فو ہے۔'' ایک لمحے کو رک کر اس نے قدرے تحکمانہ انداز میں کہا ''اب ہم واپس جوکھانگ ٹیمپل چلیں گے!''

چن سیان کے ان الفاظ پر ننھے سانگ فو نے گردن جھکا کر ایک مرتبہ پھر مجھے تعظیم دی اور دروازہ بند کر کے میری نگاہ سے اوجھل ہوگیا۔

واپسی کے سفر میں' میں حیران سے زیادہ پریشان رہا۔ میں آواگون اور جنم درجنم کے فلسفے پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان ہے' انسان اس دنیا میں ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی مرتبہ مرتا ہے۔ میں نہیں جانتا تھا' سیٹل والے آنجہانی محترم سانگ فو اور تبت والے اس معصوم سانگ فو میں درحقیقت کیا تعلق تھا بہرحال' اسرار میں لپٹی ہوئی کوئی ایسی حقیقت ضرور وجود رکھتی تھی جسے میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس سے ذہن الجھتا ہے' اسی لیے ان لمحات میں' میں شدید ذہنی خلفشار کا شکار تھا۔

رات کے کھانے سے پہلے' جوکھانگ ٹیمپل کے اندر واقع جمنازیم میں حاضری کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری تھا۔ چنگ فورن پوشی سے' دوسری ملاقات سے ایک روز قبل میں اور لی یان چن سیان کے ساتھ جمنازیم میں موجود تھے کہ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔

میں جمنازیم میں مختلف مونکس کو مارشل آرٹس خصوصاً کنگ فو کی پریکٹس کرتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ ان فائٹرز میں چونگ (ZHONG) نامی ایک نوجوان مونک کمال کا ہنرمند تھا۔ میں نے اب تک چونگ کو کسی اور فائٹر سے زیر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ اس روز بھی مختلف مونکس کے مابین مقابلوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں چونگ اکیلا ہی میدان میں رہ گیا۔ وہ فائٹنگ کے لیے مخصوص جگہ کے وسط میں خاموش کھڑا تھا۔ باقی مونکس ایک بڑا سا دائرہ بنائے پہلو بہ پہلو کنول آسن میں بیٹھے تھے۔ میں' لی یان اور چن سیان بھی اسی دائرے کی تین کڑیاں تھے۔ ہال میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس مہیب خاموشی کو چن سیان کی ٹھہری ہوئی آواز نے توڑ دیا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''وجدان! تم چونگ سے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ!''

یہ ایک کھلا اعلان تھا۔ میں پچھلے کئی دنوں سے چونگ کے فائٹنگ اسٹائل اور اس آرٹ میں اس کی اسکل کو بڑی باریک بینی سے دیکھ رہا تھا۔ چونگ کی مہارت اور کارکردگی نے مجھے گہرا متاثر بھی کیا تھا۔ میں نے اس پائے کا مارشل آرٹ صرف شاؤلن ٹیمپل کے ماسٹرز کے پاس دیکھا تھا۔ میں چونگ سے متاثر تھا' خائف نہیں لہٰذا چن سیان کی بات ختم ہوتے ہی میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ٹھیک ایک منٹ کے بعد میں اور چونگ اپنے اپنے اسٹانس میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔

چن سیان نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ریفری کے فرائض کا آغاز کردیا۔ اس کی اجازت کے بعد ہمارے درمیان فائٹ شروع ہوگئی۔

یہ میری زندگی کی سب سے انوکھی فائٹ تھی۔ وجدان اور چونگ کی شکل میں درحقیقت شاؤلن ٹیمپل اور جوکھانگ ٹیمپل ایک دوسرے کے مقابل آن کھڑے ہوئے تھے۔ یہ چین اور تبت کی ایک دوستانہ خونی جنگ تھی۔ اس جمنازیم میں موجود ہر ذی روح کو جیسے کسی سانپ نے سونگھ لیا تھا۔ دلوں کو دہلا دینے والے سناٹے میں صرف ہم دونوں کے ہاتھ پاؤں کی کالی حرکات کے سبب پیدا ہونے والی مخصوص آوازیں ہی ابھر رہی تھیں۔

چونگ نے ایک مرتبہ بھی مجھ پر حملہ نہیں کیا۔ تاہم اس کی ایک ایک ادا اکسانے والی تھی جس کے ردِعمل میں' میں بڑھ بڑھ کر اس پر بھرپور اٹیک کررہا تھا لیکن مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ دس منٹ کی مسلسل فائٹ کے دوران میں' میں چونگ کو چھو بھی نہیں پایا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں ہوا سے نبرد آزما ہوں۔ میرا ہر اٹیک پرفیکشن کا اعلیٰ نمونہ ہوتا مگر ہاتھ پاؤں ٹارگٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی چونگ اپنی پوزیشن بدل دیتا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کا ذہن کس نیرنگی سے فیصلے کررہا تھا۔

پھر ایک موقع پر چونگ سے چوک ہوگئی۔ وہ میری ایک خطرناک سائیڈ کک کی زد میں آگیا۔ میرے دائیں پاؤں کا بلیڈ ایک دھواں دھار پنچ کے ساتھ اس کے سینے سے ٹکرایا۔ یہ زوردار دھکا کھا کر چونگ کا جسم ہوا میں بلند ہوا اور وہ مونکس والے دائرے کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے ہال کے فرش پر جا گرا۔

فرش سے ٹکراتے ہی وہ ساکت ہوگیا۔ میری سمجھ میں نہ آسکا' کون سی قوت نے اسے یوں اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ میں فائٹنگ سرکل کے اندر خاموش کھڑا' یک ٹک چونگ کو دیکھتا چلا گیا۔ اس کے بے حس و حرکت وجود کو دیکھ کر یونہی لگتا تھا جیسے زندگی اس کے اندر سے رخصت ہوگئی ہو۔ ان لمحات' میں حیرت اور استعجاب کی آخری منزل پر کھڑا تھا۔

جلد ہی مجھے محسوس ہوگیا کہ میں اکیلا ہی چونگ کے ساکت جسم کو گھورے جارہا ہوں۔ سرکل میں موجود تمام مونکس بشمول چن سیان' خاموش اور پُرسکون بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ بھی اٹھ کر یا جھانک کر چونگ پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ان کا یہ رویہ میرے لیے الجھا دینے والا تھا۔ میں چونگ پر سے نگاہ اٹھا کر باری باری مونکس کے چہروں کا جائزہ لینے لگا۔

اسی لمحے چن سیان اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اس وقت براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی تمتماہٹ کسی بڑے طوفان کی خبر دیتی تھی۔ پتا نہیں' وہ کون سا راز افشا کرنے جارہا تھا؟ وہ بڑے ہی نا قابلِ یقین اور تشویش ناک لمحات تھے۔

میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کے لب وا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونیوالا سلسلہ

اقابلا

تاریک برِاعظم کے پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور ان کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت..... ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی..... جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا..... شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا..... نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حسن لازوال تھا جس کے حصول کیلئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا..... خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔

بکٹابی شکل میں پہلی بار منظرِ عام پر آئی ہے

قیمت فی حصہ 60 روپے ●●●● ڈاک خرچ 23 روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کارساز روڈ کراچی 75500

میری نگاہ چن سیان کے چہرے پر جمی تھی۔ وہ بھی بڑی گہری نظر سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری اور سپاٹ تھا۔ پتا نہیں، وہ کس سنسنی خیز انکشاف کا ارادہ لیے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتی گمبھیر سنجیدگی کسی بہت بڑے طوفان کی خبر دیتی تھی..... وہ بڑے حیرت آمیز اور نازک لمحات تھے۔ میں ٹک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھتا چلا گیا۔ میرے نے جیسے ہی اس صورت حالات کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی، چن سیان لب کشا ہوا۔ اس کی سرسراتی آواز میری سماعت تک پہنچی۔

''وجدان! چونگ کو کچھ نہیں ہوا۔ تمہیں اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!''

میری نگاہ چن سیان سے ہٹ کر چونگ کی طرف چلی گئی۔

''یہ ابھی تمہارے سامنے، اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا'' چن سیان نے بڑے اعتماد سے کہا۔

ادھر چن سیان کی بات مکمل ہوئی ادھر چونگ صحیح سلامت اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کسی کی جانب دیکھنے کی کوشش نہیں کی، کسی معمولی کی طرح گردن جھکائے' خاموشی سے وہ اس ہال سے باہر نکل گیا۔

''یہ..... یہ سب کیا ہے؟'' میں نے الجھن زدہ نظر سے چن سیان کی طرف دیکھا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''تم نے ابھی اوریکل کا مظاہرہ دیکھا ہے..... !''

''اوریکل؟'' میرے لہجے میں بدستور الجھن موجود تھی۔

چن سیان نے اس ہال میں موجود مونکس پر ایک خاموش اور معنی خیز نظر ڈالی۔ اس نظر کے نتیجے میں وہ مونکس خاموشی سے اٹھے اور یکے بعد دیگرے اس ہال سے رخصت ہو گئے۔ میں' لی یان اور چن سیان جب ہال میں باقی رہ گئے تو چن سیان بہ آہستگی ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ براہ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ کوئی نہایت ہی اہم راز مجھ پر کھولنے والا ہے۔ اوریکل کا لفظ میرے لیے بالکل نیا تھا تاہم میں نے دوبارہ اس حوالے سے سوال نہیں کیا اور اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحات کے بعد وہ بڑے گمبھیر انداز میں گویا ہوا۔ اس کا مخاطب میں تھا ''تم اوریکل کے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''کچھ بھی نہیں!''

''تمہاری جدید اور ترقی یافتہ دنیا میں یہ لفظ نامانوس نہیں'' وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولتا چلا گیا ''لگتا ہے' تمہیں کمپیوٹر کے شعبے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے!''

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے'' میں نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی ''میں نے کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا صرف نام ہی نام سنا ہے' عملاً میں اس شعبے سے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ شاید تم یقین نہ کرو' میں نے ابھی تک کسی کمپیوٹر کے کی بورڈ کو چھو کر نہیں دیکھا!''

''میں واقعی یقین نہیں کر سکتا'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا ''میری معلومات کے مطابق، تم پچھلے کچھ عرصے سے ہائی فائی ٹرائی بینڈ جی ایس ایم سیل فون استعمال کر رہے ہو۔ سیل فون کمپیوٹر ہی کی ایک شکل ہے جو کی پیڈ یا کی بورڈ کے بغیر ایک بے جان کا جسم ہے۔''

''ہاں میں سیل فون تو استعمال کر رہا ہوں'' میں نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا تم صحیح کہتے ہو، سیل فون ایک چھوٹا کمپیوٹر ہی ہے۔''

''بہر حال!'' وہ آنکھیں جھپکائے بغیر معتدل لہجے میں بولا ''میں تمہیں اوریکل اور اس کے مظاہرے کے بارے میں بتا رہا تھا'' اس نے ایک گہری سانس چھوڑی اور سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تمہاری دنیا کی جدید کمپیوٹر سائنس میں 'اوریکل' کی ترم قدرے مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ قدیم ترین بنتی روحانی اور پُراسرار علوم کی دنیا میں اوریکل (ORACLE) ایک بہت ہی پہنچے ہوئے روحانی عامل کو کہا جاتا ہے۔ لیکن ٹھہرو.....'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''میں پہلے اوریکل کے حوالے سے تمہیں تھوڑی تفصیل بتا دوں۔''

وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مختلف خیالات کو اپنے ذہن میں مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ہم دونوں اس کے روبرو بیٹھے تھے اور چپ رہ کر اس کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔ لی یان کمپیوٹر کی دنیا سے بہ خوبی واقف تھی۔ کوئی شخص امریکا میں رہ رہا ہو اور کمپیوٹر کا استعمال نہ کرتا ہو، یہ اس دور کا سب سے بڑا لطیفہ ہو گا کیونکہ اس دنیا کے اندر ''امریکا'' بہ ذات خود ایک الگ تھلک اور انوکھی دنیا ہے جہاں کمپیوٹر کے استعمال کے بغیر انسان سانس بھی نہیں لے سکتا لیکن اس موقع پر لی یان نے بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا اور چن سیان کے استفسارات کے جواب میں، اپنی

زبان سے ایک لفظ جدا نہیں ہونے دیا۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس وقت چن سیان براہ راست مجھ سے مستفسر تھا اور لی یان کا اس معاملے میں بولنا مناسب نہ ہوتا۔

چن سیان کی ٹھہری ہوئی آواز میری سماعت تک پہنچنے لگی۔ اس کا انداز کسی وعظ کا تھا ''تبت اور لاما لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ''لاما'' کے معنی.....'' زندہ بدھا'' کے ہیں۔ جو لوگ گوتم بدھ کی تعلیمات کی روح کو زندہ رکھتے ہیں وہ لاما کہلاتے ہیں۔ ان میں بھی درجے مقرر ہیں جیسے لاما، چیف لاما، پنچن لاما، دلائی لاما، ہائی لاما۔ درجے کے اعتبار سے ان کی ذمے داریاں مخصوص ہیں۔ لاما اور چیف لاما ٹیمپل اور مونسٹری وغیرہ کا انتظام و انصرام چلاتے ہیں۔ پنچن لاما اور دلائی لاما کا تعلق حکومتی امور سے ہے۔ عیسائیت میں جو حیثیت پوپ کی ہے، بدھ ازم میں دلائی لاما وہی مقام و مرتبہ رکھتا ہے۔ تعلیم مذہبی اور روحانی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ دلائی لاما ملک گیری کے فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ پنچن لاما کا درجہ اس سے نیچے ہوتا ہے۔ اگر دلائی لاما کو صدر مملکت مان لیں تو پنچن لاما کا کردار ایک وزیر کا سا ہوتا ہے۔ بہر حال، میں تمہیں ہائی لاما کے بارے میں بتانے جا رہا تھا۔''

وہ لمحے بھر کو خاموش ہوا تو ہال میں گویا سناٹا سا چھا گیا۔ وہ اکیلا ہی بول رہا تھا، ہم تو ویسے بھی چپ سادھے، خاموش بیٹھے اس کا لیکچر سن رہے تھے۔ وہ جو کچھ بیان کر رہا تھا، اس میں سے بہت سی باتیں مجھے پہلے سے معلوم تھیں تاہم اس وقت پوری توجہ سے چن سیان کو سننا میری مجبوری تھی۔ وہ کہانی توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''بدھ بھکشو، مونک، لاما..... اس تمام تر زنجیر کا تعلق روحانیت سے ہے۔ دلائی لاما، پنچن لاما، چیف لاما کی پراسرار صلاحیتوں اور اختیارات سے انکار ممکن نہیں لیکن میں اس وقت تمہیں صرف اور صرف ہائی لاماز کے بارے میں بتاؤں گا۔ لاماز کا یہ طبقہ صرف اور صرف پراسرار بنتی روحانی علوم سے متعلق ہے۔ یہ لوگ دیگر حکومتی انتظامی امور سے دور رہتے ہیں البتہ اپنے علوم کی مدد سے یہ پنچن لاما اور دلائی لاما کو مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ انہی ہائی لاماز میں سے بعض اوریکل بھی ہوتے ہیں۔ وہ ہائی لاما جو اوریکل بھی ہو اسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ابھی تم نے اوریکل کا جو مظاہرہ دیکھا ہے' وہ ہائی لاما گوانگ چی (GUANG-QI) کا کمال تھا۔ چونگ نے تو محض ایک میڈیم کا کردار ادا کیا ہے!''

وہ خاموش ہوا تو میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے چونگ سے ایک انتہائی غیر معمولی فائٹ کی تھی۔ لگ بھگ دس منٹ کے اس مقابلے میں، میں چونگ کو چھو بھی نہیں سکا تھا۔ اس دوران میں مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں محض ہوا سے نبرد آزما رہا تھا۔ چونگ ایک مرتبہ بھی مجھ پر حملہ آور نہیں ہوا تھا اور میرے ہر حملے کے جواب میں وہ اس طرح صاف بچ نکلتا جیسے ہم حقیقی نہیں بلکہ شوفائٹ کر رہے ہوں۔ فلم کے سیٹ پر مختلف اداکار مارشل آرٹس کا جو بھی مظاہرہ کرتے ہیں، وہ ''شوفائٹ'' کہلاتی ہے۔ شوفائٹ (SHOW FIGHT) کی فلم بندی کے لیے بھی پہلے باقاعدہ ریہرسل کرنا پڑتی ہے مگر میں محسوس کر رہا تھا، چونگ نے جو فن پیش کیا تھا' وہ کسی شوفائٹر کے بس کی بات نہیں تھی۔ چن سیان کے مطابق، اس نے ایک معمول کا رول پلے کیا تھا۔ مارشل آرٹس کی کس فائٹ کے حوالے سے عامل اور معمول کا استعمال میرے لیے ایک نیا موضوع تھا لہٰذا میں پوری دلچسپی اور توجہ سے چن سیان کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

''گوانگ چی ایک متند اور ماہر اوریکل ہے'' چن سیان سلسلہ معلومات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''اوریکل ہائی لاماز میں اسے ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ تم جب اپنے مشن سے کامیاب لوٹ آؤ گے تو میں تمہیں گوانگ چی سے ملواؤں گا۔ تمہیں اس عامل کامل شخص سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ کسی زمانے میں اوریکل اپنے فن کے مظاہرے کے لیے بڑا پیچیدہ طریقۂ کار اختیار کرتے تھے اور ان کا یہ عمل محض مستقبل بینی تک ہی محدود تھا۔ اوریکل یعنی ہائی لاما ایک مخصوص قسم کا وزنی لباس پہن کر مختلف قسم کے جنگی آلات سے مسلح ہو جاتا۔ ان آلات اور لباس کا وزن بعض اوقات اسّی پاؤنڈ تک جا پہنچتا اور یکل ایک مخصوص بگل بجا کر تقریب کا آغاز کرتا۔ تماشائیوں کے سامنے وہ اپنے معمول یعنی میڈیم کو تنویمی عمل سے گزار کر گہری نیند سلا دیتا، اس کے بعد وہ میڈیم کے سر پر ایک آہنی ہیلمٹ پہنا دیتا جس کے باعث میڈیم کا چہرہ ہر قسم کے جذبات اور تاثرات سے عاری ہو جاتا۔ یوں محسوس ہوتا جیسے وہ پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہو۔ ہیلمٹ پہننے کے دس منٹ بعد میڈیم اٹھ کر بیٹھ جاتا تاہم وہ اپنی آنکھوں کو بند ہی رکھتا تھا۔ اس کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا جیسے وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں بیٹھا ہو۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اوریکل اپنے میڈیم سے مستقبل کے بارے میں جو بھی سوال کرتا، میڈیم اس کا جواب ضرور دیتا۔ حیرت انگیز طور پر، بعد میں

میڈیم کے یہ تمام جواب درست ثابت ہوتے۔ یہ الگ بات کہ ان میں سے بعض جوابات بہت مبہم، غیر واضح اور عام فہم نہیں ہوتے، بہرحال ہائی لاما اور یکل انہیں بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ جاتا۔ جدید سائنس اس بات کو مانتی ہے کہ مستقبل میں جھانکنا ممکن ہے لیکن اس ذیل میں وہ ''اوریکل'' کی وضاحت نہیں کرسکتی کہ یہ ایک ''فن'' ہے یا محض ''اندازہ'' مگر ہم تبت والے' ہائی لاما کے اس عملی مظاہرے کو سونی صدیوں ایک پُراسرار روحانی عمل سمجھتے ہیں۔ تم اپنی آسانی کے لیے یوں سمجھ لو کہ اوریکل ہائی لاما ایک ساحر، ایک ہپناٹسٹ ہوتا ہے جو اپنے میڈیم کو عملِ تنویم کے ذریعے گہری نیند سلا کر اس کے ذہن کے پوشیدہ گوشوں کو ٹٹولتا ہے اور وہاں پر موجود مخصوص خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کردیتا ہے جس کے بعد میڈیم مستقبل کے بارے میں جوابات دینے کا اہل ہوجاتا ہے۔ ایک ہائی لاما اور یکل کی مدد سے میڈیم انسانی حواس خمسہ کے دائرہ کار سے باہر نکل کر مستقبل کا مشاہدہ کرتا ہے۔'' وہ لمحہ بھر کو سانس لینے کے لیے رکا پھر اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔

''یہ درحقیقت فطرت اور مابعد فطرت کا رابطہ ہے۔ انسان کا شعور، کائناتی شعور سے کنکٹ ہوجاتا ہے۔ انسان کے اندر پانچ ظاہرہ حسیات کے علاوہ بہت سی باطنی حسیں بھی موجود ہوتی ہیں جن میں سے چھٹی حس کا تجربہ بعض لوگوں کو کبھی کبھار ہوتا رہتا ہے۔ اگر یہ حس کسی طرح خود متحرک ہوجائے یا اپنی کوشش آپ کے تحت اسے متحرک کرلیا جائے تو انسان کے اندر مستقبل بینی کی صلاحیت بیدار ہوجاتی ہے۔ چھٹی حس اور دیگر باطنی حسیات کی بیداری کے بعد انسان خلاف فطرت کام کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔ یہ کوئی جادوگری نہیں بلکہ جسم، دماغ اور روح کے مابین توازن قائم ہونے کا نام ہے۔ اگر یہ تینوں کسی طرح ہم آہنگ ہوجائیں تو انسان کو کائنات کے بہت سے ''معاملات'' پر تصرف اور قابو حاصل ہوجاتا ہے۔ کہیں تم میری ان باتوں سے بوریت تو محسوس نہیں کررہے؟''

چن سیان نے سوالیہ جملے پر اپنے بیان کو روکا تو میں نے جلدی سے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''نہیں، ہرگز نہیں!''

وہ بتانے لگا ''ہائی لاما گوانگ چی نے اوریکل کے عمل کو جدت اور آسانی دی ہے۔ یہ اپنے عمل کے ذریعے کسی نوجوان مونک (میڈیم) کو تنویمی نیند میں پہنچا کر اس کے ذہن میں جو بھی ہدایات نقش کرتا ہے' بیدار ہونے کے بعد میڈیم ان ہدایات کو نہ صرف یاد رکھتا ہے بلکہ احکام کی تعمیل بھی کرتا ہے۔''

''یہ تو سیدھا سیدھا ہپناٹزم ہوا!'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ بولا ''ایک حد تک تم کہہ سکتے ہو لیکن اوریکل کسی ہپناٹسٹ سے بہت آگے کی چیز ہے۔'' وہ لمحے بھر کو خاموش رہنے کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''ایک ہپناٹسٹ اپنے شعور کو مخصوص تحیشنز کے ذریعے معمول یعنی میڈیم کے شعور سے جوڑ کر اس کی میموری تک رسائی حاصل کرلیتا ہے اور وہاں اپنی ہدایات کو نقش کرکے واپس آجاتا ہے۔ ہپناٹسٹ کا یہ رابطہ میڈیم کی شارٹ ٹرم میموری تک محدود ہوتا ہے اسی لیے میڈیم، ہپناٹسٹ کی ہدایات کو ایک خاص عرصے تک ہی یاد رکھ پاتا ہے مگر ایک اوریکل ہائی لاما اپنے میڈیم کے باطنی حواس کے علاوہ لانگ ٹرم اور شارٹ ٹرم میموری کو بھی بہ آسانی کنٹرول کرلیتا ہے۔ تم جب اپنے مشن سے واپس لوٹ کر یہاں قیام کرو گے تو تبتی پُراسرار علوم کے وہ وہ مظاہر دیکھو گے کہ عقل دنگ رہ جائے گی تمہاری۔ چونگ والی فائٹ تو اوریکل کا ایک معمولی سا کارنامہ ہے.....!''

''گویا میں نے ایک مارشل آرٹسٹ سے نہیں بلکہ کسی روبوٹ سے مقابلہ کیا ہے؟'' میرے لہجے میں خفیف سی تلخی در آئی۔

وہ بڑے اطمینان سے بولا ''تم چونگ کو کسی روبوٹ سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ یہ درست ہے کہ چونگ نے اپنے اوریکل کی ہدایات پر عمل کیا ہے لیکن تمہاری اطلاع کے لیے بتادوں کہ چونگ بہ ذاتِ خود بھی ایک اعلیٰ درجے کا فائٹر ہے۔ تم پچھلے کئی دنوں سے اس کی فائٹس دیکھتے آرہے ہو۔ وہ تمام تر اوریجنل فائٹس تھیں!''

میں ایک طویل سانس خارج کرکے رہ گیا۔ واقعی، میں نے چونگ کو مختلف فائٹرز سے مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ایک منفرد اور ناقابلِ شکست فائٹر تھا۔ میں نے ابھی تک اسے کسی مارشل آرٹسٹ سے زیر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ فی الحال میں چن سیان کی اس بات پر یقین کرنے کے لیے مجبور تھا کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ چونگ نے بالکل اوریجنل فائٹس کی تھیں۔ صرف میرے معاملے میں وہ ہائی لاما گوانگ چی کے لیے ایک میڈیم بن گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اوریکل کے مظاہرے نے مجھے حیران کیا تھا۔ یہ انتہائی قابلِ غور مظاہرہ تھا!

''میرا خیال ہے، اب ہمیں چلنا چاہیے'' چن سیان اٹھ کر کھڑا ہوگیا ''رات کا کھانا شروع ہونے والا ہے۔''

جوکھانگ ٹیمپل میں رات کا کھانا جلدی کھالیا جاتا تھا۔ میں اور لی یان چن سیان کی تقلید میں خاموشی کے ساتھ اٹھ کر کھڑے ہوگئے پھر اس کی معیت میں چلتے ہوئے جمنازیم والے ہال سے باہر آئے اور مختلف راہ داریوں سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔

اس کمرے کے بارے میں، میں پہلے ہی خاصی تفصیل بیان کرچکا ہوں۔ درحقیقت وہ لمبوترا سا کمرا ہمارے لیے کسی قیدخانے کی حیثیت کا حامل تھا جس میں چن سیان ایک شاطر نگران کے طور پر ہمارے ساتھ ہی قیام پذیر تھا۔ چیف لاما چنگ فورن پوشی نے اسے خصوصی ہدایات دے رکھی تھیں کہ وہ مجھے اور لی یان کو تنہائی میسر نہ آنے دے اور چن سیان ابھی تک اپنی کوشش میں پوری طرح کامیاب تھا۔ پتا نہیں، وہ اللہ کا بندہ کس وقت اپنی نیند پوری کرتا تھا۔ میں نے رات کے کسی بھی پہر جب اسے چیک کرنے کی کوشش کی تو وہ چاق و چوبند اور ہوشیار ہی ملا، یہ الگ بات کہ وہ آنکھیں بند کیے سوتا ہوا پڑا دکھائی دیتا لیکن میں یہ محسوس کیے بنا نہ رہ سکا وہ محض سونے کی اداکاری کررہا ہوتا۔ اس کا انداز اکساد ینے والا ہوتا۔ میں نے کئی مرتبہ سوچا کہ اس کی ''نیند'' کے دوران میں لی یان کے پاس پہنچ جاؤں یا اسے اپنے پاس کھینچ لوں مگر میں عملاً یہ ہمت نہ کرسکا۔ اس سوچ کے ساتھ میں نے جب بھی چن سیان کی جانب دیکھا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ ادھر میں نے کوئی ''حرکت'' کی، ادھر وہ آنکھ کھول دے گا!

رن پوشی چنگ فو نے مجھے لی یان سے دور رکھنے کے لیے بڑا صبر آزما طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو لی یان کو میری نگاہ سے دور کسی دوسرے کمرے میں بھی ٹھہرا سکتا تھا لیکن یہ تو ''صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں'' والی تڑپا دینے صورتِ حال تھی۔ شاید چیف لاما میرے ضبط کا امتحان لے رہا تھا!

میں نے دل میں سوچا، کوئی بات نہیں۔ تبت میں دس روزہ قیام کی مدت تو پوری ہوگئی آیندہ روز میں اسرائیل روانہ ہونے والا تھا اور ظاہر ہے، لی یان بھی میرے ساتھ ہی ہوتی، پھر چنگ فو کس طرح ہمارے ملاپ پر پہرے بٹھاتا، یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا، چن سیان بھی ظالم سماج کی صورت ہمارے ساتھ ہی تبت سے اسرائیل پہنچتا۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ کسی نہ کسی طور میں اس نگران کی آنکھوں میں ضرور دھول جھونک کر رہوں گا۔

ہم رات کے کھانے سے فارغ ہوگئے تو میں نے چن سیان سے پوچھا ''تم نے تبت کے لاماز اور ہائی لاماز کی بہت کہانیاں سنا دیں لیکن ابھی تک اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

میرے اس سوال میں تیکھا پن تھا، وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''تم میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟''

جواب دینے کے بجائے اس نے الٹا سوال کر ڈالا تو میں نے بڑے واضح الفاظ میں استفسار کیا ''یہاں جوکھانگ ٹیمپل میں تمہاری کیا حیثیت ہے؟''

''میں محترم رن پوشی کا ایک معمولی سا خدمت گار ہوں'' وہ سادگی سے بولا ''چنگ فو جو بھی حکم دیں، میں بجا لاتا ہوں۔''

میں نے کہا ''تم کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہو!''

وہ الجھن زدہ نظر سے دیکھتے ہوئے بولا ''میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس وقت ہمارے درمیان پیور انگلش میں گفتگو ہورہی تھی۔ چن سیان بڑی روانی سے انگلش بول اور سمجھ لیتا تھا۔ میں نے اپنا مافی الضمیر واضح کرنے کے لیے انتہائی سلیس انگلش استعمال کی تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا، وہ میری بات کو بہ خوبی سمجھ گیا تھا۔ الجھن پر مبنی اس کا استفسار ایک چالاکی کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ بہرحال، میں نے اس کی فرمائش پر وضاحت کردی۔

''میں نے پچھلے دس دنوں میں بڑی اچھی طرح یہ اندازہ لگالیا ہے کہ چنگ فورن پوشی تم پر بے پناہ اعتماد کرتا ہے۔ جوکھانگ کے دیگر مونکس اور لاماز بھی تمہارے اشاروں کی تعمیل کرتے ہیں۔ تم یقیناً کوئی توپ قسم کی چیز ہو۔ چنگ فو کسی معمولی آدمی پر تو اندھا اعتماد نہیں کرسکتا نا؟''

''محترم رن پوشی اگر مجھ پر اعتماد کرتے ہیں تو ان کی مہربانی ہے۔''

وہ کھلنے کو تیار نظر نہ آیا تو میں نے اپنے اندازے کی روشنی میں براہِ راست کہہ دیا ''چن سیان! میں محسوس کرسکتا ہوں، جوکھانگ ٹیمپل میں تم چنگ فو کے دستِ راست ہو..... یعنی نائب چیف لاما!'' اس کی آنکھوں میں ایک سایہ سا لہرا گیا۔ میں نے اپنی بات پوری کرتے ہوئے کہا ''اور مستقبل میں جھانکتے ہوئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جوکھانگ ٹیمپل کا آیندہ روح رواں چیف لاما تم ہی ہوگے؟ جواب دینے کے بجائے وہ نگاہ چرا کر کمرے کے باہر راہ داری میں دیکھنے لگا انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے راہ داری میں کسی کی موجودگی کو

محسوس کرلیا ہو۔ لامحالہ میں نے بھی اس کی نگاہ کے تعاقب میں، راہ داری میں نظر دوڑائی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں یہی سمجھا' چن سیان میرے سوال کا جواب دینے سے کترا رہا ہے لہٰذا میں نے قدرے پراصرار لہجے میں کہا۔

''چن سیان! تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

اسی لمحے راہ داری میں ایک عمر رسیدہ تبتی نمودار ہوا۔ چن سیان کے چہرے کے تاثرات نے بتادیا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے اسی بوڑھے کی آمد سے ''آگاہ'' ہوا تھا۔ وہ پوری طرح بوڑھے کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

''آؤ آؤ فانگ چو..... اندر آجاؤ!''

بوڑھا فانگ چو (Fang Zhou) ایک بریف کیس نما بیگ تھامے کمرے میں داخل ہوا۔ چن سیان نے اس کا تعارف کراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

''دوجدان! فانگ چو ایک عمدہ فوٹو گرافر ہے۔ تمہاری مدد اور تعاون سے یہ یہاں ایک خاص کام کرنے آیا ہے۔ کیا تم اس کی عمر کا اندازہ لگا سکتے ہو؟''

تبتی افراد کی عمروں کا شمار کرتے ہوئے مجھ سے ہمیشہ غلطی ہوجاتی تھی۔ میں نے اپنے اندازے سے کچھ بڑھا کر جواب دیا ''میرے خیال میں فانگ چو اس وقت اسّی کے پیٹے میں ہوگا!''

''بالکل غلط'' چن سیان نے حسبِ توقع میرے اندازے کی ایسی کم تیسی کرتے ہوئے کہا ''فانگ چو اس وقت اپنی زندگی کے ایک سو چالیس ویں سال میں ہے۔''

میں نہیں جانتا، دنیا میں طویل ترین عمر کا حامل کون شخص گزرا ہے تاہم مجھے یقین تھا کہ ایسے کسی ریکارڈ ہولڈر شخص کا تعلق تبت ہی سے ہونا چاہیے۔ ویسے میرا یہ یقین اس حوالے سے غلط ہوسکتا تھا کہ تبت والوں کو شاید اس مقابلے میں شریک نہ کیا جاتا ہو۔ تبت، دنیا کے باقی ملکوں سے کٹا ہوا ایک خطۂ ارض ہے۔ اس نوعیت کے مقابلوں کے لیے انہیں عموماً نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ بہرحال، چن سیان کا انکشاف دلچسپ اور حیرت انگیز تھا۔ ایک سو چالیس سالہ فانگ چو میری طرف دیکھتے ہوئے مسلسل زیرِلب مسکرا رہا تھا۔ چن سیان نے اس کا تعارف کراتے ہوئے بتایا تھا کہ وہ اعلیٰ درجے کا فوٹو گرافر ہے اور ایک ضروری کام سے وہاں آیا ہے..... ایک ایسا کام جو میرے تعاون اور مدد سے ہونے والا تھا۔ یقیناً طور پر وہ فوٹو گرافی کے لیے ہی آیا ہوگا۔

میں نے چن سیان سے پوچھ لیا ''میں کسی کام کے سلسلے میں فانگ چو سے کیا تعاون کرسکتا ہوں؟''

جواب دینے کے بجائے اس نے معنی خیز نظر سے عظیم فوٹو گرافر فانگ چو کی طرف دیکھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے بیگ کو کھولنے لگا۔ میں یہی سمجھا کہ وہ بیگ میں سے کیمرا برآمد کرے گا اور دھڑا دھڑ ہماری تصاویر اتارنے لگے گا مگر اس مرتبہ بھی میری توقع پوری نہ ہوسکی!

فانگ چو نے بیگ کے اندر سے ایک کلپ بورڈ نکالا جس پر سفید ڈرائنگ کارڈز لگے ہوئے تھے۔ وہ لگ بھگ دس کارڈز ہوں گے جو کلپ کی گرفت میں عمدگی سے دبے ہوئے تھے۔ اس کلپ بورڈ کے علاوہ فانگ چو نے بیگ میں سے ایک پین باکس بھی برآمد کیا اور اس کے اندر سے لمبے سکے والی ایک موٹی پینسل نکال کر چن سیان کی طرف سوالیہ نظر سے دیکھنے لگا۔

اس سے پہلے کہ چن سیان کچھ بولتا، میں نے اس سے پوچھ لیا ''تم نے تو بتایا ہے کہ فانگ چو ایک فوٹو گرافر.....!''

''میں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا'' وہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا ''فانگ چو واقعی غضب کا فوٹو گرافر ہے لیکن یہ کیمرا استعمال نہیں کرتا بلکہ فلمی تصاویر بناتا ہے۔''

''پھر تو یہ ایک مصور ہوا نا!'' میں نے لقمہ دیا۔

''تم کچھ بھی کہہ لو'' وہ قطعیت سے بولا ''ہم یہاں تبت میں تصویریں بنانے والے شخص کو فوٹو گرافر ہی کہتے ہیں۔''

میں نے پوچھا ''میں اس سلسلے میں فانگ چو کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟''

''یہ تمہارے تعاون سے تمہاری اس ساتھی کی فلمی تصویر تیار کرے گا جس کے حصول کے لیے تم ایک مشن سر کرنے والے ہو۔ تم اپنے ساتھی کے خال وخط کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

میں نے گہری نظر سے فانگ چو کو دیکھا وہ بڑی توجہ اور انہماک سے چن سیان کو سوالیہ نظر سے تک رہا تھا۔ ابھی تک میرے اور فانگ چو کے درمیان ایک جملے کا تبادلہ بھی نہیں ہوا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ انگریزی سے نابلد تھا۔ چن سیان نے اس کے ساتھ تبتی زبان میں کوئی کھسر پھسر کی تھی جو میرے پلے نہ پڑ سکی۔ چن سیان نے اپنی بات کو دہراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

''دوجدان! تم اپنی ساتھی کے حلیے کے بارے میں تفصیلاً بتاؤ۔ فانگ چو اس کی فلمی تصویر بنائے گا۔''

''کیا یہ میری بات سمجھ جائے گا؟'' میں نے چیک کرنے کی خاطر پوچھ لیا۔

''میں اسے تبتی میں سمجھا دوں گا'' اس نے کہا ''تم انگلش میں مجھے بتادو۔''

میں نے ساحل کے نقش ونگار کو بیان کرنا شروع کردیا ''ہرنی جیسی بڑی بڑی آنکھیں، صورت سے جھلکتی معصومیت، خدوخال خالص تبتی، گوری چٹی، رنگت گلابی، ناک ستواں، گردن مخروطی، ہونٹ گداز، شوخ، چنچل.....'' پھر اس حلیے میں دیگر تفصیل بھی شامل ہوتی چلی گئی ''عمر لگ بھگ اکیس سال، قد دراز کم وبیش پانچ فٹ دس انچ وغیرہ وغیرہ.....''

چن سیان نے اس تفصیل کو تبتی میں بدل کر فانگ چو کے گوش گزار کردیا۔

فانگ چو اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے پوری توجہ سے سنتا رہا۔ میں تبتی زبان سے آشنا نہیں تھا تاہم یہ بات میں نے فوراً محسوس کرلی کہ چن سیان نے اس چیپٹر کو دہرایا بھی تھا۔ اس کے خاموش ہوتے ہی فانگ چو گردن جھکا کر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

میں' لی یان اور چن سیان خاموش بیٹھے فانگ چو کی کار گزاری دیکھتے رہے۔ ڈرائنگ شیٹ پر پینسل گھسنے کی مخصوص آواز دس منٹ تک ابھرتی رہی، پھر فانگ چو نے وہ کلپ بورڈ چن سیان کی طرف بڑھادیا۔

چن سیان نے اس شاہکار پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور کلپ بورڈ مجھے تھمادیا۔ میں نے بہ غور اس فلمی تصویر کا جائزہ لیا جو فانگ چو نے بنائی تھی۔ وہ ہو بہو ساحل کا خاکہ تو نہیں تھا تاہم وہ بڑی حد تک میری جانِ تمنا سے مماثلت رکھتا تھا۔

میں نے نظر اٹھا کر چن سیان کی جانب دیکھا' اس نے پوچھا ''کیا کہتے ہو؟''

''یہ اسکیچ کافی حد تک میری ساتھی سے مشابہ ہے!''

''تم اسے پروف سمجھ لو'' اس نے کہا۔

''پھر؟'' میں نے کہا۔

چن سیان نے تبتی زبان میں فانگ چو سے کچھ کہا' فانگ چو نے باکس میں سے ایک عام سی پینسل نکال کر اس کی طرف بڑھادی۔ اس کے ساتھ ہی مقامی زبان میں کچھ کہا بھی۔ چن سیان مذکورہ پینسل کو میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

''فانگ چو کہہ رہا ہے، یہ اسکیچ جہاں جہاں سے تمہاری ساتھی کی صورت سے میل نہیں کھاتا' ان مقامات کی نشان دہی کردو۔ فانگ چو تمہاری مرضی کے مطابق اس فلمی تصویر کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہونا؟''

میں اس کی بات کو بہ خوبی سمجھ رہا تھا لہٰذا یہ ''کام'' کردیا۔

چن سیان نے میری ہدایات کو تبتی زبان میں فانگ چو تک پہنچایا تو وہ ایک مرتبہ پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد وہ اسکیچ ایسا ہوگیا کہ ساحل کی صورت سے نوّے فی صد مشابہت رکھتا تھا۔ میں نے فلمی تصویر کو دیکھ کر اپنے خیالات کا اظہار کردیا۔

''یہ خاکہ میری ساتھی سے نوّے فی صد میل کھاتا ہے۔''

''بس، ہمیں اتنا ہی چاہیے'' چن سیان نے حتمی لہجے میں کہا اور فانگ چو کی جانب متوجہ ہوگیا۔

تھوڑی دیر تک ان دونوں کے درمیان تبتی زبان میں تبادلۂ خیالات ہوتا رہا پھر فانگ چو اپنا ''سامان'' سمیٹ کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔

میں نے سوالیہ نظر سے چن سیان کو دیکھا اور پوچھا ''یہ تصویر کس مقصد کے لیے بنائی گئی ہے؟'' فانگ چو اپنا شاہکار' وہ فلمی تصویر چن سیان کے پاس ہی چھوڑ گیا تھا۔ چن سیان نے میرے سوال کے جواب میں بتایا۔

''میں نے یہ کام محترم رن پوشی کی ہدایت کے مطابق کرایا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے'' میں نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا ''میں یہ جاننا چاہتا ہوں' آخر اس فلمی تصویر کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟''

''میں صرف محترم چنگ فو کے احکام کی تعمیل کرتا ہوں'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''ان سے سوال کرنے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔''

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ صورتِ حال سے بہ خوبی باخبر ہے لیکن دانستہ میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ میں نے بھی اس سے زیادہ اصرار نہیں کیا اور بڑی سادگی سے کہہ دیا۔

''ٹھیک ہے، کل چنگ فو سے میری ملاقات تو ہونا ہی ہے۔ یہ سوال میں اسی سے کروں گا'' چن سیان نے میرے اظہارِ خیال پر کوئی تبصرہ نہ کیا۔

چن سیان کے رویے نے مجھے ڈاکٹر مونگ ریفوشے کی یاد دلادی۔ اسے بھی جو بات بتانا نہیں ہوتی تھی اس سلسلے میں ایسا ہی مبہم سا ٹالنے والا ردِعمل ظاہر کرتا تھا۔ میں نے اس ردِعمل کا جواب یہ نکالا کہ کریدنے سے اجتناب برتنے لگا۔ یہی فارمولا میں نے یہاں چن سیان پر بھی آزمایا اور تصویر کے معاملے

میں چپ سادھ لی۔

میں سونے کے لیے اپنے مخصوص بستر پر دراز ہوا تو ذہن میں مختلف قسم کی سوچوں نے یلغار کر رکھی تھی۔ تبت واقعی سر زمین حیرت ثابت ہو رہا تھا۔ آپوں آپ میرا دھیان ننھے سانگ فو کی طرف چلا گیا۔ سٹیل (امریکا) میں محترم سانگ فو نے جو پیش گوئی کی تھی وہ یہاں تبت میں من وعن پوری بھی ہوگئی۔ نور بلنگکا پیلس کے نزدیک' دریائے ''کائے چو'' کے کنارے پر واقع اس دو منزلہ عمارت میں چار سالہ سانگ فو کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ چن سیان کے مطابق' اسرائیل سے واپسی پر مجھے اسی دو منزلہ عمارت میں رہائش اختیار کرنا تھی..... اور وہاں پر مجھے جن علوم وفنون کی تربیت دینا تھی۔ وہ سب کے سب انتہائی اہم تھے۔ اس سلسلے میں ننھا سانگ فو میرا پہلا اسٹوڈنٹ ہوتا۔ پتا نہیں، وہ چھوٹا سا بچہ اتنی بڑی عمارت میں کس کے ساتھ رہتا تھا؟

اس سرزمین پر ایک سے بڑھ کر ایک حیرت میرے پاؤں پکڑ رہی تھی۔ اوریکل گوانگ چی اور اس کے میڈیم چونگ والا واقعہ بھی ذہن کو گھما رہا تھا۔ پھر لو مار آئل کی کارکردگی بھی حیرت انگیز تھی۔ چن سیان لگ بھگ دس دن سے میرے سر میں ایک کرشماتی تیل کی مالش کر رہا تھا۔ میں نے جب تبت کی زمین پر قدم رکھا تو میرا سر منڈا ہوا تھا اور اب جادوئی تیل کے مساج نے وہاں اتنے بال اگا دیے تھے کہ میں ان میں بہ آسانی کنگھی کر سکتا تھا۔ عام حالات میں اس سائز کے بال کم از کم ڈیڑھ ماہ میں نکلتے ہیں۔ اس حوالے سے ''لو ما رآئل'' واقعی طلسماتی خواص کا حامل تھا!

میں نہیں جانتا تھا، آگے میرے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ جو بھی ہوتا، یقیناً حیرت انگیز اور چونکا دینے والا ہی ہوتا۔ میں آنکھیں بند کیے لیٹا کافی دیر تک اپنے حالات پر غور کرتا رہا۔ اس دوران میں لی یان اور چن سیان سو گئے۔ لی یان کے بارے میں تو مجھے یقین تھا، وہ وادیٔ نیند میں اتر چکی ہے لیکن چن سیان کا معاملہ مشکوک تھا۔ اچانک میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بندۂ خدا کو چیک کرنا چاہیے۔

چن سیان کو میں نے ''بندۂ خدا'' اس لیے کہا ہے کہ میرے عقیدے کے مطابق' تمام انسان خدا ہی کی مخلوق ہیں۔ اگر اپنے تئیں چن سیان ''بندۂ بدھ'' تھا تو میں کیا کروں!

شرارت کا خیال آتے ہی میں نے چن سیان کی جانب کروٹ لی اور آنکھیں کھول کر بڑی گہری نظر سے اس کے چہرے کو گھورنے لگا۔ میرے اس عمل نے جلد ہی رنگ دکھایا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات نمودار ہوئے جیسے آنکھیں بند ہونے کے باوجود اس نے میری ''توجہ'' کو محسوس کر لیا ہو۔ میں دل ہی دل میں مسکرا کر رہ گیا۔ وہ میرے اندازے کے عین مطابق' آنکھیں بند کیے جاگ رہا تھا، گویا میری کڑی نگرانی جاری تھی۔

میں نے چن سیان کو مزید آزمانے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ اس نے اپنی کہنی پر کھجاتے ہوئے بڑے فطری انداز میں کروٹ بدل دی۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو یہی سمجھتا کہ چن سیان نے گہری نیند میں کروٹ بدلی تھی لیکن میں ہرگز ایسا نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میں گزشتہ کئی روز سے اس کے انداز واطوار کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیتا چلا آ رہا تھا۔ وہ اتنا سیدھا نہیں تھا جیسا بہ ظاہر دکھائی دیتا تھا۔

میں اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا اور ٹانگیں اس طرف لٹکا دیں جدھر ایک بیڈ پر لی یان بے خبر سو رہی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں اپنے بیڈ سے اتر کر لی یان کے بیڈ پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے یہ حرکت جس خاص مقصد کے تحت کی تھی، اگلے ہی لمحے وہ مقصد پورا ہو گیا۔

چن سیان ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر میری جانب رخ پھیرتے ہوئے تشویش ناک لہجے میں مستفسر ہوا ''وجدان! کوئی پرابلم ہے؟''

میں نے اس کی چال اسی پر لوٹا دی اور ایک بازو کی کہنی کو بڑے نارمل انداز میں کھجاتے ہوئے کہا ''شاید کسی مچھر نے کاٹا ہے، سوتے سے اچانک میری آنکھ کھل گئی۔''

بات ختم کرتے ہی میں نے معنی خیز نظر سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ کھسیانا سا ہو گیا پھر اپنی جھینپ کو مٹاتے ہوئے جلدی سے بولا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے بھی ایسی شے نے کاٹ لیا تھا، بہر حال، اس کمرے میں تمہاری آخری رات ہے۔ جب تم اسرائیل سے کامیاب لوٹو گے تو تمہیں دریائے کائے چو والی رہائش گاہ پر ٹھہرایا جائے گا۔ تمہاری آمد سے پہلے میں وہاں ایسے انتظامات کروا دوں گا کہ مکھی مچھر کی شکل تک نہیں دیکھیں گی۔'' میں نے مئونیث بھرے لہجے میں چوٹ کی۔

''چن سیان! تم واقعی میرا بہت خیال رکھے ہوئے ہو!''

وہ نگاہ چراتے ہوئے بولا ''سونے کی کوشش کرو۔ کل تمہیں محترم چنگ فو سے ایک اہم ملاقات کرنی ہے۔ اس موقع کے لیے تمہارے دماغ کو تھکن سے پاک اور تر و تازہ ہونا چاہیے۔''

بات ختم کرتے ہی وہ میری جانب رخ کر کے لیٹ گیا پھر آنکھیں بند کر لیں۔

میں چند لمحات تک اس گانٹھ کے پورے کو دیکھتا رہا پھر اس کی ہدایت کے مطابق، اپنے دماغ کو فریش کرنے کے لیے خود کو نیند کے حوالے کر دیا۔

☆☆☆

ہم اسی چھوٹے سے کمرے میں ایک مرتبہ پھر روبرو بیٹھے تھے۔ یہ چنگ فورن پوشی سے میری دوسری ملاقات تھی۔ دس روز قبل، پہلی ملاقات میں ہماری درمیان مختلف موضوعات پر تفصیلی بات ہوئی تھی۔ چنگ فو کے مطابق، ہماری صرف تین ملاقاتیں تھیں۔ ایک ہو چکی تھی، دوسری ہو رہی تھی اور تیسری اس وقت ہوتی جب میں ساحل کو ربی موشے ہائمن کے چنگل سے چھڑا کر بہ خیر وخوبی اسرائیل سے تبت پہنچ جاتا۔

میں حسب دستور سفید چٹائی پر بیٹھا تھا اور چنگ فو نیلی چٹائی پر کنول آسن میں میرے سامنے موجود تھا۔ اس نے آج بھی میرون روب (سرخی مائل گہرے بھورے رنگ کا گاؤن) زیب تن کر رکھا تھا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ میں چنگ فورن پوشی کی شخصیت سے خاصا متاثر ہوا تھا۔ اس کی ذات بھی سرزمین تبت کے مانند اسرار اور تحیر کی کئی پرتوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا تھا، وہ اپنے سامنے موجود شخص کے آر پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس وقت صبح کے نو بجے تھے۔ ناشتے سے فارغ ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مجھے چنگ فورن پوشی نے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ ہم چند لمحات تک ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے رہے پھر اس خاموشی کو چنگ فو کی مخصوص آواز نے توڑ دیا۔

''وجدان! تبت تمہیں کیسا لگا؟'' اس نے نرم لہجے میں استفسار کیا۔

''اچھا..... بہت اچھا!'' میں نے جواب دیا۔

وہ اپنے مخصوص نرم اور گمبھیر انداز میں بولا ''تم نے دس دن تک تبت کی خوب سیر کی ہے۔ اگرچہ یہ مدت میرے خیال میں بہت کم ہے۔ تبت کے اسرار ورموز کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ایک عرصہ درکار ہے لیکن پھر بھی مجھے امید ہے، چن سیان نے تمہیں بہت کچھ دکھا اور بتا دیا ہوگا؟''

میں نے مختصر جواب پر اکتفا کیا ''جی..... جی ہاں۔''

''اوریکل کا تجربہ تمہیں کیسا محسوس ہوا؟''

''بہت ہی حیران کر دینے والا۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس دوران میں ایک خوش گوار سی مسکراہٹ مسلسل اس کے ہونٹوں پر کھیلتی رہی۔ یہ مخصوص مسکراہٹ اور لہجے میں شامل گداز چنگ فو کی شخصیت کا حصہ تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''جب تم اپنی ساتھی کو آزاد کروانے کے بعد واپس لوٹو گے تو تمہیں یہ فن بھی سکھایا جائے گا۔ میرے خیال میں، تمہیں اس سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ بنیاد تمہارے اندر موجود ہے۔ تم جی اور تھرڈ آئی کی صلاحیتوں سے مالا مال ہو۔ تھوڑی سی پریکٹس کے بعد تم اوریکل سے مہارت حاصل کر لو گے۔''

میں نے اس سے سانگ فو کے بارے میں پوچھا۔ ساتھ ہی محترم سانگ فو کی پیش گوئی کا تذکرہ بھی کر دیا۔ وہ زیر لب مسکراتا رہا۔ جب میں نے اپنی بات مکمل کر لی تو اس نے کہا۔

''سٹیل والے سانگ فو نے تم سے کچھ بھی غلط نہیں کہا تھا۔ تم نے جس چار سالہ بچے کو دیکھا ہے، وہ دراصل سٹیل والے سانگ فو کا اگلا جنم ہے۔ جب ہماری تیسری ملاقات ہوگی تو میں تمہیں جنموں کے اس چکر کے بارے میں تفصیلاً بتاؤں گا۔''

چنگ فو نے ''دوسرا جنم'' کے بجائے ''اگلا جنم'' کے الفاظ استعمال کیے تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ سٹیل والا سانگ فو مجھ سے اپنے پہلے جنم میں نہیں ملا تھا۔ ہو سکتا ہے، بدھ ازم کے مطابق وہ اس کا دوسرا یا تیسرا جنم ہو!

''میں نے کہا ہے نا، تم جنموں کے اس سلسلے میں اپنے ذہن کو مت الجھاؤ'' چنگ فو نے ٹٹولتی ہوئی نظر سے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ اس وقت میری سوچ پڑھ رہا تھا۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ مزید بولا۔

''تم اس وقت ایک اہم مشن پر روانہ ہو رہے ہو اس لیے ادھر ادھر کی باتوں کو ذہن سے نکال کر صرف اور صرف اپنے مقصد پر دھیان دو۔ تمہاری واپسی پر جب ہماری تیسری ملاقات ہوگی تو میں تمہاری ساری الجھنوں کو سلجھا دوں گا۔''

میں نے ایک فوری خیال کے تحت پوچھ لیا ''محترم چنگ فو! کیا آپ کو یقین ہے کہ میں اپنے مقصد کو حاصل کر کے کامیاب لوٹوں گا؟''

یہ سوال خواہ مخواہ ہی میری زبان سے پھسل گیا تھا۔ شاید اس کی کوئی لاشعوری وجہ ہو۔ میں نے اب تک ساحل کے حصول کے لیے جو بھی کوششیں کی تھیں، ان میں عین وقت پر مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ اور خرابی سامنے آ جاتی کہ میں ہاتھ ملتا رہ جاتا۔ ایک لمحے کو محسوس ہوتا کہ میں ہاتھ بڑھا کر ساحل کو پکڑنے ہی والا ہوں لیکن اگلے ہی لمحے وہ میری پہنچ سے کوسوں دور ہو جاتی تھی۔ اس

مسلسل نارسائی نے شاید میرے اندر خدشات اور اندیشوں کا ایک بلند وبالا پہاڑ کھڑا کردیا تھا' اسی سبب اس لمحے میری زبان سے مایوسی بھرا یہ سوال نکل گیا تھا۔ اس سوال سے بڑی واضح بے یقینی جھلکتی تھی۔

چنگ فورن پوشی نے ایک لمحے کا توقف کرکے میری آنکھوں میں جھانکا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔ ''ہاں، مجھے یقین ہے۔ کہ اس مرتبہ کامیابی ضرور تمہارے قدم چومے گی لیکن.....؟''

''لیکن کیا؟'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑا تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔

چنگ فو نے جواب دیا ''یہ کام اتنا مشکل ہے کہ اپنے دشمن سے نمٹتے ہوئے تمہیں دانتوں پسینہ آجائے گا۔ تمہارا دشمن اسرائیل کی سب سے زیادہ طاقت ور شخصیت ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت سے کسی شے کو نکال کر لانا کوئی معمولی بات نہیں۔ تمہیں بہترین حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔''

میں نے پہلی ملاقات میں بھی اور اب بھی یہ محسوس کیا تھا کہ چنگ فورن پوشی ربی موشے بائمن کا نام زبان پر لانے سے پرہیز کررہا تھا۔ وہ ربی کا ذکر کرتے ہوئے ''میرا دشمن'' جیسے الفاظ استعمال کررہا تھا۔ پتا نہیں، اس انداز کے پیچھے اس کی کون سے مصلحت پوشیدہ تھی۔ بہرحال' میں اس کا اشارہ بڑے واضح طور پر سمجھ رہا تھا۔ اس کی رائے کے جواب میں، میں نے کہا۔

''میں بھی یہی محسوس کررہا ہوں میرے محترم! کہ ربی موشے بائمن سے ہونے والا یہ آخری معرکہ بڑا کانٹے دار ثابت ہوگا۔ اگر میری پشت پر آپ کی نیک خواہشات موجود رہیں تو میں انشاء اللہ اپنی ساتھی کو حاصل کرکے ہی رہوں گا!''

وہ چند لمحات تک بڑی گہری نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر دعائیہ انداز میں بولا ''لارڈ بدھا تمہاری مدد کرے گا!''

ہم دونوں اپنے اپنے عقائد سے مجبور تھے لہٰذا ہمارے بات کرنے کا انداز بھی جدا جدا تھا۔ میں خاموش رہا تو اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم نے ''آخری معرکہ'' کے الفاظ بالکل بجا استعمال کیے ہیں۔ وجدان! ایک نکتے کو ذہن میں رکھنا۔ یہ تمہارے لیے آخری موقع ہے۔ اگر تم نے اس موقع کو ضائع.....''

''میں اس موقع کا پاس کروں گا'' چنگ فو کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں بول اٹھا۔ میرے لہجے میں اضطراب کا عنصر نمایاں تھا ''آپ فکر نہ کریں' میں اس بار اپنے مقصد کو حاصل کرکے رہوں گا!''

میرے اٹل انداز پر وہ اثبات میں سر ہلانے لگا پھر پُراعتماد لہجے میں بولا ''میں اس سلسلے میں ذرا بھی فکرمند نہیں ہوں اسی لیے پُریقین ہوں کہ تم کامیاب واپس لوٹو گے۔''

میں ایک اطمینان بھری گہری سانس لے کر رہ گیا۔

چنگ فو نے کہا ''تمہاری ساتھی فلپائنی لڑکی کا کیا حال ہے؟''

اس کا اشارہ لی یان کی طرف تھا۔ میں نے جواب دیا ''میری طرح وہ بھی ٹھیک ہی ہے.....!''

میرے اس جواب میں ہلکے طنزیہ آمیزش تھی۔ وہ چند لمحات تک معنی خیز نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر سمجھانے والے انداز میں بولا ''وجدان! شاید تمہیں نہیں معلوم کہ پراسرار قوتوں کو حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ ترک لذائز ہے۔ یہ ایک طرح سے اپنے نفس پر قابو پانا ہے۔ انسان جن اشیا کے ذائقے سے واقف ہو، اس نے زندگی کی جن نعمتوں کا مزہ چکھ رکھا ہو، ان کی لذت سے آشنا ہو' اگر ان میں سے انتہائی مرغوب چند اشیا کو وہ ترک کردے تو کچھ ہی عرصے کے بعد اس کے اندر پُراسرار قوتیں نمو پانے لگتی ہیں۔ اگر انسان ثابت قدمی سے اپنے مقصد کے ساتھ چپکا رہے تو بہت جلد اسے کامیاب حاصل ہوجاتی ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''بالکل سمجھ رہا ہوں میرے محترم!'' میں نے رسانیت سے کہا ''لیکن یہاں میں ایک حوالے سے' آپ سے متفق نہیں ہوں۔''

''کس حوالے سے؟'' اس نے بڑے مہربان انداز میں پوچھا۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''آپ نے ترک لذائز کو پُراسرار قوتیں حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ بتایا ہے لیکن میرے خیال میں یہ بڑا کٹھن عمل ہے۔ انسان جن چیزوں کی لذت سے آشنا ہو، انہیں یک سر ترک کردینا کوئی آسان کام نہیں!''

چنگ فو نے جو طریقہ بیان کیا تھا، وہ راہبانیت کی طرف لے جاتا تھا۔ عیسائیت' ہندوازم اور بدھ ازم میں بعض لوگ یہ اختیار کرلیتے ہیں لیکن میں ذاتی طور پر اس کا حمایتی نہیں ہوں۔ میرے خیال میں یہ غیر فطری طرز زندگی ہے جو اچھے نتائج کا حامل نہیں۔ اس سلسلے میں بڑی سنسنی خیز اور تحیر آمیز کہانیاں سننے کو ملتی ہیں۔ بہرحال، میں کوئی دینی مبلغ نہیں ہوں کہ اس پر سیر حاصل گفتگو کروں۔ میں نے برسبیلِ تذکرہ اپنی ذاتی رائے کا اظہار کردیا ہے۔

چنگ فو نے گہری سنجیدگی سے کہا ''مگر تم نے یہ مشکل کام کر دکھایا ہے!'' ایک لمحے کے توقف کے بعد اضافہ کرتے ہوئے بولا ''پچھلے دس دن سے تم ایک آزمائش میں ڈال دیے گئے تھے۔ اس کڑے امتحان میں تم کامیاب ہوگئے ہو!''

شاید وہ توقع کررہا تھا کہ اس کی بات کے جواب میں' میں کوئی سوال اٹھاؤں گا لیکن جب میں خاموش رہا تو وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''اگر کسی بھوکے شخص کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ ایک نوالہ بھی نہیں لے گا..... اور وہ شخص واقعتاً ایسا کر بھی دکھائے تو یہ بڑے کمال کی بات ہوتی ہے۔ ضبطِ نفس اسی کو کہا جاتا ہے۔''

اس کا ہر اشارہ میری اور لی یان کی طرف تھا۔ میں اس کے اشاروں کو یہ خوبی سمجھ رہا تھا لیکن اس سے الجھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لہٰذا کسی اختلافی موضوع کو اٹھانے کے بجائے میں براہِ راست اس سے پوچھ بیٹھا۔

''محترم چنگ فو! اگر یہ کمال کی بات ہے تو پھر میں نے واقعی ایک کارنامہ انجام دیا ہے لیکن اس کڑی آزمائش میں ڈالنے سے پہلے آپ نے اس کے جن سودمند نتائج کا ذکر کیا تھا وہ کہیں نظر نہیں آرہے؟''

پہلی ملاقات میں چنگ فو نے مجھ پر واضح کیا تھا کہ اگر تھرڈ آئی کے سلسلے میں مجھے دشواریوں کا سامنا ہے تو اس میں ربی موشے بائمن کے کسی عمل سے زیادہ خود میری لغزشوں کا ہاتھ ہے۔ اس حوالے سے اس نے لیلیٰ، راکیل اینڈ رسن اور لی یان کا خصوصی ذکر بھی کیا تھا۔ گزشتہ دس دنوں میں لی یان کو مجھ سے دور رکھنے کا یہی مقصد تھا کہ میری باطنی آنکھ کے سامنے جو جالا سا آگیا ہے، وہ دھل کر صاف ہوجائے لیکن اس ذیل میں، میں نے کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں کیا تھا۔ اس دوران میں، میں نے جب بھی ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی، مجھے بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

چنگ فو نے ٹٹولتی نظر سے مجھے دیکھا اور پوچھا ''کیا تم نے اس سلسلے میں ٹرائی کی؟''

''کئی بار'' میں نے جواب دیا ''مگر ہر دفعہ نتیجہ صفر کے برابر رہا۔''

''اوہ!'' وہ بہ دستور مجھے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے بولا ''دراصل' اس میں ایک باریک سا نکتہ ہے۔ تم میری نگرانی میں ٹرائی کرو۔ لارڈ بدھا نے چاہا تو تم اپنی ساتھی کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہوجاؤ گے لیکن قبل اس کے ایک نہایت ہی اہم بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوا تو میں سوالیہ نظر سے اسے دیکھنے لگا۔ یہ ایک طرح سے اس کے بولنے کا انتظار تھا۔ وہ کچھ دیر تک سوچنے والے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر گہری سنجیدگی سے کہنے لگا۔ اس کا ایک ایک لفظ نپا تلا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' وہ کوئی گمبھیر لیکچر دے رہا ہو!

''تبت کے اکثر لاما' موت سے پہلے موت کا مزہ چکھنے کا تجربہ کرتے ہیں۔ وہ ایک خاص ٹیکنیک سے خود پر مصنوعی موت طاری کرلیتے ہیں۔ مصنوعی موت ان معنوں میں کہ وہ بعد میں دوبارہ زندوں جیسے ہوجاتے ہیں لیکن ان کی یہ خود اختیاری مصنوعی موت ایک عظیم راز ہے جو صرف تبتی لاماز تک ہی محدود ہے۔ تمہاری ترقی یافتہ دنیا کی جدید میڈیکل سائنس اس کی کوئی توجیہ پیش نہیں کرسکتی۔ اگر ایسے کسی لاما کو مختلف میڈیکل ٹیسٹ سے گزارا آجائے تو ماہرین اس کی موت کا سرٹیفکیٹ پہلی فرصت میں جاری کردیں گے۔''

''کیا اس صورتِ حال میں لاماز کو ماجیسی کیفیت میں پہنچ جاتے ہیں؟'' چنگ فو لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوا تو میں نے فوراً سوال داغ دیا۔

اس نے بڑے اعتماد سے نفی میں گردن ہلائی اور رسان سے بولا ''کوما اور لاما کی مصنوعی موت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے بتایا ہے نا۔ مصنوعی موت جیسے الفاظ کا استعمال میں محض تمہیں سمجھانے کی غرض سے کررہا ہوں ورنہ تمہاری ترقی یافتہ دنیا کا ہر ٹیسٹ مصنوعی موت کا شکار لاما کو مردہ ثابت کردے گا جب کہ کوما میں جانے والے شخص کو مردوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر اسے رکھنے کے بجائے فوراً اٹھکانے لگادیا جاتا۔ کوما میں جانے والے شخص میں ایسا کچھ ضرور ہوتا ہے جو اس کے اندر زندگی کی امید دلاتا۔ کوئی نہ کوئی وائٹل سائن اس امر کی نشان دہی ضرور کرتا ہے کہ وہ شخص ابھی زندہ ہے مگر خود پر مصنوعی موت طاری کرنے والا لاما کا معاملہ بالکل مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس پُراسرار عمل سے گزرنے کے لیے لاما کسی خاص پُرسکون جگہ کا انتخاب کرتا ہے۔ کوئی بھی ایسا مقام جہاں اس کیفیت کے دوران میں کسی بیرونی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے لاما عام طور پر پہاڑی گپھائیں، دراڑیں اور غار وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں۔''

وہ لمحے بھر کو رکا، کھوجتے والی نظر سے میرے آر پار دیکھا اور سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''میں ایک خاص

ٹیکنیک کا ذکر کر رہا تھا جس کے استعمال کے بعد لامازول کی دھڑکن کو روک کر خود پر مصنوعی موت طاری کر لیتے ہیں۔ اس ٹیکنیک کا تعلق ''پرانایم'' یعنی سانس کی مخصوص مشق سے ہے۔ سانس کو روکنے کے دو طریقے مروج ہیں۔ نمبر ایک، جسم کے اندر سانس روکنا۔ جسم کے اندر یا تو پھیپھڑوں سے سانس روکی جا سکتی ہے اور یا پھر پیٹ میں۔ دوسرا مروج طریقہ جسم سے باہر سانس روکنے کا ہے۔ یہ قدرے مشکل اور پیچیدہ عمل ہے۔ اگر کوئی شخص جسم سے باہر سانس روکنے پر قادر ہو جائے تو سمجھ لو وہ خود پر مصنوعی موت طاری کرنے کا اہل بن جاتا ہے۔ تمام تر سانس کو خارج کر کے اگر روک لیا جائے تو دل کی دھڑکن بتدریج مدھم ہوتے ہوتے ایک مرحلے پر بالکل ختم ہو جاتی ہے یوں سمجھو کہ دل اتنی سست رفتاری سے دھڑکتا ہے کہ انسان کی زندگی کا یقین نہیں ہو سکتا۔ دل کو چیک کرنے والا ہر آلہ یہی بتائے گا کہ دل نے اپنا کام بند کر دیا ہے۔ سادہ الفاظ میں اس کیفیت کو ''ہارٹ فیلر'' یعنی موت کا نام دیا جائے گا۔''

''کیا مجھے خود پر مصنوعی موت طاری کرنے کے طریقے بھی سکھائے جائیں گے؟'' میں نے روادری میں پوچھ لیا۔

''اگر تمہاری خواہش ہوگی تو ضرور سکھائے جائیں گے'' چنگ فو نے معتدل لہجے میں کہا'' ویسے اس وقت میں تمہیں کسی اور سبب سے مصنوعی موت کے بارے میں تفصیلاً بتا رہا ہوں۔ اس موضوع کا تعلق تمہارے موجودہ معاملے سے ہے..... یعنی تھرڈ آئی کی کارکردگی سے!''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا تو میں اضطراری نظر سے اسے دیکھنے لگا۔ تیسری آنکھ کا استعمال اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹ واقعی میرے لیے اس وقت سب سے اہم اور نازک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ اس نارسائی نے مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رکھا تھا۔ میں مضطرب خاموشی کے ساتھ چنگ فو کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ گویا ضرور ہوا مگر کسی اور طرف نکل گیا، تاہم جلد ہی وہ اصل معاملے کی طرف لوٹ آیا۔

''وجدان.....!'' وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا'' آج کل جدید اور ترقی یافتہ دنیا میں کمپیوٹر سائنس اور ٹیکنالوجی کا بڑا شہرہ ہے۔ اسی شعبے میں ایک ٹرم ''پاس ورڈ'' استعمال ہوتی ہے۔ پاس ورڈ درحقیقت ایک ایسی چابی ہے جس کی مدد سے ہم اس سسٹم کا دروازہ کھول سکتے ہیں۔ کمپیوٹر کو استعمال کرنے والا ہر شخص اپنے سسٹم کو پاس ورڈ سے روشناس کراتا ہے۔ اس طرح وہ سسٹم صرف اسی کے لیے مخصوص ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب تک سسٹم کو پاس ورڈ نہ دیا جائے وہ آپریشن کے لیے دروازہ نہیں کھولتا لیکن.....''

وہ جملہ نامکمل چھوڑ کر ذرا دیر کو متوقف ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا'' لیکن اس دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک دماغ موجود ہے۔ کمپیوٹر ورلڈ میں ایسے شاطر بھی ہیں جو ہر قسم کا پاس ورڈ توڑنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی سسٹم لاک نہیں رہ سکتا۔ ایسے ماہرین کو کمپیوٹر کے میدان میں ''ہیکرز'' کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی ہیکر بہت خطرناک شخص ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسا نقب زن ہوتا ہے تالے جس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ ماسٹر کی کا رول پلے کرتا ہے''

چنگ فو نے تھوڑا توقف کیا تو میں حیرت اور استعجاب سے اسے دیکھتا چلا گیا۔ ترقی یافتہ تحقیقاتی دنیا سے دور تبت میں بیٹھا ہوا وہ شخص جدید ٹیکنالوجی کے بارے میں مجھ سے کہیں زیادہ جانتا تھا۔ اس کا یہی مطلب تھا، اس نے مطالعے کا عمل مسلسل جاری رکھا ہوا تھا۔

''تمہاری دنیا کا تو بچہ بچہ آج کل کمپیوٹر سے کھیل رہا ہے لہٰذا چھوٹی موٹی ہیکنگ تو مجھے بھی آتی ہے'' وہ سادہ سے لہجے میں گویا ہوا'' میں یہاں پر صرف پاس ورڈ کو توڑنے کی اس سادہ سی ٹیکنیک کا ذکر کروں گا جس کا تعلق پاور سپلائی سے ہے۔ اگر کسی سسٹم پر پاس ورڈ لگا ہوا ہے تو اس کی پاور سپلائی کو منقطع کر کے دوبارہ بحال کرنے پر وہ پاس ورڈ ٹوٹ جائے گا۔ یہی عمل سیل فون پر بھی آزمایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی سیل فون کا کی پیڈ یا ڈسپلے مخصوص پاس ورڈ سے متحرک ہوتا ہے تو آپ اس سیل فون کی بیٹری کو نکال کر دوبارہ لگائیں تو پاس ورڈ ٹوٹ جائے گا۔ تمہارے مسئلے کا معاملہ بھی پاس ورڈ جیسا ہی ہے۔''

وہ ایک ایسے سنسنی خیز جملے پر متوقف ہوا کہ میرے اندر کھلبلی سی مچ گئی۔ میرا معاملہ تھرڈ آئی کے راستے میں کھڑی ہونے والی رکاوٹ سے متعلق تھا اور چنگ فو گھما پھرا کر بڑی خوب صورتی سے مجھے کمپیوٹر پاس ورڈ تک لے آیا تھا۔ پتا نہیں، وہ آگے کیا انکشاف کرنے والا تھا۔ یہی بے خبری میرے اضطراب اور بے چینی کو بڑھا رہی تھی۔ وہ دوبارہ گویا ہوا تو میں پوری توجہ سے اسے سننے لگا۔

''وجدان! میں نے بتایا تھا' تمہاری تیسری آنکھ کے راستے میں جو رکاوٹ آ جاتی ہے اس کے دو اسباب ہیں۔ نمبر ایک، تمہارا بھٹکنا! نمبر دو' تمہارے دشمن کا کوئی طلسماتی عمل! جہاں تک تمہارے بھٹکنے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ سراسر تمہارے ہاتھ میں ہے۔ البتہ، تمہاری باطنی آنکھ کی رسائی کے راستے میں، کسی دوسرے شخص کے عمل کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی

رکاوٹ کا توڑ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میں نے پاس ورڈ اور پرانایم (PRANAYAM) کی تفصیل اس لیے بیان کی ہے کہ تم میری بات کو آسانی سے سمجھ جاؤ۔''

وہ لمحے بھر کو خاموش ہوا۔ میں بدستور ہمہ تن گوش رہا۔

چنگ فو نے کہا ''جب تم کسی مخصوص ماحول میں اترنے کی کوشش کرتے ہو اور اس رسائی میں تھرڈ آئی تمہاری مدد نہیں کرتی تو سمجھ لو اس مخصوص ماحول یعنی اس سسٹم پر کوئی پاس ورڈ لگا ہوا ہے۔ تمہیں ایک ٹیکنیک سے وہ پاس ورڈ توڑنا ہوگا۔ یہ ایک طرح کی میکنک کہلائے گی۔ اگر تم وہ پاس ورڈ توڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو یقین کر لو تم اس سسٹم یعنی اپنے چنیدہ ماحول میں بھی داخل ہو جاؤ گے۔''

یہاں تک پہنچنے کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر ڈرامائی انداز میں خاموش ہو گیا۔ میرے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں تجسس بیدار ہو گیا۔ وہ مجھے میرے مسئلے کے حل کے بالکل قریب لے آیا تھا۔ پرانایم' مصنوعی موت اور پاس ورڈ پر ایک طویل لیکچر دینے کے بعد وہ اس ٹیکنیک کا ذکر کر رہا تھا جس سے میں کسی بھی سسٹم کا تالا توڑ کر اس کے ماحول تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ میرا اندر دں اس وقت ایک عظیم سنسنی کا شکار تھا۔ اس موقع پر مجھے فطری انداز میں فوراً اس مخصوص ٹیکنیک کے بارے میں سوال کرنا چاہیے تھا اور شاید چنگ فو میری طرف سے ایسی ہی توقع بھی کر رہا تھا اسی لیے وہ چپ چاپ مستفسرانہ نظر سے مجھے دیکھ رہا تھا مگر میں نے اپنی اندرونی بے تابی کو اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

چند لمحات کے بعد چنگ فو قدرے بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''وجدان! مجھے تسلیم ہے، تم ایک ثابت قدم شخص ہو، تمہاری قوت ارادی بڑی مضبوط ہے۔ اس وقت اگر تمہاری جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو پہلی ہی سانس میں اس ٹیکنیک کے بارے میں سوال کرتا جس کا تھوڑی دیر پہلے میں نے ذکر کیا ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے اندر بھی بے چینی و بے قراری نے ایک انتشار کی سی کیفیت پیدا کر رکھی ہے لیکن تمہیں اپنی زبان پر کنٹرول حاصل ہے۔ انسان خیر و شر، تعمیر و تخریب کی آمیزش سے تیار کیا گیا ہے اور یہ دونوں قوتیں ہر لمحے اس کے اندر برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ انسان کی شناخت کی کسوٹی یہ ہے کہ کس وقت اس کے اندر کس قوت پر کون سی قوت غالب آ گئی۔ جن لوگوں کو اپنے نفس پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے وہ برائی کی طاقت کو اچھائی کی طاقت تلے دبائے رکھتے ہیں۔ خیر' میں تمہیں اس مخصوص ٹیکنیک کے بارے میں بتا رہا تھا جس کی مدد سے تم اپنی تیسری آنکھ کی راہ کے پاس ورڈ توڑ سکتے ہو۔ میری بات کو دھیان سے سننا کیونکہ ابھی میرے سامنے تمہیں اس کا عملی مظاہرہ بھی کرنا ہے۔''

اس نے ذرا توقف کر کے سوالیہ نگاہ سے میری جانب دیکھا تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ دوبارہ گویا ہوا۔ میں پوری توجہ سے اس کی جانب تکنے لگا۔ میری کیفیت کسی سحر زدہ شخص کی سی تھی۔

''میری بات ختم ہو جائے تو تم اپنی تھرڈ آئی کے توسط سے اپنی ساتھی کے ماحول میں جھانکنے کے لیے تبت سے اسرائیل پہنچ جانا۔ اگر تم اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو اچھی بات ہے، بہ صورتِ دیگر تم اس مخصوص ٹیکنیک کو آزمانا جو میں تمہیں ابھی بتا رہا ہوں'' وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے ٹھہرا پھر سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''ناکامی کی صورت میں تم اپنی سانس کو باہر روک لینا لیکن تھرڈ آئی کے استعمال کو موقوف نہیں ہونے دینا۔ گویا تم اپنی ساتھی کے ماحول کے دروازے پر دستک دو گے۔ دروازہ نہیں کھلا تو تم واپس نہیں آؤ گے بلکہ وہیں ٹھہر کر سانس کو جسم سے باہر نکال کر روک لو گے۔ تمہارے اس عمل سے اس سسٹم کی پاور سپلائی چند لمحات کے لیے منقطع ہو جائے گی۔ تم سانس کو رد کے رد کے تھرڈ آئی کو دوبارہ زحمت دو گے تو اس سسٹم کا پاس ورڈ ٹوٹ جائے گا اور تم اپنے منتخب کردہ ماحول میں داخل ہو سکو گے۔ بس اس عمل میں ایک باریک سا نکتہ یاد رکھنے کا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر کو رکا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''جب تک مطلوبہ سسٹم کا پاس ورڈ ٹوٹ نہیں جاتا، تمہیں بدن سے باہر سانس روک کر بار بار کوشش کرنا ہوگی۔ اس آزمائشی مظاہرے میں تو میں تمہاری سانس کو سہارا دے کر زیادہ دیر کے لیے جسم کے باہر رکنے کی آسانی فراہم کر دوں گا لیکن میرا مشورہ ہے کہ تمہیں اسی لمحے سے اس کی پریکٹس شروع کر دینا چاہیے۔ جس راہ کا سفر اختیار کیا جائے اس کے بارے میں مکمل آگاہی پہلے سے حاصل کر لینا چاہیے ورنہ بعد میں مشکل پیش آتی ہے جیسا کہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس ملاقات کے اختتام پر میں تمہیں جسم سے باہر سانس روکنے کی مشق سے متعلق ضروری باتیں بھی بتاؤں گا۔ کیا تم اس تجربے کے لیے تیار ہو؟''

میں تیار سے بھی زیادہ تیار تھا لہٰذا فوراً اثبات میں گردن ہلا دی۔ اس نے مجھے تھرڈ آئی کے استعمال کے لیے اشارہ کیا،

میں نے وہیں سفید چٹائی پر بیٹھے بیٹھے ظاہرہ دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ تیسری باطنی آنکھ کے سامنے میں نے ساحل کے سراپا کو اجاگر کیا اور اس کے خال و خط کی انگلی تھام کر تبت سے اسرائیل کی طرف پرواز کی کوشش کی۔

اگلے ہی لمحے میری یہ کوشش ناکام ہو گئی۔ میں نے چنگ فو کی ہدایت کے مطابق، پھیپھڑوں اور پیٹ میں موجود سانس کو باہر خارج کر کے تنفسی خاموشی اختیار کر لی۔ میری سانس رک گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں نے پرانایم کی کئی مرتبہ مشقیں کی تھیں ''چی'' کی بیداری کے لیے یوگا کی اسی شاخ میں اسٹروک بریدنگ کی پریکٹس جاری رکھی تھی لیکن سانس روکنے کی کبھی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش نہیں کی تھی۔ جسم کے اندر اور نہ ہی جسم کے باہر۔ اس سلسلے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔

اس وقت میں سانس کو جسم کے باہر روک کر ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کی سعی کر رہا تھا۔ مجھے پہلی مرتبہ تجربہ ہوا کہ بدن سے باہر سانس روکنا کتنا کٹھن اور دشوار کام ہے۔ چند لمحات کے بعد میری سانس اکھڑنے لگی۔ مجھے ایسا لگا کہ اگر میں نے اپنے پھیپھڑوں کو تازہ ہوا سے روشناس نہ کرایا تو میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے گا۔ دل کی رفتار بہ تدریج سست ہو رہی تھی۔ یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بند ہونے جا رہا ہے! میں نے شدید ترین گھٹن کا شکار ہونے کے باوجود بھی ہمت نہ ہاری اور تھرڈ آئی کو آزمانے کی کوشش کرتا رہا۔

کوئی لمحہ جاتا تھا کہ میں بے دم ہو کر ڈھے جاتا، اسی وقت میں نے اپنی تنفسی کیفیت میں تبدیلی محسوس کی۔ میرا اکھڑتا ہوا دم جڑنے لگا۔ چنگ فو نے مجھے سہارا دینے کی بات کی تھی۔ شاید ان نازک لمحات میں وہ میری مدد کو آ گیا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ میں خود کو بہتر سے بہتر محسوس کرنے لگا۔ یہ احساس بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی باہر تیراک ڈوبتے ہوئے شخص کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے کھینچ کر کنارے کی طرف لا رہا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے میرے سینے میں ایک اطمینان بخش ٹھنڈک سی بھر گئی۔ اب مجھے دم گھٹنے کا احساس نہیں ہو رہا تھا بلکہ میں یہ بھی فراموش کر بیٹھا کہ اس وقت میں نے اپنی سانس روک رکھی تھی۔ میں بہت فرحت اور آسانی محسوس کرنے لگا۔

ماحول سے اس خوش گوار بے گانگی نے میرا کام آسان کر دیا۔ میں ساحل کے ماحول پر لگے ہوئے پاس ورڈ کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے میں نے تھرڈ آئی کے توسط سے خود کو ایک بیڈ روم میں پایا۔

یہ وہی بیڈ روم تھا جہاں میں نے آخری مرتبہ ساحل کو ''دیکھا'' تھا اور خوشی کی بات یہ تھی کہ اس وقت میری ساحل بھی بیڈ روم میں موجود تھی۔ وہ ایک قیمتی بیڈ پر مخمور خواب تھی۔ اس کی حالت کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا تھا، وہ گہری نیند میں ہے۔ اسرائیل کے وقت کے مطابق ابھی وہاں سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ رات کا آخری پہر اپنی اختتامی منازل سے گزر رہا تھا۔ میں یک ٹک اپنی جانِ تمنا کو دیکھتا چلا گیا۔

بیڈ روم میں ساحل کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا.... کھڑکیوں کے پردے کھنچے ہوئے اور داخلی دروازہ بند تھا۔ زیرو پاور کے نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی نے کمرے کے ماحول کو بڑا رومینٹک سج دے رکھا تھا۔ ان سنسنی خیز لمحات میں مجھے یونہی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں لہاسا (تبت) میں نہ ہوں بلکہ تل ابیب (اسرائیل) میں بہ نفسِ نفیس موجود ہوں۔

میں ان کیف آگیں اور مسرت افروز لمحات میں سے رومان پرور دست کشید کر ہی رہا تھا کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ ساحل والے بیڈ روم کا دل کش منظر ایک جھماکے کی طرح جل بجھ کر میری تھرڈ آئی کے فریم سے نکل گیا۔ اگلے ہی لمحے میرے تصور کے سامنے گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ یہ تاریکی اتنی دبیز، مہیب اور خوف ناک تھی کہ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اسی وقت چیف لاما چنگ فو رن پوشی کی گمبھیر آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ اس آواز میں ایک استفسار جھلکتا تھا۔

''کوئی کامیابی ہوئی؟''

''میں نے ساحل کے ماحول کو چھو لیا تھا'' میں نے سنسنی خیز انداز میں کہا ''لیکن.....؟''

''دراصل، جب تک میں نے تمہاری سانس کی انگلی تھامے رکھی۔ تم اپنی ساتھی کے ماحول میں موجود رہے'' وہ ''لیکن'' پر نامکمل رہ جانے والے میرے جملے کے جواب میں بولا ''تمہیں جسم سے باہر سانس روکنے کی ابھی سے پریکٹس شروع کر دینا چاہیے۔ تمہارے اسرائیل میں داخل ہونے میں تین چار دن باقی ہیں۔ مجھے امید ہے، اگر تم نے میری ہدایت کے مطابق یہ مشق جاری رکھی تو ان تین چار دنوں میں تم دو منٹ کے لیے سانس روکنے پر قادر ہو جاؤ گے۔ اس وقت سے تمہارا کام بہ خوبی چل جائے گا۔ ویسے تبت کے لاما تو گھنٹوں، بلکہ کئی دنوں تک سانس روکنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ تم یوگا سے متعلق رہے ہو ''چی'' کے سلسلے میں تم نے سانس کی کئی داخلی اور خارجی مشقیں کر رکھی ہیں اس لیے تمہیں زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ورنہ جسم سے باہر دو منٹ تک سانس روکنے کے لیے بھی عام لوگوں کو

کافی دن لگ جاتے ہیں۔''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تم صرف اتنا جانتے ہو کہ تمہارے دشمن نے تمہاری ساتھی کو اپنے ہیڈ کوارٹر تل ابیب میں کہیں قید کر رکھا ہے لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہاری ساتھی تل ابیب کے کس مقام، کس گھر اور اس گھر کے کس بیڈ روم میں نظر بند ہے۔ ایک بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو..... اور وہ یہ کہ ساحل کا سراغ تمہیں ساحل ہی سے ملے گا۔ تم اس کے ماحول میں رہتے ہوئے ہی یہ جان سکو گے کہ وہ تل ابیب میں کہاں پر موجود ہے اس لیے.....''

وہ سانس لینے کو رکا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''اس لیے سانس روکنے کی پریکٹس کے ساتھ ساتھ اپنی ساتھی کے ماحول میں جھانکنے کا سلسلہ بھی جاری رکھو۔ اسی ماحول میں تمہیں کسی وقت کوئی بھی اہم اشارہ مل سکتا ہے جو تمہیں اس کے ''قید خانے'' کے محل وقوع کے بارے میں بتا دے گا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''جی میرے محترم! میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں'' میں نے نہایت ہی ادب سے جواب دیا ''میں آپ کی ہدایت کے مطابق آج ہی سے یہ کام شروع کر دیتا ہوں۔''

اس کے بعد چنگ فو مجھے سانس روکنے کے مختلف طریقوں اور ان کی افادیت کے بارے میں تفصیلاً بتاتا رہا، جسم سے باہر سانس روکنے کا میں ایک چھوٹا سا تجربہ کر چکا تھا اور میں نے چند سیکنڈ ہی میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ جسم کے باہر سانس روکنا کتنا کٹھن کام ہے۔ یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے جان جا رہی ہو۔ وہ تو اگر چنگ فو میری سانس کو مادرانی سہارا نہ دیتا تو میرا دم اکھڑ چکا ہوتا یا پھر دم گھٹنے کی کیفیت سے گھبرا کر میں اس ''تجربے'' سے باہر آ جاتا۔

جسم کے اندر سانس روکنا نسبتاً آسان کام ہے۔ آپ ایک طویل اور گہرے انہیل (INHALE) کے بعد اپنے پھیپھڑوں یا پیٹ کو ہوا سے بھر لیتے ہیں۔ اس کے بعد سانس روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا ہی عمل ہے جیسے آپ اپنے فریج کو خورد و نوش کے سامان سے بھر کر بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیں۔ آپ بڑے دعوے سے کہیں کہ ایک ماہ تک آپ کمرے سے باہر نہیں نکلیں گے۔ وہ کمرا جو اٹیچڈ واش روم کی سہولت کا حامل ہے اور اس کمرے میں فریج کے اندر مہینے بھر کے لیے کھانے پینے کا ہر قسم کا سامان بھرا ہوا ہے لیکن جسم سے باہر سانس روکنے کا عمل اس کے برعکس اور انتہائی مشکل ہے۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ ایک شخص کسی ایسے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جائے جس میں ایک قطرہ پانی کا میسر نہ ہو اور نہ ہی ایک کھیل اڑ کر اس کمرے کے اندر پہنچ سکتی ہو۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ شخص ایک ماہ بعد اس کمرے میں سے زندہ سلامت برآمد ہو تو واقعی کمال کی بات ہوگی!

چنگ فو نے مجھے بتایا کہ میں اٹھتے بیٹھتے ہوئے یہ پریکٹس کر سکتے ہو، بس یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ معدہ خالی ہو یا پھر زیادہ بھرا ہوا نہ ہو۔ کم از کم ایسی صورت ہو کہ معدے کے اندر موجود خوراک میں ڈائجشن (DIGESION) کا عمل یعنی عملِ انہضام مکمل ہو چکا ہو ورنہ معدے کا کام رک جائے گا اور وہ تمام تر خون جو خوراک کو ہضم کرنے کا فریضہ انجام دے رہا تھا وہ کسی دوسرے محاذ پر مصروف ہو جائے گا۔ سانس روکنے کے عمل کے ساتھ ہی خون کا ارتکاز معدے سے ہٹ کر پھیپھڑوں، دل اور دماغ کی طرف ہو جائے گا جس کے نتیجے میں بدہضمی جیسے بداثرات نمودار ہو سکتے ہیں۔ چنگ فو نے مجھے تاکید کی کہ یا تو میں خالی معدے کے ساتھ یہ پریکٹس کروں اور یا پھر اس وقت جب کھانا کھائے ہوئے لگ بھگ چار گھنٹے گزر چکے ہوں۔ میں نے چیف لاما کی ان ہدایات کو ذہن نشین کر لیا۔

چنگ فورن پوشی کی مدد سے میں جس انوکھے تجربے سے گزر رہا تھا۔ اس نے میرے ذہن میں ایک نظریے، ایک فکر کی بنیاد رکھ دی یعنی کچھ بھی ناممکن نہیں۔ کسی بھی عمل کو بروئے کار لانے کے لیے اس کے کچھ مخصوص تقاضے ہوتے ہیں۔ اگر انسان ان تقاضوں کو پورا کر دے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ یہ سیدھی سیدھی ایک ٹیکنالوجی ہے۔ ایسے تمام مظاہر جن کے فارمولے، مساوات اور ٹیکنیک سے ہم واقف نہیں ہوتے، انہیں ہم مادرائی اور جادوئی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر ہم جانتے ہوں کہ ''یہ یہ یہ برابر ہے' یہ یہ یہ'' تو پھر کوئی بھی عمل' کوئی بھی مظہر ہمارے لیے اچنبھا نہیں رہتا ''جاننے'' والوں کی آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ حائل نہیں ہو سکتا۔ وہ کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نگاہ دوڑا کر دیکھ سکتے ہیں بلکہ اگر ان کی مرضی ہو تو دوسروں کو بھی دکھا سکتے ہیں!

''میرا خیال ہے، ایک چائے ہو جائے!'' رن پوشی کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا ''ہم کافی دیر سے صرف باتیں ہی باتیں کیے جا رہے ہیں۔''

میں اس پیش کش کو بھلا کیسے ٹھکرا سکتا تھا۔ یہ تو میرے لیے ایک اعزاز کی بات تھی کہ جو کھانگ ٹیمپل کا چیف لاما میری تواضع کا بندوبست کر رہا تھا۔ جس طرح عیسائیت میں

چرچ، صیہونیت میں سائنا گاگ، ہندوؤں میں مندر کی بڑی اہمیت ہے بالکل اسی طرح بدھ مت میں ٹیمپل' مونسٹری اور واٹ کو بہت کچھ سمجھا جاتا ہے۔ جو کھانگ ٹیمپل تبت میں' ریڑھ کی ہڈی ایسی اہمیت کا حامل تھا اور چنگ فورن پوشی وہاں کا چیف لاما تھا۔

پانچ منٹ کے بعد چائے اس چھوٹے سے کمرے میں ''حاضر'' ہو گئی۔ تبت والوں کا' چائے پینے کا اپنا ایک انداز ہے جو انتہائی سادہ، مقوی اور فرحت بخش ہے۔ قہوے کے اندر یاک کا مکھن ڈال کر پینا چائے نوشی کہلاتا ہے۔ یہ چائے چینی کے بغیر بھی انتہائی خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ یاک (YAK) نامی لمبے بالوں والے بیل نما جانور کی طاقت کا اندازہ اس حقیقت سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا کا واحد جانور ہے جو پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر بھی نہ صرف یہ کہ زندہ رہتا ہے بلکہ زندگی کے مختلف امور میں یہ انسانوں کا سب سے بڑا معاون بھی ہے۔ تبت میں تمام تر بار برداری اور کھیتی باڑی یاک ہی کی مرہونِ منت ہے۔ میں نے شیلیٹی کے کھیتوں میں اس جانور کو اپنی آنکھوں سے انسانوں کے احکام کی تعمیل کرتے دیکھا تھا۔ یاک کی فرماں برداری اور کارکردگی لاجواب تھی۔ کسی مریل سے جانور کے دودھ سے حاصل ہونے والا مکھن بھی توانائی کے کسی ذخیرے سے کم نہیں ہوتا' کہا یہ کہ وہ مکھن یاک کے دودھ سے تیار کیا گیا ہو! اس سے آپ تبتی چائے کی طاقت اور توانائی کا اندازہ لگا سکتے ہیں!

چائے کے بعد گفتگو کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور کا تعلق میرے، تبت سے اسرائیل جانے سے تھا۔ چنگ فو نے گمبھیر آواز میں بولنا شروع کیا۔ اس نے اسرائیل اور یہودیوں کے ذکر سے تمہید باندھی۔ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''وجدان! تم ایک عجیب و غریب اور انوکھے ملک میں قدم رکھنے جا رہے ہو۔ اس ملک کا نام ہے، اسرائیل! میں نے اسے انوکھا اور عجیب اس لیے کہا ہے کہ یہ ''ملک'' کی تعریف پر کہیں سے بھی پورا نہیں اترتا۔ انٹرنیشنل فارمولا تو یہ ہے کہ کسی بھی ملک کو چار امور پر پورا اترنا چاہیے۔ اول، اپنی حدود میں کامل آزادی۔ دوم، آبادی۔ سوم، قبضہ اور چہارم متعین جغرافیائی حد بندی۔ اسرائیل میں یہ چاروں چیزیں نہیں پائی جاتیں لہٰذا منطقی طور پر اسے تسلیم کرنے کا جواز نہیں بنتا۔ اس کے باوجود بھی اب تک سو سے زیادہ نان مسلم اور بارہ مسلم ممالک اس کے وجود کو تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ باقاعدہ تجارت اور آمد و شد بھی جاری ہے۔ تمہارے ملک (اس کا اشارہ پاکستان کی طرف تھا) نے ابھی تک سرکاری سطح پر اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا مگر مختلف ادوار میں تمہارے ملک کے بعض سرکردہ افراد نے اسرائیل کے خفیہ دورے کیے ہیں اور چند ایک نے تو عوام کو یہودیوں کے حق میں ہموار کرنے کے لیے عملی کوششیں بھی کی ہیں جو بری طرح ناکامیاب رہیں۔ تمہارے ملک کی عوام اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے کبھی کسی حکومتی خفیہ یا ظاہرہ دباؤ میں نہیں آئی۔ عوام کی طاقت کے سامنے بھی کھلم کھلا ''یہود دوستی'' اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے چارہ جوئی نہیں کی گئی لیکن میں دیکھ رہا ہوں، مستقبل قریب میں تمہارا ملک.....''

''کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مستقبل قریب میں پاکستان، اسرائیل کے وجود کو تسلیم کر لے گا؟'' میں نے الجھن زدہ انداز میں سوال کیا۔ اس نے ایک تکلیف دہ اور ناقابلِ قبول پہلو کو چھیڑا تھا۔

وہ چند لمحات تک بڑی گہری اور ٹھہری ہوئی نظر سے مجھے دیکھتا رہا پھر ایک بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے بولا ''مجھے سیاست سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ دراصل، میں تو تمہیں اسرائیل کے بارے میں مختصر اً بتا رہا تھا۔''

میں نے صاف محسوس کیا، وہ کنی کاٹ کر دوسری سمت نکل گیا تھا۔ اس کے انداز سے تو یہی لگتا تھا، وہ پیش گوئی کرنا چاہتا ہے، آگے چل کر پاکستان بھی ان اسلامی ملکوں کی فہرست میں شامل ہو جائے گا جو اسرائیل کے وجود کو تسلیم کر چکے ہیں۔ بہر حال، مجھے یقین تھا، ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔ میری طرح پاکستان کی پندرہ کروڑ عوام کو بھی اتنا ہی پختہ یقین ہے۔ بالفرض' طبقہ خواص میں سے کچھ لوگ اگر ایسا چاہتے رہے ہیں یا آئندہ چاہیں گے تو انشاءاللہ! انہیں ایسے عزائم میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ عملاً اتنا آسان نہیں، بہ ظاہر جتنا دکھائی دیتا ہے!

چنگ فو کے خاموش ہونے پر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''محترم! میری فہم و فراست کے مطابق، اسرائیل نے سرزمینِ فلسطین پر ناجائز اور جابرانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ ماضی میں، اسرائیل نے اپنے پڑوسی ممالک مصر، اردن، شام اور لبنان سے کئی جنگیں کی ہیں۔ انہی جنگوں کے نتیجے میں غزہ کی پٹی، گولان کی پہاڑیاں اور بیت المقدس پر اس نے غاصبانہ قبضہ جما لیا تھا لیکن جب کیمپ ڈیوڈ میں یہ معاہدہ طے پایا کہ دریائے اردن کا مغربی کنارہ واپس اردن کو دے دیا

جائے اور غزہ کی پٹی کو خالی کر کے صحرائے سینا مصر کے حوالے کر دیا جائے تو اس قیمت پر، اردن اور مصر نے سیاسی 'بنیادوں' پر بدلے میں اسرائیل کو تسلیم کر لیا تھا۔ اب ان تینوں ملکوں کے مابین دوستانہ مراسم ہیں اور ہر نوعیت کی تجارت بھی کھلم کھلا ہوتی ہے۔ میرا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ اسرائیل کے وجود کو تسلیم کروانے میں امریکا بہادر نے سب سے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس مشن کے لیے وہ اب تک اسرائیل کو کھربوں ڈالرز کی امداد بھی دے چکا ہے۔ مختلف ممالک پر سیاسی دباؤ اس کے علاوہ ہے۔ اس ''تعاون'' کے نتیجے میں اس وقت اسرائیل اتنا طاقت ور ہو چکا ہے کہ غیر اعلانیہ طور پر اسے امریکا کی ایک ''سپر اسٹیٹ'' کا مقام حاصل ہے'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر حتمی لہجے میں کہا۔

''میرے محترم! ان تمام تر تاریخی حقائق کے باوجود بھی مجھے یقین کامل ہے کہ میرا ملک کسی بھی صورت میں اسرائیل کے وجود کو تسلیم نہیں کرے گا۔ اسرائیل کے خفیہ عزائم اپنی جگہ لیکن پاکستان کی عوام ایک غیرت مند قوم ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنی حکومت سے بھی ٹکرا سکتی ہے!''

''لارڈ بدھا تمہاری زبان کو مبارک کرے!'' وہ خلوص دل سے بولا پھر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا ''اب ہم سیاست کو ایک طرف رکھ کر اپنے حالیہ مسئلے پر بات کر رہے ہیں۔ تم آج شام کو تبت سے روانہ ہو رہے ہو اور گھومتے پھرتے تمہیں اسرائیل میں داخل ہونا ہے اسی لیے اس عجیب و غریب ملک کا تذکرہ نکل آیا تھا۔ میں نے تمہارے محفوظ سفر اور ممکنہ حد تک کامیاب مشن کے لیے ایک پلان بنایا ہے۔''

یہاں تک پہنچنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ چپ ہونے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بکھرے ہوئے مختلف خیالات کو اپنے ذہن میں ترتیب دے رہا ہو۔ میں ہمہ تن گوش اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ ایک منٹ کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا۔

''وجدان! تم آج سہ پہر دو بجے جوکھانگ ٹیمپل سے روانہ ہو گے۔ ٹھیک چار بجے تمہیں چیک ان ہونا ہے۔ ملائشیا ائر لائنز کی چھے بجے والی فلائٹ سے تم پرواز کرو گے، اس طرح تم لہاسا سے لندن پہنچ جاؤ گے۔ لندن میں مسٹر ہیرالڈ تھامس تمہارے استقبال کے لیے موجود ہو گا۔''

اس کی باتوں نے مجھے چونکا دیا۔ وہ واحد کا صیغہ استعمال کر رہا تھا۔ میں پوچھے بنا نہ رہ سکا ''محترم چنگ فو! آپ کی بات سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ میں یہاں اکیلا جا رہا ہوں؟''

''تم بالکل ٹھیک انداز میں محسوس کر رہے ہو!'' وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

''اور لی یان؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہاری یہ فلپائنی ساتھی یہیں رہے گی'' وہ قطعیت سے بولا ''لہاسا میں اسے کسی تکلیف یا پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جب تم اسرائیلی مشن سے کامیاب واپس لوٹو گے تو تمہیں لی یان سے ملوا دیا جائے گا'' وہ لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''ویسے لی یان اور چن سیان تمہیں چھوڑنے کے لیے ائر پورٹ تک جائیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں چن سیان کو بریفنگ دے دی ہے۔ تم جب یہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں پہنچو گے تو چن سیان تمہارے چہرے پر کچھ کام بھی کروائے گا۔''

لی یان کو میرے ساتھ اسرائیل روانہ کرنے کے سلسلے میں چنگ فو نے اتنا واضح اور دوٹوک فیصلہ سنایا تھا کہ میں کسی قسم کی جرح نہ کر سکا یقیناً کچھ سوچ کر ہی اس نے یہ پلاننگ کی ہو گی۔ ویسے مجھے اس بات کا تو پورا یقین تھا کہ لی یان وہاں محفوظ رہے گی۔ چنگ فو کے آخری جملے میں میرے لیے ایک انوکھا تجسس پنہاں تھا۔ میں نے اس سلسلے میں اس سے پوچھ لیا۔

''محترم! میرے چہرے پر کچھ کام کرنے کا تو یہ مطلب ہے کہ میں وجدان کی حیثیت یعنی اپنی اصلی حالت میں تبت سے انگلینڈ نہیں پہنچوں گا؟''

''تم درست انداز میں سوچ رہے ہو'' وہ بڑے رسان سے بولا ''تم مسٹر چارلس کے روپ میں لہاسا سے لندن پہنچو گے۔''

''مسٹر چارلس؟'' میں نے تعجب خیز نظر سے اسے دیکھا۔

وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا ''مسٹر چارلس دراصل، مسٹر ہیر الڈ تھامس کا نمائندۂ خصوصی ہے۔ چارلس اس وقت تبت میں موجود ہے۔ تم اسی کی ''آئی ڈی'' پر لہاسا سے لندن پہنچو گے۔''

میں نے پوچھا ''مسٹر ہیر الڈ تھامس کون ہے اور اس کا نمائندہ چارلس یہاں تبت میں کیا کرتا پھر رہا ہے؟''

''میرا خیال ہے، اس سلسلے میں تمہیں تھوڑی تفصیل بتانا پڑے گی ورنہ خواہ مخواہ تمہارا ذہن الجھتا رہے گا'' اتنا کہہ کر وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''شاید تمہیں معلوم نہ ہو، تبت اور برطانیہ کے ہمیشہ سے اچھے تعلقات رہے ہیں۔ آزاد تبت اور مقبوضہ تبت یعنی ''سی زانگ'' کو برٹش گورنمنٹ سے ہمیشہ تعاون اور مدد کی امید رہی ہے۔ تبت کو کمیونزم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے انگلینڈ نے ہر دور میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہاں کے سیاست داں اور عوام تبت کے مسئلے پر غیر معمولی سرگرم رہے ہیں۔ وہ لوگ ہمیں ایک آزاد اور خود مختار قوم تسلیم کرتے ہیں۔ انگلینڈ ہمارے قریبی دوستوں میں سے ہے۔''

وہ سانس لینے کے لیے ٹھہرا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا ''مسٹر ہیر الڈ تھامس انگلینڈ کے جیالوجی ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہے اور ذاتی طور پر میری اس سے گہری دوستی بھی ہے۔ وہ میری فرمائش پر اس منصوبے میں شریک ہوا ہے اور اس نے اپنے بہترین تعاون کا مجھے پورا یقین دلایا ہے۔ ہم دونوں قلبی اور ذہنی طور پر اس لیے بھی ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں کہ ہیر الڈ تھامس روحانی قدروں پر گہرا یقین رکھتا ہے، بہر حال!''

ایک لمحے کا توقف کرنے کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا ''جیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ آف انگلینڈ کے نمائندے مختلف ممالک میں تحقیقاتی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں چارلس تبت آیا ہوا ہے۔ جب تک تم اپنے مشن سے کامیاب واپس نہیں لوٹ آتے، چارلس تبت ہی میں قیام پذیر رہ کر ارضیاتی تحقیق کا کام جاری رکھے گا۔ تم چارلس کی آئی ڈی پر لہاسا سے لندن پہنچ جاؤ گے۔ میرا خیال ہے، دوسرے شخص کی آئی ڈی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک سفر کرنے والا معاملہ تمہارے ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہیں کر رہا ہو گا؟''

اس نے سوالیہ جملے پر اپنے بیان کو روک کر استفسار یہ نظر سے مجھے دیکھا تو میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ واقعی، یہ معاملہ میرے لیے کسی بھی طور الجھن کا باعث نہیں تھا۔ میں نے الاسکا سے زونار آئی لینڈ، زونار آئی لینڈ سے سیئل، سیئل سے نیویارک، نیویارک سے نیوجرسی، نیوجرسی سے کھٹمنڈو اور کھٹمنڈو سے تبت ''آئی ڈی'' کے اسی پروسس سے گزرتے ہوئے ایک طویل سفر کیا تھا۔

میرے جواب کو تسلیم بخش پا کر وہ اپنے بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''ایک اہم محکمے کا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ ہونے کے ناتے ہیر الڈ تھامس بے پناہ اختیارات کا مالک ہے۔ تم صرف ایک دن اس کے پاس قیام کرو گے۔ اس قیام کے دوران میں ایک مرتبہ پھر تمہاری آئی ڈی تبدیل کی جائے گی۔ تم یوسف الظاہری نامی ایک مصری شخص کی آئی ڈی پر لندن سے قاہرہ پہنچو گے۔ یوسف الظاہری قاہرہ کا ایک صاحب حیثیت باشندہ ہے۔ یہ شخص ''کیروالیگزینڈر یا ڈیزرٹ روڈ'' پر واقع ''اوئسس ہوٹل'' کا سلیپنگ پارٹنر ہے۔ اوئسس (OASIS) ہوٹل کیرو۔ الیگزینڈریا ڈیزرٹ روڈ کا ایک معروف اور معیاری ہوٹل ہے، یوسف الظاہری آج کل لندن آیا ہوا ہے اور اس کا شمار ہیر الڈ تھامس کے قریبی دوستوں میں ہوتا ہے۔ یوسف الظاہری لگ بھگ ایک مہینے تک وہاں قیام کرے گا۔ اس دوران میں تم اس کی آئی ڈی پر اپنا کام مکمل کر لو گے۔''

یہاں تک پہنچنے کے بعد چنگ فو نے لمحاتی توقف کیا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''تمہارے ملک کے شمالی علاقہ جات میں ہنزہ ویلی نامی ایک جنت نظر خطۂ ارض بھی ہے۔ ہنزہ، چترال اور تبت کے مقامی افراد میں بے حد گہری مشابہت پائی جاتی ہے۔ اپنی شکل صورت سے پہلی نظر میں، ان علاقوں کے لوگ ایک جیسے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اسی ہنزہ ویلی سے تعلق رکھنے والی ایک فیملی سال ہا سال سے انگلینڈ میں مقیم ہے اور اتفاق سے صوفیہ نامی ایک ہنزہ لڑکی سے یوسف الظاہری کی دوستی بھی ہے۔ یوسف جب بھی انگلینڈ جاتا ہے، صوفیہ سے ضرور ملتا ہے۔ صوفیہ بھی دو تین مرتبہ قاہرہ جا چکی ہے۔ ہیر الڈ تھامس کے منصوبے کے مطابق، صوفیہ تمہارے ساتھ لندن سے قاہرہ پہنچے گی۔ اس وقت تم یوسف الظاہری کی حیثیت سے صوفیہ کے ساتھ سفر کرو گے اور یہ سب کچھ انتہائی نیچرل اور نارمل انداز میں ہو گا۔ تم میری بات کو سمجھ رہے ہو نا؟''

اس نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

وہ بتانے لگا ''صوفیہ کا ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ قاہرہ پہنچنا کسی کی نظر میں نہیں کھٹک سکتا۔ لندن میں ہیر الڈ تھامس، یوسف الظاہری اور صوفیہ سب بھروسے کے آدمی ہیں۔ تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو گی۔''

''محترم! آپ نے میری خاطر خاصا لمبا چوڑا کھٹ راگ پھیلا لیا ہے!'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، آپ اتنا مربوط انتظام کریں گے!''

''یہ سب تو مجھے کرنا ہی ہوگا دجدان!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا'' آخر کو تم تبت کے دامار بننے والے ہو!''

میں اک گہری سانس خارج کر کے رہ گیا۔

وہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا'' قاہرہ پہنچ ہمارے منصوبے کے مطابق، صوفیہ مچل جائے گی کہ تم اسے جورڈن (اردن) اور اسرائیل کی سیر کراؤ۔ تم اس کی فرمائش کو رد نہیں کرو گے اور اس سلسلے میں تم اپنے ایک دوست السید مبارک الحسینی کی خدمات حاصل کرو گے۔ مبارک الحسینی ایک ''ٹور اینڈ ٹرپ کمپنی'' میں کام کرتا ہے۔ کانٹیکی (CONTIKI) نامی یہی ٹریول کمپنی دنیا کی ایک معروف اور قابل اعتماد کمپنی ہے۔ قاہرہ میں ''کانٹیکی'' کے ایجنٹ کا دفتر الباقری اسٹریٹ پر ''اسپرنگ ٹورز کیرو'' کے نام سے واقع ہے۔ تم (یوسف الظاہری) اپنی فرینڈ صوفیہ کے ساتھ اسپرنگ ٹورز کیرو (SPRING TOURS CAIRO) پہنچو گے اور السید مبارک الحسینی تمہارے لیے قاہرہ سے جورڈن اور اسرائیل تک کے سفر کا بندوبست کر دے گا۔ سولہ دن کا یہ ٹور بائی روڈ ہوگا۔ تم صوفیہ کے ساتھ ''کانٹیکی'' کی سپر لگژری کوچ میں بیٹھ کر قاہرہ (CAIRO) سے تل ابیب (اسرائیل) پہنچو گے۔ تل ابیب سے پیٹرا (جورڈن) جاؤ گے پیٹرا (PETRA) سے واپس ایلات (اسرائیل) آؤ گے ایلات (EILAT) سے یروشلم اور یروشلم سے واپس قاہرہ (مصر) لوٹ آؤ گے۔''

اس نے سانس لینے کی خاطر تھوڑا توقف کیا پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا'' میں نے جس روٹ کی تفصیل تمہیں بتائی ہے وہ کانٹیکی ٹو راینڈ ٹرپ ٹریول کمپنی کا باقاعدہ اسکیجول ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ تم اس اسکیجول کی پیروی بھی کرو۔ جو ٹورسٹ کسی ایک مقام پر زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہوں، وہ قافلے سے جدا بھی ہو جاتے ہیں۔ واپسی میں کانٹیکی کی کوچ انہیں اٹھا لیتی ہے۔ کانٹیکی کا ایجنٹ قاہرہ اور تل ابیب میں موجود ہے البتہ، اردن میں ان کا کوئی دفتر نہیں۔ قاہرہ کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ تل ابیب میں کانٹیکی کا ایجنٹ آفس ہینور اسٹریٹ (HANOAR STREET) پر واقع ہے۔ ''اسرام اسرائیل'' نامی اس آفس کو ابن یعقوبی دیکھتا ہے۔''

وہ تھوڑی دیر کے خاموش ہوا تو میں حیرت بھری نظر سے اسے دیکھتا چلا گیا۔ ترقی یافتہ دنیا کی جہت پر، جو کھانگ ٹیمپل میں بیٹھا ہوا چیف لاما چنگ فورن پوشی کتنی گہری اور وسیع معلومات رکھتا تھا۔ جدید دنیا کے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ تبت والے معلومات او اختیارات کے شعبے میں اس حد تک بھی مستعدی دکھا سکتے ہیں!

چنگ فو ٹھہرے ہوئے لہجے میں ایک مرتبہ پھر گویا ہوا ''دجدان! سولہ دن کے اس تفریحی دورے میں تمہیں آٹھ دن مصر میں، تین دن اسرائیل میں، ایک دن جورڈن میں اور پھر دوبارہ چار دن اسرائیل میں گزارنے کا موقع ملے گا۔ اسرائیل میں پہلے تین دن یا آخری چار دن میں سے تمہیں اپنے لیے کسی ایک قیام کا انتخاب کرنا ہوگا۔ میرے خیال میں پہلے تین دن کا انتخاب زیادہ مناسب رہے گا۔ جب کانٹیکی کی کوچ تل ابیب سے پیٹرا کی طرف جانے لگے تو تم مزید قیام کا بہانہ کر کے تل ابیب میں رک سکتے ہو کیونکہ واپسی پر کوچ تل ابیب نہیں آئے گی بلکہ ایلات سے یروشلم اور یروشلم سے مصر چلی جائے گی۔ تم کہہ سکتے ہو کہ ٹور کے پندرھویں دن یروشلم میں قافلے کو دوبارہ جوائن کر لو گے۔ اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ اس ترکیب پر عمل کرتے ہوئے تمہیں کارکردگی دکھانے کے لیے پورے تین دن مل جائیں گے۔ تمہارے ساتھی کو تل ابیب میں رکھا گیا ہے تم اسے اپنے طاقت ور دشمن کے چنگل سے کس طرح چھڑاتے ہو، اس سلسلے میں، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس آپریشن کی ذمے داری صرف اور صرف تم پر ہے۔ تم اپنے حالات اور موقع محل کو دیکھتے ہوئے پلاننگ کر سکتے ہو، البتہ۔''

وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا'' جب تم اپنی ساتھی کو حاصل کر لو گے تو صوفیہ تم سے جدا ہو جائے گی۔ تم اپنی ساتھی کے حلیے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے اسے صوفیہ بنا سکتے ہو۔ صوفیہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ تمہاری ساتھی تبتی نقوش کی حامل ہے لہٰذا ہنزہ والی صوفیہ بڑی آسانی سے اس کی جگہ لے سکتی ہے۔ تم اپنی ساتھی کو آزاد کرانے کے بعد صوفیہ کی حیثیت میں، تل ابیب سے یروشلم پہنچو گے اور نہایت ہی خوش سلیقگی سے اپنی ٹور کوچ کو جوائن کر لو گے۔ کسی کو اتنی بڑی تبدیلی کا مطلق احساس نہیں ہوگا۔ اس کے بعد سب کچھ نارمل انداز میں ہوگا۔ تم اسرائیل سے مصر، مصر سے انگلینڈ اور انگلینڈ سے واپس تبت پہنچ جاؤ گے۔ مصر سے انگلینڈ تک تم یوسف الظاہری اور تمہاری ساتھی صوفیہ کی حیثیت سے سفر کرو گے۔ لندن سے لہاسا تک تم چارلس اور تمہاری ساتھی کوئی بھی تبتی لڑکی بن جائے گی لیکن دھنو (ساحل) نہیں۔''

وہ ذرا رکا تو میں نے سنسنی خیز لہجے میں استفسار کیا'' اور اصلی صوفیہ کا کیا ہوگا؟''

''تمہیں صوفیہ کے سلسلے میں اپنے ذہن کو تھکانے کی ضرورت نہیں'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے دوٹوک لہجے میں بولا'' جب تم اپنی ساتھی کو حاصل کرنے کی پلاننگ کر لو گے تو تل ابیب ہی میں صوفیہ تم سے الگ ہو جائے گی۔ اس کے بعد تمہیں تن تنہا اپنے مشن کو سر کرنا ہے۔ یہ سراسر جان جوکھم کا کام ہے۔ تم صوفیہ کو یک سر فراموش کر کے اپنے کام پر دھیان دو گے۔ صوفیہ کو اسرائیل سے مصر اور مصر سے انگلینڈ پہنچانے کی ذمے داری کسی اور شخص کو سونپی جا چکی ہے۔''

''اوہ!'' میں نے ایک گہری سانس لی اور سوالیہ نظر سے چنگ فو کو دیکھنے لگا۔

وہ بولا'' اسرائیل میں ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا۔ مجھے امید ہے، اگر تم نے سانس کی مخصوص مشق جاری رکھی تو اس وقت تک اس قابل ہو جاؤ گے کہ تھرڈ آئی کو ہر محاذ پر بہ آسانی استعمال کر سکو گے۔ اپنے دشمن کے مقابل تھرڈ آئی ہی تمہاری مدد کرے گی اور مجھے یقین ہے، تم اپنے اس مشن میں کامیاب لوٹو گے!''

''آمین!'' بے اختیار میری زبان سے ادا ہوا۔

چنگ فورن پوشی نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر تک مراقبے کی سی کیفیت میں بیٹھا رہا۔ میں منتظر اور سوالیہ نظر سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ چند لمحات کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور نہایت ہی گمبھیر آواز میں لب کشا ہوا۔

''دجدان! پہلی ملاقات میں، میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہماری صرف تین ملاقاتیں ہونا ہیں۔ آج دوسری ملاقات بھی ہو گئی۔ تیسری اور آخری ملاقات اس وقت ہوگی جب تم اپنے مشن سے کامیاب لوٹو گے'' اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں دوسری ملاقات کے اختتام کا اعلان کر دیا۔

''اب تم اپنے کمرے میں جا سکتے ہو!''

میں اس سے پوچھ نہ سکا کہ تیسری ملاقات آخری کیوں ثابت ہوگی؟ وہ مجھ سے تیسری بار ملنے کے بعد کہاں چلا جائے گا؟ اس نے ایسے تمام تر سوالات کے دروازے بند کر کے آنکھیں موند لی تھیں۔ میں اٹھا اور خاموشی کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل آیا۔

☆☆☆

بوڑھا فانگ چو (FANG ZHOU) اعلیٰ درجے کا فوٹو گرافر ہی نہیں بلکہ وہ ایک مشاق بیوٹیشن بھی تھا۔ فانگ چو کے فن کا مظاہرہ میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا جب اس نے میری راہ نمائی میں ساحل کی قلمی تصویر بنائی تھی۔ وہ پینسل اسکیچ فانگ چو کے سچے فن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ میں چن سیان کے ساتھ چیف لاما کے پاس سے واپس کمرے میں آیا ہی تھا کہ فانگ چو ایک مرتبہ پھر نازل ہو گیا۔ اس بار وہ قلمی تصویر بنانے نہیں، بلکہ میرے حلیے میں مناسب تبدیلی کرنے آیا تھا۔

سب سے پہلے اس نے میرے بالوں کو نیا انداز دیا۔ لوہار آئل کی باقاعدہ مالش نے میرے سر پر اتنے بال اگا دیے تھے کہ ان میں باقاعدہ کنگھی کی جا سکے۔ فانگ چو نے اس وقت چونکہ مجھے مسٹر چارلس بنانا تھا اس لیے میرے بالوں میں گھونگر ڈالے گئے۔ بالوں کی طرف سے فارغ ہونے کے بعد اس نے میرے چہرے پر کام کیا اور لگ بھگ ایک گھنٹے کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔ اب میں اپنے حلیے سے کوئی مسٹر چارلس بن گیا تھا۔

یہ ساری کارروائی لی یان کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ وہ سمجھ تو گئی تھی کہ مجھے کہیں اور روانہ کرنے کی تیاری کی جا رہی ہے۔ کہاں؟ اس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ اس زاویے سے بھی گہرے تجسس میں مبتلا تھی کہ میں نے جو کھانگ ٹیمپل کے چیف لاما کے ساتھ جو خفیہ ملاقات کی ہے، اس میں ہمارے درمیان کیا کیا باتیں ہوئی ہوں گی۔ چونکہ اس دوران میں چن سیان مسلسل ہمارے پاس موجود رہا تھا لہٰذا اس موضوع پر بات کرنے کا اسے موقع نہیں مل سکا تھا۔ چن سیان، فانگ چو کو رخصت کرنے کے لیے کمرے سے نکلا تو لی یان میرے قریب آ گئی۔ وہ کافی دیر سے اس موقع کی تاک میں تھی۔

''یہ سب کیا چکر چل رہا ہے دجدان؟'' وہ تیز اور تشویش ناک لہجے میں مستفسر ہوئی۔

میں نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا'' لی یان! میں آج شام لہاسا سے لندن جا رہا ہوں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تم اور چن سیان مجھے ائرپورٹ چھوڑنے جاؤ گے۔ میں لندن سے ایک نہایت پیچیدہ روٹ اختیار کر کے اسرائیل پہنچوں گا اور اپنی ساتھی کو رلی موشے ہاتمن کے چنگل سے آزاد کرانے کے بعد واپس لہاسا (تبت) آ جاؤں گا اور.....''

وہ میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑی'' اور میں؟''

اس کے سوال میں بے پناہ حیرت پائی جاتی تھی۔ میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا'' میں تمہارے بارے ہی میں تو بتانے جا رہا تھا، تم نے خواہ مخواہ میری بات کاٹ دی،

خیر.....'' میں نے لحاتی توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم اس دوران میں یہیں لہاسا ہی میں رہو گی۔ تمہیں یہاں کسی قسم کی تکلیف یا پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ چنگ نو کے حکم اور ہدایت پر تمہارا ہر طرح کا خیال رکھا جائے گا۔ چنگ نو ی پلاننگ کے مطابق ہی تو تمہیں یہاں روکا جا رہا ہے۔ انشاءاللہ! میں جلد ہی اپنے مشن سے کامیاب لوٹ آؤں گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' وہ الجھن زدہ لہجے میں بولی ''لیکن میں تمہارے ساتھ کیوں نہیں جا سکتی؟''

میں نے کہا ''میں نہیں جانتا لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میں چنگ نو کی کوئی مصلحت ہو گی۔ وہ ہمارا سچا خیر خواہ ہے۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے ہی تمہیں یہاں روکنے کی بات کی ہے نا!''

''میں چیف لاما کی نیت پر شک نہیں کر رہی ہوں۔'' وہ جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں بولی ''اس نے ابھی تک ہمارے فائدے کے لیے ہی سوچا ہے لیکن پھر بھی.....''

''لیکن پھر بھی کیا؟'' اس کی الجھن کے پیشِ نظر میں نے کہا۔

''تمہیں رن پوشی سے پوچھنا چاہیے تھا'' وہ اصراری لہجے میں بولی۔

''اچھا، ٹھیک ہے۔ آیندہ ملاقات ہو گی تو ضرور پوچھوں گا!''

میرے اس جواب پر وہ گھور کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں اس کی سٹ پٹاہٹ سے محظوظ ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ لی یان نے اس وقت انتہائی بیویوں والے انداز کا مظاہرہ کیا تھا۔

لی یان جب سے میرے ''قریب'' ہوئی تھی، اس کے انداز و اطوار میں ایک تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ اس کی بے تکلفی میں قدرے جارحانہ پن آ گیا تھا تاہم یہ خوش گوار جارحیت بدتمیزی کے زمرے میں نہیں آتی تھی بلکہ اس سے گہری اپنائیت جھلکتی تھی۔ وہ ایک ایک ادا سے مجھ پر استحقاق جتانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ وہ بہت پیاری تھی اور اس کی ان تازہ ترین اداؤں نے اسے اور بھی دل ربا بنا دیا تھا۔ بہر حال، یہ سب کچھ افسوس ناک صورتِ حال میں بدل جاتا جب چن سیان کی پہریداری کا خیال آتا۔ اس شخص نے اپنے گرد کی ہدایت پر ہمارے بیچ ایک نادیدہ دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔ اور اب جب کہ اس دیوار کے گرنے کا امکان پیدا ہوا بھی تھا تو ہم دونوں کو بیس پچیس دن کے لیے ایک دوسرے سے دور کیا جا رہا تھا..... کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ جدائی کی یہ مدت اتنی ہی رہے گی یا اس میں کمی بیشی واقع ہو جائے گی!

یہ تمام تر خیالات ایک لمحے کے اندر میرے ذہن سے گزرے اور اگلے ہی لمحے میں دوبارہ لی یان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آج وہ مجھے کچھ زیادہ ہی نکھری نکھری اور جاذبِ نظر لگی۔ دل چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھولوں اور چھو کر.....!

میں اس سے آگے کچھ نہ سوچ سکا، چنگ نو کی ہدایات میرے ذہن میں روشن ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک خاص مقصد کی خاطر مجھے لی یان سے دور کر رکھا تھا۔ میں اس مقصد میں تقریباً کامیاب ہو چکا تھا، اس آخری مرحلے میں، کوئی معمولی سی گڑبڑ بھی میری راہ کھوٹی کر سکتی تھی لہٰذا میں نے لی یان کے حصول کے خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور نہایت ہی معتدل انداز میں کہا۔

''لی یان! چند دن کی تو بات ہے۔ ہم جلد ہی دوبارہ ملیں گے۔''

''اگر تم ایسا چاہو گے تو؟'' وہ روٹھنے والے انداز میں بولی۔

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں روٹھنے والی کو منانے کا جتن کر سکتا تھا لیکن چن سیان جس طرح موت کے فرشتے کے مانند ہم پر مسلط تھا اس صورتِ حال میں کسی قسم کا رسک لینا حماقت کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں نے لی یان کو راضی کرنے کی کسی عملی کوشش کے بجائے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں ایسا کیوں نہیں چاہوں گا؟''

وہ خاموش رہی۔ اس کی گمبھیر خاموشی بھی داستان گوئی کا اعلیٰ معیار پیش کر رہی تھی۔ لب اگرچہ ہم کنار تھے، زبان گہرے کنوئیں میں پناہ گزین تھی لیکن اس کا انگ انگ اور سنگ سنگ بڑی اکسانے اور کچھ کر گزرنے والی مہم جوئی میں مصروف تھا۔ میں ایک گہری اور ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ فی الحال، میں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا!

اسی لمحے چن سیان کمرے میں آ گیا۔ اس نے انٹری تو اس انداز میں دی تھی جیسے فائنگ چوکور رخصت کرتے ہوئے تھوڑی دیر ہو گئی ہو لیکن میں اس کی شاطر گری کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق، اس نے واپسی میں دانستہ تاخیر کا مظاہرہ کیا تھا تاکہ اس کی غیر موجودی میں ہم سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے تو اسے ہمیں رنگے ہاتھوں پکڑنے کا موقع مل سکے اور مجھے اور لی یان کو میسر آنے والی تنہائی کے یہ چند لمحات ایسے ہی تھے..... تاہم ''خیریت'' گزری اور وہ شاطر اپنی ناکامی پر صاف ہاتھ ملتا رہ گیا!

کمرے میں داخل ہونے کے بعد چن سیان نے ٹٹولتی ہوئی نظر سے باری باری ہم دونوں کا تنقیدی جائزہ لیا۔ اس ''جائزہ'' کا مطلب میں بہ خوبی سمجھتا تھا۔ جب اسے ہمارے چہروں پر کچھ بھی لکھا دکھائی نہ دیا تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

''مسٹر چارلس!'' میں اس وقت جیولوجسٹ ہیر اللہ تھامس کے اسسٹنٹ مسٹر چارلس کے بہروپ میں تھا اس لیے وہ مجھے اس انداز میں مخاطب کر رہا تھا ''ہم دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ہمیں ٹھیک چار بجے چیک ان ہونا ہے۔ ائرپورٹ، لہاسا شہر سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔''

میں نے پوچھا ''چن سیان! حلیہ تبدیل کر کے مجھے چارلس تو بنا دیا گیا ہے۔ اصلی چارلس کے کاغذات وغیرہ کہاں ہیں..... میرا مطلب ہے، پاس پورٹ.....''

وہ میری بات مکمل ہونے سے پہلے بول اٹھا ''پاس پورٹ، ویزا اور ملائشیا ائرلائنز کا کنفرم ٹکٹ، سب ضروری دستاویزات میرے پاس پہنچ چکی ہیں۔ اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

سچی بات تو یہ ہے کہ چنگ نو رن پوشی کی تسلی کے بعد مجھے فکر یا پریشانی نہیں رہی تھی۔ میں تو چن سیان کو گھس کر اس کے منہ سے کچھ اگلوانا چاہتا تھا میں نے اس سے استفسار کیا۔

''اس دوران میں اصلی چارلس یہاں کیا کرے گا؟''

''وہ جس مقصد کے لیے یہاں آیا ہوا ہے اس کام میں مصروف رہے گا'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''اس کی طرف سے کسی گڑبڑ کا اندیشہ نہیں۔''

چن سیان میرے ہر سوال کا بڑا اپنا تلا جواب دے رہا تھا۔ یہ احتیاط روی کسی خاص پروگرام کے تحت نہیں تھی بلکہ میں نے ان دس دنوں میں..... روز و شب اس کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز لگا لیا تھا کہ وہ موقع کی مناسبت سے اپنے انداز کو سیٹ کرتا تھا تاہم ہر قسم کی صورتِ حال میں وہ احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتا تھا۔

ہمارے درمیان لگ بھگ آدھے گھنٹے تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی پھر کھانے کا وقت ہو گیا۔ میں نے ہاتھ روک کر کھانا کھایا۔ میری ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں اپنے معدے کو بھرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اگر کھانے کا موقع ہو تو بس برائے نام ہی چند لقمے لے لیتا ہوں۔ اس روز کھانے کی میز پر ہم تینوں ہی موجود تھے۔ میں نے تو اپنے کم کھانے کا سبب بیان کر دیا ہے لیکن میں نے محسوس کیا کہ لی یان بھی بس خانہ پری کے لیے ہی ہاتھ چلا رہی تھی۔ وہ خاصی الجھی الجھی اور خاموش تھی۔

میں اس کی خاموشی! اور پژمردگی کی وجہ سے واقف تھا لیکن ہم جس نوعیت کے حالات میں ''جکڑے'' ہوئے تھے ان میں لی یان کی دل داری میرے بس میں نہیں تھی۔ چن سیان کی پہرے داری میں، میں اس کی پژمردگی کو شگفتگی میں بدل سکتا تھا اور نہ ہی اس کی چپ کو توڑنے کی کوئی سبیل کر سکتا تھا..... اور اس موت کے فرشتے کے ٹلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے!

ٹھیک دو بجے ہم تینوں جوکھانگ ٹیمپل سے باہر نکل آئے۔ میرے ہاتھ میں چارلس کا سفری بیگ موجود تھا تاہم زیادہ سامان نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیگ وزن میں خاصا ہلکا تھا۔ مجھے لہاسا سے لندن تک مسٹر چارلس کا رول پلے کرنا تھا اس لیے میں نے خود کو ابھی سے چارلس سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ چن سیان نے ہمیں ایک چھوٹی ویگن میں بٹھایا اور ہمارا سفر آغاز ہو گیا۔ میں یہی سمجھا کہ وہ ویگن ہمیں جوکھانگ ٹیمپل سے سیدھا ائرپورٹ پہنچائے گی لیکن دس منٹ کے بعد جب ویگن ''لہاسا ہوٹل'' کے سامنے جا کر رکی اور چن سیان نے ہمیں ویگن میں سے باہر نکلنے کو کہا تو میرے اندازے کی تردید ہو گئی۔ چن سیان خود ہم سے پہلے ویگن کو چھوڑ چکا تھا۔ میں نے باہر آتے ہی اس سے پوچھ لیا۔

''تم نے تو بتایا تھا، ائرپورٹ لہاسا شہر سے کافی فاصلے پر ہے؟''

''میں نے غلط نہیں بتایا تھا'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''ہم دس پندرہ منٹ تک اس ہوٹل کی لابی میں انتظار کریں گے۔ یہاں سے ائرپورٹ کی مخصوص وین ہمیں لے کر جائے گی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں، لہاسا شہر سے گانگر ائرپورٹ کا فاصلہ لگ بھگ اسی کلومیٹر ہے۔ مجھے پتا چلا تھا، ائرپورٹ کی وین ہوٹل سے چند مسافروں کو لینے کے لیے آ رہی ہے۔ میں نے مذکورہ وین کے ذریعے ائرپورٹ تک جانے کا بندوبست کیا ہے۔''

چن سیان کی وضاحت کے بعد ہم لہاسا ہوٹل کی لابی میں بیٹھے۔ مذکورہ ہوٹل لہاسا شہر کے چائنز سیکشن میں واقع ہے۔ ہوٹل کو ''ہالیڈے اِن'' کی انتظامیہ چلا رہی ہے۔ اس ہوٹل کے پانچ سو کمرے ہیں لہاسا ہوٹل کے نزدیک ہی ''نیو تھیٹر'' ہے جہاں اوپیرا اور مختلف کلچرل پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔

کچھ ہی دیر کے بعد، ہم تینوں ائرپورٹ کی مخصوص وین

میں سوار ہوکر ہوٹل سے روانہ ہوگئے۔ وہ دین ''میڈان جاپان'' تھی۔ راستے بھر میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم ٹھیک پونے چار بجے لہاسا کے گانگر (GONGGAR) ائرپورٹ پہنچ گئے۔ مجھے چار بجے چیک ان ہونا تھا لہٰذا گپ شپ کے لیے ہمارے پاس صرف پندرہ منٹ تھے۔

اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں رحم ڈالنا جانتا ہے۔ چن سیان اپنی دانست میں اگرچہ بدھ کا بندہ تھا لیکن میری نگاہ میں وہ اسی قادرِ مطلق کا بندہ تھا' کل کائنات کا جو مالک ومختار ہے! وہ ہاتھ ملتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا۔

''مسٹر چارلس! آپ دونوں باتیں کرو۔ میں ذرا واش روم سے ہوکر آتا ہوں''

پھر میرا جواب سنے بغیر وہ ایک جانب بڑھ گیا۔ میں نے لی یان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا'' یہ شخص انتہائی مکار اور چالاک ہے۔ اپنی دانست میں یہ ہم پر احسان عظیم کرکے واش روم کی طرف گیا ہے۔''

وہ میری بات کا مطلب بہ خوبی سمجھ رہی تھی، معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی'' وجدان.....! کتنا ہی اچھا ہوتا، اس مشن میں، میں بھی قدم سے قدم ملا کر تمہارا ساتھ دیتی!''

اس نے اتنے دھیمے لہجے میں مجھے وجدان کہہ کر مخاطب کیا تھا کہ پاس کھڑا ہوا شخص بھی نہیں سن سکتا تھا۔ اس وقت ہم دونوں ائرپورٹ کی لابی میں بیٹھے تھے۔ میں نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

''چاہتا تو میں بھی یہی تھا لیکن چنگ فو کی پلاننگ کے تحت یہ ممکن نہیں ہوسکا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آرہا، میں یہاں تمہارے بغیر اتنے دن کس طرح گزاروں گی'' اس کے لہجے میں مایوسی آمیز اداسی کی جھلک تھی'' سخت بوریت ہوگی وجدان!''

''میں تمہارے جذبات کو سمجھ سکتا ہوں لی یان.....!'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی'' اگر سمجھتے تو یوں اکیلے اٹھ کر نہ چل دیتے!''

میں واقعی اس کے احساسات اور جذبات کو سمجھ رہا تھا، اس لیے اس کا خفگی بھرا شکوہ مجھے ذرا بھی برا نہ لگا۔ میں گفتگو کے زاویے کو بدلنے کی خاطر ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے بولا۔

''یہ چن سیان پتا نہیں، کب آئے گا؟''

ادھر میں نے یہ جملہ ادا کیا، ادھر وہ کسی چراغی جن کے مانند حاضر ہوگیا۔ اس نے اضطراری انداز میں ہمیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا، ہم اٹھے اور اس کی تقلید میں چلتے ہوئے لابی سے ڈیپارچر انٹرنس کی طرف بڑھ گئے۔ وہ کسی خاموش روبوٹ کے مانند ہمارے آگے چل رہا تھا۔

اس گیٹ سے مجھے اکیلے ہی اندر داخل ہونا تھا۔ چونکہ سیان نے بڑے دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا اور اپنی نیک خواہشات کو مختصر الفاظ میں میری سماعت تک پہنچایا۔ وہ مجھ سے الگ ہوا تو میں نے الوداعی نظر سے لی یان کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں مجھے نمی تیرتی دکھائی دی۔ مجھ سے نگاہ ملی تو اسے خود پر اختیار نہ رہا۔ وہ کمان میں سے نکلے ہوئے کسی تیر کے مانند میری جانب بڑی اور ایک عالی شان تمغے کی طرح میرے سینے پر سج گئی۔ میں نے فرطِ جذبات سے اسے تھام لیا۔ لی یان کا پورا وجود کسی خزاں رسیدہ پتے کی مثل کانپ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، اس ایک لمحے کی تلاش میں وہ صدیوں کا سفر کرکے مجھ تک پہنچی ہو!

ڈیپارچر لاؤنج میں بغل گیری کے ایسے مناظر ایک عام سی بات ہے لیکن ہمارے معاملے میں یہ عام سی بات چن سیان کے لیے بہت خاص ہوگئی تھی۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ہو، لوگ اپنے پیاروں کو رخصت کرنے کے لیے ائرپورٹ تک آتے ہی ہیں اور اپنے اپنے کلچر کے مطابق، محبت کا مظاہرہ کرکے انہیں الوداع کہتے ہیں، اس حوالے سے ہمارا معانقہ وہاں موجود افراد کی توجہ کا طالب نہیں تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بعض مشرقی جوڑوں کو باقاعدہ بوس وکنار کرتے دیکھا تھا، میں تو پھر بھی یورپی مسٹر چارلس تھا!

جب یہ معانقہ کچھ زیادہ ہی طویل ہوگیا تو مجھے اپنے عقب میں کسی کے کھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی میرے سماعت تک یہ الفاظ بھی پہنچے۔

''چارلس! تمہیں دیر ہورہی ہے۔'' میں نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پہچان لیا، وہ چن سیان تھا'' چیک ان ہونے کا وقت ہوگیا ہے۔''

میں نے لی یان سے الگ ہوکر الوداعی مصافحہ کیا اور چن سیان کی'' فرمائش'' کے مطابق جلدی سے چیک ان ہوگیا۔ پھر مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد میں ملائشیا ائرلائنز کی اس طیارے میں آبیٹھا جو مجھے لہاسا سے لندن لے جانے والا تھا۔

بورڈنگ میں مجھے کافی وقت گزارنا پڑا تھا اور وہیں بیٹھے میں نے سانس کی اس مشق کی پریکٹس بھی کی تھی جو چنگ فو نے میرے لیے تجویز کی تھی، یہ جسم سے باہر سانس روکنے کی ایک کٹھن مشق تھی۔ اس نوعیت کی بریدنگ مہایوگی اور ہائی لاما اپنے معمولات میں رکھتے ہیں۔ مجھے بھی یہی طریقہ اپنانا تھا ورنہ زندگی کی بے سمت اور بے ہنگم دوڑ مجھے کسی ایک جگہ پر رکنے کی مہلت نہیں دیتی تھی کہ میں باقاعدہ کوئی مشق یا ایکسرسائز کرسکوں۔

میں نے بورڈنگ میں بیٹھے بیٹھے وقفے وقفے سے لگ بھگ آدھا گھنٹا یہ پریکٹس کی جس کے نتیجے میں مجھے اپنا بدن ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔ روح میں تازگی سی بھر گئی اور یوں لگا جیسے میرے دماغ کو کسی قلعی گر کے ہاتھوں نے ایک نیا لک دے دیا ہو۔ سانس روکنے کا یہ طریقہ مشکل ضرور تھا لیکن اس کے ساتھ ہی بے پناہ سود مند بھی تھا۔ اس سے گزرنے کے بعد حاصل ہونے والی آسودگی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں!

ٹھیک چھے بجے شام طیارے کے ٹیک آف کا اعلان کیا گیا۔ گانگر ائرپورٹ شاید دنیا کا سادہ ترین ائرپورٹ ہے۔ ایک تنگ سی تارمک اسٹرپ.....اور بس!

ٹیک آف کے بعد جیسے ہی فلائٹ ہموار ہوئی، میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ ظاہرہ آنکھیں بند ہوتے ہی میں نے اپنی باطنی آنکھ یعنی تھرڈ آئی کو وا کیا اور اس کے سامنے اپنی رگِ جان کے نقوش کو ابھارا۔ اگلے ہی لمحے میں نے ساحل کے ماحول میں جست لگانے کی کوشش کی۔

یہ کوشش ناکام ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے تاریکی میں کسی پتھریلی دیوار سے سر ٹکرا دیا ہو۔ اسی وقت میں نے جو کھانگ ٹیمپل کے چیف لاما چنگ فو رن پوشی کی ہدایت کے مطابق، جسم سے باہر سانس روک لی اور ایک مرتبہ پھر ساحل کے ماحول کے بند دروازے پر دستک دی۔

دوسری ناکامی کے بعد تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی..... اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ میں جسم سے باہر سانس روک کر کوشش کرتا رہا اور اس لمحے جب میرا دم اکھڑنے ہی والا تھا، میں ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامران ہوگیا۔

یہ کامرانی نہایت ہی مختصر ثابت ہوئی اور ساحل کا ماحول بگل کے مانند میری تیسری آنکھ کے سامنے جل کر بجھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ٹھسکا لگا اور میں مسلسل کھانسنا چلا گیا۔

یہ ٹھسکا اور کھانسی دم گھٹنے کے سبب تھی۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ اسی وقت ایک ائرہوسٹس میرے لیے پانی کا گلاس لے کر آگئی۔ وہ مذکورہ گلاس میری سمت بڑھاتے ہوئے بولی۔

''پلیز سر!'' اس کے اس مختصر سے جملے میں گہرا خلوص اور ہمدردی شامل تھی۔

میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا'' نو تھینکس!''

''سر! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' وہ کچھ زیادہ ہی نرس بن رہی تھی۔

اگر مجھے پانی کی ضرورت محسوس ہوتی تو دو چار گھونٹ ضرور لے لیتا۔ ایسی کوئی بات تھی اور نہ ہی میری طبیعت کو کچھ ہوا تھا لہٰذا میں نے دوٹوک انداز میں ائرہوسٹس سے کہہ دیا۔

''آئی ایم او کے!''

وہ گلاس لے کر خاموشی سے واپس چلی گئی۔ میں اپنی کھانسی اور ٹھسکے کی وجہ جانتا تھا۔ میں کافی دیر تک جسم سے باہر سانس روکے رہا تھا۔ میں اسے شعبے میں ابھی نیا نیا تھا۔ پہلے جو کھانگ ٹیمپل میں' ایسی کوشش کے دوران میں چیف لامارن پوشی نے میرا'' ہاتھ'' بٹایا تھا اسی لیے میں ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہا تھا لیکن جب میں نے اپنی مدد آپ کے تحت یہی کوشش کی تو لمحاتی کامیابی ملتے ہی میری سانس اکھڑ گئی تھی' بہرحال میرے لیے یہ تجربہ خاصا حوصلہ افزا ثابت ہوا تھا۔

اس بات کا تو مجھے یقین ہوگیا کہ میں ساحل کے ماحول کو چھو سکتا ہوں۔ اگر میں سانس روکنے کی پریکٹس جاری رکھوں تو اس شعبے میں اپنی استعداد کو بڑھا سکتا تھا۔ یہ ہوائی سفر کئی گھنٹوں پر محیط تھا۔ میں نے اپنے دل میں اٹل فیصلہ کرلیا کہ لندن کے ائرپورٹ پر اترنے سے پہلے میں جسم کے باہر اتنی دیر کے لیے سانس روکنے کی پریکٹس کرلوں گا جو ساحل کے ماحول میں پوری طرح اترنے کے لیے ضروری ہے۔

انسان اگر خلوصِ نیت سے کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرلے اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے محنت بھی کرے تو مثبت سود مند نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ میں'' چی'' کی بیداری کے سلسلے میں'' پرانایم'' کی اسٹروک بریدنگ ایکسرسائز کرتا رہا تھا اس لیے بھی مجھے زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تین گھنٹے کی وقفے وقفے دار پریکٹس کے بعد میں حیرت انگیز طور پر لگ بھگ پانچ منٹ تک سانس روکنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ دقفہ ہر مرتبہ مختلف ہوتا اور میں نے نوٹ کیا کہ میں تین منٹ تک بہ آسانی اور چھے منٹ تک بہ دقت تمام سانس روک پا رہا تھا۔ یہ ایک حوصلہ افزا اور خوشی کی بات

تھی۔

اس خوش گوار کامیابی کے بعد میں آنکھیں بند کیے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھا گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ جب سینے کا تنفس توازن اور قابو میں آیا تو میں ایک نئے عزم کے ساتھ اپنے کام میں جت گیا۔

کہتے ہیں' مایوسی اور کامیابی کے درمیان ایک بال کے برابر فاصلہ ہوتا ہے۔ بال سے اس طرف کھڑا آدمی مایوس ہوکر یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں' وہ فیل ہوگیا لیکن جو پُرعزم اور محنتی افراد اپنا قدم نکال کر اس بال کو پھلانگ جاتے ہیں' دوسری جانب قدم پڑتے ہی کامیابی ان کی پابوسی کے لیے سربسجود ہوجاتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے' کسی بھی مرحلے پر حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے۔ اگر آپ مقصد سے چپک کر سرتوڑ کوشش کرتے رہیں تو کامیابی یقینی ہوجاتی ہے۔

میں بھی دھن کا پکا اور لگن کا سچا تھا۔ جب تک ٹیکنالوجی میرے ہاتھ نہیں آئی تھی' میں بے سمت اپنی سی کوشش کررہا تھا لیکن چنگ فورن پوشی نے مجھے کام کا جو نکتہ سمجھایا تھا اس نے میری مشکل کو آسان بنادیا تھا۔

میں نے بھرپور عزم اور پختہ ارادے کے ساتھ ایک مرتبہ پھر ساحل کو ٹرائی کیا اور اس دفعہ بڑے والہانہ انداز میں کامیابی نے میرا استقبال کیا۔ ساحل کے نقش ونگار کو ذہن میں اجاگر کرنے سے پہلے ہی میں نے سانس کو جسم کے باہر روک لیا تھا۔ اس بار پہلی ہی کوشش میں' میں اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ اسی بیڈروم میں موجود تھی جہاں میں نے آخری کامیاب کوشش کے نتیجے میں دیکھا تھا۔ وہ اس وقت جاگ رہی تھی تاہم بیڈ پر چت لیٹی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ بیڈروم کی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت اسرائیل کی مقامی گھڑیوں میں سہ پہر کے پانچ بجے تھے۔ میں ساحل کے ماحول پر غور کررہا تھا کہ مجھے اپنے دم میں گھٹن کا احساس ہوا۔ میرے زیادہ سے زیادہ جسم سے باہر سانس روکنے کی مدت پوری ہورہی تھی۔ اس موقع پر اچانک مجھے ایک نیا تجربہ کرنے کی سوجھی۔

میں نے ساحل کے ماحول میں رہتے ہوئے آہستہ آہستہ سانس لینے کی کوشش کی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے لینڈنگ سے پہلے کسی بھی ہوائی جہاز کے مسافروں کو محسوس ہوتا ہے۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ میں اس وقت جس طیارے میں سفر کررہا تھا' اس نے ڈیسینڈنگ شروع کردی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھلتے ہی میری پریشانی دور ہوگئی۔ طیارے کی پرواز متوازن اور ہموار تھی۔ اکثر مسافر سونے کی تیاری کررہے تھے۔ گویا وہ طیارہ اس وقت لینڈنگ کررہا تھا اور نہ ہی دور دور تک اس کا ایسا کوئی ارادہ تھا۔ میں ان لمحات میں جس نئے تجربے سے گزرا تھا' ذرا غور کیا تو اس کی وجہ سمجھ میں آگئی۔

دم گھٹنے کی سی کیفیت کا شکار ہونے سے بچنے کے لیے میں نے سانس لینے کی کوشش کی تھی۔ اسی کوشش کے نتیجے میں وہ ساری گڑبڑ پھیلی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا میرا تجربہ ابھی پختہ نہیں ہوا تھا' میرے لیے مزید اور مزید پریکٹس ازحد ضروری تھی تاہم اس حقیقت نے میرے ذہن ودل کو مسرت سے بھر دیا کہ چنگ فو کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے میں اپنی ساحل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہا تھا اور اس سے بھی کہیں زیادہ کامیاب ہوسکتا تھا۔

سانس روک کر کسی کے ماحول میں پہنچنے کا معاملہ صرف ساحل تک محدود تھا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے میں پرانایم کی زیادہ سے زیادہ پریکٹس کرسکتا تھا۔ لی یان کے ساتھ چونکہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا اس لیے میں اس کے خال وخط کو ذہن میں لاتے ہی' پلک جھپکتے میں اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

لہاسا (تبت) کے مقامی وقت کے مطابق' وہاں رات کے نو بج رہے ہوں گے۔ میں نے تصور کی آنکھ سے لی یان کو ایک بالکل مختلف کمرے میں پایا۔ یہ کمرا مربع شکل کا ایک قدرے چھوٹا کمرا تھا جس میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک بستر پر فلپائنی حسینہ لی یان لیٹی تھی اور دوسرے بستر پر کوئی گوری عورت موجود تھی۔ وہ دونوں خاموش آنکھیں بند کیے اپنے اپنے بستر پر پڑی تھیں۔ صاف نظر آتا تھا وہ سونے کی کوشش میں ہیں یا سو چکی ہیں۔ چن سیان کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کمرے کے گمبھیر اور سناٹا دار ماحول میں موجود رہا پھر آنکھیں کھول کر تھرڈ آئی کو آف کردیا۔ اسی لمحے ایک خیال بڑی سرعت کے ساتھ میرے ذہن سے گزرا۔

مجھے چن سیان کی خبر لینا چاہیے!

یہ خیال آتے ہی میں نے تیسری آنکھ کی چھلانگ لگائی اور پلک جھپکتے میں چن سیان کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اگلے لمحے مجھے واپسی کی راہ اختیار کرنا پڑی۔ چن سیان اس وقت جس حالت میں دکھائی دیا اسے دیکھنا اور بیان کرنا اخلاقیات کے منافی ہے۔ لگتا تھا' چنگ فو نے میری نگرانی کا فریضہ سونپ کر چن سیان کو بھی عارضی ہجر کی آزمائش سے گزارا تھا۔ روزگار کی غرض سے' بیرون ملک قیام پذیر افراد چار سال بعد جب چند روز کی چھٹی پر اپنے ملک واپس آتے ہیں تو ان کے رویے میں بھی ایسی ہی تندی اور ولولہ پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بڑے جوش اور محبت سے پیش آتے ہیں!

چن سیان کے ماحول سے نکلا تو مجھے چنگ فو کی یاد آگئی۔ دل میں خواہش مچلی کہ اگر میں اس وقت تھرڈ آئی کے ذریعے جوکھانگ ٹیمپل میں گھوم پھر رہا ہوں تو کیوں نہ وہاں کے کرتا دھرتا چیف لاما چنگ فورن پوشی کو بھی ایک نگاہ جھانک لوں!

میں نے آنکھیں بند کرکے چنگ فو کے ماحول میں چھلانگ لگائی لیکن اگلے ہی لمحے تصور کا پرندہ پھڑ پھڑا ز مین بوس ہوگیا۔ میں نے تھوڑے توقف سے ایک مرتبہ پھر ٹرائی کی اور نتیجہ صفر کے برابر آمد ہوا۔ اس کے بعد میں نے چنگ فو کی بتائی ہوئی ترکیب اسی پر آزمانے کا ارادہ کیا اور جسم سے باہر سانس روک کر اس کے ماحول کو اپنی دسترس میں لینے کی کوشش کی۔

سانس ختم ہوگئی لیکن رن پوشی کا ماحول میری تھرڈ آئی کی گرفت میں نہ آسکا۔ اس ناکامیابی سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ بلی واقعی شیر کی استانی خالہ ہوتی ہے۔ وہ اسے ہزار ہنر سکھانے کے باوجود بھی یہ نہیں سکھاتی کہ درخت پر کیسے چڑھا جاتا ہے۔ چنگ فو نے مجھے ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کا گر تو سمجھا دیا تھا لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ میں اس کے ماحول کی راہ میں اگر کوئی رکاوٹ یا دشواری محسوس کروں تو اسے کیوں کر دور کرسکتا ہوں!

اچانک میرا ذہن سوچنے لگا..... یہ میں کس قسم کی باتوں میں پڑ کر اپنے ذہن کو الجھا رہا ہوں۔ میں جتنے خاص مشن کے لیے نکلا ہوں اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ میں ہر طرف سے دھیان ہٹا کر صرف اور صرف اپنے ''کاز'' پر توجہ دوں۔ میرا کاز دیگر تمام معاملات سے زیادہ اہم ہے۔

میں یہ محسوس کیے بنا نہ رہ سکا کہ یہ خیالات میری مرضی سے ذہن میں نہیں آئے بلکہ ان کی تحریک کسی اور سمت سے ہوئی..... اور اس سمت کا تعین کرنے میں بھی مجھے کسی وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جوکھانگ ٹیمپل کا چیف لاما اس وقت میرے ذہن سے چھیڑ چھاڑ کررہا تھا۔ میں ایک خاص زاویے سے چونکہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا' میں اس ڈگر پر سوچتا چلا جاؤں۔ ایک بات کا مجھے یقین ہوگیا کہ چنگ فو دیگر ماورائی علوم کے علاوہ ٹیلی پیتھی بھی جانتا تھا!

میرے ذہن میں ڈالے جانے والے خیالات اگرچہ چنگ فو کے رہینِ منت تھے لیکن ذاتی طور پر میں بھی ان سے اتفاق کرتا تھا اس لیے ذہن سے ہر قسم کی سوچ کو جھٹک کر میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا نہیں طیارے سے نکلنے کے بعد زندگی کے کون کون سے ہنگاموں سے میرا واسطہ پڑتا اس لیے عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ جتنا بھی وقت ہاتھ آرہا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ نیند پوری کرلی جائے۔

اس فیصلے پر پہنچنے کے چند لمحات بعد میں گہری نیند میں ڈوب چکا تھا۔

☆☆☆

ملائشیا ائرلائنز کے طیارے نے مقررہ وقت پر لینڈنگ کی۔

مسٹر ہیرالڈ تھامس میرے استقبال کے لیے ائرپورٹ پر موجود تھا۔ وہ مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر ایک اپارٹمنٹ میں لے آیا۔ مذکورہ اپارٹمنٹ لندن کے پُرسکون اور پوش علاقے میں واقع تھا۔ اس اپارٹمنٹ میں پہلے سے کوئی موجود نہیں تھا۔ اندر آنے کے بعد ہیرالڈ تھامس نے مجھے سٹنگ روم میں بٹھایا اور فون پر کسی سے رابطہ کرکے اسے مختلف قسم کی ہدایات دیتا رہا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

''مسٹر وجدان!'' اس نے مجھے میرے اصل نام سے پکارا ''اس اپارٹمنٹ میں تمہیں سات سے آٹھ گھنٹے گزارنا ہیں۔ اس دوران میں تمہیں بہت سے کام کرنا ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد اصلی یوسف الظاہری اپنی گرل فرینڈ صوفیہ کے ساتھ یہاں پہنچنے والا ہے۔ تم ان دونوں سے گپ شپ کرکے اپنے ذہن میں موجود الجھنوں اور سوالات کو حل کرسکتے ہو۔ اس کے بعد میک اپ کا ماہر ایک شخص تمہیں یوسف الظاہری بنائے گا۔ وہ شخص میرے لیے انتہائی قابلِ اعتماد ہے۔ تمہیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ تمہارے اور اصلی یوسف الظاہری کے جثوں میں تھوڑا فرق ہے لیکن خیر' اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیا جائے گا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں بہت مصروف رہتا ہوں' تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ البتہ جب تم ائرپورٹ کے لیے روانہ ہونے

والے ہو گے تو میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔ میں خود تم دونوں کو سی آف کرنے جاؤں گا۔ تمہارے ذہن میں اگر کوئی الجھن ہو تو بتاؤ؟''

''مسٹر تھامس! الجھن تو کوئی نہیں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''صرف اتنا بتا دیں کہ میرے اس مشن کے دوران میں یوسف الظاہری کہاں رہے گا یعنی اصلی یوسف الظاہری؟''

''شاید تمہیں چیف لاما نے بتایا ہو کہ یوسف الظاہری سے میرے گہرے دوستانہ مراسم ہیں۔'' وہ بڑے رسان سے بولا تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ کچھ اور آگے بڑھا۔

''میں یوسف الظاہری سے جو بھی کہہ دوں گا وہ انکار نہیں کرے گا۔ تمہارے مشن کے دوران میں وہ یہیں لندن ہی میں قیام کرے گا البتہ میری کوشش یہ ہو گی کہ وہ منظر عام پر آنے کی کم سے کم کوشش کرے۔ اسے زیادہ وقت گھر کے اندر گزارنا ہو گا۔ میں تمہارے ذہن میں موجود خدشات کو سمجھ رہا ہوں اسی لیے یہ وضاحت کر دی ہے۔ اب تو تم مطمئن ہو گئے ہو گے؟''

میں نے جواب میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ متعلقہ معاملات کے بارے میں مجھے چھوٹی بڑی اہم باتیں بتانے لگا۔ ان میں سے زیادہ تر نکتے میرے لیے نہایت ہی مفید تھے۔

ہیرالڈ تھامس کی حرکات وسکنات میں ایک خاص قسم کی عجلت پائی جاتی تھی اور انداز پروفیسرز جیسا تھا۔ میں نے محسوس کیا' وہ ایک نفیس اور وضع دار شخص تھا۔ اس کی شخصیت اور دراز قامتی نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ ہالی وڈ کے اداکار شان کونری سے بڑی گہری مشابہت رکھتا تھا۔

میں ایک طرف تو ہیرالڈ تھامس کی باتوں کے جواب میں ''ہوں ہاں'' کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی دوسری جانب جسم سے باہر سانس روکنے کی پریکٹس بھی جاری تھی۔ چنگ فو نے مجھے ایسا مفید نکتہ بتا دیا تھا کہ مجھے اٹھتے بیٹھتے کی ایک تفریحی مصروفیت ہاتھ آ گئی تھی اور شغل شغل کے اس کام میں' میں بہت انجوائے کر رہا تھا۔

ہم باتوں میں مصروف ہی تھے کہ ایک شخص اس اپارٹمنٹ میں پہنچا۔ وہ ایک پستہ قامت اور عمر رسیدہ شخص تھا۔ ہیرالڈ تھامس نے اس کا تعارف کراتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ مسٹر جوزف تھا اور مجھے وجدان سے یوسف الظاہری بنانے آیا تھا۔ میک اپ کا ماہر جوزف ایک خاموش طبع اور سنجیدہ شخص تھا۔

جوزف کی آمد پر ہیرالڈ تھامس سٹنگ روم سے اٹھ کر اپارٹمنٹ کے کسی اندرونی کمرے کی جانب چلا گیا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ ایک چھوٹا سا بریف کیس نما باکس ہاتھوں میں اٹھائے دوبارہ سٹنگ روم میں نمودار ہوا۔ اس دوران میں میرے اور جوزف کے درمیان ایک جملے کا تبادلہ بھی نہ ہوا۔ ہم دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ میں نہیں جانتا تھا' جوزف اس وقت کیا سوچ رہا ہو گا البتہ میرا کام ایسے مواقع پر صرف اور صرف اتارہ گیا تھا کہ سانس روکنے کی زیادہ سے زیادہ پریکٹس کروں۔

ویسے یہ بندہ جوزف مجھے بڑا عجیب لگا تھا۔ جب تھامس اس کا تعارف کرا رہا تھا تو اس وقت بھی اس بندۂ خدا نے اپنی زبان سے ایک لفظ ادا کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہیں وہ گونگا نہ ہو!

ہیرالڈ تھامس نے وہ چھوٹا سا بریف کیس کھول لیا اور اس میں سے چند تصاویر باہر نکالیں۔ وہ بڑے سائز میں بنی ہوئی ایک ہی شخص کی تصویریں تھیں۔ تھامس نے وہ تصاویر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس مرتبہ جوزف کی موجودگی کے باعث اس نے مجھے نام سے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''یہ یوسف الظاہری کے فوٹو گراف ہیں!''

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ان فوٹو گراف کو بہ غور دیکھنے لگا۔ وہ تمام تصاویر کلوز اپ تھیں اور مختلف زاویوں سے بنائی گئی تھیں۔ ایک بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی کہ یوسف الظاہری کے چہرے کی ہڈیوں کی ساخت بڑی حد تک مجھ سے ملتی جلتی تھی۔ مسٹر ہیرالڈ تھامس نے بہت سوچ سمجھ کر یوسف الظاہری کا انتخاب کیا تھا۔ جوزف کو مجھے یوسف الظاہری بناتے ہوئے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

مجھ سے وہ فوٹو گراف لے کر تھامس نے جوزف کو دے دیے اور کہا ''تم ان تصاویر کو دیکھتے ہوئے اپنی تیاری شروع کر دو۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ شخص یہاں پہنچنے والا ہے۔''

جوزف نے چٹاخ بھر کی زبان کو حرکت دینے کے بجائے تین سیر کے سر کو اثبات میں جنبش دی اور واقعی اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کی اس ''ادا'' نے میرے اس یقین کو اور بھی پختہ کر دیا کہ وہ قوتِ گویائی سے محروم ہے!

تھوڑی دیر کے بعد اصلی یوسف الظاہری بھی اس اپارٹمنٹ میں پہنچ گیا۔ وہ اکیلا ہی آیا تھا اور اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ ہیرالڈ تھامس مجھے بتا چکا تھا' وہ اپنی گرل فرینڈ

صوفیہ کے ساتھ آنے والا ہے۔ میں نے سوالیہ نظر سے تھامس کو دیکھا لیکن کسی قسم کا کوئی استفسار نہ کیا۔ وہ میرے ذہن کی الجھن کو فوراً سمجھ گیا' میری طرف دیکھتے ہوئے اس نے نفی کے انداز میں گردن ہلائی اور یوسف الظاہری سے کھسر پھسر کرنے لگا۔

پانچ منٹ کے بعد تھامس نے انکشاف انگیز لہجے میں مجھے بتایا ''صوفیہ کو یہاں پہنچنے میں دو سے تین گھنٹے لگیں گے۔ اس دوران میں جوزف تمہارے چہرے پر کام مکمل کر لے گا۔''

میں نے کہا ''ٹھیک ہے' میں اس حوالے سے بالکل تیار بیٹھا ہوں۔''

تھامس نے مجھے اور یوسف الظاہری کو الگ کمرے میں بلایا اور ہم سے نہایت ہی اہم امور پر گفتگو کی۔ اس نے مجھے یوسف کی عادات واطوار' نشست برخاست اور دیگر رویوں کے بارے میں تفصیلاً بتایا اور آخر میں کہا۔

''وجدان! میں تمہیں یوسف کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم اس سے گپ شپ لگاؤ اور تمہارے ذہن میں اگر کسی بھی قسم کا سوال ابھرے تو اس سے ضرور پوچھو۔ یوسف میرا قابل اعتماد دوست ہے۔ یہ تمہیں کسی بھی حوالے سے مایوس نہیں کرے گا۔ میں اسی وقت لوٹوں گا جب تمہاری یہاں سے رخصتی میں چند منٹ باقی رہ جائیں گے۔ او کے!''

''او کے!'' میں نے بھی اسی کے انداز میں کہا ''لیکن میرے ذہن میں بعض ایسے سوال ہیں جن کے جوابات صرف اور صرف تم ہی دے سکتے ہو! بعد میں اتنا وقت نہیں مل سکے گا۔''

''ہاں ہاں پوچھو۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا ''میں تمہاری تسلی کرنے کے بعد ہی روانہ ہوں گا۔''

میں نے پوچھا ''کیا صوفیہ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا گیا ہے؟''

''میں تمہارے سوال کی تہ تک پہنچ گیا ہوں۔'' تھامس نے آہستگی سے سر کو اثباتی جنبش دی ''صوفیہ اور یوسف میرے لیے اتنے ہی قابل بھروسا ہیں جیسے تم چنگ فو کے لیے لہٰذا تمہیں کسی بھی حوالے سے ذہن کو الجھانے کی ضرورت نہیں۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''صوفیہ کو میں نے اس سلسلے میں مکمل بریفنگ دے دی ہے کہ اسے ایک ڈی یوسف الظاہری کے ہمراہ لندن سے مصر اور مصر سے اسرائیل تک کون سا رول پلے کرنا ہے۔ وہ بہت ہی متعاون لڑکی ہے۔ مجھے امید ہے' وہ اپنے کردار کو بڑی خوبی سے نبھالے گی۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ صوفیہ اچھی خاصی اردو بول اور سمجھ لیتی ہے۔''

''اوہ..... کیا واقعی؟'' میں نے شدت حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

وہ بولا ''ہاں واقعی..... لیکن یوسف الظاہری کی حیثیت میں' تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ وہ اردو زبان سے نابلد ہے۔ ہنزہ ویلی سے تعلق اور پاکستان کے حوالے سے صوفیہ اردو کا استعمال جانتی ہے۔ لہٰذا جب بھی تمہیں صوفیہ سے اردو میں بات کرنا ہو تو یہ ضرور دیکھ لینا کہ یوسف الظاہری کا کوئی جاننے والا آس پاس نہ ہو۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟''

اس نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا تو میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''تم یوسف سے تبادلۂ خیالات کرو۔ یہ تمہیں اپنے اور صوفیہ کے بارے میں تفصیلاً بتا دے گا۔''

''تبادلۂ خیالات تو میں کروں گا ہی۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''ابھی تم نے یوسف کے جاننے والوں کا ذکر کیا ہے' اس حوالے سے میرے ذہن میں ایک اہم سوال ابھرا ہے۔''

میں لمحے بھر کو متوقف ہوا تو ہیرالڈ تھامس گہری سنجیدگی سے مجھے تکنے لگا۔ میں نے اس کی سوالیہ نظر کے جواب میں کہا ''چنگ فو نے مجھے بتایا تھا کہ مصر پہنچ کر قاہرہ میں مجھے یوسف کے ایک دوست السید مبارک الحسینی سے ملنا ہو گا جو کسی ٹور اینڈ ٹریپ ٹریول کمپنی میں کام کرتا ہے۔ غالباً مذکورہ ٹریول کمپنی کا نام ''کانکیکی'' ہے!''

''ہاں۔ اس کمپنی کا نام کانکیکی ہی ہے۔'' تھامس نے تائیدی انداز میں گردن ہلائی۔

میں نے پوچھا ''کیا السید مبارک الحسینی یہ بات جانتا ہے کہ یوسف الظاہری کے روپ میں کوئی اور شخص اس سے ملنے آئے گا؟''

''نہیں!'' تھامس نے دوٹوک انداز میں اپنے سر کو منفی جنبش دی ''مبارک الحسینی سے ڈیل کرتے ہوئے تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ یوسف کی کاپی کرنا ہے۔ اس سلسلے میں یوسف تمہیں ضروری بریفنگ دے گا۔ میرے خیال میں تمہارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہو گا!''

یوسف الظاہری نے کہا ''تھامس! تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ میں وجدان کو تمام ضروری باتیں سمجھا دوں گا۔''

''ایک آخری سوال!'' میں نے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے

ڈرامائی انداز میں کہا۔ یوسف اور تھامس متعجب نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے تھامس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا ''کیا یہ جوزف قوتِ گویائی سے محروم ہے؟''

تھامس زیرِلب مسکرانے لگا پھر بولا ''جوزف ایک سچا فن کار ہے! ابھی جب وہ تمہارے چہرے پر کام کرے گا تو تمہیں اس کے فن کا بہ خوبی اندازہ ہوجائے گا اور..... یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہوگی کہ ایک اور جینئل آرٹسٹ لازماً موڈی ہوتا ہے۔ وہ خود کو فن کا خدا سمجھتا ہے یہی معاملہ جوزف کا بھی ہے۔ اکثر فن کار بددماغ ہوتے ہیں اور یہ بددماغی مختلف زاویوں سے جھلکتی ہے۔ ہر آرٹسٹ کا اپنا منفرد زاویہ ہوتا ہے۔ جوزف کا موڈ و مزاج اور بددماغی ''چپ'' میں ڈھل گئی..... ایک مسلسل چپ! بہت ہی کم لوگوں نے اسے بولتے ہوئے سنا ہوگا۔'' وہ تھوڑا متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''جوزف کچھ وقت تمہارے ساتھ بھی گزارے گا۔ ممکن ہے تم بھی ان خوش قسمت افراد کی فہرست میں شامل ہوجاؤ جنہوں نے جوزف کی زبان کو زحمت فرماتے دیکھا ہے!''

''مجھے اس بات کی کوئی امید تو دکھائی نہیں دے رہی!'' میں نے سچے دل سے کہا۔

اس کے بعد ہیراللہ تھامس مجھے یوسف الظاہری کے حوالے کرکے اپارٹمنٹ سے رخصت ہوگیا۔

یوسف الظاہری قد و قامت میں مجھ سے آدھ پون انچ کم ہوگا البتہ اس کا وزن مجھ سے کم از کم پندرہ پاؤنڈز زیادہ تھا۔ اس کا جسم قدرے مائل بہ فربہی تھا لیکن یہ اتنا نمایاں فرق نہیں تھا تو پہلی نظر میں آنکھ میں کھٹک جائے۔ اس کی عمر مجھ سے آٹھ دس سال زیادہ ہی تھی لیکن ظاہر ہے یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔

ہم دونوں میک اپ ماسٹر جوزف کے پاس پہنچ گئے اور اس نے یوسف الظاہری کی موجودی میں مجھے یوسف الظاہری بنانا شروع کردیا۔ اس دوران میں اس کے ہاتھ مسلسل مصروفِ عمل رہے مگر اس بندۂ خدا نے منہ سے ایک لفظ ادا کرنے نہیں دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' اس نے منہ میں اچھی خاصی گھنگنیاں بھر کر چپ سادھ لی ہو۔ بہت زیادہ پان کھانے والوں کے ساتھ بھی کم و بیش ایسی ہی صورتِ حال پیش آتی ہے' ان کا منہ ہمہ وقت پان کے مغلوبے سے بھرا رہتا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ دوسروں کے سوالات کے جواب میں بے ہنگم ''اوں آں'' ضرور کرتے رہتے ہیں۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی کاری محنت کے بعد جوزف نے مجھے یوسف الظاہری بنادیا۔ آنکھوں کا رنگ میچ کرنے کے لیے کانٹیکٹ لینس استعمال کیے گئے اور میرے بالوں کے گھنگریالے کرکے اسے نئے اسٹائل سے روشناس کرایا گیا۔ اصلی یوسف الظاہری کے بال ''اسپائس اسٹائل'' میں سیٹ تھے۔ میرے مختصر بالوں میں جیل لگا کر انہیں بھی مذکورہ اسٹائل دے دیا گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جوزف خاموشی سے اٹھا اور ہمیں ''ٹاٹا'' کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوگیا۔

میں یوسف الظاہری کے ساتھ سٹنگ روم میں بیٹھ کر اہم امور پر گفتگو کرنے لگا۔ اس نے بڑی وضاحت سے مجھے بتایا کہ مصر (قاہرہ) میں یوسف الظاہری کی حیثیت سے مجھے کن کن باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا ہوگا۔ اس دوران میں' میں اس کے لب و لہجے انداز و اطوار اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لینے کے بعد انہیں ذہن نشین کرتا چلا گیا۔ مجھے اس کے روپ میں ایک اہم کردار ادا کرنا تھا اس لیے بھی گہرے مشاہدے کی ضرورت تھی۔ یوسف نے مجھے ہر حوالے سے مطمئن کردیا۔

آدھے گھنٹے بعد ہیراللہ تھامس لوٹ آیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے قبل از وقت اپنی آمد کی وضاحت کردی ''میں جس ضروری کام سے گیا تھا' وہ کچھ جلدی ہی نمٹ گیا اس لیے سوچا تم لوگوں کے پاس آجاتا ہوں۔'' پھر وہ ہمارے اوپر سے اپارٹمنٹ میں نگاہ دوڑاتے ہوئے تشویش ناک انداز میں مستفسر ہوا۔

''صوفیہ دکھائی نہیں دے رہی۔ کیا وہ ابھی تک پہنچی نہیں؟''

ہم نے اسے بتایا کہ وہ واقعی نہیں پہنچی اور ہم بھی بڑی شدت سے اس کا انتظار کررہے ہیں۔

''پتا نہیں' یہ کہاں رہ گئی؟'' وہ اپنی جیب میں سے سیل فون برآمد کرتے ہوئے بولا ''میں اسے موبائل پر چیک کرتا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد تھامس کا صوفیہ سے رابطہ ہوگیا۔ مختصر گفتگو کے بعد تھامس نے سیلولر رابطہ موقوف کردیا اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولا ''وہ دس منٹ میں پہنچ رہی ہے۔''

ہم نے..... خصوصاً میں نے اطمینان کی سانس لی۔ صوفیہ کو میرے ساتھ لندن سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسرائیل تک سفر کرنا تھا اور ہماری روانگی میں اب زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا۔

یوسف الظاہری نے کہا ''مجھے ایک شرارت سوجھ رہی ہے۔ اگر آپ دونوں میرا ساتھ دینے کو تیار ہو تو صوفیہ کو بے

وقوف بنایا جاسکتا ہے۔'' ایک لمحے کے توقف سے وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا ''یہ دراصل اس کے لیے ایک امتحان بھی ہوگا!''

''کہو' تمہارے ذہن میں ایسا کون سا آئیڈیا آیا ہے؟'' تھامس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

وہ بولا ''اس وقت وجدان بھی یوسف الظاہری بنا بیٹھا ہے۔ صوفیہ کے سامنے یہ سوال رکھا جائے کہ ان..... یعنی ہم میں سے اصلی یوسف الظاہری کون ہے!''

''آئیڈیا اچھا اور خاصا تفریحی ہے۔'' میں نے سراہنے والے انداز میں کہا۔ اس دوران میں ہمارے درمیان اچھی خاصی بے تکلفی قائم ہوچکی تھی۔ میں نے اپنی بات کو دراز کرتے ہوئے کہا ''لیکن تمہارے خیال میں وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوجائے گا یا ناکام؟''

''مجھے پورا یقین ہے' مجھے تو وہ فوراً ہی شناخت کرلے گی۔'' وہ پُروثوق لہجے میں بولا۔

میں نے کہا ''یوسف! میرے ذہن میں تمہارے آئیڈیا سے بھی کہیں اونچا آئیڈیا آیا ہے۔ اگر تم لوگ میرے آئیڈیا کو آزمانے کے لیے تیار ہوجاؤ تو صوفیہ کے ساتھ ساتھ میری کارکردگی کا بھی امتحان ہوجائے گا۔ آپ اسے ایک ٹیسٹ کیس سمجھ لو۔''

''تمہارے ذہن میں ایسا کون سا اچھوتا آئیڈیا کلبلایا ہے؟'' یوسف نے مجھ سے پوچھا۔

ہیراللہ تھامس بڑی دلچسپی سے ہمارے باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اضطراری لہجے میں کہا ''تم لوگوں کو جو کچھ بھی کرنا ہے فوراً کرڈالو۔ صوفیہ کے یہاں پہنچنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔''

میں یوسف کی جانب متوجہ ہوگیا اور پوچھا ''کیا صوفیہ جانتی ہے کہ تم نے یہ لباس پہن رکھا ہے؟'' بات ختم کرتے ہی میں نے اس کے پہناوے کی طرف اشارہ بھی کردیا۔

''نہیں!'' اس نے نفی میں گردن ہلائی ''ہمیں ایک ساتھ آنا ضرور تھا لیکن صوفیہ میرے ڈریس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میرے پاس آنے سے پہلے سے اس کے اسکیجیول میں تھوڑی تبدیلی آگئی تھی۔''

''بس' تو پھر ٹھیک ہے۔'' میں نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''جب صوفیہ اس اپارٹمنٹ کی گھنٹی بجائے گی تو میں اسے ریسیو کرنے کے لیے دروازے تک جاؤں گا۔'' میں نے اپنے آئیڈیا کی تفصیل سے انہیں آگاہ کیا ''میں اس کے سامنے پہنچ کر یہی ظاہر کروں گا کہ اصلی یوسف الظاہری ہوں ہمارے پاس امتحان سے گزرنے کے لیے صرف اتنی مہلت ہوگی جب تک ہم داخلی دروازے سے اس سٹنگ روم تک پہنچتے۔ مجھے خود کو یوسف الظاہری ثابت کرنے کے لیے اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو آزمانا ہوگا اور صوفیہ کی ججمنٹ کا امتحان ہوجائے گا کہ وہ کس حد تک اپنے بوائے فرینڈ کو پہچانتی ہے!''

''تم بہت عمدہ آئیڈیا لائے ہو وجدان!'' تھامس نے کہا ''میں نے بھی ڈریس کے فرق ہی سے تم دونوں کو الگ الگ شناخت کیا ہے ورنہ... جوزف بڑے کمال کا میک اپ کرکے گیا ہے۔''

میں نے جلے کٹے انداز میں کہا ''جوزف بڑے کمال کا چپ شاہ ہے..... واقعی!''

تھامس نے یوسف الظاہری سے پوچھا ''کیوں یوسف! کیا تم اس آئیڈیا پر عمل کرنے کو تیار ہو؟''

وہ تامل کرتے ہوئے بولا ''وجدان کا آئیڈیا تو بلاشبہ نہایت ہی عمدہ ہے لیکن اس میں ایک ٹیکنیکل خرابی موجود ہے۔''

''مثلاً کون سی خرابی؟'' میں نے اضطراری لہجے میں دریافت کیا۔

اس نے بتایا ''اس امتحان میں حصہ لینے والے کنفیسٹنٹ توازن میں نہیں ہیں۔''

''توازن میں نہیں ہیں' کیا مطلب؟'' میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ بولا ''صوفیہ نہیں جانتی..... یا یوں سمجھ لیں اسے یہ بات نہیں بتائی گئی کہ اپارٹمنٹ میں قدم رکھتے ہی اسے ایک آزمائش سے دوچار ہونا ہے جب کہ وجدان کو امتحان والی بات پہلے سے معلوم ہے لہٰذا توازن برابر نہیں۔ کامیابی کے حوالے سے وجدان کا پلڑا پہلے سے جھکا ہوا ہے۔''

''تم نے ذہانت سے معمور نکتہ اٹھایا ہے۔'' میں نے ستائشی نظر سے یوسف الظاہری کو دیکھا ''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ واقعی یہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔''

''تو اس کا مطلب ہے' اب یہ ٹیسٹ نہیں ہورہا؟'' تھامس نے ہم دونوں سے پوچھا۔

''ٹیسٹ تو ضرور ہوگا لیکن ذرا مختلف انداز میں!'' میں نے کہا۔

''مختلف انداز کی وضاحت تم کن الفاظ میں کروگے؟'' تھامس مستفسر ہوا۔

میں نے وضاحت کردی ''صوفیہ کے آنے پر دروازہ کھولنے میں ہی جاؤں گا اور اس کے سامنے خود کو یوسف الظاہری کی حیثیت سے پیش کروں گا۔ وہ مجھے پہچان پاتی ہے یا نہیں مگر میں یہ دیکھنے کی کوشش ضرور کروں گا کہ اپنی اداکاری میں کس حد تک کامیاب ہوں!''

ان دونوں نے بیک زبان ہوکر کہا ''ہاں..... یہ ٹھیک ہے!''

اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے سوالیہ نظر سے تھامس اور یوسف الظاہری کی طرف دیکھا۔ تھامس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ''وجدان! لگتا ہے، تمہاری آزمائش کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو .....اور جاکر صوفیہ کے لیے دروازہ کھول دو۔''

میں خاموشی سے اٹھا اور پُراعتماد قدموں سے اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔

اس دوران میں ڈوربیل دوسری مرتبہ کسی کی آمد کی اطلاع دے چکی تھی ان لمحات میں ہم تینوں اپارٹمنٹ میں بیٹھے صوفیہ کی آمد کے منتظر تھے لہٰذا ننانوے فی صد امکان اس بات کا تھا کہ دروازہ کھلنے پر صوفیہ ہی سے نگاہیں چار ہوں گی۔ میں نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔ میری نگاہ جس چہرے پر پڑی، اسے دیکھ کر میں چونک اٹھا۔ مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا تھا لیکن میں نے چہرے کے تاثرات سے اپنی اندرونی کیفیت کو آشکار نہیں ہونے دیا اور بعین یوسف الظاہری کے انداز میں اپنی ''گرل فرینڈ'' کو ویل کم کہا۔

وہ بڑے والہانہ انداز میں زیرلب مسکراتی اور کمان میں سے نکلے ہوئے تیر کے مانند آکر میرے سینے سے لگ گئی۔ میں نے اس کے عقب میں ہاتھ بڑھا کہ بیرونی دروازہ بند کردیا پھر پروٹوکول کے مطابق، دونوں ہاتھوں سے اسے تھام لیا۔ مغربی روایت کے تحت ہم نے ایک ''بھرپور'' معانقہ کیا پھر وہ مجھ سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

''کیا مسٹر تھامس اپارٹمنٹ میں موجود ہیں؟''

''سب موجود ہیں.....!'' میں نے مختصر جواب دینے پر اکتفا کیا۔

وہ استفساریہ نظر سے میرے چہرے کو تکتے ہوئے بولی ''سب..... یعنی وہ بھی؟''

میں نے اس نازک موقع پر حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا اور کہا ''ہاں۔ سٹنگ روم میں ہیرالڈ تھامس' وجدان کے ساتھ ہی بیٹھا ہے۔ بس' ہم تمہارا انتظار کررہے تھے'' میں اپنے بارے میں اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔

اس نے اطمینان بھرے انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی اور قدرے معذرت خواہانہ لہجے میں بولی۔ ''سوری! میں یہاں پہنچنے میں کافی لیٹ ہوگئی ہوں' اس کی معذرت سے خانہ پری جھلکتی تھی۔

بات ختم کرتے ہی وہ سٹنگ روم کی سمت قدم اٹھانے لگی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا اور اس کے پیچھے خاموشی سے چل دیا۔ میں گویا، اس کڑے امتحان کے پہلے پرچے میں پوری طرح کامیاب ہوگیا تھا!

صوفیہ پر نگاہ پڑتے ہی مجھے شدید حیرت اس لیے..... ہوئی تھی کہ یہاں بھی تھامس نے انتخاب میں اپنی ذہانت کا بھرپور ثبوت مہیا کیا تھا۔ وہ ''نئی بنائی'' ساحل تھی۔ میرے چونکنے کا سبب یہ تھا کہ میں اسے دیکھتے ہی یہ سمجھا کہ وہ ساحل کی بہن ہے۔ بلامبالغہ صوفیہ اور ساحل میں مختلف حوالوں سے گہری مماثلت پائی جاتی تھی۔ قدوقامت، رنگ ورپ، وزن، عمر، جسمانی ساخت وغیرہ کے حوالے سے وہ دونوں بہت قریب تھیں۔ اگر تھوڑا بہت فرق تھا تو وہ نقش ونگار کا تھا۔ اس زاویے سے صوفیہ لگ بھگ اسی فی صد ساحل سے ملتی جلتی تھی۔ اس بیس فی صد تفاوت کو میک اپ کے ذریعے مٹا کر صوفیہ کو ساحل یا ساحل کو صوفیہ بنایا جاسکتا تھا۔ صوفیہ کے خدوخال چونکہ تبتی لوگوں سے بہت مماثل تھے لہٰذا مجھے میک اپ میں زیادہ محنت نہ کرنا پڑتی۔ میں تھوڑی سی کوشش کرکے، بہ آسانی ساحل کو صوفیہ کا ''لک'' دے سکتا تھا۔ قاہرہ سے تل ابیب جاتے ہوئے صوفیہ میری ہم نشیں ہوتی لیکن جب میں تل ابیب سے یروشلم اور یروشلم سے واپس قاہرہ آتا تو صوفیہ کے روپ میں ساحل میرے ساتھ ہوتی۔ ساحل کی ہمراہی کے تصور نے میرے رگ وپے میں خوش گوار اور نشاط انگیز سنسنی دوڑادی۔ میرے وجود کا ایک ایک حصہ ساحل کی خوش بو سے مہک اٹھا۔ وہ ایک ایسا گلِ بہار تھی جو موسم خزاں میں بھی تروتازہ اور شگفتہ رہتا ہے!

داخلی دروازے سے سٹنگ روم اگرچہ دکھائی نہیں دیتا تھا تاہم وہاں تک برائے نام فاصلہ تھا لہٰذا ہم آگے پیچھے سٹنگ روم میں پہنچے جہاں اصلی یوسف الظاہری ہیرالڈ تھامس کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ چند لمحات پیش تر میں صوفیہ کو بتا چکا تھا کہ سٹنگ روم میں' میں یعنی وجدان تھامس کے ساتھ موجود ہے لہٰذا اس کا ٹھٹکنا لازمی بات تھی۔ وہ استعجابیہ نظر سے باری باری تھامس اور اصلی یوسف الظاہری کو دیکھنے لگی پھر اس سے قبل کہ اس کا استعجاب الفاظ کی شکل اختیار کرکے اس کی زبان سے پھسل جاتا، میں نے بہ آواز بلند اردو میں کہا۔

''صوفیہ! تم نقلی یوسف الظاہری سے تو مل چکی ہو۔ اب اصلی سے بھی علیک سلیک کرلو!'' بات ختم کرتے ہی میں نے تھامس کے ساتھ بیٹھے ہوئے یوسف الظاہری کی طرف اشارہ بھی کردیا۔

وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر مجھے دیکھنے لگی۔ میرے الفاظ نے گویا اس کی سماعت میں ایک خوف ناک دھماکا کردیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید الجھن اور چہرے پر زلزلے ایسے تاثرات تھے۔ وہ ہکا بکا مجھے دیکھتی چلی گئی۔

وہ چند لمحات قبل مجھے اپنا بوائے فرینڈ یوسف الظاہری سمجھ کر بڑے جذباتی انداز میں بغل گیر ہوئی تھی اور وہ نرم وگرم تمام تر تقاضے نبھائے تھے جن کی خواہش اور ضرورت وہ اپنے اندر، یوسف الظاہری کے حوالے سے رکھتی تھی لیکن اب اچانک اس پر آشکار ہورہا تھا، اس نے یوسف الظاہری کے روپ میں کسی اسٹرینجر کو گرم جوش ریسپشن دیا تھا! میری زبان سے اردو کے الفاظ سن کر وہ بہ خوبی سمجھ گئی تھی کہ اسے یوسف الظاہری کے حوالے سے دھوکا ہوا ہے۔ اس کا دھوکا کھا جانا میری کامیابی کا ثبوت تھا لہٰذا میں نے صوفیہ کو حیران والجھن زدہ چھوڑ کر یوسف الظاہری سے کہا۔

''یوسف! تمہاری فرینڈ صوفیہ کے سامنے تو میری اداکاری بڑی بھرپور اور کامیاب رہی ہے۔ مجھے یقین ہے، دوسری جگہوں پر بھی میں مار نہیں کھاؤں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

میں نے فخریہ انداز میں اپنی بات مکمل کی تو یوسف الظاہری نے سوالیہ نظر سے صوفیہ کو دیکھا اور پوچھا ''کیا تم واقعی وجدان کو نہیں پہچان پائی تھیں؟''

''اوہ مائی گاڈ!'' اس نے شدت حیرت سے غزالی آنکھیں پھیلائیں پھر قدرے کھسیاہٹ آمیز لہجے میں بولی ''میں وجدان کو دیکھ کر یہی سمجھی کہ تم ہو'' اس کا اشارہ یوسف الظاہری کی طرف تھا۔ ''اسی لیے.....!''

صوفیہ نے جھینپ سے مشابہ تاثر کے ساتھ جملہ ادھورا چھوڑا تو یوسف الظاہری اس کی ان کہی تک پہنچتے ہوئے بڑی فراخ دلی سے بولا ''اٹ ڈزنٹ میٹر۔ وجدان ہمارے مشترک دوست کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ تم اس سے اردو زبان میں بھی گپ شپ لگاسکتی ہو!''

''اوکے!'' صوفیہ نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

جواب میں، میں بھی مسکرا اٹھا۔

یوسف الظاہری سے میں تفصیلی ملاقات کرچکا تھا۔ اس نے اور ہیرالڈ تھامس نے مجھے تمام اہم امور کے بارے میں بڑی باریک بینی سے سمجھا دیا تھا۔ صوفیہ کی آمد پر مجھے اس سے میٹنگ کا موقع فراہم کیا گیا تاکہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ صوفیہ بے شک اردو سمجھ اور بول لیتی تھی تاہم اس کا لب ولہجہ، گلگت اور چترال کے لوگوں ایسا تھا لہٰذا وقت کی کمی کے باعث، آسانی کی خاطر ہم نے انگلش ہی کو وسیلۂ اظہار بنایا کیوں کہ اردو بولتے ہوئے بعض الفاظ اس کے پلے نہ پڑتے اور وہ ''سوری'' بول کر سوالیہ نظر سے مجھے دیکھنے لگتی' اسی طرح جب وہ اردو کے کسی جملے میں ہنزہ ویلی کے ٹھیٹ الفاظ شامل کردیتی تو میں اس کا منہ دیکھتا رہ جاتا!

آدھے گھنٹے کی اس ملی جلی گفت گو میں ہم دونوں نے اس حد تک ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیا، اس سنسنی خیز ڈرامے میں ہمارا ایک ساتھ جتنا رول تھا۔ ہیرالڈ تھامس نے اسے یہ کردار اچھی خاصی محنت سے ازبر کرا رکھا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اس مشن میں صوفیہ بڑے بھرپور انداز میں میرا ساتھ دینے کی پوزیشن میں ہے۔ وہ خاصی مستعد اور ولولہ انگیز لڑکی تھی!

اس یقین نے مجھے یک سر مطمئن کردیا کہ صوفیہ اچھی ساتھی ثابت ہوگی۔

☆☆☆

''ایس آئی اے'' کے میگا ٹاپ سیون فورسیون نے مقررہ وقت پر ٹیک آف کیا۔ سنگاپور انٹرنیشنل ائرلائنز کا مذکورہ طیارہ جدید ترین سہولیات سے مزین تھا اور مسافروں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے میں اپنی مثال آپ! مختلف فلکی نشیب و فراز طے کرنے کے بعد پرواز ہموار ہوگئی اور طیارے نے جنوب مشرق کا رخ کرتے ہوئے لندن سے قاہرہ کا سفر آغاز کیا تو میں نے اطمینان بھری سانس خارج کی۔ میرے مشن کا دوسرا مرحلہ بھی بہ خیروخوبی گزر گیا تھا۔

میگا ٹاپ کے پیٹ کے اندر، میں اور صوفیہ پہلو بہ پہلو دو سیٹوں پر بیٹھے تھے۔ ہم دونوں گہرے دوست تھے۔ صوفیہ میرے، یعنی یوسف الظاہری کے ساتھ اس لیے لندن سے قاہرہ جارہی تھی کہ وہ مصر، اسرائیل اور اردن کی سیر کرنا چاہتی تھی اور میں نے اس کے لیے کامیکی ٹورز اینڈ ٹریول کمپنی کے تعاون سے اس تفریحی دورے کا بندوبست کرنا تھا۔ ہم دونوں نے اپنے اپنے رول کو ذہن نشین کرلیا تھا اور تنہائی کے علاوہ صوفیہ نے ہر وقت مجھے یوسف الظاہری یا یوسف کہہ کر مخاطب کرنا تھا، اسی طرح میں اسے صوفیہ یا صوفی کے نام سے پکارتا۔

وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی ''یوسف! میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی خاص بات ہوئی تو تم مجھے جگا دینا۔''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا ''اس کا مطلب ہے، تم سو کر آرام کرنا چاہتی ہو؟''

''میں آنکھیں بند کر کے دراصل تھوڑا ایزی ہونا چاہتی ہوں'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''اس دوران میں آنکھ لگ جائے، کیا کہا جا سکتا ہے!''

اس نے آرام دہ نشست کو ایزی بنایا اور اس کی پشت کے سہارے نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اطمینان سے معمور سانس لی۔ اس کا نیک ارادہ میرے لیے خاصا مفید ثابت ہونے والا تھا۔ میں خود بھی آنکھیں موند کر مخصوص سرگرمیوں میں مصروف ہونا چاہتا تھا۔ اس دوران میں اگر صوفیہ جاگ رہی ہوتی تو اس کی جانب سے کسی بھی وقت مداخلت کا خدشہ بہرحال موجود رہتا!

میں لہاسا سے لندن تک ملائشیا ائرلائنز کے جس طیارے سے سفر کر کے پہنچا تھا اس نے خاصا لمبا اور پے چیدہ روٹ اختیار کر کے مجھے منزل تک پہنچایا تھا۔ راستے میں روس کے اوپر سے گزرتے ہوئے اس نے تین کمیونسٹ ممالک میں مختصر قیام بھی کیا تھا جس کے باعث وہ سفر خاصا طویل ہو گیا تھا لیکن سنگاپور ائرلائنز کی موجودہ پرواز براہِ راست تھی اور اس طیارے نے جنوب مشرق کی سمت سفر کرتے ہوئے' یورپ کے اوپر سے گزر کر لندن سے قاہرہ پہنچنا تھا۔ میرے پاس اچھا خاصا وقت تھا۔ اس دوران میں، میں اپنی خفیہ سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لے سکتا تھا۔

میں نے ظاہرہ آنکھیں بند کرتے ہوئے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور دھیرے دھیرے سانس کھینچنے چھوڑنے لگا۔ یہ ایک طرح کی اسموتھ بریدنگ تھی۔ میں یہ آہستگی انہیل اور ایگزہیل کرنے لگا۔ اس عمل نے تن بدن کو فرحت سے بھر دیا۔ چنگ فو رن پوشی سے دوسری ملاقات کے بعد سے اب تک میں اٹھتے بیٹھتے سانس کی مشق کرتا چلا آ رہا تھا۔ میری بنیاد یوگا کے حوالے سے چونکہ خاصی مضبوط تھی لہٰذا اس میدان میں چیف لاما کی ہدایت پر عمل کرنے میں مجھے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور مسلسل کوشش نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا کہ میں اپنے جسم سے باہر کم و بیش دس منٹ تک سانس روکنے کے قابل ہو گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز اور مسرت آمیز کامیابی تھی۔

اس دل خوش کن احساس کے ساتھ میں نے تیسری آنکھ کو زحمت دی اور تصور میں اپنی دوست لی یان کے خدوخال کو اجاگر کیا۔ لی یان کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کے لیے سانس روکنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ لی یان لہاسا کے گانگرائز پورٹ پر مجھے الوداع کہنے آئی تھی۔ میں اس سے چند روز کے لیے بچھڑ رہا تھا لیکن اس کی حالت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا جیسے یہ جدائی خدانخواستہ ابدی جدائی ہو۔ ان لمحات میں لی یان کا دل ملول، آنکھیں نم اور جذبات کی ندی باڑ پر آئی ہوئی تھی۔ اس نے بڑے والہانہ اور دل ربا نہ انداز میں مجھے رخصت کیا تھا۔ اس کی وہ رخصتی دارفگی میری یادداشت میں نقش ہو کر رہ گئی تھی۔

میں لی یان کے جذبات اور خواہشات کی تہ تک پہنچ چکا تھا۔ میں جانتا تھا، وہ مجھ سے کس بات کی متقاضی ہے۔ میں اس کے ارمانوں کو بہ خوبی سمجھتا تھا لیکن اپنی جگہ میں بھی مجبور تھا۔ میری منزل کوئی اور تھی، میں لی یان کی منزل نہیں بن سکتا تھا۔ ہاں البتہ، اس کا خیال رکھنا مجھ پر فرض تھا..... اور میں نے اب تک بڑے بھرپور انداز میں اس کا خیال رکھا تھا۔ آئندہ بھی میرا ارادہ یہی تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا، مجھ سے جو بن پڑا، اس کے لیے ضرور کروں گا!

میں نے لہاسا سے روانہ ہونے کے بعد، طیارے کے اندر رہتے ہوئے تھرڈ آئی کے توسط سے اس کی خبر گیری کی تھی اور وہ مجھے کسی تنگ کمرے میں، ایک بستر پر سوئی ہوئی نظر آئی تھی۔ اس مرتبہ جو میں نے اس کے ماحول میں انٹری دی تو وہ مجھے گہری نیند میں ملی۔ اس کے برابر بچھے ہوئے دوسرے بستر پر وہ بتی عورت بھی موجود تھی جسے میں نے پہلے بھی اس کمرے میں دیکھا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ بتی عورت درحقیقت لی یان کی نگران تھی جیسے چند روز پہلے تک چن سیان میرا اور لی یان کا نگران تھا!

تبت کے مقامی وقت کے مطابق، ان لمحات میں رات کے کم و بیش دس بج رہے تھے۔ جوکھانگ ٹیمپل میں شام و سحر کا ''آغاز'' قدرے جلدی ہو جاتا تھا اس لیے یہی کہا جا سکتا تھا، لی یان اس وقت گہری نیند میں ہو گی۔ یہاں شام و سحر کے آغاز سے مراد ان اوقات سے متعلق معمولات سے ہے۔ میں نے ایک بھرپور نظر لی یان پر ڈالی اور اس کے ماحول سے نکل آیا۔

اس کے بعد میں نے یکے بعد دیگرے چن سیان اور چنگ فو کے ماحول میں جھانکنے کی سعی کی۔ چنگ فو کے سلسلے میں اس مرتبہ بھی مجھے حسبِ معمول ناکامیابی ہوئی البتہ، چن سیان کسی مراقبے کی سی کیفیت میں پایا گیا۔ وہ ٹیمپل کی خاموشی

اور تنہائی میں کوئی نہایت ہی خاص الخاص مشق میں مصروف تھا۔ میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور اس کے ماحول سے باہر آ گیا۔

میں نے بہ دستور آنکھیں بند رکھتے ہوئے گہری گہری چند سانسیں لیں اور اپنی رگِ جاں کے بارے میں سوچنے لگا۔ میری اس سب سے بڑی کمزوری کو ربی موشے ہائمن نے اپنے خون آشام پنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ وہ اب تک میری دسترس سے دور رہی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا، وہ دن دور نہیں جب میں ربی کا وہ ظالم اور سفاک پنجہ توڑ کر اپنی ساحل کو اس کی منحوس گرفت میں سے آزاد کرا لوں گا۔ ربی نے میری ساحل کو تل ابیب کے کسی گھر میں مقید کر رکھا تھا اور مجھے اسی قید خانے تک رسائی حاصل کرنا تھی..... اور اس رسائی کے لیے میں سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار بیٹھا تھا۔ چیف لا مانے بڑے واضح الفاظ میں مجھے جتلا دیا تھا کہ یہ آخری موقع ہے! میں اس آخری موقع کو اپنی جان کی قیمت پر بھی گنوانا نہیں چاہتا تھا..... اس موقع کو ضائع کرنا زندگی بھر کے لیے ساحل سے ہاتھ دھونے کے مترادف تھا اور میں اس عظیم زیاں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ربی موشے ہائمن کے بارے میں سوچتے ہوئے میرا حلق سوکھنے لگا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے کانٹوں بھری جھاڑی کو میرے حلق میں زبردستی ٹھونس دیا ہو۔ وہ شخص میرے لیے اتنا ہی قابلِ نفرین تھا۔ اس سفاک شخص نے میری روح پر اتنے چرکے لگائے تھے کہ میں شمار بھی بھول بیٹھا تھا۔ ربی نے مجھ پر ان گنت ''احسان'' کر رکھے تھے۔ میں اس کا لاکھوں، کروڑوں کا ''مقروض'' تھا۔ یہ قرض سکہ رائج الوقت کی شکل میں نہیں بلکہ میرے احساس پر برسائے جانے والے ظلم و ستم کے کوڑوں کی صورت میں تھا اور..... مجھے اس قرض کی ایک ایک ''پائی'' سود در سود وصول کرنا تھی!

ربی موشے ہائمن کی تلخ یاد نے میرے زخم ہرے کر دیے اور اس کی ایک ایک درندگی مجھے ستانے لگی۔ میں نے اس شخص کے ہاتھوں جتنا نقصان اٹھایا تھا اس کا تصور بھی مجھے بے چین کر کے رکھ دیتا تھا۔ یہ بے چینی اسی وقت ختم ہو سکتی تھی جب اس موذی کی گردن میرے ہاتھ میں ہوتی اور میں اس کی گردن پر ہاتھوں کا شکنجہ کس کر اس سے ایک ایک زیادتی کا حساب لیتا، وہ حساب جو طوالت کے اعتبار سے میرے سابق تمام دشمنوں کا ریکارڈ توڑ چکا تھا۔

ربی کے بارے میں، نفرت انگیز انداز میں سوچتے ہوئے میرے جی میں آئی کہ ذرا اس کے ماحول میں بھی جھانک کر دیکھوں۔ وہ ایک شاطر عامل تھا۔ پتا نہیں، اس نے اپنے اور میرے بیچ میں ایسی کون سی رکاوٹ کھڑی کر رکھی تھی کہ میں کوشش کے باوجود بھی اس کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے میں ناکام رہتا تھا۔ اس مسلسل ناکامیابی سے تنگ آ کر پچھلے کچھ عرصے سے میں نے ادھر ''دیکھنا'' بھی ترک کر دیا تھا۔

لیکن اب چیف لا ما چنگ فورن پوشی نے مجھے ایک ایسی ٹیکنیک بتا دی تھی جو ساحل کے سلسلے میں بڑی حد تک سود مند ثابت ہوئی تھی۔ میں اس ٹیکنیک کو اگر ربی پر آزماتا تو خاصے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہو سکتے تھے۔

اس سوچ کے ساتھ ہی میں نے موشے ہائمن کے نقشِ نگار کو اپنے تصور میں ابھارا۔ اس کا حلیہ میری تیسری آنکھ کے سامنے روشن ہو گیا۔ میں نے اس کے تصوراتی چہرے پر گاڑ کر ربی کے ماحول میں اترنے کی کوشش کی لیکن میری یہ کوشش رائگاں گئی۔

میں نے سانس کو جسم کے باہر روکا اور ربی کے ماحول پر دستک دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ ایک ایسا وقت آیا کہ مجھے اپنے سینے میں گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا، اگر میں مزید چند سیکنڈ تک سانس نہیں لوں گا تو میرا دل بند ہو جائے گا۔ میرے پھیپھڑوں کو تازہ آکسیجن کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ میری اس تکلیف دہ کیفیت کو وہ لوگ بہ آسانی سمجھ اور محسوس کر سکتے ہیں جو سانس کے مریض ہیں۔ وہ جانتے ہیں، آکسیجن کی کمی کے باعث کس طور دم اکھڑتا ہے!

جب یہ تکلیف میری برداشت سے متجاوز ہونے لگی تو میں نے شکست خوردہ انداز میں سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ جان میں جان آئی تو میں نے گردن گھما کر صوفیہ کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بہ دستور ایزی پوزیشن میں نیم دراز تھی۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور پھیپھڑے بھر کر خوب گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

چنگ فورن پوشی کی بتائی ہوئی ترکیب جب نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی تو یہی سمجھ میں آیا کہ ربی نے اپنے ماحول کے دروازے پر ایک خصوصی لاک لگا رکھا ہے۔ وہ مضبوط لاک میری کوشش سے فی الحال ٹوٹنے والا نہیں، آئندہ کے بارے میں قبل از وقت کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ویسے اس بات میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ ربی موشے ہائمن دنیا بھر کے یہودیوں کے لیے ایک محترم شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی عملیات کا بھی بہت بڑا ماہر تھا۔ اس شعبے میں اس کے

ہم پلہ بھی بعید نہیں تھا!

میرے سینے کی دنیا میں جب ایک ٹھہراؤ پیدا ہوا تو میں نے اپنی جانِ تمنا کی جانب تخیلاتی پرواز کا قصد کیا۔ گزشتہ کوشش میں، میں نے اس کے ماحول تک رسائی حاصل کر لی تھی اور اب تو میں پہلے سے کہیں زیادہ ''تیار'' تھا۔

ساحل کے نقوش، خال و خط یا حلیے کو اپنی تھرڈ آئی کے سامنے ابھارنے کے لیے مجھے باقاعدہ کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس کا ایک ایک نقش میری یادداشت میں کندہ تھا۔ ادھر اس کا نام ذہن میں چمکتا، ادھر اس کا سراپا روشن ہو جاتا۔ میں نے احتیاط کے تقاضے نبھاتے ہوئے پہلے ہی سانس روک لی اور اس کا چہرہ تصور کی نگاہ میں اجاگر ہوتے ہی میں نے اس کے ماحول میں چھلانگ لگا دی۔

ملائشیا ائر لائنز کے طیارے میں سے بھی میں نے ایسی ایک کوشش کی تھی جو بڑی حد تک کامیاب رہی تھی۔ اس مرتبہ کامیابی فوراً ہی میرے ہاتھ آ گئی۔ میری باطنی آنکھ نے مجھے اسی بیڈ روم میں پہنچا دیا جہاں میں نے پچھلی بار اسے دیکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ اسی بیڈ روم میں تھی تاہم ایک تبدیلی دیکھنے میں یہ آئی کہ وہ بیڈ کے بجائے ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی تھی۔ پہلے اکثر میرے ساتھ ایسا ہوا تھا کہ میں نے جب بھی اس کے ماحول میں جھانکا، وہ مجھے بیڈ پر لیٹی ہوئی نظر آئی۔ کبھی حالتِ نیند میں اور کبھی چت لیٹے جاگتے ہوئے دکھائی دی۔ اس خوش گوار تبدیلی نے مجھے ایک نئی فرحت سے روشناس کرایا۔

کوئی شخص مسلسل کسی بستر پر پڑا دکھائی دے تو اس کے حوالے سے ذہن میں معذوری اور بیماری کا تصور قائم ہونے لگتا ہے، چاہے وہ بھلا چنگا ہی کیوں نہ ہو۔ پچھلے دنوں اگرچہ ساحل کی طبیعت خاصی خراب رہی تھی لیکن اب وہ صورتِ حال نہیں تھی تاہم اسے مسلسل بیڈ پر دیکھنا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا میں چاہتا تھا، وہ چلے پھرے اور زندگی کے ہنگاموں میں اسی طرح حصہ لے جیسے ہر نارمل انسان حصہ لیتا ہے مگر میری یہ خواہش پوری ہو کر نہیں دے رہی تھی۔ ساحل سفاک بھیڑیے موشے ہائمن کے قبضے میں تھی اور میری وہاں تک رسائی نہیں تھی اسی لیے جب میں نے اسے ڈریسنگ کے سامنے بیٹھے دیکھا تو مجھے ایک ان جانی سی مسرت کا احساس ہوا۔ میں یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا۔

وہ اس وقت ڈریسنگ کے آگے بیٹھی اپنی زلفوں کو سنوار رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں اور دیگر اعضا کو حرکت کرتے دیکھ کر مجھے جو خوشی حاصل ہوئی میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان لمحات میں ساحل تر و تازہ اور صحت مند نظر آ رہی تھی۔ میں ڈریسنگ کے آئینے میں اس کا جائزہ لے رہا تھا اور خواہ مخواہ اس آئینے سے مجھے حسد سا محسوس ہو رہا تھا۔ مجھ سے تو.. آئینہ ہی اچھا تھا جس نے پوری طرح ساحل کو اپنی ''آغوش'' میں سمیٹ رکھا تھا۔

ساحل اس وقت پوری تیار نظر آتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا، وہ کہیں جانے والی ہو۔ اس کے، بیڈ روم سے نکلنے کا تصور بڑا عجیب سا لگتا تھا۔ ربی نے اسے ہر سہولت، ہر آسائش کمرے میں مہیا کر رکھی تھی۔ وہ اسے کمرے سے باہر کہیں بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ ساحل ایک وی وی آئی پی قیدی کی حیثیت رکھتی تھی۔

میرے دل میں شدت سے یہ خواہش جاگی کہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو لوں۔ اگر تصور کی باقاعدہ انگلیاں ہوتیں تو میں پہلی فرصت میں یہ کوشش کر چکا ہوتا۔ ان لمحات میں وہ مجھے بہت پیاری لگ رہی تھی، لامحالہ دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' وہ کوئی طاقت ور مقناطیس ہو اور میں لوہے کا ایک ذرہ! ہمارے درمیان پیدا ہونے والی کشش کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔

بے اختیار میری زبان سے پھسل گیا ''ساحل.....!''

میں نے اپنی جانِ جگر کو پکارنے کی کوشش کی تھی تاہم اس کوشش میں میرا انداز سرگوشیانہ تھا جیسے اس کے کان میرے ہونٹوں کے قریب ہی ہوں حالاں کہ میں اچھی طرح جانتا تھا، میری یہ سرگوشی اس کی سماعت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ میں آواز کی ترسیل کا ہنر نہیں جانتا تھا اور نہ ہی جاننے کی کوشش کر سکتا تھا، اس کی سختی سے ممانعت کر دی گئی تھی۔ پہلے سانگ فو نے سٹیل میں، اس سلسلے میں مجھے خصوصی ہدایات دی تھیں اور اب جوکھانگ ٹیمپل میں چنگ فو نے بھی کچھ اسی قسم کی تاکید کی تھی۔ مجھے پینیل گلینڈ کے توسط سے تھرڈ آئی ہی کو استعمال میں لانا تھا جس کا تعلق صرف اور صرف دیکھنے سے تھا۔ مجھے اپنے ان محترم خیر خواہوں کی خواہش کا احترام کرنا تھا اور بھول کر بھی پیچوٹری گلینڈ کی مشق نہیں کرنا تھی۔ پتا نہیں، اس ممانعت میں ان عبقریوں کی کون سے حکمت پوشیدہ تھی، بہر حال مجھے اپنے وعدے کا پاس کرنا تھا، میرے نزدیک وعدے کی بڑی اہمیت ہے۔

اگر میں، سر کے عقبی حصے میں واقع پیچوٹری گلینڈ پر توجہ مرکوز کر کے کوئی خاص مشق کرتا تو کام یابی کی صورت میں وہ گلینڈ متحرک ہو جاتا اور اگر میں اس کے تحرک پر کنٹرول بھی حاصل کر لیتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ میں نے باطنی کان کو جگا دیا۔ جس طرح میں تھرڈ آئی کے توسط سے کسی بھی چنیدہ ماحول تک

رسائی حاصل کرلیتا تھا بالکل اسی طرح یہ تھرڈ ایر (باطنی کان) مجھے اس چنیدہ ماحول میں پیدا ہونے والی آوازیں بھی سنا سکتا تھا اور اگر میں اس سے ایک ہاتھ آگے بڑھ کر پیلیل اور ہیچیٹری کو ہم آہنگ کرلیتا تو یہ بھی ممکن ہوجاتا کہ میں اپنی آواز کو اس خاص ماحول میں پہنچا سکوں۔

چنگ فو اور آنجہانی سانگ فو میرے لیے جید اساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی استاد کے کہے کو حرفِ آخر ماننے ہی میں کامیابی ہے۔ جب تک انسان اپنے اندر فرماں برداری اور اطاعت گزاری کو پیدا نہ کرے وہ کسی سے کچھ بھی نہیں سیکھ سکتا۔ یہ ایک چھوٹا سا گر ہے۔ جو شاگرد اس گر کو اپنے دامن میں سمیٹ لے، گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ آجاتا ہے۔

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے ساحل کو آئینے میں دیکھتے ہوئے دس منٹ سے زیادہ ہوگئے ہوں۔ میں نے جسم سے باہر سانس روک کر ساحل کے ماحول تک رسائی حاصل کی تھی اور میرے سانس روکنے کی حد ختم ہوگئی تھی۔ اصولی طور پر مجھے اس وقت دم گھٹنے کا احساس ہونا چاہیے تھا لیکن میں بالکل نارمل تھا اور یہی بات میرے لیے حیرت کا باعث تھی۔ کیا میرے سانس روکنے کا دورانیہ خود بہ خود بڑھ گیا تھا؟

اس سوال نے مجھے اپنا جائزہ لینے پر مجبور کردیا۔ میں نے ساحل کے ماحول میں رہتے ہوئے خود پر غور کیا تو ایک اور حیرت سے سامنا ہوا..... میں بالکل، سموار، نارمل انداز میں سانس لے رہا تھا۔ پتا نہیں، کب رکی ہوئی سانس کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔ میں ساحل کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ مجھے اس تبدیلی کا احساس تک نہ ہوا ورنہ اس سے پہلے جب میں نے جسم سے باہر سانس روک کر اس سے تصوراتی رابطہ قائم کیا تھا تو سانس روکنے کی مدت ختم ہوتے ہی میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے جہاز لینڈنگ کررہا ہوں۔ اسی گڑبڑ سے گھبرا کر میں نے بڑبڑاہٹ میں آنکھیں کھول دی تھیں لیکن اس مرتبہ میں ایک مختلف اور خوش گوار تجربے سے گزرا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سانس روک کر تصوراتی رابطہ قائم کرنے کی مشق میں، میں پختہ ہوگیا تھا..... اور یہ ایک تسلی بخش و خوش آیند بات تھی۔ میں کامیابی کے انتہائی قریب آن کھڑا ہوا تھا۔

ساحل نے اچانک پلٹ کر دیکھا تو میں چونک اٹھا۔ اس بیڈروم میں ساحل کے سوا اور کوئی نہیں تھا، پھر اس نے کس کو دیکھنے کی کوشش کی تھی، یہی جاننے کے تجسس میں میں نے بھی اس سمت نگاہ دوڑائی جدھر ساحل نے دیکھا تھا، وہاں مجھے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس معمے نے مجھے الجھا کر رکھ دیا۔

میں نے اپنی توجہ واپس ساحل پر مبذول کی تو اس دوران میں وہ اٹھ کر کھڑی ہوچکی تھی۔ میں بہ غور اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگا۔ وہ سوالیہ نظر سے بیڈروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی پھر جب اس نے مذکورہ دروازے کی جانب قدم بڑھائے تو مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی کہ ساحل کے چونکنے کا سبب وہ دستک تھی جو اس نے بیڈروم کے دروازے پر ابھرتے سنی تھی۔ میں چونکہ اس ماحول میں پیدا ہونے والی کسی آواز کو سننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اس لیے ساحل کے چونکنے اور دروازے کی جانب بڑھنے نے مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا۔

وہ دروازے کے قریب پہنچی تو میں بھی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ تصور کی انگلی پکڑ کر وہاں تک چلا گیا پھر اگلے ہی لمحے اس نے میرے اندازے کی تصدیق کردی۔ ساحل نے دروازے کے ہینڈل کو مخصوص انداز میں گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔

کھلے ہوئے دروازے میں مجھے ایک دراز قامت شخص کھڑا دکھائی دیا۔ مذکورہ شخص کے سر پر گھنے بال تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا، اس نے کوئی جیل یا تیل لگا کر اپنے بالوں کو خوب اچھی طرح جمارکھا ہو۔ اس کا سر قدرے جھکا ہوا تھا لہٰذا میں اس کے چہرے کو مکمل طور پر دیکھ نہ سکا۔

اس شخص نے یقیناً ساحل سے کچھ کہا تھا۔ میں اس کے الفاظ تو نہ سن سکا تاہم یہ اندازہ ضرور ہوگیا کہ وہ ساحل تک کوئی پیغام پہنچانے آیا تھا۔ ساحل نے اس کی بات کے جواب میں سر کو اثباتی جنبش دی اور دروازہ بند کرتے ہوئے اپنے بیڈ کی طرف چلی گئی۔

میں ساحل کو چھوڑ کر بیڈروم کے باہر گھنے بالوں والے اس شخص کے پاس پہنچ گیا۔ ساحل کے بیڈروم تک رسائی حاصل کرنا اب میرے لیے چنداں مشکل نہیں رہا تھا، بیڈروم کے باہر کا ماحول میرے لیے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ ساحل اس بیڈروم سے نکالنے کے لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ اسے کس گھر میں رکھا گیا ہے اور وہ گھر اسرائیل کے کس علاقے یعنی تل ابیب کس حصے میں واقع ہے!

میں نے بیڈروم کے کھلے ہوئے دروازے میں اس شخص کی صرف ایک جھلک دیکھی تھی۔ وہ کسی کوری ڈور ٹائپ جگہ پر کھڑا تھا۔ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا وہ کوئی برآمدہ تھا یا محض کوری ڈور۔ جب میں مذکورہ شخص کے ماحول میں پہنچا تو صورتِ حال واضح ہوگئی۔ اس شخص اور اس کے پس منظر کی تازہ تازہ جھلک میرے ذہن میں محفوظ تھی اس لیے تصور کی نگاہ کو زیادہ تردد نہ ہوا اور میں ایک ہی تخیلاتی جست میں اس

روم سے باہر پہنچ گیا۔

وہ شخص سر جھکائے باادب باملاحظہ ہوشیار کھڑا تھا۔ میں نے اس کے ماحول میں "قدم" رکھتے ہی یہ جان لیا کہ وہ ایک مختصر سے برآمدے میں کھڑا تھا۔ اس برآمدے سے آگے مجھے کھلا آسمان دکھائی دے رہا تھا اور لوکیشن کے پیشِ نظر مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی کہ ساحل کو جس بیڈروم میں رکھا گیا تھا وہ اس عمارت کی بالائی منزل پر واقع تھا۔

اس شخص کے انداز سے صاف جھلکتا تھا، وہ دروازے کے باہر کھڑا ہوکر ساحل کا انتظار کررہا ہے۔ اس صورتِ حال نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا، ساحل اس شخص کے ساتھ کہیں جانے والی ہے یعنی وہ شخص ساحل کو لینے کے لیے آیا ہے۔ ساحل کا رویہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ اس شخص کی آمد نے اسے حیران یا پریشان نہیں کیا تھا جس سے واضح ہوتا تھا، وہ اپنی مرضی سے اس کے ساتھ جارہی تھی..... کہاں؟ یہ سوال بڑا ہی تجسس آمیز اور سنسنی خیز تھا۔ میں اس شخص کو اس کے حال پر کھڑا چھوڑ کر بیڈروم کے اندر پہنچ گیا۔

اس دوران میں ساحل نے ایک قیمتی سینڈل پہن لی تھی۔ اس سے پہلے، ڈریسنگ کے سامنے بیٹھے ہوئے میں نے اسے سلیپرز میں دیکھا تھا۔ اب اس کی تیاری سمجھ میں آرہی تھی۔ اس نے عمدہ تراش کا لباس زیب تن کرکے مختصر سا بناؤ سنگار بھی کیا تھا، بالوں میں برش کرکے انہیں سنوارا تھا جیسا عام طور پر خواتین گھر سے باہر نکلتے وقت کرتی ہیں۔ اب اس بات میں کسی شک وشبے کی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ ایک طے شدہ پروگرام کے تحت بیڈ روم سے نکل رہی تھی۔ اس نے کندھے پر ایک خوب صورت چھوٹا سا پرس بھی لٹکا رکھا تھا۔ وہ سبک قدموں سے چلتے ہوئے بیڈروم کے دروازے کی سمت بڑھی تو میں ایک مرتبہ پھر باہر کھڑے شخص کے پاس پہنچ گیا۔

میرے لیے یہ قلابازیاں انتہائی سنسنی خیز ثابت ہورہی تھیں۔ ساحل تیار ہوکر ایک فرماں بردار شخص کے ساتھ کہیں جانے والی تھی۔ یہ صورتِ حال میرے اندر اضطرار کو جگا رہی تھی۔ میں اس وقت انتہائی غیر یقینی کنارے پر کھڑا تھا۔ آگے کیا پیش آنے والا ہے اس کے بارے میں، میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دروازے کے باہر کھڑا شخص میری ساحل کو لے کر کہاں جائے گا؟ وہ شخص ساحل کے لیے دوست ثابت ہوگا یا دشمن، اس بارے میں قبل از وقت کوئی اندازہ قائم کرنا ممکن نہیں تھا۔

ان لمحات میں میرا ذہن برق رفتاری سے سوچ رہا تھا۔ میں یہ بات بہ خوبی جانتا تھا، میری ساحل، ربی موشے ہائمن کی قید میں ہے۔ قفس چاہے کتنا بھی آرام دہ اور خوش نما کیوں نہ ہو وہ آزادی کی جھونپڑی سے زیادہ اچھا نہیں ہوتا۔ ربی نے میری ساحل کو ہر قسم کی آسائش اور سہولت فراہم کررکھی تھی۔ وہ ایک طرح سے سونے کی تیلیوں والے پنجرے میں بند تھی۔ اطلس و کم خواب پہنتی تھی، لعل و جواہر کھاتی تھی اور پُرسکون نیند سوتی تھی لیکن یہ تمام تر عیش و آرام اسے قید خانے کے اندر میسر تھا لہٰذا اس کی اہمیت دو کوڑی سے زیادہ نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کا جسم دیکھنے میں آزاد تھا لیکن اس آزاد جسم کے اندر قید روح دکھائی نہیں دیتی تھی۔

بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور ساحل ایک شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے باہر آگئی۔ اس شخص نے نگاہ اٹھا کر ساحل کی طرف دیکھا اور برآمدے میں ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ ساحل آگے بڑھی تو اس شخص نے بیڈروم کے دروازے کو لاک کردیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ خود بھی ساحل کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے انداز میں ایک خاص قسم کا احترام پایا جاتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، وہ ساحل کی چاکری پر مامور ہو۔

دروازے کو لاک کرنے والے، اس شخص کے عمل نے مجھے ایک خاص زاویے پر سوچنے کے لیے مجبور کردیا۔ میری یہ کمزوری تھی کہ میں باطنی آنکھ کے توسط سے جس ماحول میں داخل ہوتا، وہاں ابھرنے والی آوازیں نہیں سن سکتا تھا۔ جب ساحل ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی خود کو سنوارنے میں مصروف تھی اور اچانک اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تھا تو میں فوری طور پر یہی تھا، دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے متوجہ کیا ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا۔ اس شخص نے دستک دے کر باہر اپنی آمد کی اطلاع دی ہوگی لیکن یہ خیال کہ ساحل نے دستک کے جواب میں دروازہ کھولا تھا، قطعی درست نہیں تھا۔ اب مجھے اندازہ ہورہا تھا کہ اس دروازے کو اپنی مرضی سے کھولنا یا بند کرنا ساحل کے اختیار میں ہرگز نہیں تھا۔ اسی شخص نے دروازے کا لاک کھولنے کے بعد دستک دی ہوگی اور جیسے ہی ساحل بیڈروم سے باہر نکلی، اس شخص نے دوبارہ دروازہ لاک کردیا۔

اس حقیقت میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں ہوسکتی تھی کہ ساحل وہاں ایک معزز قیدی کی حیثیت سے رکھی گئی تھی اور جس شخص کے ساتھ وہ جارہی تھی وہ ربی کے لیے انتہائی قابلِ بھروسا ہوگا ورنہ ساحل کو یوں بیڈروم سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جاتی..... اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر تل ابیب کی وہ عمارت محفوظ ہوگی۔ جس کی بالائی منزل کے ایک بیڈروم میں

ساحل کو رکھا گیا تھا۔

میں یہ سب سوچتے ہوئے ان کے ماحول کی انگلی پکڑ کر چلتا رہا اور تصورات کا یہ تعاقب ایک چکردار زینے پر جا کر ٹھہرا۔ مذکورہ زینہ بالائی منزل کو زیریں منزل سے ملاتا تھا۔ اس زینے کے قریب میں نے دو مسلح افراد کو اٹین شین پایا۔ وہ اپنے لباس اور انداز واطوار سے مستعد سیکیورٹی گارڈز دکھائی دیتے تھے۔ مجھے یقین تھا، اگر اس زینے کے علاوہ بھی کوئی راستہ بالائی اور زیریں منزل کے درمیان رابطے کا وسیلہ ہوگا تو وہاں بھی اسی نوعیت کا سخت حفاظتی نظام موجود ہوگا!

دونوں گارڈز نے ایک اچٹتی سی نگاہ ساحل اور اس کے ہم راہی پر ڈالی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ شخص پہلے زینے میں داخل ہوا، اس کے بعد ساحل نے چکردار زینے کے اسٹیپ پر قدم رکھا۔ یہ سوچنا سراسر حماقت ہوتا کہ ساحل کے آگے آگے زینہ اترنے والا شخص غیر مسلح ہوگا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں زیریں منزل پر پہنچ گئے۔ اس دوران میں زینے کے اوپری حصے پر متعین دونوں گارڈز انتہائی مستعد اور محتاط رہے تھے۔ میں بھی چونکہ ان کے ماحول کا حصہ بن کر زیریں منزل تک چلا آیا تھا اس لیے میری باطنی آنکھ کو بہت دور تک دیکھنے کا موقع ملا اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ دو منزلہ مختصر سی عمارت ایک وسیع وعریض احاطے کے عین وسط میں بنی ہوئی تھی۔ تعمیر شدہ حصے اور باؤنڈری وال کے درمیان اچھا خاصا فاصلہ موجود تھا۔

میں نے ساحل اور اس شخص کے ماحول میں رہتے ہوئے حتی الامکان دوری تک نگاہ دوڑائی اور یہاں سے وہاں تک مجھے کسی بندے بشر کی شکل نظر نہ آئی۔ یہ بڑی عجیب سی بات تھی کہ میری ساحل کو محض تین افراد کی نگرانی میں، اس عمارت کی بالائی منزل پر قید کیا گیا تھا۔

بات چونکہ عجیب تھی اس لیے یقین کرنے کو دل نہیں چاہا اور میں یہ سوچے بنا نہ رہ سکا کہ عمارت کے زیریں حصے میں بھی کچھ لوگ خفیہ نگرانی کے فرائض انجام دے رہے ہوں گے۔ ذہن میں مختلف جوڑ توڑ کرتے ہوئے میں ان کے تعاقب میں جتا رہا۔ میرے اندر بڑی شدت سے یہ سوال ابھر رہا تھا کہ وہ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟

اس وقت اسرائیل میں لگ بھگ شام کے چھے بجے تھے۔ یہ سہ پہر اور شام کے درمیان کا وقت تھا۔ چیزوں کے سایے خاصے طویل ہو چکے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک اداس، بے مہر رات غم قریب اس احاطے میں اتر کر اس دو منزلہ عمارت کو اپنی آغوش میں سمیٹ لے گی۔ میں وہاں ابھرنے والی آوازوں کو اگرچہ سماعت نہیں کر سکتا تھا لیکن مجھے پختہ یقین تھا، اس عجیب وغریب بنگلے میں مہیب سناٹا طاری ہوگا!

میں ان کے ماحول میں بھی تھا اور میری تیسری آنکھ کسی سرچ لائٹ کے مانند گرد وپیش کا تنقیدی جائزہ بھی لے رہی تھی اور اسی جائزے کے دوران میں، میں نے ایک نہایت ہی اہم شے دریافت کر لی۔

وہ اس بنگلے کا داخلی گیٹ تھا۔ نیلے رنگ کا وہ گیٹ نہ تو بڑا تھا اور نہ ہی چھوٹا، بس اس کی چوڑائی اتنی تھی کہ ایک کسی بھی سائز کی گاڑی بہ آسانی بنگلے کے اندر داخل ہو سکے۔ گیٹ تک نگاہ گئی تو باؤنڈری وال بھی بڑی وضاحت سے نظر میں آ گئی۔ اس دیوار کی اونچائی دس فٹ کے قریب تھی اور اس کے اوپر خاردار تار کی مخصوص باز بھی دکھائی دے رہی تھی۔ اس باز کی بناوٹ اور لوکیشن کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ حسب ضرورت مہلک بنانے کے لیے اس کے اندر کرنٹ بھی چھوڑ دیا جاتا ہوگا۔ نگاہ اس خطرناک باؤنڈری وال سے واپس آئی تو نیلے گیٹ پر جم گئی۔

گیٹ اس وقت بند تھا اور اس کی اندرونی جانب کوئی مسلح یا غیر مسلح چوکی دار دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بیرونی طرف اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا تو میں اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ مجھے تھوڑی بہت اس بات کی امید تھی کہ وہ شخص ساحل کو اپنے ساتھ لے کر بنگلے کے بیرونی گیٹ کی سمت جائے گا لیکن جب اس نے ایسا قدم نہیں اٹھایا تو مجبوراً مجھے تعاقب کا زاویہ درست کرتے ہوئے ان کے ماحول کا حصہ بننا پڑا۔

وہ دونوں نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے گیٹ کی مخالف سمت میں، عمارت کی عقبی جانب بڑھنے لگے۔ ساحل کے انداز میں ایک اعتماد شامل تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، یہ اس کا پہلا تجربہ نہ ہو بلکہ وہ پہلے بھی اس شخص کی معیت میں ادھر آ چکی ہو۔ میں یہ قول کسے، سانس روکے اپنے مقصد سے چپکا رہا۔ یہ دم سادھ کر منزل تک پہنچنے کا طریقہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک خوش نما پارک دکھائی دیا۔ یہ پارک عمارت کی عقبی سمت میں واقع تھا۔ پارک کے اندر مختلف قسم کے پودے لگے ہوئے تھے جن میں زیادہ تعداد پھول دار پودوں کی تھی اور دل خوش کن بات یہ تھی کہ ان پودوں میں نوع بہ نوع اور رنگ بہ رنگ پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ وہ پارک کسی گارڈن کا منظر پیش کرتا تھا جس کی فضا کو پھولوں کی خوش بو نے یقیناً معطر کر رکھا ہوگا۔ میں ان خوش نما اور دل کش

پھولوں سے اٹھنے والی مہک کو سونگھ نہیں سکتا تھا لیکن مشاہداتی نگاہ مجھے بتا رہی تھی کہ اس گارڈن نما پارک کی فضا بھینی بھینی خوش بو سے مہک رہی ہوگی۔

ساحل اس دل نشیں فضا والے پارک میں داخل ہوگئی۔ اس کا ساتھی چونکہ اس روٹین ماحول میں اس کی ہم نشینی کا اہل نہیں تھا اس لیے وہ پارک کے باہر ہی رک گیا۔ ساحل ایسی نازنین کی ہم نشینی کوئی آسان بات نہیں تھی۔ وہ خراماں خراماں چلتے ہوئے پارک کے ایک گوشے میں پہنچی اور وہاں موجود ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ بڑے دل آویز انداز میں مہکتے ہوئے پھولوں کو دیکھنے لگی۔

اس پارک میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بڑی آرام دہ بینچیں بھی نصب تھیں جن کی تیاری اور تنصیب سے شاعرانہ رنگ جھلکتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، اس کام کے لیے باقاعدہ کسی آرٹسٹ کی خدمات حاصل کی گئی ہوں گی۔ ان لمحات میں، ساحل مجھے بہت معصوم اور بھولی بھالی لگی۔ اس کے حسن میں ایک خاص قسم کی کشش پائی جاتی تھی۔ میرے دل میں شدت سے یہ خواہش ابھری کہ کاش! میں بھی اس وقت ساحل کے پہلو میں بیٹھا ہوتا۔

میں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ وہ تھوڑا اور انتظار کرے۔ وہ دن دور نہیں جب ساحل میری دست رس میں ہوگی۔ میں چند دن بعد تل ابیب پہنچنے والا تھا اور جہاں ساحل کو رکھا گیا تھا اس عمارت کا ایک ایک نقش میں نے اپنی یادداشت میں کندہ کرلیا تھا۔ بس، اب صرف اتنا معلوم کرنا تھا کہ مذکورہ عمارت تل ابیب میں کہاں پر واقع ہے، پھر مجھے ساحل تک پہنچنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی!

ساحل بینچ پر بیٹھی، پھولوں کو دیکھنے میں محو تھی۔ میں اس شخص کی خبر گیری کے لیے پارک سے باہر نکل آیا جو ساحل کو یہاں تک پہنچانے کے بعد پارک سے باہر ہی رک گیا تھا۔ وہ اب بھی وہیں موجود تھا اور ایک ایسے زاویے پر چاق چوبند کھڑا تھا جہاں سے ساحل کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ گویا وہ بڑی ہوشیاری سے ساحل پر نگاہ رکھتے ہوئے تھا۔ ساحل کو اس نگرانی کا مطلق احساس نہیں تھا یا اگر وہ اس بارے میں جانتی بھی تھی تو اسے اس کی پروا نہیں تھی۔ ہوسکتا ہے، یہ اس کا روز کا معمول ہو!

میں چند لمحات اس شخص کے قرب و جوار میں گزار کر واپس اپنی ساحل کے پاس آگیا۔

ساحل بینچ سے اٹھ کر اب ٹہل رہی تھی۔ اس کے انداز میں بڑی سبک خرامی پائی جاتی تھی۔ اس کے ٹہلنے کا طریقہ سیر کرنے والا تھا۔ وہ چلتے چلتے کبھی کسی پھول دار پودے کے قریب رک جاتی۔ کسی پھول کو چھو کر دیکھتی، یوں محسوس ہوتا، وہ بہ زبانِ خامشی پھول سے باتیں کررہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ادائے ناز سے آگے بڑھ جاتی۔ وہ بڑے بھرپور انداز میں ایوننگ واک کا لطف اٹھا رہی تھی۔

ویسے ربی کی ایک بات تعریف کے قابل تھی اور وہ یہ کہ اس نے ساحل کو اپنے تئیں کافی آرام دہ ماحول میں رکھا ہوا تھا۔ کھانے پینے سے پہننے اوڑھنے تک اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورت کا خیال رکھا جارہا تھا۔ کہنے کو وہ اپنے دشمن کی قید میں تھی لیکن اسی قید میں اسے ایوننگ واک کی شاہانہ سہولت بھی حاصل تھی۔ یا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ ربی کوئی اچھا اور با اخلاق آدمی تھا، اس کی وضع داری اور دشمنی میں ایک رکھ رکھاؤ تھا۔ میں اس شخص کی اصلیت کو جانتا تھا، اس کے اندر اتر کر میں نے اس کی حقیقت کو پالیا تھا۔ وہ اوپر سے جتنا عالی مرتبت، وضع دار اور مجسمہ اخلاق دکھائی دیتا تھا، باطن میں وہ اسی قدر گھناؤنا اور سفاک تھا۔ ساحل کے ساتھ وہ اگر اب تک نرمی کا برتاؤ کررہا تھا تو اس کی ایک خاص وجہ تھی۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ساحل سے اس کی براہِ راست کوئی دشمنی نہیں تھی۔ مجھے شکار کرنے کے لیے وہ مختلف پھندوں اور پنجروں میں ساحل کو چارے کے طور پر استعمال کررہا تھا۔ اس کی اصل دشمنی مجھ سے تھی۔ وہ جانتا تھا، ساحل میری زندگی کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ میں اس کے پیچھے دوڑا چلا آؤں گا۔

اس کی یہ سوچ بڑی حد تک درست تھی۔ میں دور دور کی خاک چھانتے ہوئے بالآخر ساحل کو حاصل کرنے کے لیے اسرائیل میں داخل ہونے ہی والا تھا۔

ہماری دشمنی بھی عجیب تھی۔ وہ تو مجھے دوست بنا کر رکھنا چاہتا تھا، میرا ہی دماغ خراب ہوگیا تھا جو میں نے اس کی دوستی کی قدر نہیں کی اور میرے دماغ کی خرابی کا باعث بھی وہی شیطان تھا۔ میں نے اس کی منافقت اور شیطانی چالوں کو سمجھ لیا تھا اور نتیجے میں، اس کا دوست بننے کے بجائے الٹا دشمن بن کر اسے موقع بہ موقع شدید نقصان پہنچاتا چلا آرہا تھا۔ جس طرح مجھے یقین تھا، میں ایک روز ساحل کو اس کے چنگل سے نکال لوں گا، بالکل ویسے ہی وہ بھی یہ امید لگائے بیٹھا تھا، اسی ساحل کو چارا بنا کر وہ مجھے چھاپ لے گا۔ ساحل پر ساری نواز شات محض اس لیے تھیں کہ اگر بازی پلٹ جائے اور زندگی کے کسی موڑ پر میں اس کی دوستی کا ہاتھ تھامنے کا فیصلہ کرلوں تو وہ ساحل کے ساتھ کیے گئے سلوک کی بنا پر مجھے شرمندہ کرسکے۔

اس کے نرم رویے کا ایک اور پہلو بھی تھا۔ وہ اپنے اخلاق اور رواداری کے ذریعے ساحل کو متاثر کرنے کے لیے بھی کوشاں تھا۔ اسے امید ہوگی، ممکن ہے کہ ساحل اس سلوک کے نتیجے میں اس کی طرف جھک جائے جس کے ذریعے مجھے جھکانا اس کے لیے آسان ہوجائے! ہنود و یہود ایسی حکمتِ عملی اختیار کرتے رہتے ہیں!

کچھ بھی ہو، میں ربی موشے ہائمن سے خیر اور بھلائی کی کوئی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے مختلف مواقع پر اس کی درندگی اور سفاکی کے جو مظاہرے دیکھے تھے ان کے پیشِ نظر اس کے بارے میں میری ایک حتمی رائے قائم ہوچکی تھی جس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں تھی۔ میں تو اس کم ظرف سے اس کمینگی کی توقع بھی رکھتا تھا کہ اگر کبھی ہمارے درمیان لین دین کے سلسلے میں حساب کتاب کا رجسٹر کھل گیا تو وہ بڑی ڈھٹائی سے ان اخراجات کا تخمینہ لگا کر ایک بل کی صورت میرے ہاتھ میں تھمادے گا جو اس نے ساحل کو ''اکاموڈیٹ'' کرنے پر اٹھائے تھے!

میرا ذہن اتنی تیز رفتاری سے سوچ رہا تھا کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ تیسری آنکھ سے میں ساحل کو واچ کررہا تھا۔ وہ ایوننگ واک کو موقوف کرکے پارک سے باہر نکلی تو مجھے رخشِ خیال کی لگام کو کھینچنا پڑا۔ جب تک وہ چمن میں چہل قدمی کررہی تھی تو دوسری بات تھی، میں خیالات کی ندی میں بہہ کر کہیں کا کہیں نکل جاتا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن اب صورتِ حال بدل گئی تھی۔

ساحل پارک میں تھی تو پھولوں کے درمیان وہ بھی ایک مہکتا ہوا گل ہی نظر آرہی تھی مگر چمن سے قدم نکال کر وہ سیدھی اس شخص کے قریب پہنچی جس کے ساتھ عمارت کی بالائی منزل سے چل کر وہ پارک تک آئی تھی۔ وہ شخص ساحل کے نزدیک مجھے یوں دکھائی دیتا جیسے پھول کے ساتھ خار ہوتا ہے۔ اب میں اس کا چہرہ واضح طور پر دیکھ چکا تھا۔ اس کے نقش و نگار خالصتاً یہودیوں والے تھے۔ اس حوالے سے وہ ساحل کے ساتھ کسی خار سے کم نہیں تھا۔

ساحل نے اس نگراں شخص کے ساتھ واپسی کی راہ لی تو میں بھی ان کے ماحول میں شامل ہوکر عمارت کی جانب بڑھنے لگا۔ اب میں سوچنے سے زیادہ غور و فکر کررہا تھا۔ میں نے اپنی مشاہداتی نگاہ کو حد سے زیادہ کھول رکھا تھا اور مجھے کسی ایسے کلیو کی تلاش تھی جو اس بنگلے کے محلِ وقوع کے بارے میں میری راہ نمائی کرتا اور مجھے قوی امید تھی، میں اس تلاش میں ضرور کامیاب ہوجاؤں گا۔

اس انا معلوم اور بے نام شخص نے ساحل کو بالائی منزل والے بیڈروم میں پہنچا کر دروازے کو باہر سے لاک کردیا، گویا مختصر سی آزادی کے بعد وہ دوبارہ اپنے قفس میں پہنچ گئی تھی۔ میرے اس اندازے کی بھی توثیق ہوگئی کہ اس بیڈروم کے دروازے کو کھولنا اور بند کرنا یعنی مقفل اور غیر مقفل کرنا ساحل کے اختیار میں نہیں تھا!

ساحل ایک مرتبہ پھر اسی ماڈرن پنجرے میں ڈال دی گئی جہاں وہ ایوننگ واک سے قبل قید تھی۔ اب وہاں تک رسائی میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا لہٰذا میں اس شخص کے پیچھے لگ گیا جو تھوڑی دیر پہلے ساحل کو سیر کرانے لے کر گیا تھا۔ میں اس یہودی کے ذریعے بنگلے کے ماحول سے باہر نکل کر گردونواح کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اس بات کی بہرحال توقع کی جاسکتی تھی کہ جلد یا بہ دیر وہ شخص مذکورہ بنگلے سے باہر قدم رکھے گا۔

میں متذکرہ شخص کے ماحول میں پہنچا تو وہ زینے کے قریب کھڑے دو مسلح گارڈز سے گفتگو کررہا تھا۔ واپسی پر ان گارڈز نے ساحل کو اس شخص کے ساتھ دیکھا ضرور تھا لیکن ان میں سے کسی نے بھی کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن اب ان کو بات چیت کرتے دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے وہ تینوں آپس میں بڑے گہرے اور بے تکلف دوست ہوں۔ افسوس! میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سن نہیں سکتا تھا، محض انہیں ہونٹ ہلاتے دیکھنے پر مجبور تھا۔

بہ مشکل پانچ منٹ تک ان کے مابین مذاکرات ہوئے ہوں گے، اس کے بعد میرا مطلوبہ شخص چکر دار زینہ اترنے لگا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا، وہ زیریں منزل کی طرف جارہا ہے..... اور زیریں منزل کا رخ اختیار کرنے کا ایک مطلب یہ بھی نکالا جاسکتا تھا کہ وہ بنگلے سے باہر جانے کا ارادہ رکھتا ہے!

میں دم سادھے مذکورہ یہودی کے ماحول سے چسپاں رہا۔

وہ دن شاید میرے لیے کامیابیوں کا دن تھا۔ میں سنگاپور ائرلائنز کے طیارے میگا ٹاپ سیون فور سیون میں بیٹھا اپنی زندگی کا اہم ترین کام کررہا تھا۔ یہ پرواز گھنٹا بھر پہلے لندن کے انٹرنیشنل ائرپورٹ سے اڑی تھی اور چند گھنٹے بعد اسے قاہرہ کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر اترنا تھا۔ یہ ایک نان اسٹاپ فلائٹ تھی۔ شاید یہ اس فلائٹ کی انفرادیت کا اثر تھا کہ مجھے اپنے مقصد میں نان اسٹاپ کامیابی حاصل ہورہی تھی۔

میں تھرڈ آئی کے توسط سے اپنے مطلوبہ شخص کے ماحول

میں شامل رہا۔ وہ محتاط مگر بااعتماد قدموں سے چلتے ہوئے بنگلے کے بیرونی گیٹ پر پہنچا تو میں تصور کی نگاہ سے اس کے ساتھ تھا۔ نیلے رنگ کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں تین مرتبہ دستک دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گیٹ کھل گیا۔ وہ گیٹ سے باہر نکلا تو میں بھی باہر آ گیا۔ آزادی کی اس فضا میں، میں نے گہری ''سانس'' لی!

اس وقت تک رات نے اپنے سیاہ پر پھیلانا شروع کر دیے تھے۔ دن کا اجالا ماند پڑ گیا تھا اور آثار سے یہی نظر آتا تھا، دس پندرہ منٹ کے بعد چاروں طرف گہری تاریکی چھا جائے گی۔ گیٹ کی بیرونی طرف دو مسلح گارڈ بڑے چوکنا انداز میں پہرا دے رہے تھے۔ میرے ''ڈرائیور'' نے ان پہریداروں کے ساتھ مختصر کلام کیا اور خاموشی سے ایک جانب پیدل ہی چل دیا۔ میں بھی اس کے ہمراہ ہولیا۔

وہ علاقہ خاموش اور پُرسکون تھا۔ ہر طرف بنگلے دکھائی دیتے تھے۔ وہ سب بنگلے انتہائی شاندار اور وسیع و عریض تھے۔ وہاں کے ماحول میں میرے اندازے کے مطابق شامل سناٹا ایک لاتعلقی اور بے اعتنائی کو ظاہر کرتا تھا۔ ان بنگلوں میں یقیناً صاحبِ ثروت لوگ رہتے تھے۔ دنیا کے کسی بھی ملک کا پوش رہائشی علاقہ ہو، وہاں بقول شخصے، ایسی ہی ویرانی اور بے رونقی دکھائی دیتی ہے۔

''ڈرائیور'' مجھے جس طرف لے جا رہا تھا، میں اس کی تقلید پر مجبور تھا۔ میں اسے مس کرنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ میں ابھی اسرائیل سے کافی دور فضا میں ''پرواز'' کر رہا تھا لیکن تیسری آنکھ کے طفیل اس وقت تل ابیب کے ایک ماڈرن رہائشی علاقے میں بھی موجود تھا لہٰذا اس شخص کے ماحول کو تھامے رکھنا کامیابی کی دلیل تھا۔

وہ یہودی جس انداز میں پیدل چلتے ہوئے ایک طرف جا رہا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا وہ قریب ہی کے کسی بنگلے میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ توقع کی جا سکتی تھی، وہ جس بنگلے میں پہنچے وہاں ربی موشے ہائمن بھی موجود ہو۔ وہ اپنی دن بھر کی کارگزاری کی رپورٹ ربی کو دے اور واپس ساحل والے بنگلے پر آ جائے۔

اگر ایسا ہو جاتا تو میرا کام اور بھی آسانی ہو جانا تھا۔ میں ساحل کے ٹھکانے کے محل وقوع کو اپنے ذہن میں نقش کر چکا تھا۔ ربی کے ٹھکانے کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہو جاتیں تو مجھے اسے ہینڈل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ اس صورت میں، میں قدرے بہتر طور پر پلاننگ کر سکتا تھا۔ اس وقت میرا مشن صرف اور صرف ساحل کی حصول یابی تک محدود تھا۔ اگر ربی کی کسی مداخلت کے بغیر وہ مجھے حاصل ہو جاتی تو میں کسی بھی قسم کی مار دھاڑ میں پڑے بغیر اسے اپنے ساتھ لے کر رفو چکر ہو جاتا مگر یہ سب پیش آنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا سوچتے ہوئے محسوس ہوتا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا، ساحل کا معاملہ ہو اور ربی بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نہ ٹکرائے!

یہ ٹکراؤ تو ہونا تھا اور نہایت ہی خون ریز ہونا تھا۔ ربی موشے ہائمن کے چنگل سے اگر ساحل کو آزاد کرانا اتنا ہی آسان ہوتا تو یہ کام میں بہت پہلے کر چکا ہوتا۔ ابھی تک تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک اور سیدھا سادہ نظر آ رہا تھا لیکن کیا پتا، ربی نے ساحل کے سلسلے میں کون کون سے نادیدہ اور خفیہ انتظامات کر رکھے تھے۔ یہ تو اس وقت معلوم ہوتا جب میں بہ نفسِ نفیس اسرائیل میں داخل ہو کر اپنی جان تمنا کی جانب پیش قدمی کرتا اور میں..... اس بار ساحل کے حصول کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار تھا۔

میرے ''ڈرائیور'' اس یہودی نے پتا نہیں، ذہن میں کیا سوچ رکھا تھا۔ وہ کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ بنگلے کے درمیان واقع مختلف گلیوں میں سے ہوتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اچانک چابی سے چلنے والا کھلونا بن گیا ہو جو خود کار انداز میں اپنے فنکشن کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ حرکت کرنے پر مجبور تھا۔

جب وہ بنگلوں والے رہائشی علاقے سے نکل کر قدرے چوڑی سڑک پر آیا تو میں نے سکھ کی سانس لی۔ اس وقت تک رات کی تاریکی پوری طرح پھیل چکی تھی اور تمام لائٹس آن ہو گئی تھیں۔ وہ جس سڑک پر پہنچا اس کا نام شیرون اسٹریٹ تھا۔ یہاں تک تو وہ پیدل ہی آیا تھا لیکن شیرون اسٹریٹ خاصی کشادہ سڑک تھی جس پر ٹریفک بھی نظر آ رہا تھا۔ مجھے امید تھی، وہ شیرون اسٹریٹ سے کوئی ٹیکسی یا بس پکڑ کر آگے کی طرف روانہ ہو گا لیکن وہ یہودی ہی کیا، جو مسلم کی توقع پر پورا اتر جائے؟ اس قوم نے تو ہمیشہ مسلمانوں کو دھوکے ہی دیے ہیں۔ ان سے کسی بھی موقع پر خیر خواہی کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ پتا نہیں، یہ باریک سا نکتہ بعض مسلمانوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتا!

میرے ڈرائیور نے شیرون اسٹریٹ پر سانس لینے کے لیے لمحاتی توقف کیا پھر ایک جانب قدم اٹھانے لگا۔ تھوڑا آگے آنے کے بعد وہ ہرمن اسٹریٹ پر مڑ گیا۔ ہرمن اسٹریٹ شیرون اسٹریٹ کے مقابلے میں قدرے کم کشادہ تھی۔ اس اسٹریٹ پر ٹریفک کی رونق بھی زیادہ نہیں تھی مگر میرے

ڈرائیور کو کسی بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ تو اپنی دانست میں شاید پیدل چلنے کا کوئی ریکارڈ قائم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس دیوانے کا پیچھا نہ چھوڑا اور تھرڈ آئی کے توسط سے تعاقب کا سلسلہ جاری رکھا۔

ہرمن اسٹریٹ نے جب شالوم اسٹریٹ کو کراس کیا تو اس بندۂ خدا کے قدموں میں مجھے کچھ سستی سی پیدا ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ہرمن اسٹریٹ کو چھوڑ کر شالوم اسٹریٹ پر آ گیا اور قدرے تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس کی حالیہ رفتار سے اندازہ ہوتا تھا، وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس خیال نے میرے اندر اطمینان کی لہر دوڑا دی۔

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے شالوم اسٹریٹ کو چھوڑ کر ایک ذیلی گلی میں مڑ گیا اور پھر اس وقت میرے سینے سے ایک گہری سانس خارج ہوئی جب ''بہائی گارڈن اپارٹمنٹس'' کے سامنے اس کے قدموں کو بریک لگ گئے۔

''بہائی گارڈن'' ایک دس منزلہ اپارٹمنٹ بلڈنگ تھی۔ وہ مذکورہ بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ میں چونکہ اس کے ماحول کا حصہ تھا اس لیے میں بھی بہائی گارڈن کے اندر پہنچ گیا پھر ہم ایک ساتھ چلتے ہوئے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی میں داخل ہو گئے۔

ستائیس۔ سی میں قدم رکھتے ہی مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔ وہاں پہلے سے ایک شخص موجود تھا۔ میری حیرت کے دو بڑے اسباب تھے۔ نمبر دو، میرا ''ڈرائیور'' اپارٹمنٹ کا لاک کھول کر اندر آیا تھا۔ کسی بند اپارٹمنٹ میں ایک شخص کا موجود ہونا نارمل بات نہیں تھی۔ نمبر ٹو، اپارٹمنٹ میں پہلے سے موجود شخص میرے ڈرائیور سے گہری مشابہت رکھتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک شخص کو دو جگہ دیکھ رہا ہوں!

میں خاموشی سے ان کی حرکات و سکنات کو نوٹ کرنے لگا۔ وہ دونوں بڑی عجلت میں دکھائی دیتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے پہلے کو، دوسرے کی آمد کا شدت سے انتظار ہو۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے، میرے ساتھ آنے والے نے دونوں ہاتھ اپنے سر کی جانب اٹھائے اور بالوں کی ایک چھوٹی سی پونی کو سر سے جدا کر دیا۔ درحقیقت اس نے وگ اتاری تھی۔ اب مجھے اس کے گھنے بالوں کا راز معلوم ہو گیا۔ وگ ہٹ جانے کے بعد اس کا اصل سر اور سر کے اصل بال سامنے آ گئے۔ اس کی چندیا سامنے سے نکل آئی تھی اور وہاں پر واضح ''ایم'' بنا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

دوسرے شخص کی کیفیت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔ اس نے میرے ''ڈرائیور'' سے وگ لے کر اپنے سر پر جمائی تو وہ ہو بہو میرا ڈرائیور بن گیا۔ اس کے بعد انہوں نے لباس تبدیل کیے اور میرے ڈرائیور کی آنکھوں سے نکلنے والے کانٹیکٹ لینس جب دوسرے نے اپنی آنکھوں میں لگائے تو رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی شخصیت کو اتنی تیزی سے اپنایا کہ میں ہکا بکا انہیں دیکھتا رہ گیا۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے یقیناً اس کا کوئی خاص مقصد تھا لیکن میں ان کے مقصد سے واقف نہیں تھا اس لیے حیرت اور دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

وہ اس تیاری کے دوران میں، آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے لیکن مجھے سخت افسوس ہے، میں ان کی گفتگو کو سن سکتا تھا اور نہ ہی سمجھنے کی اہلیت رکھتا تھا ورنہ میں اب تک جان چکا ہوتا کہ وہ کس ٹاپ مشن پر ہیں۔ مجھے اپنی مجبوری کو دیکھتے ہوئے ان کے اگلے اقدام کا انتظار کرنا تھا۔ ان میں سے جو بھی اپارٹمنٹ سے باہر نکلتا، میں اس کا ماحول پکڑ کر تعاقب میں لگ جاتا، پھر ان کا مقصد مجھ سے چھپا نہ رہتا۔

میں توقع کر رہا تھا، ان میں سے ایک اپارٹمنٹ کے اندر موجود رہے گا اور دوسرا باہر نکلے گا لیکن انہوں نے اس وقت میری توقع کی ایسی کم تیسی پھیر دی جب وہ ایک ساتھ دروازے کی جانب بڑھے۔ وہ چند سیکنڈ کے وقفے سے اپارٹمنٹ سے نکلے اور تھوڑا فاصلہ رکھ کر تیز قدموں سے چلتے ہوئے شالوم اسٹریٹ پر نکل آئے۔ ان کے انداز میں ایک خاص قسم کی بے گانگی اور اجنبیت پائی جاتی تھی۔ شالوم اسٹریٹ کے اختتام پر وہ لمحے بھر کو رکے پھر انہوں نے ایک ایسی حرکت کی کہ میں چکرا کر رہ گیا۔

میرا ڈرائیور تو شالوم اسٹریٹ سے بائیں جانب مڑ گیا جب کہ دوسرے شخص نے دائیں طرف ہرمن اسٹریٹ کو پکڑ لیا۔ یہ بڑی واہیات صورتِ حال تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کس کو چھوڑوں اور کس کا تعاقب کروں! وہ دونوں ہی اچانک بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئے تھے۔ پتا نہیں، وہ کس خفیہ مشن کے تحت حرکت کر رہے تھے۔ دونوں نے بہائی گارڈن اپارٹمنٹس میں جس طرح ایک دوسرے کی شخصیت کو اپنایا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا، ہرمن اسٹریٹ کا رخ کرنے والا شخص سیدھا اس بنگلے میں پہنچے گا جہاں بالائی منزل پر میری ساحل کو رکھا گیا تھا۔ اس ہنگامی تبدیلی اور روانگی سے یہ بھی ثابت ہوتا تھا، ساحل والے بنگلے میں موجود دیگر افراد کو بھی بہت سی باتوں سے بے خبر رکھا گیا ہے۔ میں نے ایک امکان ظاہر کیا ہے، ویسے جس طرح حیرت انگیز طور پر تیزی سے حالات تبدیل ہو رہے تھے اس کے پیشِ نظر کوئی حتمی رائے

قائم کرنا ممکن دکھائی نہیں دیتا تھا۔

ہرمن اسٹریٹ پر مڑنے والا شخص اگر واقعی ساحل والے بنگلے کی طرف جا رہا تھا تو میں اسے بعد میں بھی ٹریس کر سکتا تھا۔ اس بنگلے کے ماحول تک رسائی اب میرے لیے مشکل نہیں رہی تھی۔ سردست میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس شخص کا پیچھا پکڑوں جو مجھے ساحل کے پاس سے یہاں تک لے کر آیا تھا۔ اس نے اگر اپنی پہلے والی شخصیت میں کوئی تبدیلی کر لی تھی تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، ویسے آثار تو یہی بتاتے تھے، بہائی گارڈن اپارٹمنٹس سے نکلنے سے پہلے وہ اپنی اصلی شخصیت میں آ گیا تھا۔

ایک بات مسلسل میرے ذہن کو الجھا رہی تھی کہ آخر انہیں یہ چکر چلانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا مستقبل قریب میں ساحل کسی نئے ہنگامے کا منہ دیکھنے والی تھی؟ اگر یہ سب کچھ ربی موشے ہائمن کے اشارے پر نہیں ہو رہا تھا تو پھر اس سیٹ اپ کی ڈوریاں ہلانے والا شخص کون تھا؟

میں نے ان تمام تر پریشان کن سوالات کو ذہن سے جھٹکا دیا۔ پلک جھپکتے میں اپنے ڈرائیور کے ماحول میں پہنچ گیا۔ میں اس شخص کا نام نہیں جانتا تھا چنانچہ شناخت کی خاطر میں اسے ''ڈرائیور'' کہہ رہا ہوں۔ ویسے یہ ٹائٹل اس پر فٹ بیٹھتا تھا۔ میں نے اس کی ڈرائیوری میں بڑا سنسنی خیز سفر کیا تھا۔

میں ڈرائیور کے ماحول میں اترا تو وہ ایک نئی اسٹریٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ جلد ہی میں اس اسٹریٹ کا نام جاننے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ افرائم اسٹریٹ تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا، افرائم اسٹریٹ تل ابیب کی ایک معروف سڑک ہے۔ ڈرائیور اس اسٹریٹ پر آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔

ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ پیدل کیوں چلا جا رہا تھا۔ اس کے قریب سے میں نے ٹیکسیوں اور دیگر پبلک ٹرانسپورٹ کو گزرتے دیکھا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو کوئی سواری پکڑ کر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا تھا اور معقولیت بھی یہی تھی لیکن اس کی حرکات و سکنات یہ ظاہر کرتی تھیں کہ اسے پیدل مارچ کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے!

پتا نہیں، یہ اس کے پروگرام کا حصہ تھا یا اس نے میری ''بہبود'' کو ''بھانپ'' لیا تھا۔ جلد ہی وہ افرائم اسٹریٹ کو چھوڑ کر بن یہودہ اسٹریٹ پر آ گیا۔ بن یہودہ اسٹریٹ پر زیادہ تر کمرشل بلڈنگز اور ہوٹل استادہ تھے۔ ڈرائیور کی سست ہوتی رفتار سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اسی اسٹریٹ کی کسی عمارت میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

وہ بن یہودہ اسٹریٹ کی عمارتوں کو بہ غور دیکھتے ہوئے آگے بڑھتا گیا۔ میں چونکہ اس کے ماحول میں موجود تھا لہٰذا وہ سب کچھ مجھے بھی نظر آ رہا تھا۔ میں نے تھرڈ آئی کے توسط سے پہلے بھی کئی مناظر دیکھے تھے لیکن آج اس باطنی آنکھ کے استعمال میں جو لطف آ رہا تھا وہ پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں ان لمحات میں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ قربِ یار کا اپنا ہی ایک مزہ ہوتا ہے!

ڈرائیور بن یہودہ اسٹریٹ پر، ہوٹل ٹاپ کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ ''ہوٹل ٹاپ'' اس اسٹریٹ کی دوسری جانب استادہ تھا۔ وہ ہوٹل ٹاپ کو ایسی نظر سے دیکھ رہا تھا کہ میں سوچے بنا نہ رہ سکا کہ اسے اسی ہوٹل میں جانا ہے لیکن اگلے ہی لمحے ایک مرتبہ پھر اس نے میری توقع پر پانی پھیر دیا۔

وہ تھکے ہوئے قدموں سے چلتے ہوئے تھوڑا اور آگے بڑھ آیا اور بن یہودہ اسٹریٹ کے کنارے ایک جگہ رک گیا۔ مجھے یہ جاننے میں دیر نہ لگی کہ وہ مقام ''بس اسٹاپ'' تھا۔ اب اس بات میں شک کی گنجائش باقی نہ رہی کہ وہ کسی بس پر سوار ہو کر کہیں اور جانا چاہتا تھا۔ کہاں؟ اس سوال کا جواب بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا! میرے پاس انتظار کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈرائیور کی مطلوبہ بس اسٹاپ پر آ کر رکی۔ میں اس بس کا نمبر دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ روٹ نمبر دو سو بائیس کی بس تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، ٹرپل ٹو روٹ کی یہ بس ڈرائیور کو لے کر کہاں جائے گی۔ البتہ بن یہودہ اسٹریٹ کی رونق اور چکا چوند سے میں نے اندازہ لگا لیا، وہ علاقہ تل ابیب کا مرکزی حصہ یعنی ''سٹی سینٹر'' تھا۔

تھرڈ آئی کے ذریعے سفر کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کہیں بھی آنے جانے کے لیے کوئی ٹکٹ وغیرہ نہیں لینا پڑتا اور نہ ہی مسافر کو بیٹھنے کے لیے کسی سیٹ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ڈرائیور کے پیچھے پیچھے میں بھی بس نمبر ''222'' پر سوار ہو گیا۔ اس سفر کا اختتام بن گورین ائرپورٹ پر ہوا۔

ڈرائیور کے ساتھ ہی میں بھی بس سے نیچے اتر آیا۔ ''بن گورین'' تل ابیب کا انٹرنیشنل ائرپورٹ ہے۔ وہ شخص اگر ائرپورٹ پہنچا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا، وہ تل ابیب سے باہر کہیں جانا چاہتا تھا۔

انسان کو جو شے حاصل نہیں ہوتی وہ اپنی فطرت کے عین مطابق اس کی محرومی کو شدت سے محسوس کرتا ہے۔ ان لمحات میں مجھے اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ میں تھرڈ آئی کے ساتھ ساتھ تھرڈ ایر کو استعمال کرنا کیوں نہیں جانتا۔ اگر میں تیسرے کان (تھرڈ ایر) کے استعمال پر قدرت رکھتا تو یہ معلوم

کرنے میں ضرور کامیاب ہوجاتا کہ ڈرائیور اس وقت کہاں اور کیوں جارہا تھا؟ بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کے اپارٹمنٹ نمبر ''ستائیس۔سی'' میں ان دونوں افراد نے پندرہ بیس منٹ تک تبادلۂ خیال کیا تھا۔ یقیناً اس گفتگو میں یہ امور بھی ڈسکس ہوئے ہوں گے۔

جلد ہی میں یہ جاننے میں کامیاب ہوگیا کہ ڈرائیور تل ابیب سے باہر کہیں نہیں جارہا تھا' بلکہ وہ کسی کو ریسیو کرنے کے لیے ائرپورٹ پہنچا تھا۔ اب اس کے ساتھ ہی مجھے بھی ارائیول لاؤنج میں انتظار کرنا تھا۔ اس نازک موقع پر میں اسے چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاسکتا تھا۔

اس انتظار نے زیادہ طوالت نہیں کھینچی اور مسافر یکے بعد دیگرے باہر آنے لگے۔ ڈرائیور بڑے حساب کتاب سے ائرپورٹ پہنچا تھا۔ وہ ایک ایک مسافر کے چہرے کو بہ غور' گہری سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کسی مخصوص چہرے کے طلوع ہونے کا انتظار تھا۔

پھر یہ انتظار بھی اختتام پذیر ہوا۔ ڈرائیور کے مطلوبہ مسافر کا چہرہ نمودار ہوا تو وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔ میں نے بھی اس مسافر کو دیکھ لیا تھا اور یہ دیکھنا بڑا سنسنی خیز تھا۔ میری نگاہ نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پہچان کے تمام مراحل طے کرلیے۔ شناسا چہرے والا وہ شخص پُروقار انداز میں چلتے ہوئے ڈرائیور کے قریب پہنچا۔ میں اس وقت ڈرائیور کا سایہ بنا ہوا تھا۔ بہ الفاظِ دیگر وہ میرے نزدیک پہنچا۔ دوسرے ہی لمحے ہم ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔

اسی لمحے سب کچھ ختم ہوگیا۔ میری تھرڈ آئی کے سامنے پھیلا ہوا ارائیول لاؤنج کا منظر کسی بجھتی ہوئی شمع کی لو کے مانند پھڑپھڑایا اور گہری تاریکی چھا گئی۔ جلد ہی اس گڑبڑ کا سبب بھی میری سمجھ میں آگیا۔

صوفیہ کندھا تھپکتے ہوئے مجھے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کے اس عمل میں خاصی شدت تھی۔

میں نے آنکھیں کھول دیں اور گردن موڑ کر الجھن زدہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ اس نے کہا ''یوسف! کیا تم ساری زندگی کی نیند جہاز ہی میں پوری کرلو گے؟''

''ابھی آتا ہوں!'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا اور دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔

اگلے ہی لمحے میں ربی موشے ہائمن کے ماحول کو چھونے کی کوشش کرنے لگا!

اس کوشش کے سلسلے میں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا۔ ارائیول لاؤنج کے جس منظر کو صوفیہ کی ''تھپکی'' نے زیر زبر کردیا تھا' اس ماحول میں داخل ہونے کے لیے میں ایک کھڑکی کھلی چھوڑ آیا تھا اور اس کھڑکی کا علامتی نام تھا... ڈرائیور!

میں نہیں جانتا تھا' ربی موشے ہائمن کہاں سے آرہا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا' وہ اسرائیل کے کسی دوسرے شہر سے تل ابیب پہنچا ہو اور یہ بھی ناممکن نہیں تھا' وہ کسی اور ملک سے واپس اسرائیل آرہا ہو۔ بہرحال' میں ربی کا وسیلہ استعمال نہیں کرسکتا تھا چنانچہ اپنے ''ڈرائیور'' پر تکیہ کیا اور اس کے خال وخط کو اپنی تھرڈ آئی کے سامنے ابھارنے کے بعد میں ایک مرتبہ پھر بن گورین ائرپورٹ کے ارائیول لاؤنج میں پہنچ گیا۔

اس بار ارائیول لاؤنج کے منظر میں مجھے تھوڑی تبدیلی دکھائی دی۔ ڈرائیور' ربی کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوا آیا۔ میں نے اندازہ لگایا' وہ نہایت ہی مؤدبانہ انداز میں ربی کو کوئی اہم رپورٹ پیش کررہا تھا۔ افسوس! میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ سماعت نہیں کرسکتا تھا۔ میٹنگ جلد ہی ختم ہوگئی۔ ربی نے سر کو خفیف سی اثباتی جنبش دی اور اسی پُروقار انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے ڈرائیور کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے ڈرائیور کے ماحول میں رہتے ہوئے دیکھا اسی لمحے ڈرائیور کے میں ایک چم چماتی ہوئی لمبی سیاہ گاڑی ... آکر رکی تھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ ربی نے اس گاڑی کی آمد پر ہی ڈرائیور سے میٹنگ ختم کی تھی۔ یہ گاڑی یقیناً ربی کو ائرپورٹ سے ریسیو کرنے آئی تھی۔ مذکورہ گاڑی بیش قیمت اور ٹنٹیڈ گلاس کی حامل تھی۔ اس کی کھڑکیوں میں نصب سیاہ شیشوں کے اس پار یعنی گاڑی کے اندر دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ اندھے شیشے دیکھنے والی آنکھ کی راہ میں تاریک رات بن کر کھڑے ہوجاتے' گویا دیکھنے والے کو اندھا کرکے رکھ دیتے تھے۔

ربی گاڑی کے نزدیک پہنچا تو اس کی عقبی نشست والا دروازہ خودکار نظام کے تحت کھل گیا۔ یقیناً اس گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص نے کوئی بٹن دبا کر یہ سہولت فراہم کی تھی۔ ربی بہ آہستگی گاڑی کے اندر بیٹھ چکا تو میری باطنی نگاہ کو واپسی کی راہ لینا پڑی۔ ربی نے جیسے ہی گاڑی کا دروازہ بند کیا' وہ میری نظر سے اوجھل ہوگیا۔ اب میں اپنے ڈرائیور کے توسط سے محض ایک چم چماتی قیمتی سیاہ گاڑی کو دیکھ رہا تھا جو ربی کے اندر پہنچتے ہی تیزی سے حرکت میں آ

گئی۔

اس گاڑی کا حرکت میں آنا اس بات کی دلیل تھا کہ ربی کی سیاہ گاڑی سمیت میری تھرڈ آئی کے فریم سے نکلنے ہی والا ہے۔ اس صورتِ حال نے مجھے بوکھلا دیا۔ اگر میں ربی کے ماحول کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا تو یہ جاننے میں کامیاب ہوسکتا تھا' وہ اپنے جس ٹھکانے پر جارہا ہے وہ تل ابیب میں کس مقام پر واقع ہے!

اسی دوران میں' میں نے محسوس کیا کہ میرا ڈرائیور نہایت ہی تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے انٹرپورٹ پارکنگ کی طرف جارہا تھا۔ اس کی اس حرکت سے مجھے حیرت بھی ہوئی۔ وہ میری باطنی نگاہ کے سامنے ہی بن یہودہ اسٹریٹ سے بس نمبر دو سو بائیس میں سوار ہوکر ائرپورٹ پہنچا تھا۔ اب وہ کار پارکنگ میں کیا لینے جارہا تھا؟ بہرحال' ربی تو اندھے شیشوں والی سیاہ گاڑی میں سوار ہوکر کسی نامعلوم منزل کی جانب روانہ ہوگیا تھا' میں نے اپنے ڈرائیور کا پیچھا پکڑے رکھا۔ اب میری ساری امیدیں اسی سے وابستہ تھیں!

ڈرائیور گرے رنگ کی ایک کار میں بیٹھ کر پارکنگ ایریا سے نکلا تو میں بھی تھرڈ آئی کے توسط سے اس کی کار میں موجود تھا۔ اس بات پر میرا ذہن الجھ رہا تھا کہ اس کی گاڑی ائرپورٹ پارکنگ لاٹ میں موجود تھی اور وہ بھی پیدل اور بھی پبلک بس میں سوار ہوکر ائرپورٹ تک پہنچا تھا۔

جلد ہی اس نے گاڑی کو پارکنگ سے نکالا اور تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس روڈ پر آیا جو سٹی سینٹر سے ائرپورٹ کی طرف آتی تھی۔ ''ٹرپل ٹو'' روٹ کی بس اسی سڑک سے ائرپورٹ پہنچتی تھی۔ یہ ایک کشادہ ہائی وے تھی۔ میرے محتاط اندازے کے مطابق' بن گورین ائرپورٹ کی سینٹر سے لگ بھگ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ ازاں بعد مکمل تجربے سے مجھے معلوم ہوا' مذکورہ فاصلہ بارہ میل یعنی انیس کلومیٹر تھا۔

ہائی وے پر ڈرائیور نے گرے گاڑی کو ایسا بھگایا کہ چند منٹ بعد مجھے اپنے آگے ربی والی سیاہ گاڑی دکھائی دینے لگی۔ یہ ایک اطمینان بخش اور خوش آئند صورتِ حال تھی۔ میں نے ایک آسودہ سانس خارج کی اور تیسری آنکھ کے طفیل ڈرائیور کے ساتھ گرے گاڑی کے اندر موجود رہا۔ ڈرائیور کے تیور بتاتے تھے' وہ سیاہ گاڑی سے تھوڑا فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرے گا۔ تھوڑی دیر پہلے میں ربی کو ''اپنی نگاہ'' سے اوجھل ہوتے دیکھ کر جو مایوس ہوا تھا' اس نئی صورتِ حال نے وہ کیفیت زائل کردی۔ موجودہ سیٹ اپ بڑا طمانیت بخش اور

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
(باتصویر)
مصنف: اسلام حسین
ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جدید ترین اور مکمل کتاب
نئے طریقے، نئی مشقیں، سوال وجواب
کتاب کے چند عنوانات
ٹیلی پیتھی ایک علم، ایک سائنس
ٹیلی پیتھی کا ماضی اور حال
ہفتے کے ساتوں دن کرنے والی مختلف مشقیں
ٹیلی پیتھی میں یوگا کا استعمال
غیر معمولی حس ادراک اور روحانی قوتیں
مستقبل کی پیش گوئی
قیمت:-/45 روپے
ڈاک خرچ:-/23 روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com
رابطے کیلئے: C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین روڈ کورنگی روڈ کراچی

حوصلہ افزا تھا۔ گرے گاڑی کے اندر میری موجودی کوئی اہم خبر لانے والی تھی!

ڈرائیور ایک محدود فاصلے سے سیاہ گاڑی کے پیچھے لگا رہا۔ اس کا انداز حفاظت اور نگرانی ایسا تھا۔ دونوں گاڑیوں نے آگے پیچھے سفر کرتے ہوئے ہائی وے کو چھوڑ دیا۔ اگلے ہی لمحے وہ بن یہودہ اسٹریٹ پر تھیں' پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ افرائم اسٹریٹ' شالوم اسٹریٹ' ہرمن اسٹریٹ اور شیرون اسٹریٹ سے ہوتے ہوئے اس رہائشی علاقے میں پہنچ گئیں جہاں سے میں نے اس ڈرائیور کی ''معیت'' میں ایک پُرتجسس اور حیرت انگیز سفر کا آغاز کیا تھا۔

اس وقت تو میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب ربی والی سیاہ گاڑی پُرسکون رہائشی علاقے کی مختلف گلیوں میں سے گھومتے ہوئے اس نیلے گیٹ کے سامنے پہنچ گئی جس بنگلے کی بالائی منزل کے ایک بیڈروم میں میری ساحل کو رکھا گیا تھا۔ چند گز کے فاصلے سے ڈرائیور نے گرے گاڑی کو بھی بنگلے کی دیوار کے ساتھ روک لیا۔ میں چونکہ اس گاڑی کے ''اندر'' حاضر تھا لہٰذا ڈرائیور کا ماحول مجھے نیلے گیٹ کا منظر بڑی وضاحت سے دکھا رہا تھا۔

بنگلے کا نیلا گیٹ فوراً سے پیش تر کھول دیا گیا اور ربی سیاہ گاڑی سمیت بنگلے کے اندر داخل ہوگیا' گویا ایک مرتبہ پھر وہ میری نگاہ سے اوجھل ہوگیا تھا۔ میرے ڈرائیور نے اس کے پیچھے اپنی گاڑی کو بنگلے کے اندر نہیں پہنچایا بلکہ گاڑی کو بنگلے کی دیوار کے ساتھ ہی چھوڑ کر وہ باہر نکل آیا پھر گیٹ کی جانب قدم بڑھا دیے۔ میں بھی ''دبے قدموں'' اس کے ساتھ ہولیا۔

گیٹ پر متعین گارڈز نے اسے بنگلے کے اندر جانے سے نہیں روکا۔ اس کا مطلب تھا' وہ مسلح گارڈز اس کے صورت آشنا تھے۔ وہ کچھ دیر پہلے ایک بھاری وگ کے ساتھ قدرے مختلف حلیے میں اس بنگلے سے نکلا تھا اور ان گارڈز نے اس وقت بھی اسی دوستانہ رویے کا مظاہرہ کیا تھا۔ عقل یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ وہ گارڈز اس ایک شخص کے دوحلیوں سے واقف ہوں گے۔ حالات یہی بتاتے تھے گارڈز کے مطابق' جو شخص گیا تھا وہ کوئی اور تھا اور یہ جو آیا ہے' کوئی اور شخص ہے۔ میں انہی خیالات کے تانے بانے میں الجھا ہوا اس بنگلے میں دوسری بار داخل ہوگیا۔

اسی لمحے مجھے اس شخص کا خیال آ گیا' بہائی گارڈن اپارٹمنٹس میں جس نے وگ اور لینس وغیرہ لگا کر میرے ڈرائیور کا روپ اختیار کیا تھا جب وہ شالوم سے ہرمن اسٹریٹ کی طرف مڑا تھا تو میں نے یہی سوچا تھا' وہ میرے ڈرائیور کی جگہ لینے ساحل والے بنگلے میں پہنچے گا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا' موقع ملتے ہی میں تھرڈ آئی کے توسط سے اس طرف جھاکوں گا لیکن افسوس کہ مجھے اتنی مہلت میسر نہیں آ سکی تھی۔ ڈرائیور جس ڈرامائی انداز میں بن گورین انٹرپورٹ پہنچا اور وہاں جس سنسنی خیز منظر نے میری تھرڈ آئی کے قدم پکڑ لیے وہ بیان سے باہر ہے..... اور اب بھی لگ بھگ یہی صورتِ حال تھی!

میں چاہتا تو اس شخص کے ماحول میں جھانک کر اپنے اندازے کی تصدیق کر سکتا تھا مگر اس وقت بھی اور اس وقت بھی ربی موشے ہائمن سب سے زیادہ اہم تھا اور میں اسے ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑ کر کہیں ادھر ادھر نہیں ہو سکتا تھا۔ جب میں ڈرائیور کے ساتھ اس بنگلے کی رہائشی عمارت کے قریب پہنچا تو ربی گاڑی میں سے نکل کر عمارت کی زیریں منزل میں داخل ہو رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے ہم دونوں بھی اندر پہنچ گئے۔ یہ میری زندگی کا تحیر آمیز اور ناقابلِ فراموش سفر تھا!

ڈرائیور نے بنگلے کی زیریں منزل میں بمشکل دس منٹ گزارے ہوں گے پھر وہ ربی سے رخصت لے کر واپس جانے لگا تو میں ایک مرتبہ پھر الجھ کر رہ گیا۔ ربی زیریں منزل کے ایک بیڈروم میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ میں ڈرائیور کے بغیر اس کے ماحول میں رہ نہیں سکتا تھا لہٰذا مجبوراً مجھے بھی بنگلے سے نکلنا پڑا۔ پھر جب ڈرائیور گرے گاڑی میں بیٹھ کر کہیں روانہ ہونے لگا تو میں اس کے ماحول سے نکل آیا۔

ربی' ساحل والے بنگلے میں پہنچا تھا تو اس کا یہی مطلب تھا' وہ جلد یا بدیر ساحل کے پاس بھی جائے گا۔ میں ساحل کے ماحول میں رہتے ہوئے ربی کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے تھرڈ آئی کو زحمت دی اور اسی بنگلے کی بالائی منزل پر واقع ساحل کے بیڈروم میں پہنچ گیا۔

میں نے ساحل کو کھانے کے ساتھ مصروفِ عمل دیکھا۔ اس وقت کمرے میں اکیلی ہی تھی اور بڑے خشوع و خضوع سے ڈنر لے رہی تھی۔ اس کے چہرے سے اطمینان اور آسودگی جھلکتی تھی۔ لگتا تھا' وہ اس سیٹ اپ میں بڑی پُرسکون ہو لیکن میں جانتا تھا' اس کا یہ ٹھہراؤ اور طمانیت حالات کے ایک عارضی مصالحت تھی..... وہ حالات جو موشے ہائمن کے جبر نے اس کے سامنے پھیلا رکھے تھے۔ مجھے یقین تھا' وہ ایک پل بھی ربی کی قید میں گزارنے کی روادار نہیں ہوگی۔ ربی نے اسے جس خوبصورت اور راحت بخش قفس میں ڈال رکھا تھا وہ اس کے لیے کانٹوں کے بستر سے کم نہیں ہوگا۔ وہ اس آرام دہ بیڈروم میں ایک ایک دن گن گن کر گزار رہی ہوگی اور ہر پل وہاں سے نکلنے کی خواہش کرتی ہوگی!

میں پندرہ بیس منٹ تک ساحل کے ماحول میں رہا۔ اس نے ڈنر ختم کیا پھر واش روم میں جا کر برش کرنے لگی۔ فریش اپ ہونے کے بعد اس نے شب خوابی کا مخصوص لباس زیبِ تن کیا اور بیڈروم میں ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف ٹہلنے لگی۔ میں سمجھ گیا' وہ رات کے کھانے کے بعد کی واک کر رہی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' تھوڑی دیر بعد وہ سونے کے لیے بستر پر دراز ہو جائے گی۔ اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا' فی الحال ربی کا اس کی طرف آنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

ساحل کی چہل قدمی کے دوران ہی میں ایک مرتبہ بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور کھلے ہوئے دروازے میں مجھے وہی شخص کھڑا دکھائی دیا جو بہائی گارڈن اپارٹمنٹس سے میرے ڈرائیور کا روپ دھار کر ہرمن اسٹریٹ کی طرف گیا تھا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی یہ ثابت ہوگیا' وہ میرے ڈرائیور کا کردار ادا کرنے کے لیے اس بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔

مذکورہ شخص ساحل کے بیڈروم سے کھانے کے خالی برتن اٹھانے آیا تھا۔ برتن حاصل کرنے کے بعد اس نے بیڈروم کا دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا' ساحل اس پُرآسائش بندی خانے میں قید ہوگئی۔ میں متذکرہ بالا شخص کے ساتھ ساتھ کچن میں پہنچا۔ یہ کچن عمارت کی بالائی منزل پر ہی تھا۔ کچن میں ایک شخص پہلے سے موجود تھا۔ اس نے مخصوص شیف کیپ لگا رکھی تھی جس سے مجھے یہ سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ وہ اس بنگلے میں کک (باورچی) کے فرائض انجام دیتا تھا۔ وہ ایک عام سی شکل صورت کا مالک یہودی تھا جس کی عمر کا اندازہ میں نے پچپن اور ساٹھ کے درمیان لگایا تھا۔

ڈرائیور کا رول ادا کرنے والا شخص کھانے کے جھوٹے برتن کچن میں پہنچا کر باہر نکلا تو میں نے چند لمحات وہیں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں باورچی کے خال و خط کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہتا تھا۔ بنگلے کے سیٹ اپ میں وہ سب سے زیادہ غیر اہم دکھائی دیتا تھا لیکن ایسے افراد ہی بعض اوقات سب سے زیادہ اہم اور مفید ثابت ہوتے ہیں لہٰذا اس کے حلیے اور نقش و نگار کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرنا بہت ضروری تھا۔ جب تک اس عمارت میں کوئی ایک شخص بھی قیام پذیر تھا' کھانا بہرحال پکنا تھا یعنی اس باورچی کو وہاں موجود رہنا تھا۔ اگر میں بنگلے کے اس ''گیٹ'' کو اپنی تھرڈ آئی میں ''کھلا'' رہنے دیتا تو میری آمد و شد کے راستے میں کوئی بھی رکاوٹ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔ اپنے ''کام'' سے فارغ ہونے کے بعد میں کچن سے باہر نکل آیا۔

اب میں اس شخص کے ماحول میں تھا جو بہائی گارڈن اپارٹمنٹس سے یہاں پہنچا تھا اور میرے ڈرائیور کا رول بڑی کامیابی سے ادا کر رہا تھا۔ وہ اس وقت بالائی منزل والے گارڈز کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھا۔ وہ خاصے بے تکلف انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔ یہی بے تکلفی اس سے پہلے میں نے ڈرائیور اور سکیورٹی گارڈز کی بات چیت میں بھی دیکھی تھی۔ میں ابھی تک اس حتمی فیصلے تک نہیں پہنچا تھا کہ میرا ڈرائیور اس شخص کا کردار ادا کر رہا تھا یا وہ ڈرائیور کی جگہ لے کر اس کی کمی کو پورا کر رہا تھا۔ افسوس کہ میں ان کی باتیں سماعت نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے ایک بات تو نظر آ رہی تھی' وہ دونوں سکیورٹی گارڈز اسے ایک ذرا بھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے تھے۔

میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑا اور تیسری آنکھ کے ذریعے تخیلاتی پرواز کرتے ہوئے اپنے یہودی ڈرائیور کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنی گرے گاڑی کو پارک کرنے کے بعد پارکنگ لاٹ سے باہر آ رہا تھا۔ جلد ہی میں یہ جاننے میں کامیاب ہوگیا' وہ ''ہوٹل ٹاپ'' کی اسٹاف پارکنگ تھی۔ میں اس حیران کن شخص کی اس تازہ حرکت پر ایک مرتبہ پھر حیرت زدہ رہ گیا۔

جب میں اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا اور وہ ساحل والے بنگلے سے نکل کر ائرپورٹ کی طرف جا رہا تھا تو بن یہودہ اسٹریٹ پر وہ ہوٹل ٹاپ کے سامنے بھی رکا تھا۔ اس وقت میں اس کے انداز سے یہی سمجھا تھا' اسے ہوٹل میں کوئی کام ہے لیکن اس نے میری توقع پر پانی پھیر دیا تھا اور اب..... تو میں پورے یقین سے کہہ سکتا تھا وہ کسی خاص کام سے ہی یہاں آیا تھا۔ میں بڑے تسلی بخش انداز میں اس سے چپکا رہا۔ ہوٹل کی اسٹاف پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرنا بھی میرے ذہن میں ایک نئے تجسس کو جگا رہا تھا۔

وہ ہوٹل ٹاپ کے اسٹاف روم میں پہنچا اور اس نے ایک مجلد رجسٹر میں دستخط کیے۔ اس سے ایک بات واضح ہوگئی اور وہ یہ کہ وہ شخص اس ہوٹل کے باقاعدہ اسٹاف میں شامل تھا۔ جب وہ رجسٹر کے ایک صفحے پر اپنے نام کے سامنے دستخط کر رہا تھا تو میں ایک نہایت ہی اہم بات جاننے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے اس کے ماحول میں رہتے ہوئے' اسی کی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے کسی ''سلوان'' کے سامنے چڑیا

بٹھائی تھی۔ گویا وہ سلوان کی حیثیت سے اس ہوٹل میں کام کرتا تھا۔

ویسے کوئی یقینی بات نہیں تھی۔ سلوان اس شخص کا نام بھی ہوسکتا تھا جو اس وقت ساحل والے بنگلے میں ڈرائیور کی جگہ ''ڈیوٹی'' نبھا رہا تھا جب تک یہ معلوم نہ ہوجاتا کہ کون کس کی اداکاری میں مصروف ہے' کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا' دونوں ہی ایک دوسرے کی ڈیوٹی نبھا رہے ہوں اور یہ بھی عین ممکن تھا' وہ دونوں اپنے اپنے کام سے لگے ہوئے ہوں۔

یہ ایک ذہن کو الجھا دینے والی صورتِ حال تھی اور فی الحال مجھے اپنے ذہن کو بالکل نہیں الجھانا تھا۔ میں نے اس ڈرائیور کا نام سلوان فرض کرلیا اور اس کے ساتھ چپک کر ہوٹل کے کچن میں پہنچ گیا پھر جب وہ لباس تبدیل کرکے کچن میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کام میں مصروف ہوگیا تو میں نے اس کے ماحول کو خیر باد کہہ دیا۔ میں جس کم بخت کو ڈرائیور کہتا آیا تھا' وہ آخر کو باورچی نکلا!

سلوان نے رات نو بجے (اسرائیل کے مقامی وقت کے مطابق) ڈیوٹی جوائن کی تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا' وہ صبح سے پہلے ہوٹل سے آف نہیں ہوگا۔ مجھے کھانا پکتے ہوئے اور باورچیوں کو کھانا پکاتے ہوئے دیکھنے کا کوئی شوق نہیں تھا اس لیے ہوٹل ٹاپ کے کچن میں وقت برباد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگلے ہی لمحے میں اس شخص کے ماحول میں پہنچ گیا جسے دو سیکورٹی گارڈز کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ اب بھی اسی طرح ماحول بنائے بیٹھے تھے۔ میں دس پندرہ منٹ تک انتظار کرتا رہا کہ ان میں سے کوئی زیریں منزل تک جائے تاکہ میں ربی کی کوئی تازہ بہ تازہ خبر لے سکوں مگر انہوں نے میری توقع کو پورا کرنے والی کوئی حرکت نہیں کی اور نہ زیریں منزل سے کوئی اوپر آیا۔ لگتا تھا' دونوں منزلوں کا اسٹاف بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ ربی تک رسائی کا کوئی وسیلہ نظر نہ آیا تو میں نے براہِ راست اسے ٹرائی کرنے کی ٹھانی۔

موشے ہائمن کے غد و خال اپنی تمام تر خباثت کے ساتھ مجھے ازبر تھے لیکن میری تیسری آنکھ کی یہ کوشش بارآور نہ ہوئی۔ میں نے جھنجلا کر کوشش ترک کردی۔ ربی نے کسی روحانی عمل سے خود کو ایک نادیدہ حصار میں بند کرکھا تھا مگر یہ نادیدہ بندش میری تھرڈ آئی کو نظر آجاتی تھی اور وہ بے بس ہوکر رہ جاتی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا' ربی نے اس سلسلے میں کون سی تکنیک اپنا رکھی ہے۔ ہزار دشمنی اور ناپسندیدگی کے باوجود بھی میں اس شخص کی عملیت اور علمیت سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں ربی موشے ہائمن کو برا بھلا کہا اور تھرڈ آئی کی چھلانگ لگا کر اپنی جانِ تمنا کے ماحول میں پہنچ گیا۔ ساحل اس وقت تک بیڈ پر دراز ہوچکی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا' وہ سونے کی کوشش میں ہے۔ بیڈ روم میں ٹرالی پر ایک بڑے اسکرین والا ٹی وی موجود تھا۔ اگر اس کا جاگنے کا ارادہ ہوتا تو وہ ٹی وی کو ضرور آن کرتی۔

میں چند لمحات تک بڑی لگاوٹ سے اسے ''دیکھتا'' رہا۔ جب مجھے یقین ہوگیا کہ اس نے سونے کی غرض ہی سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے' وہ اب تک سو بھی چکی ہو..... تو میں نے ایک بوجھل سانس خارج کی اور اس کے ماحول کو خدا حافظ کہہ کر سنگاپور انٹرلائنز کے ''میگا ٹاپ سیون فورسیون'' میں حاضر ہوگیا۔

میں نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں' صوفیہ سے نظریں چار ہوئیں۔ وہ پتا نہیں' کب سے میری صورت تک رہی تھی۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھا تو اس کے مرمریں لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ طنز آمیز شکایتی لہجے میں بولی۔

''یوسف! تمہارا ''ابھی آتا ہوں'' تو خاصا لمبا ہے!''

''کیا مطلب؟'' میں نے الجھن زدہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

ہمارے درمیان یہ گفتگو سرگوشیوں کی صورت ہو رہی تھی۔ ویسے جہاز کے مسافروں کو ہم سے کوئی غرض نہیں تھی۔ سب اپنی اپنی مصروفیت میں مشغول تھے لیکن احتیاط کا تقاضا نبھانا بھی ضروری تھا' اسی سبب وہ مجھے یوسف کہہ کر ہی مخاطب بھی کر رہی تھی۔ میرے جواب کے بدلے میں اس نے کہا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے شانے سے جھنجوڑ کر تمہیں بیدار کیا تھا۔ تم نے کہا تھا' ابھی آتا ہوں! میں جب سے تمہاری آمد کا انتظار کر رہی تھی؟''

میں نے کہا ''بس دوبارہ آنکھ لگ گئی تھی۔''

''آنکھ لگ گئی تھی؟'' وہ متعجب انداز میں بولی ''تم تو پہلے بھی طویل نیند لے چکے تھے۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے' تم پچھلے کئی سالوں سے سوئے نہیں ہو!''

صوفیہ ایک ذہین اور بے باک لڑکی تھی۔ میں نے ٹالنے کی غرض سے کہہ دیا ''تم ایسا بھی سمجھ سکتی ہو۔ ویسے اس کے علاوہ بھی ایک وجہ ہے۔''

''کیا وجہ ہے؟'' اس کا استفسار خالی از دلچسپی نہیں تھا۔

میں نے ایک طویل سانس لی اور اس کی جاذب آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''میں دراصل تم سے مقابلہ کر رہا تھا۔''

اس کی الجھن دوچند ہوگئی ''کیسا مقابلہ؟''

''اس جہاز میں بیٹھنے کے بعد تم نے مجھ سے کہا تھا..... یوسف میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنا چاہتی ہوں۔ ہوسکتا ہے' آنکھ بھی لگ جائے۔ اگر کوئی خاص بات ہو تو تم مجھے جگا دینا'' میں نے اس کے کہے ہوئے الفاظ لوٹا دیے ''میں کافی دیر تک الو بنا بیٹھا تمہیں دیکھتا رہا۔ پھر میں نے تمہارا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں یہی سمجھا کہ تم سوگئی ہو..... اور دیکھ لو' میں جیت گیا۔ میں تم سے زیادہ سویا ہوں اور اگر تم مجھے جگاتی نہیں تو میں کئی گھنٹے مزید سو سکتا تھا۔''

''وہ تو مجھے نظر آرہا ہے!'' وہ میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے ذومعنی لہجے میں بولی ''ویسے تم نے ''اپنے منہ میاں مٹھو'' والی بات کی ہے۔''

''تم کیا کہنا چاہتی ہو؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اسے دیکھا۔

وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''تم نے کہا ہے' الو بنے بیٹھے مجھے دیکھتے رہے تھے۔ اس طرح گویا تم نے خود کو بڑا عقل مند ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مغرب میں الو کو دانش کی علامت سمجھا جاتا ہے۔''

میں نے کہا ''میں جانتا ہوں' تمہارے مغرب میں الو اور خچر کو بڑا دانا و بینا خیال کیا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک الو واقعی الو اور خچر نرا گدھا ہے لہٰذا تم یقین کرلو کہ میں نے تمہاری بیان کردہ کوشش ہرگز ہرگز نہیں کی' جو حقیقت ہے وہ بتلائی ہے۔''

وہ چند لمحات تک خاموش مگر کھوجتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر عجیب سے لہجے میں بولی۔ ''وجدان! تم بہت گہرے ہو!''

وجدان کا لفظ اس نے اتنے دھیمے انداز میں ادا کیا کہ میرے سوا کوئی نہ سن سکا۔ میں نے جواباً گہری سنجیدگی سے کہا۔

''ہم اس وقت ہزاروں فٹ کی اونچائی پر ہیں اور تمہیں گہرائی کی سوجھ رہی ہے!''

''تم باتیں بنانا خوب جانتے ہو!'' وہ بدستور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے کہا ''یہ شعبہ سراسر خواتین سے متعلق ہے۔''

''لیکن بعض مرد خواتین سے چار ہاتھ آگے دکھائی دیتے ہیں!''

اس کا واضح اشارہ میری جانب تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے' بعض مرد پیشہ ور باتیں کرنے والے ہوتے ہیں اور انہی باتوں کی کمائی کھاتے ہیں لیکن میرا اس پیشے سے کوئی تعلق نہیں۔''

''تم گھمانا بھی جانتے ہو'' وہ چوٹ کرنے والے انداز میں بولی ''مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے بھی اپنی ہی بات کہہ ڈالی؟''

''فی الحال تو وہ ہمیں گھمانے آرہی ہیں'' میں نے سیٹوں کے درمیان واقع لمبی گزرگاہ کے آخری سرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ''کیا تم گھومنے کے لیے تیار ہو؟''

صوفیہ نے میری نگاہ کا تعاقب کیا تو وہ اٹرہوسٹیس اسے نظر آگئیں جو کھانے کی ٹرالی کو بڑی سبک خرامی سے چلاتے ہوئے دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھیں۔ جہاز کے مسافروں کو ڈنر دیا جارہا تھا۔ مذکورہ ٹرالی ابھی اتنے فاصلے پر تھی کہ اسے ہمارے پاس پہنچنے میں دس سے پندرہ منٹ لگ سکتے تھے۔ میں اپنی بات کہہ کر بڑی سنجیدگی سے خاموش ہوگیا تو صورتِ حال کو بھانپنے کے بعد صوفیہ نے کہا۔

''تم جتنے تسلسل سے مجھے گھما رہے ہو' اسے دیکھتے ہوئے مجھے نہیں امید کہ ان بے چاریوں کا کبھی کبھی نمبر آئے گا؟'' بے چاریوں سے اس کی مراد اٹرہوسٹیس سے تھی۔

میں نے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہ سمجھا اور خاموشی اختیار کیے رکھی لیکن صوفیہ خاموش رہنے والی نہیں تھی۔ میری پُراسرار چپ اور بے سروپا گویائی نے اسے مضطرب کرکے رکھ دیا تھا۔ میں اس وقت کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا تھا اس لیے محض ''ہوں' ہاں'' پر اکتفا کیا۔

میرے ردِعمل سے زچ ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''کیا تم نے پہلے کبھی کسی کا رول کیا ہے؟''

''ہاں'' میں نے اثبات میں گردن ہلائی ''ایسا موقع مجھے اکثر میسر رہتا ہے۔''

''جب ہی تو..... میں بھی دھوکا کھا گئی تھی!'' وہ زیرِلب مسکراتے ہوئے بولی۔

اس کی مسکراہٹ سے جھلکتی معنی خیزی کو مجھ سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا تھا۔ وہ اس گرم جوش اور خوشگوار ''استقبالیہ'' کا ذکر کر رہی تھی جو ہیرالڈ تھامس کے لندن والے اپارٹمنٹ میں

اس نے مجھے اپنا بوائے فرینڈ یوسف الظاہری سمجھتے ہوئے پیش کیا تھا۔ بقول صوفیہ کے وہ مجھ سے دھوکا کھا گئی تھی۔

اگر واقعی وہ کوئی دھوکا تھا تو بڑا ہی خوب صورت اور دانہانہ دھوکا تھا!

میں نے یہ سب سوچتے ہوئے اس سے پوچھ لیا ''دھوکا کھانا کسی کو اچھا نہیں لگتا۔ تمہارے محسوسات جان سکتا ہوں؟''

''میں یوسف کی رائے سے متفق ہوں!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔

''یو مین..... اٹ ڈزنٹ میٹر؟'' میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

''یس' آئی مین اٹ!'' وہ قطعیت سے بولی۔

ہیرالڈ تھامس کے اپارٹمنٹ میں جب صوفیہ نے کھسیاہٹ بھرے انداز میں یوسف الظاہری کو بتایا تھا کہ وہ مجھے یوسف سمجھ کر گلے لگی تھی تو اس کی جھینپ کے جواب میں یوسف نے کہا تھا..... اٹ ڈزنٹ میٹر۔ وجدان ہمارے مشترک دوست کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس تناظر میں صوفیہ کا موجودہ جواب خاصا بولڈ تھا۔ یہ اچھا ہی تھا کہ اس نڈر اور بے باک لڑکی کے ساتھ مجھے چند روز گزارنا تھے۔ اگر ہمارا ساتھ طویل ہوتا تو پتا نہیں' کون کون سے موسمی اور بے موسمی گل کھل جانا تھے!

میں نے صوفیہ کے قطعیت بھرے جملے کے جواب میں ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''تم ایک بے مثال ساتھی ہو۔ میں یوسف الظاہری کے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ انسان کو ایسا ہی زندہ دل اور خوش باش ہونا چاہیے۔''

یہ جملے میں نے صوفیہ کے اطمینان اور خوشی کی خاطر ادا کیے تھے۔ وہ بولی ''زندگی صرف ایک بار ہی ملتی ہے اس لیے اسے زندہ دلی سے گزارنا چاہیے۔''

میں نے اس کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہا کیوں کہ کھانے والی ٹرالی کھسکتے پھسلتے ہماری سیٹوں کے قریب پہنچ گئی تھی۔ مجھے جواب نہ دینے کا بہانہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ ویسے میں اس کے جواب میں کہتا بھی کیا؟ وہ چند جملے تو میں نے محض اس لیے کہہ ڈالے تھے کہ اسے آکورڈ محسوس نہ ہو ورنہ چنگ فورن پوشی سے دوسری ملاقات کے بعد میں نے پختہ تہیہ کر لیا تھا کہ خود کو حتی الامکان اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کروں گا۔

چیف لاما چنگ فو نے ساحل کے حوالے سے مجھے ''تبت کا داماد'' کہا تھا۔ جو کھانگ ٹیمپل کے چیف لاما کی حیثیت ملک کے سربراہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ وہ براہِ راست دلائی لاما کے رابطے میں ہوتا ہے بلکہ بعض معاملات میں وہ دلائی لاما کی تربیت اور راہ نمائی بھی کرتا ہے۔ ملک میں وزیراعظم کا انتخاب اسی کی مرضی اور منشا سے ہوتا ہے۔ اس بات سے چیف لاما کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مجھے اگر تبت کا داماد سمجھا جا رہا تھا تو اس رشتے سے چنگ فو تبت کا باپ تھا' یعنی میرا سسر!

ہر سسر کی' اس بات پر گہری نظر ہوتی ہے کہ اس کی فرزندی میں آنے والا بندہ کس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اس ناتے سے چنگ فو ساحل کے باپ کا کردار ادا کرنے والا تھا جب بھی پہلی ملاقات میں اس نے میری لغزشوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مجھے ''سیدھی راہ'' دکھانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ میری تھرڈ آئی کی راہ میں جو تعطل پیدا ہوا ہے اس کا سبب میری یہی لغزشیں ہیں۔ اگر میں خود پر کنٹرول حاصل کر لوں تو اس عارضی رکاوٹ کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اسی سلسلے میں مجھے ''دس روزہ مجاہدے'' سے بھی گزارا گیا تھا جس کے بعد دوسری ملاقات میں چنگ فو نے اپنے کیے کو سچا کر دکھایا تھا۔ میرے کامل پرہیز اور چنگ فو کے تعاون نے میری تھرڈ کے ضعف کو دور کر کے مجھے ساحل کے ماحول میں پہنچا دیا تھا۔ اس کامیابی نے میرے اندر ایک نئے ولولے اور جوش کو ابھارا جس کے نتیجے میں' میں چیف لاما کی بتائی ہوئی سانس روکنے کی مخصوص مشق کر کے اس قابل ہو گیا تھا کہ تیسری آنکھ کی بازی گری اب مجھے بچوں کا کھیل محسوس ہونے لگا تھا۔ میں قدم قدم پر کامیابی حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

جب کسی گرو کے بتائے ہوئے گر کے نتائج حسبِ ضرورت نمودار ہونے لگیں تو اس گرو کی کاملیت پر یقین اور بھی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنگ فو میرے لیے ایک ایسا ہی گرو ثابت ہو رہا تھا لہٰذا اس کی ہدایات کا پاس اور متقاضی احتیاط مجھ پر لازم ہو کر رہ گئی تھی۔

اٹر ہوٹیس نے ہمارے سامنے ڈنر چن دیا تو میں نے مذاق کے رنگ میں صوفیہ سے کہا ''کسی سے دھوکا کھانا اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ کھانا کھانا۔ میرا خیال ہے' ہمیں پہلی فرصت میں اس کھانے پر توجہ دینا چاہیے۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے ڈنر کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

صوفیہ میری بات کی تہ تک پہنچ گئی۔ اس نے ڈنر لینا تو شروع کر دیا لیکن میرے مذاق کے جواب میں شرارت سے

مسکرانے لگی۔ زیرِلب مسکراتے ہوئے بولی۔

''میں تمہارے اسٹیٹ منٹ میں تھوڑا اضافہ کرنا چاہتی ہوں' اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو؟'' اس نے سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا لہٰذا خاموش رہا۔ وہ اضافہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کسی کو دھوکا دینا اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ کھانا دینا۔ میرا خیال ہے' یہ ایئر ہوسٹیس تم سے زیادہ اہم کام کر رہی ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد انسان اور زیادہ بڑھ چڑھ کر دھوکا دہی کے معاملات پر غور کرنے لگتا ہے۔''

میں اگر صوفیہ کی بات کا جواب دیتا تو بات بہت دور تک نکل جاتی مگر میں بات کو بڑھانا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس موضوع کو لپیٹ کر شکم سیری میں مصروف ہو گیا۔ صوفیہ نے شکم سیری کے جن نتائج کی نشان دہی کی تھی ان سے انکار ممکن نہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ اقرار کا اظہار بھی کر لیا جائے۔ بعض باتیں ان کہی ہوتی ہیں' انہیں سمجھنے اور سمجھانے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے!

☆☆☆

رات کے آخری پہر ہم قاہرہ پہنچ گئے۔

صوفیہ یوسف الظاہری سے ملنے پہلے بھی مصر آ چکی تھی لہٰذا ہمیں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہم نے قاہرہ انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے ایک پرائیویٹ ٹیکسی پکڑی اور اس اپارٹمنٹ تک چلے آئے جہاں یوسف کی ہدایات کے مطابق ہمیں ٹھہرنا تھا۔ مذکورہ اپارٹمنٹ قاہرہ کے عین قلب میں' مسجد سلطان حسن کے نزدیک واقع تھا۔ یوسف الظاہری نے ہمیں اس اپارٹمنٹ کی چابیاں دے دی تھیں اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس اپارٹمنٹ کے بارے میں زیادہ لوگوں کو معلوم نہیں لہٰذا ہمارے لیے کسی مداخلت کا اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اپارٹمنٹ یوسف کے خفیہ ٹھکانوں میں سے ایک تھا۔

ہم خیر و عافیت سے اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہو گئے تو صوفیہ نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''میں اس اپارٹمنٹ میں صرف ایک مرتبہ یوسف کے ساتھ ٹھہری ہوں۔''

میں نے استفسار کیا ''میری معلومات کے مطابق' تم کئی بار مصر آ چکی ہو۔ کیا یوسف تمہیں کہیں اور بھی ٹھہراتا رہا ہے؟''

''زیادہ تر وہ میرے لیے ہوٹل اوسس (OASIS) میں بکنگ کرا دیتا تھا۔'' اس نے جواب دیا ''یوسف اس ہوٹل کا سلیپنگ پارٹنر بھی ہے لہٰذا یہ اس کے لیے چٹکی بجانے کے جیسا کام ہے۔''

میں نے اپنی یادداشت کو تر و تازہ کرنے کی غرض سے کہا ''ہوٹل اوسس غالباً کیرو الیگزینڈریا ڈیزرٹ روڈ پر واقع ہے!''

''غالباً نہیں' یقیناً'' وہ زور دیتے ہوئے بولی ''لگتا ہے' تم قاہرہ (کیرو) اور اسکندریا (الیگزینڈریا) کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟''

''تم سے زیادہ نہیں'' میں نے عام سے لہجے میں کہا ''میں نے پہلی مرتبہ مصر کی سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ اس بارے میں میری معلومات محدود ہیں۔''

وہ بے یقینی سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی ''مصر ایک پُراسرار اور ناقابلِ تسخیر سرزمین کا نام ہے جہاں قدم قدم پر عقل دنگ' ذہن ماؤف اور سوچ مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔''

میں نے مصر اور اس سے متعلق اسرار و رموز کی بہت سی طلسماتی کہانیاں سن رکھی تھیں۔ تاریخی اعتبار سے اس سرزمین کی جو اہمیت اور قدر و منزلت ہے' وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ میں نے صوفیہ کی بات کے جواب میں کہا۔

''اچھا ہے' تمہاری شکل میں مجھے ایک ایسا ساتھی میسر آ گیا ہے جس نے پہلے بھی کئی بار اس جادو نگری کی سیر کر رکھی ہے۔ میں تمہاری صحبت میں اس طلسم کدے میں اترا ہوں۔ تم انگلی پکڑ کر اس کے ایک ایک اسرار کو کھولتی جانا۔ ہو سکتا ہے' تسخیر کی چند منازل میں بھی طے کر لوں!'' میں لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اپنے انداز کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اس محیر العقول نگری کی سیاحت کے دوران میں تم ایک لمحے کے لیے بھی میری انگلی نہ چھوڑنا کہیں اس دھرتی کا کوئی ساحر سحر پھونک کر مجھے پتھر کا بت نہ بنا دے۔ میں اپنی عقل کو دنگ کرنا تو افورڈ کر سکتا ہوں لیکن ذہن کو ماؤف اور سوچ کو مفلوج کرانا مجھے گوارا نہیں! میں ایک خاص الخاص اور اپنی زندگی کے سب سے اہم مشن پر نکلا ہوا ہوں۔ مجھے اپنی یہ چیزیں بہت عزیز ہیں۔''

وہ میرے بولنے کے دوران میں گہری دلچسپی سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خاموش ہوا تو اس نے اضطراری لہجے میں کہا۔

''وجدان! کیا تمہیں شاعری بھی آتی ہے؟''

یہ جملہ اس نے گزارہ چلاؤ اردو میں ادا کیا تھا۔ میں نے بھی اردو ہی میں فوراً جواب دیا۔

''میں شاعر تو نہیں..... مگر شاید یہ مصر کی پُراسرار زمین کا

اثر ہے۔'' پھر میں اس کے انتہائی قریب چلا گیا اور گہری سنجیدگی سے پوچھا ''ذرا دھیان سے میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ' کہیں میری عقل دنگ' ذہن ماؤف اور سوچ مفلوج تو نہیں ہوگئی۔ میں یہ کس قسم کی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہوں!''

وہ چند لمحات تک واقعی یک ٹک' سنجیدگی سے میری آنکھوں اور چہرے کو تنقیدی نظر سے گھورتی رہی' پھر یک لخت کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی بے ساختہ ہنسی بڑی دلکش دل نشیں تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا' اچانک جل ترنگ بج اٹھا ہو۔ اس پر بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی۔

وہ مجھ پر شاعری کا ''الزام'' لگا رہی تھی اور خود اس کا عملی مظاہرہ پیش کر رہی تھی۔ میں اس کے موتیوں ایسے آب دار ہم وار دانتوں اور پوری طرح کھلے ہوئے گلاب چہرے کو دیکھتا چلا گیا۔ وہ ان لمحات میں شگفتگی اور رعنائی کا منہ بولتا شاہکار بن گئی تھی۔ حسن اور فن کو خراج تحسین پیش نہ کرنا بدذوقی کے زمرے میں آتا ہے۔ میں مبہوت کھڑا انہی تعریفی کلمات کو دل میں دہرا رہا تھا۔

صوفیہ کے دل آویز قہقہوں کا تسلسل کسی بھی طور ٹوٹتا دکھائی نہ دیا تو مجبوراً مجھے کندھوں سے جھنجوڑ کر اسے ''ہوش'' میں لانا پڑا۔ اس کی حالت نارمل ہوئی تو میں نے قدرے تنبیہی لہجے میں کہا۔

''صوفیہ! یہ کیا دیوانگی ہے؟''

''مجھے تمہاری بات سن کر بے اختیار ہنسی آ گئی تھی۔'' وہ اپنی آنکھوں کے نم ہو جانے والے گوشوں کو مخروطی انگلیوں سے صاف کرتے ہوئے بولی ''پھر پوچھتے ہو' یہ کیا دیوانگی ہے!''

اس کے جواب نے مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ میں نے متاثلانہ لہجے میں دریافت کیا ''میں نے ایسی کون سی بات کر دی ہے؟''

''تم نے کہا نہیں کہ میں تمہاری انگلی کو احتیاط سے پکڑے رکھوں۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ تم یہاں پہلی مرتبہ آئے ہو۔ سیر تمہیں میں کراؤں گی یا تم مجھے کراؤ گے؟ تم میری انگلی پکڑ کر چلو گے یا مجھے تمہاری انگلی پکڑنا ہوگی؟''

اس نے خاصی سنجیدگی سے یہ سوال اٹھائے تو میں محاورتاً سر پکڑ کر رہ گیا۔ اس نے ایک ٹیکنیکل پوائنٹ اٹھایا تھا پیش آمدہ صورت حالات میں اصولاً مجھے اس کی انگلی تھامنا چاہیے تھی' لیکن اتنی معمولی سی تکنیکی خامی پر یوں نان اسٹاپ ہنستے چلے جانا سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی۔ میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''صوفیہ! بس اتنی سی بات کے لیے تم نے.....؟''

میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو وہ جلدی سے بولی ''دراصل' دو باتیں ایک ساتھ میرے ذہن میں ابھر آئی تھیں۔'' اس کا انداز وضاحت پیش کرنے والا تھا۔ ''میں پہلے یہ سوچ رہی تھی کہ ایک یوسف الظاہری نے مجھے مصر کی سیر کرائی تھی اور اب میں ایک دوسرے یوسف الظاہری کو مصر کی سیر کرانے والی تھی۔ یہ ستم ظریفی بلکہ ستم ضعیفی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر تم نے وہ انگلی پکڑنے والا شگوفہ چھوڑ دیا۔ بتاؤ' میں ہنستی نہیں تو کیا بیٹھ کر رونا شروع کر دیتی؟ کوئی لطیفہ سن کر انسان رو دیتا ہے کیا؟''

اس نے بات کے اختتام پر دو سوالات داغ دیے لیکن میں نے کسی وضاحت کی ضرورت کو محسوس نہ کیا اور اس قصے کو ختم کرنا ہی مناسب سمجھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم نے درحقیقت اپنے ذہن میں دو یوسف الظاہری کو الگ الگ بٹھا رکھا ہے' اس لیے سوچ کی یہ پیچیدگی پیش آ رہی ہے۔ تم اپنی یادداشت میں یوسف الظاہری کو سنیچ کرنے کی کوشش کرو۔ اصلی یوسف الظاہری کو چند دنوں کے لیے فراموش کر دو' صرف اس یوسف الظاہری کو یاد رکھو جو..... اصلی کے بھیس میں نقلی ہے اور تمہارے ساتھ اسے مصر سے اسرائیل جانا ہے۔''

''تمہارا مشورہ تو دل کو لگ رہا ہے'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی ''لیکن اگر میں نے نہایت ہی چستگی سے تمہیں یوسف سمجھنا شروع کر دیا تو پیچیدگی اور بھی بڑھ جائے گی۔ تت..... تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟''

اس نے مبہم انداز میں بات کو سمیٹا تو میں اس کے مطلب کو بخوبی سمجھ گیا۔ جان چھڑانے والے انداز میں' میں نے اس سے کہہ دیا ''اٹ ڈزنٹ میٹر۔''

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہم دونوں نے حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ صوفیہ نے سوالیہ انداز میں کہا ''کس کا فون ہو سکتا ہے؟''

''یہ تو اٹینڈ کرنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔'' میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

ہم اس وقت اپارٹمنٹ کے جس کمرے میں بیٹھے تھے فون سیٹ بھی وہیں ایک اسٹینڈ پر رکھا تھا۔ میری تائید پا کر صوفیہ فون کی جانب لپک گئی۔ یہ فون میرے لیے ایک طرح سے باعث رحمت ثابت ہوا تھا۔ گھنٹی سنتے ہی صوفیہ اپنے

کو بھول گئی تھی ورنہ پتا نہیں' اسے اطمینان دلانے کے لیے مجھے کون کون سے جواباتِ دینا پڑتے۔ وہ ایک باتونی اور پیچھے ہی پڑ جانے والی لڑکی تھی!

صوفیہ نے فون اٹینڈ کیا۔ ''ہیلو'' کے جواب میں دوسری طرف کی بات سنی اور میری طرف دیکھتے ہوئے مطمئن لہجے میں بولی۔

''وجدان! ہیرالڈ تھامس تم سے بات کرنا چاہتا ہے!''

ہیرالڈ تھامس کا نام سنتے ہی میں فون کے قریب پہنچ گیا۔ تھامس کا تعلق انگلینڈ کے ''جیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ'' سے تھا اور وہ اس مشن کے سلسلے میں میری بھرپور مدد کر رہا تھا۔ صوفیہ اور یوسف الظاہری اس کی ''دریافت'' تھے۔ رسمی علیک سلیک کے بعد اس نے ہمارے سفر کے بارے میں دریافت کیا پھر اصل موضوع کی طرف آ گیا۔

''یوسف الظاہری نے تمہارے روانہ ہوتے ہی لندن سے براہِ راست اپنے دوست السید مبارک الحسینی سے بات کی تھی اور اسے بتایا تھا کہ وہ قاہرہ پہنچ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوست بھی ہے جو اسرائیل' مصر اور اردن کی سیر کرنا چاہتی ہے۔''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ''یوسف نے مبارک الحسینی کو اپنی دوست صوفیہ کے بارے میں تفصیلاً بتا دیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے' مبارک الحسینی ''کانٹیکی ٹورز اینڈ ٹرپ ٹریول کمپنی'' کا نمائندہ ہے جس کے توسط سے یوسف اور صوفیہ کے دورے کا بندوبست ہونا ہے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''

''یاں' بڑی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔'' وہ لمحے بھر کو رکا تو میں نے تسلی بخش لہجے میں کہا ''آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔''

وہ بولا ''کانٹیکی (CONTIKI) والے عموماً سفر کے آغاز سے پینتالیس دن پہلے بکنگ کرتے ہیں لیکن مبارک الحسینی' یوسف الظاہری کا سچا دوست ہے لہٰذا اس نے یوسف اور صوفیہ کے لیے گنجائش نکال لی ہے۔ تمہیں ہر صورت میں کل دونوں پاسپورٹس مبارک الحسینی کے آفس پہنچانا ہوں گے۔ پرسوں یعنی چوبیس اپریل کو ان تین ملکوں کے دورے والا ایک ٹرپ روانہ ہونے والا ہے جو مصر' اسرائیل' اردن سے ہوتے ہوئے سولہ دن کے بعد لیٹنی نومئی کو واپس مصر پہنچ جائے گا۔ اگر یہ ٹرپ مس ہو گیا تو پھر تمہیں کم از کم پندرہ دن تک انتظار کرنا ہوگا کیوں کہ اس سال کا دوسرا ٹرپ آٹھ مئی کو روانہ ہوگا۔ یوسف نے مبارک سے پے منٹ کا معاملہ بھی طے کر لیا ہے لہٰذا تمہیں کانٹیکی کے آفس میں کسی قسم کی ادائی نہیں کرنا ہوگی۔ تم اپنے ساتھ جو رقم لے کر گئے ہو اسے دیگر معاملات کے لیے بچا کر رکھو تمہیں کسی وقت کوئی بھی ہنگامی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔''

ہیرالڈ تھامس نے مجھے اور صوفیہ کو امریکی ڈالرز کی صورت میں اچھی خاصی رقم بطور ''زادِ راہ'' تھما دی تھی۔ میں نے کہا ''ٹھیک ہے' میں آپ کی بات سمجھ گیا۔ ذرا یہ تو بتائیں' اس ٹور کے لیے ٹی کس کمپنی والے کتنی رقم وصول کرتے ہیں؟''

''مصر' اسرائیل اور اردن کے اس سولہ روزہ دورے کے لیے کانٹیکی والے فی مسافر ایک ہزار' نو سو پچانوے امریکی ڈالرز وصول کرتے ہیں۔''

''یعنی پورے انیس سو پچانوے ڈالرز!'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ''یہ تو بہت بڑی رقم ہے؟''

''رقم بڑی ہے یا چھوٹی' اس کی تم فکر نہ کرو۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''سمجھ لو' یوسف الظاہری اور صوفیہ کے کل تین ہزار نو سو نوے ڈالرز کمپنی کو ادا کر دیے گئے ہیں۔ چوبیس اپریل کی صبح سے تم کانٹیکی کے ڈسپوزل پر ہو گے۔ اس ٹرپ کے دوران میں تمہیں بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ کمپنی اگر بھاری رقم وصول کرتی ہے تو اس کے بدلے میں آرام دہ تفریح بھی مہیا کرتی ہے۔''

''ٹھیک ہے مسٹر تھامس! میں آپ کی ہدایات کو یاد رکھوں گا۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

اس نے دعائیہ انداز میں نیلی فونک رابطہ موقوف کر دیا ''بیسٹ آف لک!''

میں نے ریسیور رکھا تو صوفیہ نے کہا ''یوسف الظاہری تمہارے لیے قدم قدم پر آسانیاں فراہم کر رہا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں اس مشن میں زیادہ محنت کرنا پڑے!''

''اگر تم ایسا خیال نہیں کرتی ہو تو میں یہی کہوں گا' تم غلط سوچ رہی ہو'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''میں بہت مشکل پسند ہوں اور محنت کرنے سے نہیں گھبراتا۔ تمہیں اس چند روزہ ''ساتھ'' میں بہت کچھ دیکھنے کو ملے گا۔ مجھے یقین ہے' جب اسرائیل میں تم مجھ سے جدا ہو گی تو میرے بارے میں تمہاری رائے بدل چکی ہوگی۔''

''ہو سکتا ہے!'' وہ ایک ادائے ناز سے کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

میں نے پوچھا ''بائی دی وے' تم اسرائیل سے واپس لندن کیسے پہنچو گی؟''

چیف لاما چنگ فورن پوشی نے اس سلسلے میں کوئی واضح

بات نہیں کی تھی۔ صرف اتنا بتایا تھا' جب اسرائیل میں' میں ساحل کو حاصل کرلوں گا تو صوفیہ مجھ سے جدا ہوجائے گی۔ میں نے سوال کیا تھا کہ اصلی صوفیہ کا کیا ہوگا تو اس نے دو ٹوک انداز میں کہا تھا' مجھے صوفیہ کے سلسلے میں ذہن کو تھکانے کی ضرورت نہیں اسے اسرائیل سے مصر اور مصر سے انگلینڈ پہنچانے کی ذمے داری کسی اور شخص کو سونپی جاچکی ہے! چنگ فو کے اس دوٹوک جواب کے بعد میں مزید سوال کرنے کی ہمت نہیں کرسکا تھا اسی لیے اب صوفیہ سے پوچھ رہا تھا۔ اگر صوفیہ کو کسی اور شخص کے ساتھ سفر کرنا تھا تو یقیناً وہ اس شخص کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتی ہوگی۔

وہ میرے سوال کے جواب میں بولی ''اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں تمہیں بتانے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتی۔''

''کیا مطلب!'' میں نے چونکے ہوئے لہجے میں پوچھا ''کیا واقعی تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو؟''

''ہاں واقعی!'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''تمہیں میری بات کا یقین کرلینا چاہیے۔''

''میں یقین کررہا ہوں لیکن..... یہ سب کیسے ممکن ہے کہ.....؟''

میں نے جملہ نامکمل چھوڑا تو وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی ''مسٹر تھامس نے مجھ سے کہا تھا' تم جیسے ہی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلو' میں تم سے الگ ہوجاؤں اور فوراً تھامس سے رابطہ کروں۔ اس وقت وہ مجھے بتائے گا' میں کیا کروں اور کیسے کروں!''

''اوہ!'' بے ساختہ میرے لبوں سے ایک ٹھنڈی سانس خارج ہوئی۔ میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تو اس کا مطلب ہے' موجودہ سیٹ اپ کی اچھی خاصی ڈوریاں مسٹر ہیرالڈ تھامس نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھی ہیں۔''

صوفیہ نے اثبات میں گردن ہلائی اور نہ ہی صاف انکار کیا بلکہ خاموشی سے مجھے دیکھتی چلی گئی۔ اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا' اس نے منہ کھول کر ایک کشادہ جماہی لی۔ میں نے موقع محل کی مناسبت سے فوراً کہہ دیا۔

''میرا خیال ہے' رات کا جو تھوڑا بہت وقت باقی بچا ہے اس کو سو کر گزارنا چاہیے تاکہ کل صبح فریش حالت میں حالات کا مقابلہ کرسکیں۔''

''سونے کی بات کرتے ہوئے تم تو اچھے نہیں لگتے وجدان!'' اس نے ایک اور جماہی لی۔

میں نے کہا ''کیا تم چاہتی ہو' میں چاندی کی باتیں کروں؟''

وہ گڑبڑا گئی' جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی ''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی' تم نے جہاز کے اندر کم از کم تین گھنٹے کی نیند لی ہے!''

''ٹھیک ہے' اب میں نہیں لوں گا۔'' میں نے صلح صفائی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ''تم اطمینان سے لے لو۔ میں خاموشی سے تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ تم چاہو تو جہاز والی کسر اس اپارٹمنٹ میں پوری کرسکتی ہو!'' ایک لمحے کو رک کر میں نے اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''ویسے ایک بات کی وضاحت کردوں' جہاز میں تم ہار گئی تھیں' یہاں بھی میں ہی جیتوں گا۔''

وہ برا سا منہ بناتے ہوئے ایک خاص ادا سے بولی ''یہ سب پیٹ بھرے کی باتیں ہیں۔ انسان اپنی طلب پوری کرچکا ہو تو اسے ایسے ہی مقابلوں کی سوجھتی ہے۔ تم خاموشی سے مجھے دیکھو یا ہینڈ باجے کے ساتھ' مجھے تو شدید نیند آرہی ہے..... اور میں واقعی سو رہی ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ ایک بیڈ پر دراز ہوگئی۔ اگلے ہی لمحے اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں یہی سمجھا' وہ کوئی شوخی یا اٹکھیلی دکھا رہی ہے لیکن چند منٹ بعد جب اس بیڈ روم میں اس کے سریلے خراٹے ابھرنے لگے تو مجھے یقین کرنا پڑا' صوفیہ دھن کی پکی ہے!

نیند نے مجھے بھی خاصا ستا رکھا تھا۔ صوفیہ کا یہ اندازہ بالکل غلط تھا کہ میں نے دورانِ سفر میں اچھی خاصی نیند لے لی تھی۔ وہ میری مسلسل بند آنکھوں کو دیکھ کر اسی نتیجے پر پہنچی تھی کہ میں آرام سے سو رہا ہوں۔ اس کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یہی خیال کرتا۔ کون جانتا تھا' میں آنکھیں بند کیے جاگ رہا تھا اور ایسی دل دہلا دینے والی سرگرمیوں میں مشغول تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

میں چند لمحات تک صوفیہ کو بے فکری سے سوتے ہوئے دیکھتا رہا پھر دوسرے بیڈ پر دراز ہوکر میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں۔ سونے سے قبل میں نے تھوڑی سی تصوراتی آوارہ گردی ضروری سمجھی اور ساحل کو سوچ کر اس کے ماحول میں پہنچ گیا۔

مصر' اسرائیل اور اردن کے مقامی وقت میں کوئی خاص فرق نہیں۔ یہ تینوں ہی ملک ''جی ایم ٹی'' سے دو گھنٹے آگے ہیں۔ جی ایم ٹی (گرین وچ مین ٹائم) زیرو ڈگری پر لندن کا وقت تسلیم کیا جاتا ہے۔ لندن سے مشرقی سمت میں واقع ہونے کے باعث ان ممالک کا وقت دو گھنٹے آگے ہے۔ پاکستان اور جی ایم ٹی میں لگ بھگ پانچ گھنٹے کا فرق مانا جاتا ہے۔

ساحل اس وقت گہری نیند میں تھی۔ بیڈ روم میں زیرو پاور بلب کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں چند لمحات تک اس بیڈ روم میں موجود رہا پھر اس کے ماحول سے نکل آیا۔

اگلی کوشش میں نے ربی موشے پائمن کے ماحول تک رسائی حاصل کرنے کے سلسلے میں کی لیکن نتیجہ صفر کے برابر برآمد ہوا۔ بار بار کی ناکامیابی کے بعد بھی میں ہمت نہیں ہارا تھا۔ مجھے مایوسی ضرور ہوئی تھی لیکن میرا عزم مایوسی کے بادلوں کو پلک جھپکتے میں منتشر کردیتا اور میں دوبارہ اس کوشش میں لگ جاتا۔ مجھے یقین تھا' میں چیف لاما کی بتائی ہوئی ٹیکنیک پر عمل کرتے ہوئے ایک روز ضرور ربی کے ماحول کو چھولوں گا..... اور یقین سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہوسکتی!

میں نے اِدھر اُدھر کی دیگر تصوراتی مڑگشت میں وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور دماغ کو ہدایت دینے لگا ''میں یعنی وجدان علی ابن عابد علی نہایت ہی پُرسکون' میٹھی اور گہری نیند سوؤں گا اور ٹھیک آٹھ بجے صبح میری آنکھ ہشاش بشاش آٹومیٹیکلی کھل جائے گی لیکن اس نیند کے دوران میں اگر اس اپارٹمنٹ کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے کا امکان پیدا ہوگیا تو وقت مقررہ سے پہلے ہی فوراً میری آنکھ کھل جائے گی!''

اس ہدایت کے ساتھ ہی آنکھیں بند رکھتے ہوئے میں سونے کی کوشش بھی کرنے لگا۔ میں نے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ کر نیند کے حوالے کردیا۔ مجھے اس کوشش میں جلد ہی کامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں دیکھتے ہی دیکھتے نیند کی مہربان اور خوش آمدید وادی میں اترتا چلا گیا۔

☆☆☆

آئندہ روز ناشتے کے بعد ہم اپارٹمنٹ سے نکل آئے۔ مذکورہ اپارٹمنٹ جلیل القدر مسجد سلطان حسن کے قریب ہی واقع تھا۔ میری یہ کوشش تھی کہ اپارٹمنٹ سے باہر کم سے کم وقت گزاروں۔ میں اس وقت یوسف اظاہری کے حلیے میں تھا۔ اگر زیادہ دیر تک باہر گھومتا پھرتا تو یوسف کا کوئی بھی جاننے والا مجھ سے ٹکرا سکتا تھا اور مجھے اس سے بچنا تھا۔ کم از کم اس وقت تک یہ احتیاط نہایت ہی ضروری تھی جب تک ہم اپنے دورے کا آغاز نہیں کردیتے۔

جو لوگ دوسروں کا حلیہ اپنا کر سوسائٹی میں موو کرتے ہیں انہیں ایک ایک قدم پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر یہ ناٹک زیادہ دنوں تک چلانا ہو تو میک اپ اور گیٹ اپ کی مکمل ریہرسل اپنے ساتھ رکھنا پڑتی ہے۔ کسی بھی وقت کسی شے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ کانٹی نیوٹی کے تقاضوں کو نبھائے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

میرے پاس میک اپ کا مکمل سامان موجود تھا اور اب تک میں نے اس فن میں اچھی مہارت بھی حاصل کرلی تھی۔ مجھے ساحل کو صوفیہ کا روپ دے کر اسرائیل سے نکالنا تھا اور یہ کام گویا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ ساحل کو صوفیہ بنانے میں مجھے زیادہ محنت نہ کرنا پڑتی۔ وہ ایک مرتبہ میری دسترس میں آجاتی تو زیادہ محنت کیا' میں اس کے لیے کچھ بھی کرسکتا تھا!

ہم تھوڑی دور تک پیدل ہی چلتے رہے پھر ایک ٹیکسی پکڑلی۔ ٹیکسی والے نے ہمیں ''خان الخلیلی بازار'' کے پاس سے گزار کر مختلف سڑکوں پر گھمایا اور کچھ دیر بعد الفری اسٹریٹ پر واقع کامیکی کے آفس کے سامنے پہنچادیا۔ آفس کے باہر ''اسپرنگ ٹورز کیرو'' کا بورڈ دیکھ کر میں مطمئن ہوگیا۔

قاہرہ انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے باہر آنے سے پہلے میں نے ایک منی چینجر ایجنٹ کے دفتر سے چند ڈالرز کو مصری کرنسی میں تبدیل کرالیا تھا۔ مصر کا سکہ رائج الوقت ''مصری پاؤنڈ'' ہے جو اس وقت ایک امریکی ڈالر کے مقابلے میں تھری پوائنٹ سیون فائیو کی حیثیت رکھتا تھا یعنی ایک امریکی ڈالر میں لگ بھگ پونے چار مصری پاؤنڈز مل جاتے تھے۔ میں نے ٹیکسی والے کو مقامی کرنسی میں ادائی کی اور ہم ''اسپرنگ ٹورز کیرو'' کے دفتر میں داخل ہوگئے۔

السید مبارک الحسینی کا حلیہ یوسف اظاہری نے مجھے ازبر کرادیا تھا لہٰذا اس تک رسائی میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ یہ میری اداکاری کا سب سے کڑا امتحان تھا۔ میں یوسف کے ایک بے تکلف دوست سے مل رہا تھا لیکن سب خیریت رہی۔ میری کامل ایکٹنگ اور قدرتی روپ نے مبارک الحسینی کو میرے بارے میں کسی شک میں مبتلا نہیں کیا اور یہ مختصر سی ملاقات انتہائی کامیاب رہی۔ میں نے اپنا یعنی یوسف اظاہری اور صوفیہ کا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات مبارک الحسینی کو تھمائے اور مصروفیت کا بہانہ کرکے اس کے دفتر سے اٹھ آیا۔

مبارک الحسینی کی ہدایت کے مطابق' آئندہ روز یعنی چوبیس اپریل کو صبح نو بجے سے پہلے ہمیں اوبرائے ہوٹل پہنچنا تھا۔ ''کامیکی'' کے اس تین ملکی ٹرپ کا ڈیپارچر اوبرائے ہوٹل سے ہوتا تھا اور یہ بات ''مجھ'' سے زیادہ اور کون جانتا تھا۔ ''میں'' تو اس ہوٹل کا سلیپنگ پارٹنر بھی تھا۔ مبارک الحسینی نے جو کچھ کہا' وہ اس کے پیشہ ورانہ فرائض کا حصہ تھا۔ اب مجھے

اپنے ''فرائض'' سے عہدہ برا ہونا تھا!

ہم اسپرنگ ٹورز کیرہ کے آفس سے باہر نکلے تو صوفیہ نے توصیفی انداز میں کہا ''ایکسیلنٹ! تم نے بڑی بھرپور اداکاری کی ہے۔ مبارک الحسینی کو ایک لمحے کے لیے بھی شبہ نہیں ہوا کہ وہ یوسف الظاہری کے بجائے کسی ہیروپیے سے ملاقات کررہا ہے۔''

میں نے گہری چوٹ کی ''کیا تمہیں شبہ ہوا تھا؟''

''نن..... نہیں!'' وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

میرا اشارہ اس خوشگوار واقعے کی جانب تھا جسے مبارک الحسینی کے دفتر سے تھوڑی دور آنے کے بعد ہم نے الباقری اسٹریٹ کے کونے سے ایک ٹیکسی گاڑی اور واپسی کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ مصر میں چلنے والی ٹیکسی کو عموماً ''پسنجر کار'' بھی کہا جاتا ہے۔ میں احتیاط کے دامن کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرا یوں کھلے عام زیادہ گھومنا پھرنا نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے' اب تک اس مشن کے تمام مراحل بخیر و عافیت طے ہوگئے تھے۔ اگر میں اسی محتاط روی کو اپنا نہ رکھتا تو کامیابی یقینی تھی۔

صوفیہ کے پاس برطانیہ کی شہریت تھی اور اس کا پاسپورٹ ''ای ٹی اے'' لسٹڈ بھی تھا۔ ای ٹی اے (الیکٹرانک ٹریول اتھارٹی) ایک انٹرنیشنل ادارہ ہے جو دنیا کے تینتیس ممالک سے متعلق افراد کے پاس پورٹس کو اپنے پاس رجسٹریشن کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ ان تینتیس ممالک میں جاپان' کینیڈا' امریکا کے علاوہ چند جنوبی ایشیا کے ملک اور زیادہ تر یورپی ممالک شامل ہیں۔ ای ٹی اے لسٹیڈ پاسپورٹ کے حامل شخص کو ویزا کے حصول کے لیے ایک بھی پاپڑ نہیں بیلنا پڑتا۔ ہینگ لگتی ہے اور نہ ہی پھٹکری' رنگ چوکھا بھی بعد میں آتا ہے البتہ ویزا پہلے لگ جاتا ہے!

پتا نہیں' یہ کوئی المیہ ہے یا حالات کا جبر اور یا پھر ہماری بدقسمتی کہ بین الاقوامی سطح پر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے لیے جو بھی منصوبہ بندیاں کی جاتی ہیں اور جو بھی قوانین و قواعد وضع کیے جاتے ہیں' ان میں یہ کوشش بہرحال ضرور کی جاتی ہے کہ مسلمان کم سے کم فیض یاب ہوسکیں یا پھر سرے سے محروم ہی رہ جائیں!

وہ پورا دن ہم نے اپارٹمنٹ کے اندر بند رہ کر گزارا۔ اسپرنگ ٹورز کیرہ سے واپسی پر ہم نے لنچ کا بندوبست کرلیا تھا لہٰذا دوپہر کے کھانے کے لیے بھی ہمیں باہر نہیں نکلنا پڑا۔ صبح جب ہم اپارٹمنٹ سے نکلے تھے تو خان الخلیلی بازار میں' میں نے کھانے کا ایک معیاری مرکز دیکھا تھا۔ دن تو جیسے تیسے گزر گیا۔ رات بھیگنے لگی تو صوفیہ سے میں نے استفسار کیا۔

''تمہیں گھر کے اندر بند ہوکر بیٹھے رہنا کیسا لگ رہا ہے؟''

''انتہائی بورنگ!'' وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی ''لیکن تمہاری وجہ سے مجبوری ہے نا؟''

''تمہاری وجہ سے تو کوئی مجبوری نہیں ہے نا؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

وہ قطعیت سے بولی ''بالکل نہیں' میں نے کون سا روپ بدل رکھا ہے!''

''سارا مسئلہ میرے روپ کا ہے'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے' میں ہی اس میں کوئی ردوبدل کرلیتا ہوں۔ تمہاری بوریت کا کچھ نہ کچھ مداوا تو کرنا ہی پڑے گا نا۔''

''کیا تمہیں بوریت محسوس نہیں ہورہی؟'' اس نے حیرت بھرے لہجے میں استفسار کیا۔

''سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی اکتاہٹ محسوس کررہا ہوں'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ''میں زیادہ عرصے کے لیے یوں کسی گھر کے اندر بند ہوکر کبھی نہیں بیٹھا ہوں۔''

وہ پُرمعنی انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''تم نے ابھی یوسف کے بہروپ میں ردوبدل کی بات کی ہے۔ تمہارے ذہن میں کیا آئیڈیا ہے؟''

''مکمل طور پر اس حلیے کو تبدیل کرنا تو مناسب نہیں ہوگا۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اگر میں اپنی آنکھوں پر سے کانٹیکٹ لینس ہٹادوں اور اسپائس اسٹائل بالوں پر کوئی ٹوپی وغیرہ لگالوں تو دیکھنے والوں کو پہلی نظر میں یوسف الظاہری دکھائی نہیں دوں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی ''میں تمہارے خیال سے اتفاق کرتی ہوں۔''

''ویسے ہمارے پاس میک اپ کی مکمل رینج ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام لوازمات بھی موجود ہیں جو حلیہ تبدیل کرنے میں خاصے معاون ثابت ہوتے ہیں'' میں نے اپنی وضاحت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''اگر میں زیرناک ہلکی پھلکی مونچھیں چسپاں کرلوں تو ہماری کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوجائیں گے۔''

اس نوعیت کی باہمی گفتگو کے بعد ہم اس فیصلے پر پہنچ گئے کہ ڈنر کے لیے ہم اپارٹمنٹ سے باہر جائیں گے۔ میں نے اپنے حلیے میں حسب ضرورت مناسب سی تبدیلی کی اور ہم اپارٹمنٹ سے نکل کر خان الخلیلی بازار کی طرف چل پڑے۔

دنیا کا کوئی بھی ملک اور ملک کا کوئی بھی حصہ ہو' وہاں پاکستانی اور انڈین ضرور پہنچ جاتے ہیں۔ نہ صرف پہنچ جاتے ہیں بلکہ ذاتی کاروبار بھی شروع کردیتے ہیں۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد خان الخلیلی بازار میں ہمیں ایک دیسی ہوٹل مل گیا۔ درحقیقت وہ ایک ریسٹورنٹ تھا جہاں انڈین اور پاکستانی دونوں ملکوں کی معروف ڈشز دستیاب تھیں۔ دیسی کھانے کھائے ہوئے مجھے ایک عرصہ ہوگیا تھا لہٰذا میں نے صوفیہ سے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

''میں تو اس ریسٹورنٹ کا ذائقہ چکھوں گا۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''جب صبح ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر اس ریسٹورنٹ کے پاس سے گزررہے تھے تو تم نے جن نظروں سے ادھر دیکھا تھا' میں سمجھ گئی تھی' تمہارے ذہن میں کیا چل رہا ہوگا اور اب تم نے میرے اندازے کی تصدیق کردی ہے۔'' وہ انکشاف انگیز لہجے میں بولی۔

میں نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں اور کہا ''تم تو بڑی سمجھدار ہو..... بلکہ کچھ زیادہ ہی زود سمجھ ہو!''

اس نے میرے اظہارِ خیال پر کوئی تبصرہ نہ کیا اور بولی ''اگر زیادہ تیز مرچ مسالا نہ ہو تو میں بھی یہیں ڈنر لے لوں گی۔''

اس اتفاقِ رائے کے بعد ہم ''خان الخلیلی'' کے مذکورہ ریسٹورنٹ میں جا بیٹھے۔ مینیو دیکھا تو پتا چلا کہ ہمارے مطلب کی خاصی ڈشز موجود تھیں۔ میں نے ویٹر سے مرچ مسالے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا' وہ ہمارے حسب منشا تیار کروادے گا۔ ہم نے اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آرڈر لکھوادیا۔ صوفیہ نے اپنے لیے فرائیڈ رائس اور چکن کی ایک سادہ سی ڈش منگوائی۔ میں نے بریانی' چپاتی اور فرائیڈ بھنڈی منگوالی۔ ان تمام ڈشز کو شیئر کرکے ہم نے ایک بھرپور ڈنر لیا اور بل ادا کرنے کے بعد ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔

میں جانتا تھا' اپارٹمنٹ میں پہنچ کر ''بے حرکت'' ہونا پڑے گا لہٰذا تھوڑی سی نائٹ واک ضروری تھی۔ ہم پیدل ہی ٹہلتے ہوئے خان الخلیلی بازار سے نکل آئے اور اس جانب بڑھنے لگے جس رخ پر مسجد سلطان حسن واقع تھی۔ ایک بھرپور چہل قدمی کے دوران میں باتیں کرتے ہوئے بالآخر ہم اپارٹمنٹ میں پہنچ گئے۔

مذکورہ اپارٹمنٹ دو بیڈرومز' ایک سٹنگ روم اور ایک ڈائننگ پر مشتمل تھا۔ دونوں بیڈرومز میں سے ایک چھوٹا اور دوسرا قدرے کشادہ تھا۔ چھوٹے بیڈروم میں ایک ڈبل بیڈ بچھا ہوا تھا جب کہ بڑے بیڈروم میں دو مختلف دیواروں کے ساتھ' دو چھوٹے بیڈ لگے ہوئے تھے۔ ہم نے گزشتہ رات اسی بیڈروم میں دو مختلف بیڈز پر سو کر گزاری تھی۔ گزشتہ رات سے مرادات کا وہ مختصر سا حصہ جو اتفاق سے ہمارے حصے میں آگیا تھا۔

میں نے صوفیہ سے کہا ''تم نے بتایا ہے کہ پہلے بھی ایک مرتبہ اس اپارٹمنٹ میں قیام کرچکی ہو۔ اس بار تم کس بیڈروم میں ٹھہری تھیں؟''

اس نے جواب دیا ''ڈبل بیڈ والے بیڈروم میں۔''

''اگر تم یہاں ان ایزی ہو تو اسی بیڈروم میں چلی جاؤ'' میں نے تجویز پیش کرنے والے انداز میں کہا ''وہاں رات گزارنے سے بھولی بسری بہت سی یادیں بھی تازہ ہوجائیں گی!''

میرے الفاظ میں اچھی خاصی معنی خیزی پنہاں تھی۔ وہ میری بات کی تہ میں پہنچتے ہوئے قدرے جھینپ گئی۔ میں اپنے اس عمل سے خدانخواستہ اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا' بلکہ میں ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کے موڈ میں تھا۔ ویسے میں چاہتا یہی تھا کہ وہ دوسرے بیڈروم میں چلی جائے۔ مجھے ابھی بالکل نیند نہیں آرہی تھی اور میں جاگ کر تھرڈ آئی کی کرتب بازیوں میں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ اگر صوفیہ میرے اریب قریب موجود رہتی تو مداخلت کا ایک سو ایک فیصد امکان تھا۔

میری تجویز کے جواب میں اس نے کہا ''میں محسوس کررہی ہوں' میری وجہ سے تم کچھ زیادہ ہی ان ایزی ہورہے ہو۔ اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں دوسرے بیڈروم میں چلی جاتی ہوں۔ ویسے فی الحال تو میں چینج کرنے جارہی ہوں۔''

بات ختم کرتے ہی وہ واش روم میں گھس گئی۔ پندرہ منٹ بعد جب وہ دوبارہ نمودار ہوئی تو اچھی خاصی چینج ہوچکی تھی۔ اب اس کے بدن پر لوز ٹراؤزرز اور ٹی شرٹ نظر آرہی تھی۔ میرے پاس پہنچتے ہی اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''میں سونے سے پہلے ہلکی پھلکی ایکسرسائز کی عادی ہوں۔ گزشتہ رات تو سفر میں گزر گئی لیکن آج کوئی مجبوری نہیں ہے لہٰذا میں کامن روم میں جارہی ہوں۔''

''تم کامن میں جاؤ یا ریزرو میں' اس سے کوئی فرق نہیں

پڑتا'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا'' مجھے تو شدید نیند آ رہی ہے اس لیے فوراً سو جاؤں گا۔''

''تمہیں سونے سے کس نے روکا ہے؟'' اس نے سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھا۔

میں نے پوچھا'' تم نے فیصلہ کر لیا' کہاں سوؤ گی؟''

''تمہیں میرے سونے کی اتنی زیادہ فکر کیوں لگی ہوئی ہے؟'' وہ ٹٹولنے والی نظر سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''انداز ایسا ہے جیسے تم میرے سونے کا انتظار کر رہے ہو۔ ادھر میری آنکھ لگی' ادھر تم کوئی چیز چرا کر بھاگے!'' وہ رک کر معنی خیز انداز میں مسکرائی اور اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی'' تمہیں نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ..... جہاں دل چاہے' سو جاؤ۔ اس بیڈ روم میں یا اس بیڈ روم میں۔ مجھے جہاں بھی سونا ہوگا' سو جاؤں گی۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوئی۔ پھر کریدنے والے انداز میں بولی۔

''مجھے لگ رہا ہے' تم میری وجہ سے کسی الجھن کا شکار ہو!''

''ہرگز نہیں'' میں نے قطعیت سے کہا'' تم ایکسر سائز سے دل بہلاؤ۔ میں ڈبل بیڈ پر سونے جا رہا ہوں۔ گڈ نائٹ!''

''گڈ نائٹ!'' اس نے کہا اور کامن روم کی طرف بڑھ گئی۔

میں اٹھا اور اس چھوٹے بیڈ روم میں آ گیا جہاں ایک ڈبل بیڈ بچھا ہوا تھا۔ یہ فوری فیصلہ میں نے اس لیے کیا تھا کہ اس صورتِ حال میں صوفیہ کی مداخلت کا امکان تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ اگر' سہ دد بیڈ والے بڑے بیڈ روم میں سونے کی کوشش کرتا تو ممکن تھا' صوفیہ ڈبل بیڈ کا رخ کرنے کے بجائے اسی کمرے کے دوسرے بیڈ پر قبضہ جما لیتی جیسا کہ ہم نے پچھلی رات بسر کی تھی۔ گزشتہ رات ہم دونوں ہی نیند کے طلب گار تھے لیکن آج رات معاملہ بالکل مختلف تھا۔ کسی مداخلت کے بغیر مجھے ایک ضروری کام نمٹانا تھا۔

میں نے بیڈ روم کے دروازے کو بند نہیں کیا بلکہ نیم وا رہنے دیا اور بیڈ پر دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں سو چکا ہوں یا سونے کی بھرپور کوشش کر رہا ہوں۔ اگر صوفیہ جھانک کر بیڈ روم میں دیکھتی تو اس کو یہی تاثر ملتا کہ میں اپنے بیان کے مطابق' گہری نیند میں پہنچ چکا ہوں۔ مجھے یقین تھا' وہ دوسرے بیڈ روم میں رات بسر کر لے گی۔ وہ اپارٹمنٹ ہر حوالے سے محفوظ تھا اور میں نے اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے پر ڈبل لاک بھی لگا دیا تھا۔ اس کے اندر رات گزارنے والوں کو کسی فکر اندیشے کی ضرورت نہیں تھی۔

ربی موشے ہائمن تک رسائی میں مجھے بار بار ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا مگر جیسے یہ میری انا کا مسئلہ بن کر رہ گیا تھا لہٰذا میں جب بھی بالمنی آنکھ کا شنر کھولتا تو اس کی ''یاد'' ضرور آ جاتی اور میں ایک آدھ ٹرائی اس پر ضرور مار دیتا۔ اس روز میں نے اس تخیلاتی سفر کا آغاز ربی ہی سے کیا۔ اس وقت قاہرہ میں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ تل ابیب میں بھی یہی وقت تھا۔ میں نے ربی کے حلیے کو اپنی تیسری آنکھ کے سامنے اجاگر کیا اور اس کے ماحول میں اترنے کی کوشش کی۔

نتیجہ پہلے سے مختلف برآمد نہیں ہوا۔ میں نے لگ بھگ پندرہ منٹ تک بھی سانس روک کر اور کبھی بغیر سانس روکے یہ کوشش جاری رکھی اور بالآخر ربی کو صلواتیں سناتے ہوئے یہ سلسلہ موقوف کر دیا۔ وہ اور اس کا ماحول ایک لمحے کے لیے بھی میری گرفت یا دسترس میں نہیں آ سکا تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور اپنی منزل' ساحل کے ماحول میں اتر گیا۔

وہ بالائی منزل والے اسی بیڈ روم میں محوِ خواب تھی۔ ملما تھوڑی دیر تک اسے سوتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں سلوان کے ماحول میں پہنچ گیا۔ وہ اللہ کا بندہ باورچی بنا' ہوٹل ٹاپ کے کچن میں مصروف تھا۔ ملما تھوڑی دیر تک اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتا رہا پھر اس کے مماثل کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس تصوراتی جست نے مجھے اس شخص کے ماحول میں پہنچا دیا جو ساحل والے بنگلے ملما سلوان کا خلا'' پُر'' کر رہا تھا۔

وہ مسلح سکیورٹی گارڈز کے ساتھ ایک مختصر سے کمرے میں بیٹھا گپ شپ کر رہا تھا۔ میں اب اس بنگلے کی عمارت میں اتنی مرتبہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر گیا تھا کہ وہاں کا محلِ وقوع اور مکانیت کو بڑی حد تک سمجھنے لگا تھا۔ مجھے اندازہ لگانے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ وہ تینوں جس کمرے میں بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے' وہ ساحل والے پہلے روم سے نزدیک ہونے کے علاوہ ایک ایسے زاویے پر واقع تھا کہ وہ اس کمرے کے اندر بیٹھ کر بھی ساحل والے بیڈ روم کے دروازے کو دیکھ سکتے تھے۔

میری معلومات کے مطابق' مذکورہ دروازہ باہر سے لاک تھا' ساحل کسی بھی طور اسے اندر سے کھول نہیں سکتی تھی' اس کے باوجود بھی وہ لوگ ساحل کے حوالے سے بے حد محتاط تھے اور میں جانتا تھا' یہ احتیاطی تدابیر ربی کے کڑے احکام کی رہینِ منت تھیں۔ میں ان کے درمیان ہونے والی بات چیت کو سن سکتا تھا اور نہ ہی سمجھنا میرے اختیار میں تھا' انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر کچن میں پہنچ گیا۔

اس بنگلے کا کچن عمارت کی بالائی منزل پر واقع تھا۔ میں نے وہاں کے کک کو اپنا ٹارگٹ بنا لیا تھا لہٰذا اسی کے توسط سے وہاں تک رسائی ممکن ہو سکی..... باورچی' کچن میں موجود تھا۔ اسے کام میں مصروف دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ وہ آدھی رات کے وقت کس کے لیے کون سی ڈش تیار کر رہا تھا! میں تصور کی نگاہ سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔ ایک خیال ذہن میں یہ بھی موجود تھا' شاید وہ سکیورٹی گارڈز وغیرہ کے لیے چائے کافی بنا رہا ہو!

جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا' اس نے نہایت ہی احتیاط اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے تحت دودھ ابالا تھا اور ایک خاص طریقے پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ دودھ کو گنگنا بنا کر ایک گلاس میں بھر دیا۔ اس شخص نے اس دودھ کی ''تیاری'' میں جتنی توجہ اور احتیاط سے کام لیا اس سے مجھے یہ اندازہ قائم کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی کہ دودھ کا وہ گلاس کسی اہم شخص کے معدے میں اترنے والا تھا اور اس عمارت میں سب سے اہم شخصیت صرف اور صرف ربی موشے ہائمن ہی کی تھی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس باورچی کی اگلی حرکت کا انتظار کرنے لگا۔

میں نہیں جانتا تھا' ربی اس وقت بنگلے میں موجود تھا یا نہیں لیکن یہ ضرور تھا کہ باورچی نے دودھ کا جو گلاس تیار کر کے ٹرے میں سجایا تھا' وہ میری نگاہ کے سامنے کوئی نیا دروازہ کھولنے والا تھا۔ میں اس باورچی کے ماحول سے چپکا رہا۔ اس نے دودھ ''تیار'' کیا تھا تو اسے کہیں پہنچانا بھی ہوگا!

اس نے دودھ کے گلاس کو ٹرے میں رکھنے کے بعد ایک سلور سے ڈھک دیا۔ میں توقع کر رہا تھا' وہ دودھ والا گلاس لے کر کچن سے نکلے گا اور متعلقہ شخص تک پہنچا کر واپس آ جائے گا۔ اس کے طفیل مجھے بھی وہاں سے نکلنے کا موقع مل جاتا اور میں یہ جاننے میں بھی کامیاب رہتا کہ اتنے اہتمام سے تیار کیا جانے والا دودھ کس خوش نصیب کے حصے میں آنے والا ہے لیکن باورچی میری توقع پر پورا نہ اترا۔

اس نے ٹرے کو اٹھانے کی زحمت نہ کی اور دیوار پر نصب انٹرکام کی جانب بڑھ گیا۔ جب اس نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور کسی سے بات کرنے لگا تو میں سمجھ گیا' وہ کچن سے باہر قدم نہیں نکالے گا بلکہ اس نے دودھ لے جانے کے لیے کسی اور کو کچن میں بلوایا ہے۔

جلد ہی میرا یہ اندازہ درست ثابت ہوا۔ درمیانے قد اور بھاری تن و توش کا مالک' ایک شخص باورچی خانے میں پہنچا اور باورچی نے وہ ٹرے اٹھا کر مذکورہ شخص کی سمت بڑھا دی جس میں دودھ والا گلاس رکھا ہوا تھا۔ باورچی نے اس سے کوئی بات کی اور نہ ہی اس شخص نے کسی قسم کا استفسار کیا۔ وہ خاموشی سے ٹرے اٹھائے کچن سے نکل آیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پیش آ رہا ہو!

دودھ لے کر جانے والا کچن سے نکلا تو میں کسی نادیدہ آنکھ کے مانند اس کے ماحول سے چپک گیا۔ وہ چکر دار زینے کے ذریعے زیریں منزل کی طرف بڑھا تو میرے دل کی دھڑکن یک دم تیز ہو گئی۔ مجھے بھی اس کے ساتھ زیریں منزل تک رسائی کا موقع مل رہا تھا لہٰذا میں سانس روک کر اپنے کام سے لگا رہا۔

میں نے سلوان کے ماحول میں رہتے ہوئے زیریں منزل کے کچھ حصے دیکھ لیے تھے اور اس کے ساتھ ہی میں اس بیڈ روم کے اندر بھی چلا گیا تھا جہاں موشے ہائمن آرام فرما رہا تھا۔ وہ بھاری بھرکم شخص مجھے پتا نہیں' کہاں پہنچانے والا تھا!

وہ دودھ والے گلاس کے ساتھ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے جا کر رکا اور بڑے خفیف انداز میں مذکورہ دروازے پر دستک دی۔ یہ زیریں منزل کا وہ حصہ نہیں تھا جہاں میں سلوان کی معیت میں پہلے بھی آ چکا تھا۔ میرے تجسس کو ہوا ملی کہ اس دستک کے جواب میں پتا نہیں' کون شخص نمودار ہوگا!

دروازہ کھلا اور میں فربہ شخص کے ماحول میں رہتے ہوئے' کھلے ہوئے دروازے میں نے ایک دراز قامت شخص کی جھلک دیکھی۔ وہ متناسب البدن شخص تھا۔ بال سنہری اور سلکی جنہیں اس نے سائیڈ مانگ کی صورت سنوار رکھا تھا۔ وہ مجھے مکمل سوٹیڈ بوٹیڈ نظر آیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا' وہ کسی ایگزیکٹیو میٹنگ کے لیے روانہ ہونے والا ہو۔ آدھی رات کے وقت اس دراز قامت شخص کی اس ''تیاری'' نے مجھے خاصا حیران کیا۔

اس حیران کر دینے والے شخص نے دودھ کے گلاس والی ٹرے تھام لی' سامنے کھڑے فربہ آدمی کی طرف دیکھ کر اثبات میں گردن ہلائی اور دروازہ بند کر دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی کمرے میں بند ہو گیا۔ اس شخص کو ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑنے کا رسک نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس نے نسبتاً ایک چھوٹے کمرے میں قدم رکھا تو میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

یہاں اس نے گلاس والے دودھ کو ایک خاص مشین میں سے گزارا۔ وہ فلٹر پلانٹ سے مشابہ کوئی مشین تھی۔ یہ بھی ممکن ہے' وہ دودھ میں شامل چکنائی کو الگ کرنے والا چھوٹا پلانٹ ہو۔ بہرحال ایک سریع اسکریننگ کے بعد اس دراز قامت شخص نے دودھ کو دوبارہ گلاس میں بھرا اور اپنے اطمینان کو حتمی بنانے کے لیے اس نے گلاس میں سے ایک گھونٹ کے برابر دودھ نکال کر خود پیا۔ اس کے بعد لگ بھگ پانچ منٹ تک اس نے انتظار کیا اور جب دودھ کے کوئی مضر اثرات اس پر ظاہر نہ ہوئے تو وہ ٹرے میں گلاس سجائے عمارت کے اندر ہی اندر ایک اور کمرے میں پہنچ گیا۔ میں بھی مذکورہ کمرے میں داخل ہوگیا۔

وہ کمرا بیڈ روم کا منظر پیش کر رہا تھا اور اس وقت کمرے میں صرف ایک شخص موجود تھا جو ایک وہیل چیئر پر بیٹھا تھا۔ وہیل چیئر کی پشت داخلی دروازے کی جانب تھی..... میں اس شخص کی شکل نہ دیکھ سکا۔

اگلے ہی لمحے میری یہ خواہش پوری ہوگئی۔ دراز قامت شخص سیدھا وہیل چیئر کی سمت بڑھا اور رکوع کے بل جھکتے ہوئے اس نے دودھ کے گلاس والی ٹرے' وہیل چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص کی طرف بڑھا دی۔ اسی لمحے میں وہیل چیئر والے شخص کی صورت دیکھنے میں کامیاب ہوگیا..... وہ ربی موشے ہائمن تھا!

ربی کو وہیل چیئر پر دیکھ کر مجھے حیرت کا جھٹکا لگا۔ وہیل چیئر کا تصور ذہن میں معذوری اور اپاہجی کو اجاگر کرتا ہے۔ میں نے موشے ہائمن کو بن گورین ائرپورٹ سے نکل کر اس گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اور پھر مذکورہ گاڑی سے نکل کر اس بنگلے کی زیریں منزل میں داخل ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان لمحات میں وہ مجھے کہیں سے بھی معذور یا اپاہج دکھائی نہیں دیا تھا بلکہ وہ کسی جوان کے مانند قدم اٹھا رہا تھا' پھر وہیل چیئر پر بیٹھنے کا کیا جواز بنتا تھا؟ کیا اس کی ٹانگوں میں اچانک کسی قسم کا ضعف اتر آیا تھا؟

انہی سوالات میں ذہن کو الجھاتے ہوئے میں نے ربی پر نگاہ جمائے رکھی۔ یہ تمام تر تجزیاتی خیالات ایک سیکنڈ میں میرے ذہن سے گزرے اور میں نے ربی کو سوالیہ نظر سے اس دراز قامت شخص کی جانب دیکھتے ہوئے پایا۔ جواب میں سنہری بالوں والے سوئیڈ بوٹیڈ شخص نے سر کو اثباتی جنبش دی تو ربی نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹرے سے دودھ کا گلاس اٹھالیا۔

ربی کی سوالیہ نگاہ اور دراز قامت شخص کی گردن کی اثباتی جنبش نے حقیقتِ حال مجھ پر واضح کردی۔ ربی نے دودھ کے بارے میں استفسار کیا تھا اور دراز قامت شخص نے اس دودھ کے کسی بھی حوالے سے مضرِ صحت نہ ہونے کا سرٹیفکیٹ بہ یک جنبشِ گردن جاری کردیا تھا۔

دودھ ہر اعتبار سے ایک صحت بخش اور توانائی فراہم کرنے والی نعمت خداوندی ہے۔ یہاں ''مضرِ صحت'' سے میری مراد صرف اتنی سی ہے کہ کہیں اس دودھ میں کچھ ایسا زہر آلود نہ کردیا گیا ہو۔ ربی اپنی خوراک کے سلسلے میں حد سے زیادہ محتاط نظر آتا تھا اور وہ دراز قامت' سنہری بالوں والا شخص اس کے لیے انتہائی قابلِ اعتماد تھا جس نے دودھ کو ربی تک پہنچانے کے لیے خود بھی آزما کر دیکھ لیا حالانکہ قبل اس کے' وہ دودھ کی مکمل اسکریننگ کر چکا تھا۔ بنگلے میں موجود تمام افراد ربی کے لیے انتہائی بھروسے کے لوگ تھے' اس کے باوجود بھی اس نے احتیاط کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ اس چھوٹے سے ٹرائل میں بخوبی معلوم ہوگیا' اس بنگلے کی حد تک' موشے ہائمن صرف صرف سنہری بالوں والے دراز قامت شخص پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔ اب اس شخص کے سوئیڈ بوٹیڈ اور ہائی الرٹ ہونے کا سبب بھی میری سمجھ میں آ گیا۔ وہ چوبیس گھنٹے آن لائن ڈیوٹی تھا۔

میں اس شخص کے خال وخط اور نقش ونگار کو بڑی احتیاط سے اپنی یادداشت میں محفوظ کرنے لگا' خاص طور پر اس کی آنکھوں کو حافظے میں چھپانا بہت ضروری تھا۔ اب تک تل ابیب میں ربی کے قریب نظر آنے والے جن افراد سے ''متعارف'' ہوا تھا ان میں مجھے یہ سوئیڈ بوٹیڈ شخص سب سے زیادہ اہم دکھائی دے رہا تھا اور اس وقت اسی شخص کی ربی کے ماحول میں موجودگی تھی۔ اس دراز قامت شخص کو جلیے کو ذہن نشین کرنا نہایت ہی ضروری تھا تاکہ بہ ضرورت میں اس کے ماحول کی انگلی تھام کر ربی تک رسائی حاصل کرسکتا۔ اس شخص سے ''فارغ'' ہونے کے بعد میں موشے ہائمن کی طرف متوجہ ہوگیا۔

ربی وہیل چیئر پر بیٹھا ٹکٹکی لگائے دودھ کا ہلکے ہلکے سپ لے رہا تھا۔ وہ اس وقت جس بیڈ روم میں بیٹھا تھا اس کی ایک دیوار میں بہت بڑی سلائیڈنگ ونڈو نصب تھی اور ربی مذکورہ ونڈو کے پار دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس سلائیڈنگ ونڈو میں ہوئے شیشے کو دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہوگیا' وہ ون وے ویو والا شیشہ تھا..... یعنی اس شیشے کے توسط سے' بیڈ روم میں موجود فرد یا افراد تو باہر دیکھ سکتے تھے مگر باہر والے بیڈ روم

میں جھانکنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے دراز قامت شخص کی ''وساطت'' سے مذکورہ شیشے کی دوسری جانب نگاہ دوڑائی۔

دور..... خاصے فاصلے پر مجھے اس بنگلے کا گیٹ دکھائی دیا۔ پتا نہیں' یہ بنگلے کی زیریں منزل کا کون سا زاویہ تھا جہاں سے مین گیٹ واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ رات کی تاریکی میں گیٹ کے نیلے رنگ کا اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا تاہم' میں بنگلہ سلوان کی مہربانی سے اس گیٹ کے اندرونی اور بیرونی منظر کو دیکھ چکا تھا لہٰذا مجھے پہچاننے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

میں نے اس بنگلے اور اس کے عین وسط میں تعمیر شدہ اس منزلہ چھوٹی سی عمارت کو جس حد تک بھی دیکھا تھا' وہ حیرت انگیز اور عجیب وغریب تھا۔ بنگلے کی باؤنڈری وال رہائشی حصے سے اچھے خاصے فاصلے پر تھی۔ گیٹ کے راستے یا کسی دیوار کو پھلانگ کر بنگلے کے اندر داخل ہونے والا شخص فوراً نظروں میں آ سکتا تھا کیونکہ اسے عمارت کے رہائشی حصے تک پہنچنے میں خاصا وقت لگتا' اس دوران میں کوئی نہ کوئی نگران اسے واچ کرلیتا..... پھر رات کی تاریکی میں دیوار پھلانگنے کی کوشش کرنا تو موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ میں نے تجربہ کرکے تو نہیں دیکھا تھا تاہم سابق تجربات اور مشاہدات نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ باؤنڈری وال کے اوپر نظر آنے والی مخصوص خاردار باڑ' رات کی تاریکی میں انتہائی مہلک ہوجاتی ہوگی۔ مجھے یقین تھا' اس حفاظتی باڑ میں کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہوگا لہٰذا کسی شخص کا دیوار پھاند کر زندہ سلامت بنگلے کے اندر پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ ربی کے شاطرانہ ذہن کی سازشانہ کاریاں کھل کر میرے سامنے آئیں تو میں اندر سے بے حد محتاط ہوگیا۔ مجھے اس بنگلے میں داخل ہوکر اپنی ساحل کو پانا تھا لہٰذا انتہائی بے داغ قسم کی منصوبہ بندی بہت ضروری تھی۔ میری معلومات میں یہ اضافہ خاصا مفید ثابت ہوتا۔

ربی موشے ہائمن اور اس دراز قامت شخص کے درمیان تبادلۂ خیالات سے مکالمہ بھی ہو رہا تھا۔ لیکن افسوس کہ میں اس ڈائیلاگ کا ایک بھی لفظ سننے پر قادر نہیں تھا۔ ربی پر نظر جاتی تو وہیل چیئر بھی نگاہ میں آجاتی جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی میرا ذہن الجھنے لگتا۔ مجھے ربی اور وہیل چیئر کے مابین کوئی ربط ضبط نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال' میں اس وقت تک بنگلے کے بیڈ روم میں موجود رہا جب تک گلاس میں موجود دودھ ختم نہیں ہوگیا۔

دراز قامت سنہری بالوں والا شخص خالی گلاس لے کر وہاں سے رخصت ہوا تو مجھے بھی مجبوراً ربی کے ماحول سے خارج ہونا پڑا۔ میں اپنے واسطے کے ساتھ ساتھ اس مختصر سے کمرے میں پہنچا جہاں ربی تک پہنچائے جانے والے دودھ کی اسکریننگ کی گئی تھی۔ وہ شخص وہاں رکا نہیں بلکہ کمرا در کمرا ہوتے ہوئے وہاں پہنچ گیا جہاں اس نے فربہ شخص سے دودھ کے گلاس والی ٹرے وصول کی تھی۔ اس نے خالی گلاس اور ٹرے کو دروازے کے باہر موجود اسی فربہ شخص کے حوالے کیا اور دوبارہ دروازہ بند کردیا۔ میں فربہ شخص کے ساتھ ہولیا۔

وہ واپس بالائی منزل پر واقع کچن میں پہنچا۔ خالی برتن ہاورچی کے حوالے کیے اور دوبارہ زیریں منزل پر آ گیا۔ وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچا جو دراز قامت شخص کی پہنچ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ فربہ شخص' دراز قامت شخص کا اسسٹنٹ تھا اور سنہری بالوں والا دراز قامت شخص' ربی موشے ہائمن کا معتمد خاص!

میں چونکہ ان دونوں کے ناموں سے واقف نہیں تھا لہٰذا گزارہ چلانے کے لیے میں نے حسبِ حال فربہ شخص کو اسسٹنٹ کا نام دے دیا اور دراز قامت شخص کا نام معتمد خاص رکھ دیا۔ اس فیصلے کے بعد میں اسسٹنٹ کو چھوڑ کر فوراً معتمدِ خاص کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ چھوٹے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ مذکورہ کمرا ربی کے کمرے سے متحل تھا۔ میں کافی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ معتمد خاص دوبارہ اٹھ کر ربی کے کمرے میں جائے اور میں ربی کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہی حاصل کرسکوں لیکن مجھے اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ معتمد خاص کے انہماک کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا، ربی موشے ہائمن گہری نیند سو چکا ہے اور معتمد خاص وہ صفحۂ کتاب ختم کیے بغیر آنکھ نہیں لگائے گا لہٰذا میں نے تھرڈ آئی کی پرواز کو موقوف کیا اور تل ابیب سے واپس قاہرہ آ گیا۔

میں کافی دیر تک آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا رہا اور ساحل و ربی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اب تک میں نے اس سلسلے میں جتنی ''ریسرچ'' کرلی تھی وہ میرے مقصد کے حصول کے لیے کافی تھی۔ جی تو یہی چاہ رہا تھا' ابھی اڑ کر تل ابیب پہنچ جاؤں اور ساحل کو اس ظالم شخص کے چنگل سے چھڑا کر اڑتے ہوئے واپس آجاؤں لیکن چنگل۔ فورن پوشی نے مجھے ایک پروگرام میں باندھ رکھا تھا۔ مجھے ایک ایک قدم طے شدہ منصوبے کے تحت اٹھانا تھا، اسی میں میری کامیابی چھپی ہوئی تھی۔ اس ٹرپ کے دوران میں صرف تین دن مجھے ایسے ملتے جن میں، میں اپنی مرضی کا مالک ہوتا..... یعنی پانچ مئی سے

آٹھ مئی کی صبح تک۔ ٹریول کمپنی کی بس پانچ سے آٹھ مئی تک بیت شین سے پیٹرا، پیٹرا سے ایلات اور ایلات سے یروشلم پہنچ جاتی۔ میں اسرائیل میں مزید قیام کا بہانہ کر کے صوفیہ کے ساتھ قافلے سے الگ ہوجاتا اور اپنا ''کام کر کے'' دوبارہ آٹھ مئی کو یروشلم میں قافلے سے جا ملتا۔ اس مرتبہ میرے ہمراہ صوفیہ کے روپ میں ساحل ہوتی۔

میرے اندر سے کوئی بار بار مجھے اکساتا تھا، میں تمام تر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اپنی جانِ تمنا تک پہنچ جاؤں لیکن میں چیف لاما کی ہدایات کو کسی قیمت پر فراموش نہیں کرسکتا تھا۔ ساحل کو حاصل کرنے کا یہ آخری موقع تھا۔ میں اس سنہری موقع کو کیوں کر گنوا دیتا۔ میری کیفیت اس بھوکے شخص ایسی تھی جس کے سامنے اچانک نوع بہ نوع خوش ذائقہ، بھاپ اڑاتے ہوئے کھانوں کی کئی ڈشز سجادی جائیں۔ اس صورتِ حال میں، میں کسی بے صبری یا ہیجان پن کا مظاہرہ کر کے اپنی منزل کو کھونا نہیں کرسکتا تھا۔ گرم گرم نوالہ منہ میں رکھنے سے زبان جل جایا کرتی ہے، میں اس قسم کا کوئی رسک لینے کا تیار نہیں تھا۔ چیف لاما کی ہدایت میرے لیے مشعلِ راہ تھی۔

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے علاوہ کوئی اور بھی اس کمرے میں موجود ہو۔ یہ احساس خاصا سنسنی خیز تھا۔ میں اس وقت جاگ رہا تھا اور آنکھیں بند کیے بستر پر پڑا تھا۔ کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی میں نے یک لخت آنکھیں کھول دیں۔

میں نے صوفیہ کو بیڈ کے قریب کھڑے پایا۔ وہ بڑی گہری نظر سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بیڈ روم کے دروازے کو نیم وا چھوڑ دیا تھا لیکن اب وہ پورا کھلا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں صوفیہ سے کوئی سوال کرتا، وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''اچھا ہوا، تم خود ہی جاگ گئے۔ میں تذبذب میں تھی، تمہیں اٹھاؤں کہ نہیں!''

''صوفیہ! تم اس قدر پریشان کیوں نظر آرہی ہو'' میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا ''تم ابھی تک سوئی کیوں نہیں ہو سب خیریت تو ہے نا؟''

''خیریت نہیں ہے وجدان!'' وہ گھبراہٹ میں مجھے میرے اصلی نام سے مخاطب کرتے ہوئے بولی ''ساتھ والے بیڈ روم میں بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔''

اس کے مبہم انداز نے مجھے گہری تشویش میں ڈال دیا، میں نے بستر چھوڑتے ہوئے پوچھا ''تم کس گڑبڑ کی بات کررہی ہو؟''

''اس بیڈ روم میں کرد کوڈائل گھس گیا ہے!'' اس نے متوحش لہجے میں بتایا۔

''کرد کوڈائل..... یعنی مگر مچھ؟'' میری تشویش میں اضافہ ہوگیا۔

''ہاں ہاں'' وہ اثبات میں سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

صوفیہ کی بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ وہ اپارٹمنٹ پوری طرح پیک تھا۔ کرد کوڈائل تو بہت دور کی بات ہے، چوہا کا ایک بچہ بھی ہم سے اجازت حاصل کیے بغیر اس اپارٹمنٹ میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر میں نے داخلی دروازے کو خود اپنے ہاتھوں سے ڈبل لاک لگایا تھا۔ علاوہ ازیں، قاہرہ کے اس ہارونق علاقے میں کسی مگر مچھ کا کیا کام!

میں نے ایک فوری خیال کی تصدیق کی خاطر اس سے پوچھ لیا۔ ''کہیں تم نے کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھ لیا صوفیہ؟''

''یہ خواب نہیں، ایک حقیقت ہے'' وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بیڈ روم سے باہر لاتے ہوئے بولی ''آؤ، اس حقیقت کو تم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو!''

میں الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ، صوفیہ کا ہاتھ پکڑ کر بڑے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ میری متلاشی نظر نے ایک لمحے میں اس کمرے کا تنقیدی جائزہ لے لیا۔ مجھے وہاں پر کوئی مگر مچھ! مگر مچھ کا بچہ تک دکھائی نہ دیا۔ یہ صورتِ حال خاصی حیران کن تھی۔ میری سوالیہ نگاہ صوفیہ کے چہرے پر جم گئی۔

''کہاں ہے وہ کرد کوڈائل؟'' میں نے حیرت بھرے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

''وہاں'' اس نے کپڑوں والی بڑی چوبی الماری کی جانب اشارہ کیا ''اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔''

مجھے صوفیہ کی ذہنی صحت پر شک ہونے لگا۔ اس نے جس قدِ آدم چوبی الماری کی جانب اشارہ کیا تھا ویسی ہی ایک الماری اس بیڈ روم میں بھی رکھی تھی جہاں سے صوفیہ مجھے اٹھا کر لائی تھی۔ یہ دونوں الماریاں دیوار گیر نہیں تھیں بلکہ عام سے انداز میں دیوار کے ساتھ استادہ تھیں۔ ان کی پشت اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ ہرگز نہیں تھا کہ وہاں کوئی معمولی کرد کوڈائل یا بے بی کرد کوڈائل پناہ گزیں ہوسکے۔ میں نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''صوفیہ! لگتا ہے، تمہارے دماغ کا کوئی اسکرو ڈھیلا ہوگیا ہے۔''

''تم میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو؟'' اس نے گہری سنجیدگی سے آنکھیں پٹ پٹائیں۔

''یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے!'' میں نے قدرے برہمی سے کہا ''کوئی مگر مچھ اس الماری کے پیچھے کیسے چھپ سکتا ہے؟ وہاں اتنی گنجائش کہاں ہے؟''

''وہ کوئی جوان کرد کوڈائل نہیں۔'' اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا ''مجھے وہ کسی کرد کوڈائل کا بچہ لگا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے بیڈ کے نیچے سے نکل کر الماری کے پیچھے غائب ہوتے دیکھا ہے۔''

''کرد کوڈائل کا بچہ بھی کوئی چوہا نہیں ہوتا!'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم میری بات کا اعتبار نہیں کررہے۔ مجھے اس کا سخت افسوس ہے۔'' اس کے لہجے..... سے شکوہ جھلکنے لگا۔

میں نے دل ہی دل میں اس کی حالت اور ذہنی کیفیت پر ماتم کیا اور بہ ظاہر سنجیدہ ہوتے ہوئے اس سے پوچھا ''کیا تم نے کرد کوڈائل کے اس بچے کو الماری کے پیچھے سے نکالنے کی کوشش نہیں کی؟''

''میری ہمت نہیں پڑی'' وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی ''اسی لیے تمہیں بلانے دوسرے بیڈ روم میں چلی گئی تھی۔''

میں نے محسوس کیا، وہ کسی نادیدہ مگر مچھ کے سبب اچھی خاصی خوف زدہ تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ بھی آیا کہ شاید اسے وہم ہوگیا ہو۔ ایک امکان یہ بھی تھا کہ اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہو! بہرحال، اس کی فکر مندی اور ہراس بالکل جینون تھا۔ میں سمجھ گیا، اسے نفسیاتی اور عملی دونوں قسم کے علاج کی ضرورت تھی۔ اس کے ذہن پر چھائے ہوئے خوف دہر اس کو فوری طور پر زائل کرنا ضروری تھا۔ ایک فیصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم فکر نہ کرو صوفیہ! میں ابھی دیکھ لیتا ہوں، کون سا کرد کوڈائل اس الماری کے پیچھے چھپا بیٹھا ہے!''

بات ختم کرتے ہی میں آگے بڑھا اور چوبی الماری کو ایک زوردار ٹھڈا مارا۔ اس ضرب کے نتیجے میں الماری کے پیچھے سے ''کھڑکھڑاہٹ'' ایسی آواز پیدا ہوئی۔ وہاں واقعی کوئی گڑبڑ موجود تھی۔

''دیکھا..... دیکھا.....'' وہ ہیجانی انداز میں بولی ''میں نے کہا تھا نا.....'' وہ جملہ نامکمل چھوڑ کر متوحش نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اس ''کھڑکھڑاہٹ'' سے میں بھی سمجھا تھا' الماری کے پیچھے کوئی چوہا چھپا بیٹھا ہے۔ عین ممکن ہے، وہ چوہا معمول کی کسی کارروائی میں مصروف ہو!

میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''تم نے مجھے جو کچھ بتایا ہے، میں تمہارے سامنے ہی اسے چیک کرتا ہوں۔''

''وجدان! ذرا سنبھل کر'' وہ محتاط لہجے میں بولی ''ٹھہرو میں تمہیں کچھ لا کر دیتی ہوں۔ میں نے ادھر واش روم میں ایک چیز رکھی دیکھی ہے۔''

بات ختم کرتے ہی وہ مجھے بیڈ روم میں چھوڑ کر کامن روم والے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ میں اس کی ہنی برحماقت دہشت زدگی پر سر جھٹک کر رہ گیا ہے۔ مجھے یقین تھا، اس چوبی الماری کے عقب سے ایسا کچھ برآمد نہیں ہوگا جسے مگر مچھ یا گھڑیال وغیرہ کے خانے میں فٹ کیا جاسکے لیکن صوفیہ کے اطمینان اور تسلی کی خاطر ایک ڈراما کرنا ضروری تھا۔ جب تک وہ واش روم سے واپس آتی، میں نے اس چوبی الماری کو ''چیک'' کرلیا۔ وہ ایک بھاری بھرکم الماری تھی جسے اپنی جگہ سے ہٹانے کے لیے تین چار افراد کی ضرورت تھی، ہاں البتہ ''چی'' کی مدد سے میں تن تنہا اسے کھسکا کر جہاں چاہتا، پہنچا سکتا تھا مگر کسی بھی قسم کی کارروائی صوفیہ کے سامنے کرنا ضروری تھا تاکہ تسلی ہوجائے۔

وہ دوبارہ بیڈ روم میں نمودار ہوئی تو اس کے ایک ہاتھ میں مجھے آہنی راڈ نظر آئی۔ وہ مذکورہ راڈ کو میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''یہ لے لو۔ میں جب چیکنگ کرنے ادھر گئی تھی تو میں نے اسے وہاں پڑے دیکھا تھا۔''

میں نے وہ راڈ اس کے ہاتھ سے لے لی۔ اس آہنی راڈ کی لمبائی تین فٹ کے قریب اور مناسب لگ بھگ آدھی انچ تھی۔ وہ ایک مضبوط اور خطرناک راڈ تھی۔ میں نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے تشفی آمیز لہجے میں کہا۔

''تم اس بیڈ کے اوپر بیٹھ جاؤ'' میرا اشارہ جس بیڈ کی جانب تھا' وہ چوبی الماری کی مخالف سمت میں دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا ''میں اس کرد کوڈائل کو الماری کے پیچھے سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''ذرا احتیاط سے وجدان۔'' وہ مذکورہ بیڈ کے اوپر چڑھتے ہوئے بولی ''کہیں وہ پلٹ کر تم پر حملہ آور نہ ہو جائے!''

میں نے اس کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر کہہ دیا ''تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے ایسے خوں خوار جانوروں سے نمٹنے کا وسیع تجربہ ہے'' پھر اس کی مزید تسلی کے لیے کہا ''شاید تمہیں معلوم نہیں، میں دریائے ایمیزون میں ایک طویل عرصے تک کروکو

ڈائل اور ایلی گیٹر کا شکار کرتا رہا ہوں!''

''کیا تم جنوبی امریکا میں بھی رہے ہو؟'' اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

دریائے ایمیزون (AMAZON) جنوبی امریکا کے سب سے بڑے ملک برازیل میں بہتا ہے، بلکہ بہتا ہوا کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے۔ ایمیزون کی کل لمبائی چار ہزار میل ہے جس میں سے دو ہزار تر انوے میل برازیل میں واقع ہے۔ ایمیزون دنیا کا دوسرا بڑا دریا ہے۔ نمبر ون کا اعزاز' مصر میں بہنے والے دریائے نیل کو حاصل ہے جس کی کل لمبائی چار ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ میں نے صوفیہ کا دھیان بٹانے اور خوف کم کرنے کے لیے یہ چکر چلایا تھا..... اور وہ میرے چکر میں آ بھی گئی تھی۔

میں نے اس کی حیرت کے جواب میں کہا'' تم اس چکر میں نہ پڑو کہ میں کون کون سے امریکا میں رہا ہوں، صرف یہ دیکھو کہ ایک آہنی سلاخ کی مدد سے کسی وحشی مگرمچھ کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے!''

وہ بے یقینی اور الجھن کی ملی جلی کیفیت سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے سلاخ کے استعمال سے پہلے چوبی الماری پر اپنے پاؤں سے ایک اور ٹھوکر لگائی۔ اس ٹھوکر کے جواب میں بھی وہی مخصوص کھڑکھڑاہٹ ابھری جو اس سے پہلے سنائی دی تھی۔ یہ تو طے ہو گیا، اس الماری کے عقب میں کوئی جان دار موجود تھا۔ میں سلاخ تھامے، تھوڑا پیچھے ہٹ کر اس جان دار کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نکل کر نہ دیا تو میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا'' یہ ایسے نہیں مانے گا!''

میں دیوار کے قریب آیا اور فرش پر اکڑوں بیٹھ کر میں نے آہنی سلاخ کو چوبی الماری کی پشت کے ساتھ واقعی خلا میں گھمایا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں دیوار الماری کے درمیان مختصر سے خلا میں کوئی شے تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میرا ہاتھ اتنی تیزی سے حرکت میں آیا کہ میں نے محسوس کیا، آہنی سلاخ کا آزاد سرا اس مختصر خلا میں موجود مبینہ جان دار کے وجود سے ٹکرایا ہو۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ایک وحشت ناک بلبلاہٹ ابھری۔ یقینی طور پر سلاخ کا دوسرا سرا وہاں موجود جانور کے جسم میں خاصی شدت سے چبھا تھا۔

میں نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا'' کوئی ہے تو سہی۔ تم نے غلط نہیں کہا تھا!''

''ہاتھ پاؤں بچا کر وجدان! وہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے'' وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

میں کھدیڑنے والے انداز میں الماری کے پیچھے اس آہنی سلاخ کو حرکت دینے لگا۔ وہ مخصوص وحشت ناک بلبلاہٹ ایک مرتبہ پھر ابھری، اس کے بعد وہ خود بھی نمودار ہو گیا۔ میں الماری کے عقب سے اسے گولی کی رفتار سے نکل کر ایک طرف فرار ہوتے ہوئے پایا..... وہ بلی کے سائز کا ایک صحت مند اور پلا پلایا چھپکلا تھا!

میں نے اس جسامت کی چھپکلی یا چھپکلا زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پڑھ اور سن رکھا تھا کہ اس نوعیت کے زہریلے چھپکلے صحرائی ملکوں خصوصاً افریقہ کے بعض ممالک میں پائے جاتے ہیں اور اتفاق سے اس وقت ہم مصر یعنی افریقہ ہی میں تھے۔ صوفیہ نے کچھ زیادہ غلط بھی نہیں کہا تھا۔ اس چھپکلے کی صورت بڑی حد تک کسی کروکو ڈائل (مگرمچھ) یا ایلی گیٹر (گھڑیال) سے ملتی جلتی تھی۔

میں اس زہریلے چھپکلے کو فرار ہوتے دیکھ ہی رہا تھا میری سماعت سے صوفیہ کی آواز ٹکرائی'' وجدان! یہی ہے وہ موذی۔ اس کو ختم کر دو..... جانے نہ پائے.....''

میں آہنی سلاخ تھامے اس مضروب'' مفرور'' کی جانب بڑھا۔ الماری کے عقب میں آہنی راڈ نے اسے اچھا خاصا زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بدن سے ٹپکتے ہوئے خون کو دیکھ کر اس کی وحشت ناک بلبلاہٹ کا سبب سمجھ میں آ گیا جو تھوڑی دیر پہلے دو مرتبہ اس بیڈ روم میں سنائی دی تھی۔ اس کی' جان بچانے کی کوشش میں کمرے کا قالین جگہ جگہ سے داغ دار ہو رہا تھا۔ میری اندھا دھند حرکت نے اس کے جسم پر کوئی خطرناک گھاؤ ڈال دیا تھا۔

کم و بیش ایک منٹ تک ہمارے درمیان آنکھ مچولی اور بچ بچاؤ کا کھیل جاری رہا وہ خود کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ بڑے خوں خوار انداز میں مجھ پر حملہ آور بھی ہو رہا تھا تاہم میں نے اس کی کوئی پیش نہ چلنے دی۔ یہ بے قاعدہ مقابلہ چند لمحات تک جاری رہا۔ اس دوران میں صوفیہ کی مدھم اور بلند چلاہٹ وقفے وقفے سے بلند ہوتی رہی۔ چھپکلا جلد ہی میرے داؤ میں آ گیا پھر میں نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ آہنی سلاخ کی ایک بھرپور ضرب اس کے سر میں ایسی لگی کہ وہ زمین بوس ہو کر تڑپنے لگا۔ اسی لوٹ پوٹ کے دوران میں اس کے حلق سے بڑی دردناک اور دہشت انگیز آوازیں بھی خارج ہو رہی تھیں۔ وہ چند لمحات تک جان کنی کے عالم میں' اذیت میں مبتلا رہا پھر بے حس و حرکت ہو۔ یہ بے حسی و بے حرکتی اس کی حسرت ناک موت کا کھلا اعلان تھی!

اس چھپکلے کو ٹائیں ٹائیں فیش ہوتے دیکھا تو صوفیہ کی

جان میں جان آئی۔ اس نے ایک طویل اطمینان بھری سانس خارج کی اور بیڈ سے اتر کر میرے قریب آ گئی پھر مردہ چھپکلی کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے بولی۔

''اب اس کا کیا کرو گے وجدان؟'' اس کے لہجے کی دہشت پوری طرح زائل نہیں ہوئی تھی۔

میں نے اس کا خوف دور کرنے کے لیے مذاق کا رنگ اختیار کیا اور شگفتہ لہجے میں کہا ''اس کم بخت کو شکار کرنے کے بعد پکا کر کھایا بھی نہیں جا سکتا اور اس کا اچار مربہ بنا کر مرتبانوں میں بھرنا بھی مناسب نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے۔ اسے ''ضائع'' ہی کرنا پڑے گا۔''

میں نے لفظ ضائع پر اچھا خاصا زور دیا تو وہ پوچھنے لگی ''یہی تو میں بھی جاننا چاہتی ہوں' تم اس منحوس کی لاش کو کس طرح ضائع..... میرا مطلب ہے ٹھکانے لگاؤ گے؟''

''گاربیج شوٹ کے ذریعے'' میں نے کہا ''آخر کو یہ کس مرض کی دوا ہے؟''

''اوہ! میرا اس طرف دھیان نہیں گیا تھا۔'' وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولی۔

میں نے کہا ''اس لیے کہ تمہارا دھیان پوری طرح کہیں اور لگا ہوا تھا!''

بات کے اختتام پر میں نے مردہ چھپکلی کی طرف دیکھا تو وہ ایک جھرجھری لے کر رہ گئی۔

گلشن اپارٹمنٹس میں گاربیج شوٹس کی سہولت مہیا ہوتی ہے جس کے ذریعے آپ اپنے اپارٹمنٹ کا کچرا براہ راست کچرا کنڈی تک پہنچا سکتے ہیں۔ آپ گاربیج (GARBAGE) یعنی کچرے کے شوٹ میں ڈال دیں۔ مخصوص پائپ فوراً اسے کچرے کے ذخیرے تک پہنچا دے گا۔ آئندہ دس منٹ کے اندر میں وائپر اور اسی آہنی سلاخ کو استعمال کر کے چھپکلی کی خوں چکاں لاش سے ''نجات'' حاصل کر لی۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ گاربیج شوٹ کتنے کام کی شے ہے!

اس کام سے فارغ ہوا ہی تھا' صوفیہ نے حتمی لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا ''میں اس بیڈروم میں بالکل نہیں سوؤں گی!''

اس کا اشارہ اس بڑے بیڈروم کی طرف تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے میں نے ایک خوں ریز مقابلے کے بعد موذی چھپکلی کو جہنم واصل کیا تھا۔ یہ خوف و ہراس پھیلانے والا اتنا بڑا واقعہ تھا کہ صوفیہ کا مطالبہ مجھے بالکل درست لگا۔ بیڈروم کے فرش پر بچھا ہوا قالین بھی جابہ جا خون آلود ہو چکا تھا۔ یہ ایسے آثار تھے کہ وہاں رات بسر کرنے والے کو لمحہ بہ لمحہ..... اس ''واقعے'' کی یاد دلاتے رہتے۔ آدھی رات کو یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میں قالین کو کسی ڈرائی کلینر کے پاس بھجوا دیتا یا خود بیٹھ کر اس کے دھبے دور کرنے میں لگ جاتا' ہاں' البتہ یہ ہو سکتا تھا کہ میں وہ رات اس بیڈروم میں سو کر گزار لیتا۔ اگلی صبح ہمیں ویسے بھی اس اپارٹمنٹ سے رخصت ہو جانا تھا۔

اسی خیال کے تحت میں نے صوفیہ سے کہا ''ٹھیک ہے' اس بیڈروم میں' میں سو جاتا ہوں۔ تم چھوٹے بیڈروم کے ڈبل بیڈ پر چلی جاؤ۔''

اس نے ایک لمحے کے لیے میری تجویز پر غور کیا پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی ''اگر وہاں بھی کوئی ایسا ہی کرد کوڈائل..... آئی مین' چھپکلا نکل آیا تو؟''

''ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''تم یہاں سونے کو تیار نہیں ہو، وہاں بھی تمہیں خدشات ڈرا رہے ہیں۔ بتاؤ، میں اس صورتِ حال میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ اگر تم کہو تو گزشتہ رات کی طرح میں اسی بیڈروم میں تمہارے ساتھ سو جاتا ہوں۔''

وہ خون آلود قالین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی ''اسے دیکھ دیکھ کر اور سوچ سوچ کر مجھے متلی سی محسوس ہو رہی ہے..... اس کے علاوہ میں بے پناہ خوف زدہ بھی ہوں۔''

''بتاؤ!'' میں نے اس کی سہمی ہوئی آنکھوں میں بہت دور تک جھانکا ''میں تمہارا خوف دور کرنے کے لیے فوری طور پر کیا کروں؟''

وہ سادگی سے بولی ''ساتھ رات گزارنے کی تمہاری تجویز خاصی مناسب ہے، اگر اس تجویز پر عمل درآمد کے لیے بڑے بیڈ والا چھوٹا بیڈروم استعمال کیا جائے تو۔ ہم بڑی آسانی سے ڈبل بیڈ پر نیند پوری کر سکتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

اس کا خیال خاصا پُرکشش تھا لہٰذا میں فوراً اس کا ہم خیال بن گیا۔

ہم واپس ڈبل بیڈ والے بیڈروم میں آئے۔ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ اصولی طور پر ہمیں سو جانا چاہیے تھا۔ نیند پوری کر کے کل کے لیے تروتازہ ہونا ضروری تھا۔ آئندہ روز میری زندگی کا ایک انوکھا اور سنسنی خیز ٹرپ شروع ہونے والا تھا۔ میں نے اپنے خیالات سے صوفیہ کو آگاہ کیا تو اس نے کہا۔

''وجدان! چھپکلی والے واقعے نے مجھے بری طرح اپ سیٹ کر کے رکھ دیا۔ میں سونے کی کوشش میں جیسے ہی آنکھیں بند کرتی ہوں، وہ بدتمیز خبیث چھپکلا کسی کروکوڈائل کے مانند آنکھیں نکال کر مجھے گھورنے لگتا ہے۔'' ایک لمحے کا

توقف کر کے اس نے جھرجھری لی اور بڑی بے بسی سے بولی ''پتا نہیں' میں آج کی رات سو بھی سکوں گی کہ نہیں؟''

''سونا بہت ضروری ہے صوفیہ!'' میں نے قطعیت سے کہا ''اس سلسلے میں، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔''

''کیا مدد!'' وہ الجھن زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی ''کیا تم مجھے لوری سنا کر نیند کی وادی میں اتار دو گے؟''

''لوری میں نہیں' بلکہ تم مجھے سناؤ گی'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔

وہ مزید الجھ گئی ''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

میں نے اپنے مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ''میں تمہارے سر میں اپنی انگلیوں سے ہلکا ہلکا مساج کرتا ہوں۔ تم اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر مجھے اپنے بارے میں بتانا شروع کر دو۔ پیدا ہونے سے لے کر اب تک اپنی زندگی کے چیدہ چیدہ حالات۔ ربط اور ضبط کی ضرورت نہیں، بس تم نہایت ہی آہستگی سے دھیمے لہجے میں اپنی داستان حیات بیان کرتی جاؤ مجھے یقین ہے۔ یہ کہانی ختم ہونے سے پہلے تم گہری نیند میں پہنچ جاؤ گی''

اس نے پوری توجہ سے میری بات سنی اور سوال کیا ''کیا یہ بھی ہپناٹزم کی کوئی قسم ہے؟''

''تم آم کھانا چاہتی ہو یا تمہیں پیڑ شمار کرنے سے مطلب ہے؟''

''مجھے شماریات کا مضمون ہمیشہ بورنگ لگا ہے!''

''پھر تم صرف آم پر نظر رکھو''

اس نے اپنے سر کو میری گود میں رکھ دیا۔''

میری انگلیوں نے مساج کی ابتدا کی ہی تھی کہ وہ شروع ہو گئی۔ چند لمحات کے بعد اس کی آواز بوجھل ہونے لگی۔ یہ نیند کا خمار تھا جو اس کے الفاظ کو آہنی خود پہنا کر وزنی بنا رہا تھا۔ وہ جس خوف کے باعث آنکھیں بند کرنے سے گریزاں تھی، میری آغوش میں پہنچتے ہی وہ خوف زائل ہو گیا۔ اس کی کہانی سننا تو ایک نفسیاتی بہانہ تھا۔ درحقیقت، میں اسے ایک تحفظ کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ دنیا کی کوئی بھی عورت، مرد کی بانہوں میں خود کو سب سے زیادہ محفوظ سمجھتی ہے۔ میں نے اسے یہی محسوس کرانے کے لیے یہ نفسیاتی پینترا مارا تھا..... اور میری یہ کوشش صددی صد کامیاب رہی۔

میں نے احساس کی تھپکی دے کر صوفیہ کو گہری نیند میں پہنچا دیا۔ بعد میں مجھے اپنے جذبات کو تھپکنے میں کافی محنت کرنا پڑی۔ اس رات میں اپنے دماغ کو نیند کی ہدایت دیتے ہوئے ..سو بار گڑبڑایا توجہ کے سامنے وہ کسی ریشمی تھان کے مانند کھلی پڑی تھی۔ خیال کو پھسلنے سے بچاتا تو نتیجے میں میری سوچ لڑکھڑا کر اس کی طرف چل جاتی لیکن شاید چنگ فورن پوشی ان لمحات میں براہِ راست مجھ پر ناظر تھا۔ میرے پاؤں استقامت میں ایک ذرا سی ڈگمگاہٹ نہ آئی۔ میں نے اپنے احساسات اور جذبات پر قابو رکھا اور جبلی خواہش کو اسی طرح تھپک تھپک کر سلا دیا جیسے تھوڑی دیر پہلے اس خواہش کی ذمے دار کو سلایا تھا۔

دوسرے کو الزام دینا بہت آسان ہوتا ہے۔ ان لمحات میں' شاید میں یہی کر رہا تھا!

☆☆☆

''کانٹیکی'' ٹور اینڈ ٹریول کمپنی کی سپر لگژری ائر کنڈیشنڈ کوچ اپنی مثال آپ تھی۔ میں نے اتنی آرام دہ اور سہولیات سے بھرپور کوچ میں پہلے کبھی سفر نہیں کیا تھا۔ بلاشبہ کسی ائر بس کی ''بزنس کلاس'' کے برابر اس میں سہولیات فراہم کی گئی تھیں۔ کوچ کے پہلوؤں میں کمپنی کا مخصوص مونو گرام بنا ہوا تھا جس میں لفظ ''کانٹیکی'' میں ایک ابھرتے ہوئے سورج کو دکھایا گیا تھا۔ اس کے نیچے سرخ، پیلے، سبز، گلابی اور نیلے رنگ کی پانچ پٹیاں بڑے دلکش انداز میں نیچے سے اوپر تک پھیلی ہوئی تھی۔ مخصوص مونو گرام کوچ کی پشت پر بھی موجود تھا۔

کوچ پر سوار ہونے سے پہلے، ہوٹل اوئسس میں کانٹیکی کے عملے نے تمام مسافروں کو متعارف کرایا گیا۔ ان میں سب سے اہم شخص ٹور منیجر بن ہال تھا۔ بن ہال کا تعلق آسٹریلیا سے تھا۔ وہ بہت محنتی شخص تھا۔ اس نے کمپنی جوائن کرنے کے بعد جاں فشانی سے کام کیا اور انیس سو پچانوے میں ٹور منیجر بن گیا۔ اب وہ پچھلے چند سال سے اسی پوسٹ پر کام کر رہا تھا۔ یہ کم وقت میں کی جانے والی بڑی ترقی تھی۔ بن ہال فٹ بال کا بہت شوقین تھا۔ اسے جب بھی مہلت میسر آتی، کھیل کے میدان میں نکل جاتا۔ وہ ایک ہنس مکھ، ملنسار اور متعادن پیشہ ور شخص تھا۔ میں نے اسے اچھا خاصا باتونی پایا۔

اہمیت کے لحاظ سے بن ہال کے بعد کوچ کے ڈرائیور وارن ڈکسن کا نمبر آتا تھا۔ وارن ڈکسن نیوزی لینڈ کا رہنے والا تھا۔ کانٹیکی جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک تعمیراتی کمپنی میں کام کرتا تھا۔ وہ انیس ہوستاسی میں ڈرائیور بنا پھر انیس سو نوے میں اس نے ''کانٹیکی یورپ'' میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس کوچ کی ڈرائیوری سے پہلے وہ روس اور اسکینڈے نیویا میں بھی ٹورسٹ کی بسیں چلا چکا تھا۔ بن ہال کی بہ نسبت وہ ایک کم گو، سنجیدہ اور موڈی شخص تھا۔

ان تمام تر خصوصیات کے پیشِ نظر مجھے محسوس ہوا کہ کانٹیکی کمپنی کے توسط سے انیس سو پچانوے امریکی ڈالرز میں تین ملکوں کا سولہ روزہ سیاحتی دورہ زیادہ مہنگا نہیں تھا۔ بعد میں میرا یہ خیال بالکل درست ثابت ہوا۔ اس کمپنی نے آرام، سہولت اور تفریح فراہم کرنے کا ریکارڈ توڑ دیا تھا۔

چوبیس اپریل کو ہم کانٹیکی کی کوچ میں بیٹھ کر قاہرہ کے ہوٹل اوئسس سے روانہ ہو گئے۔ ٹور منیجر بن ہال ایک گائیڈ کے فرائض بھی انجام دے رہا تھا اور راہ میں پڑنے والی ہر قابلِ ذکر جگہ یا مقام کے بارے میں وہ تمام مسافروں کو تفصیلاً بتاتا بھی جاتا تھا۔ میں اس تفصیل سے بچتے ہوئے محض اہم مقامات کا مختصر ذکر کروں گا کیوں کہ میری داستانِ حیات میں اس سیاحت کی پہلی اہمیت نہیں، میں جس مقصد کی خاطر اس کھٹ راگ میں الجھا تھا، وہ میرے لیے سب سے زیادہ اہم تھا لیکن یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ میں چپ چپاتے اس ذکر کو گول کر کے آگے بڑھ جاؤں۔ جن قارئین کو یہ بیان طولانی اور بورنگ محسوس ہو، ان سے بھی میں اور جو اسے پڑھ کر تشنگی محسوس کریں، ان سے بھی میں پیشگی معذرت خواہ ہوں!

پچیس اپریل کی صبح ہمیں ایجکشن میوزیم (مصری عجائب گھر) کی سیر کرائی گئی۔ ہمارا گائیڈ بن ہال اپنے متاثر کن زورِ بیان سے ہمیں قدیم مصری تہذیب کے دور میں لے گیا۔ ہم خود کو ہزاروں سال پہلے کے مصری بادشاہوں کے عہد میں محسوس کرنے لگے۔ یہ ایک سنسنی خیز اور نا قابلِ فراموش محسوساتی تجربہ تھا۔ ازیں علاوہ ہم نے بہت سے بادشاہوں کے مجسمے اور عظیم الشان اہرام بھی دیکھے۔ شام کے وقت کوچ کے تمام مسافروں کو بہ ذریعہ ٹرین اسوان کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ اس ٹرین کو رات بھر سفر کر کے قاہرہ سے اسوان پہنچنا تھا۔

چھبیس اپریل کو اسوان کی سیر کی گئی۔ دیگر چھوٹے موٹے اہم مقامات کا نظارہ کرنے کے بعد ہمارا ٹور منیجر ہمیں اسوان ہائی ڈیم دکھانے لے گیا۔ یہ ڈیم دنیا کا ایک بڑا آبی ذخیرہ مانا جاتا ہے جس کی دیواروں کے اندر ایک سو باسٹھ ارب مکعب میٹر پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق' یہ ایک سو باسٹھ ارب کیوبک میٹر پانی' ڈیڑھ ملین ایکٹرز زمین کو بہ آسانی سیراب کر سکتا ہے۔ اسوان ہائی ڈیم انیس سو اکہتر میں مکمل ہوا تھا۔ یہ بڑا ہی دیکھنے کی چیز ہے۔ ڈیم سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے یونیسکل گارڈنز دیکھے اور یوں دن کا اختتام ہو گیا۔

ستائیس اپریل کو ہم ''نائل کروز'' میں بیٹھ کر اسوان سے ایڈفو کی جانب روانہ ہو گئے۔ نائل کروز ایک عالی شان اور آرام دہ شپ ہے۔ انڈے کے مانند سفید رنگ کے اس بحری جہاز کی باڈی پر نیلی، سبز اور پیلی طویل پٹیاں بہت حسین اور خوب صورت دکھائی دیتی ہیں۔ ''نائل کروز'' پر بنے ہوئے تمام پرائیویٹ کیبن ہر قسم کی سہولت سے لیس ہیں۔ ٹی وی سیٹ اور ائر کنڈیشنر تو لازمی شے ہے۔ اس کے علاوہ، سوئمنگ پول، سن باتھ ڈیک، ریسٹورنٹ، نائٹ کلب اور مختلف نوعیت کی گفٹ شاپس سب کچھ شپ پر موجود ہے۔ نائل کروز NILE CRUISE پانی میں تیرتے ہوئے کسی جہانِ حیرت سے کم نہیں!

ایڈفو تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہم نے یہاں مصری آرکیٹیکچر کے عظیم الشان شاہ پارے دیکھے جو ساڑھے تین ہزار سال قبل رمسیس دوم کے عہد کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اسی دوران میں ''جمیل ناصر'' کا نظارہ بھی کیا گیا۔ لنچ کے بعد ہم ''کوم امبو'' پہنچے اور ہم نے ایک ایسا ٹیمپل دیکھا جو منفرد اور باعثِ حیرت ہے ''کوم امبو ٹیمپل'' کو بہ یک وقت دو مصری خداؤں (دیوتاؤں) کی مشترک عبادت گاہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آنے والی رات ہم نے نائل کروز ہی میں بسر کی۔

اٹھائیس اپریل کا نائل کروز ہمیں ایڈفو سے لگزر لے گیا۔ لگزر میں ہمیں ایک ایسا ٹیمپل دیکھنے کو ملا جو مصر کا سب سے زیادہ ''محفوظ'' ٹیمپل کہلاتا ہے۔ محفوظ ان معنوں میں کہ یہ ابھی تک کم و بیش اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ یہ ٹیمپل فالکن دیوتا ''ہورس'' سے منسوب ہے۔ لگزر ہی میں ہم نے تھیبس کا قدیم شہر بھی دیکھا۔ یہ رات بھی نائل کروز پر ہی بتائی گئی۔

انتیس اپریل کو لگزر میں ہی واقع مشہور معروف وادی ''ویلی آف دی کنگز'' دیکھی گئی۔ اس وادی میں مشہور زمانہ کنگ طوطنخ آمن بھی دفن ہے۔ ہم نے لگزر کی سیر کا سلسلہ جاری رکھا اور سہ پہر کے وقت کانٹیکی کے مخصوص ہوٹل میں چیک ان ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہی نائل کروز کا سفر تمام ہوا۔ ہم نے ہوٹل کے سوئمنگ پول میں ایک فرحت بخش تیراکی کی اور آرام کی غرض سے اپنے کمرے میں گھس گئے۔

تیس اپریل کی صبح، لگزر سے قاہرہ جانے سے پہلے ہم نے ''ٹیمپل آف لگزر'' کی بھی سیر کی۔ ازیں علاوہ اونٹ کی سواری بھی کی گئی۔ یہ دن بھی سیر و تفریح میں گزر گیا اور ہم ہائی ائر قاہرہ کی جانب پرواز کر گئے۔

یکم مئی کو قاہرہ کی تفصیلی سیر کی گئی۔ دیکھنے کی قابل ذکر جگہیں جو رہ گئی تھیں انہیں نمٹایا گیا۔ ان مقامات میں بازار خان الخلیلی، مختلف قدیم اہرام اور دیگر مساجد کے ساتھ ساتھ مسجد سلطان حسن بھی شامل تھی۔ خان الخلیلی بازار اور مسجد سلطان حسن میرے پہلے سے دیکھے ہوئے مقامات تھے۔ اس رات ہوٹل اوسس میں ایک ''گیٹ ٹوگیدر'' پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ مصر کی آٹھ روزہ سیر مکمل ہوگئی تھی اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، ان آٹھ دنوں میں کوئی بھی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

اگلی صبح یعنی دو مئی کو ہم مصر سے اسرائیل روانہ ہوگئے۔ یہ سفر قاہرہ سے تل ابیب تک کا تھا۔ تل ابیب کی فضا میں داخل ہوتے ہی میری عجیب سی حالت ہونے لگی۔ میں نے خود کو جذباتی کش مکش میں مبتلا پایا۔ ربی موشے ہائمن نے اسی شہر کے پوش علاقے کے ایک بنگلے کی بالائی منزل پر میری جانِ تمنا کو ایک طویل عرصے سے قید کر رکھا تھا۔ ساحل تک مکمل رسائی کا ایک ایک راستہ مجھے ازبر ہوگیا تھا

اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا، میں کانسکی کے قافلے سے بچھڑ جاؤں اور کمان میں سے نکلے ہوئے کسی تیر کے مانند سیدھا اپنے حاصل زندگی تک پہنچ جاؤں۔ ہر مصلحت، ہر احتیاط کا دامن جھٹک کر میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاؤں اور اپنی ساحل کو حاصل کرنے کے بعد کسی ایسی پُرسکون وادی کی طرف نکل جاؤں جہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ صرف وصال کے رات و دن ہوں، ہجر کی ایک گھڑی ہمارے نزدیک نہ پھٹکے ہم نے بہت جدائی اور فراق سہہ لیا تھا، اذیت ناک لمحات کا زہر اپنے حلق میں ٹپکایا تھا، آبلہ پا راہِ پُرخار پر ایک طویل مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچے تھے۔ اس وقت ہم ایک ہی شہر میں تھے اور ہمارے بیچ صرف چند کلو میٹر کا فاصلہ حائل تھا۔ یہ فاصلہ میں آنِ واحد میں پاٹ سکتا تھا اور.....!

یہ فاصلہ مجھے پاٹنا تھا لیکن..... جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں بلکہ مکمل ہوش مندی اور اعتماد میں رہ کر، اپنے حواس پر قابو رکھتے ہوئے مجھے ایک مضبوط پلاننگ سے آگے بڑھنا تھا کیونکہ یہ آخری موقع تھا۔ اس مرحلے پر ایک ذرا سی غلطی، کوئی جذباتی لغزش یا غلط سمت میں اٹھنے والا ایک بھی قدم مجھے میرے مقصد، میری زندگی سے بہت دور دھکیل سکتا تھا۔

میں نے ساحل سے دور رہ کر بہت صبر کیا تھا، بہت برداشت کیا تھا۔ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپا تھا اور تپتی میں پروئے ہوئے کباب کے مانند سکا تھا..... محض اس

دن، اس گھڑی اور اس لمحے کے انتظار میں کہ میں جب اپنی ساحل کو حاصل کرلوں اور اب..... وہ دن، وہ گھڑی اور وہ لمحہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میرے کرب ناک انتظار کے صرف تین دن باقی رہ گئے تھے جس کے بعد مجھے فری ہینڈ ملنے والا تھا۔ اس مدت ہی میں مجھے اپنا کام دکھانا تھا لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی تھا، میں اپنی آزمائش کے آخری مراحل کو پوری ثابت قدمی سے طے کروں اور جذبات سے مغلوب ہونے کے بجائے اپنے مقصد پر کڑی نظر رکھوں۔

اس توانا اور مثبت سوچ کے ساتھ ہی میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اگلے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا عزم جوان ہوگیا ہو۔ مجھے اپنے رگ و پے میں ایک نیا جوش اور ایک ایک نئی سنسنی سی اترتی محسوس ہوئی۔ اس دلِ مسرور کن کیفیت نے میرے اندرون کو باغ باغ کردیا۔

گزشتہ آٹھ دنوں میں، میں گاہے بہ گاہے ساحل اور موشے ہائمن کی ''خبر'' لیتا رہا تھا اور ادھر کے حالات کو اطمینان بخش پاکر میں بھی مطمئن ہوگیا تھا اور اب تو میں بھی ادھر ہی تھا لہٰذا تیسری آنکھ کو زیادہ سے زیادہ کھلا رکھنا اور بھی ضروری ہوگیا تھا۔ پچھلے آٹھ دنوں میں، میں ٹور منیجر اور گائیڈ مسٹر بن ہال سے خاصا گھل مل گیا تھا۔ یہ سب تیاری میں ایک خاص مقصد سے کر رہا تھا۔ مجھے اس شخص سے ایک کام لینا تھا۔ جب یہ قافلہ بیت شین (اسرائیل) سے پیٹرا (اردن) کی طرف روانہ ہوتا تو مجھے بن ہال کے تعاون سے ''اسٹے لانگر'' کا معاملہ نمٹانا تھا۔ اس سلسلے میں بن ہال سے میری بات ہوگئی تھی۔ اس نے مجھے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا۔ مجھے کام یابی کی بڑی امید تھی یہ اس ٹور کا ایک اہم ''معاملہ'' تھا!

قاہرہ سے تل ابیب کی طرف آتے ہوئے ہم نہر سوئز اور وادی سینا کی سیر کرتے ہوئے آئے تھے اس شام تل ابیب میں، ہمیں دنیا کے قدیم ترین سٹی پورٹ جافا کو دیکھنے کا موقع ملا۔ جافا کی اپنی ایک آن بان اور شان ہے۔ اس کے علاوہ تل ابیب کے قابل ذکر مقامات کی سیر بھی کی گئی۔

تین مئی کی صبح ہم تل ابیب سے روانہ ہوئے اور نظارتھ کے راستے سیدھے بیت شین پہنچ گئے تل ابیب سے نکلتے وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم سے روح نکل رہی ہو، میری روح اسی شہر میں قید تھی، بہرحال پروگرام پر عمل ضروری تھا۔ قیصریہ کی طرف رخ کرنے سے پہلے ہم نے بیت شین شہر کو خوب اچھی طرح دیکھ لیا۔ قیصریہ میں ہمیں قدیم رومن تھیٹر اور صلیبی قلعے دیکھنے کو ملے۔ یہاں سے ہم نے شمال میں سفر

چاری رکھا اور حیفہ پہنچ گئے۔ حیفہ، ایلات اور اشدود اسرائیل کی تین اہم بندرگاہیں ہیں۔ حیفہ میں ہم نے مشہور زمانہ باغات ''بہائی گارڈنز'' کی سیر کی اور آکو کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاریخ کے حوالے سے آکو میں بھی دیکھنے کے لائق بہت کچھ ہے۔ اس رات ہم آکو، حیفہ اور نظارتھ سے ہوتے ہوئے گیلیلی آگئے۔

چار مئی کو گیلیلی کی سیر کی گئی۔ کیپرنام میں سینٹ پیٹر کی جنم بھومی دیکھی۔ دیگر مقامات مقدسہ کے علاوہ ''ماؤنٹ آف دی بیٹی ٹیوڈز'' کا نظارہ بھی کیا گیا۔ یہ پہاڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی خدا کی رحمتوں سے منسوب ہے۔ اس کے بعد ہم ایک کشتی پر سوار ہوکر بحرِ گیلیلی دیکھنے نکل گئے۔ اس سیر سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم واپس بیت شین لوٹ آئے۔

پانچ مئی کی صبح میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ اس روز ٹرپ کو بیت شین سے پیٹرا کی طرف روانہ ہونا تھا۔ کوچ شیخ حسین بارڈر کو عبور کر کے اسرائیل سے اردن میں داخل ہوجاتی، پھر ''مادابا'' نامی ایک مقام پر مختصر پڑاؤ کے بعد آگے بڑھ جاتی۔ صحرائے اردن کے اندر سفر کرتے ہوئے وہ بالآخر پیٹرا شہر پہنچ جاتی۔ مادابا اور پیٹرا میں دیکھنے کے لیے کافی کچھ تھا۔ بن ہال نے مجھے اس بارے میں تفصیلاً بتا دیا تھا۔ خاص طور پر جب پیٹرا سے ایلات کی طرف سفر کیا جاتا تو ایلات سے تھوڑا پہلے وادیِ رم سے گزر ہوتا جو لارنس آف عربیا کا گھرانی جاتی ہے۔

یہ تمام تاریخی مقامات دیکھنے کی خواہش تو دل میں انگڑائی لیتی تھی لیکن اس خواہش کو دبا کر رکھنا ضروری تھا کیونکہ اس عرصے کے دوران میں مجھے کوئی اور اہم فریضہ انجام دینا تھا۔ میرے پاس صرف تین دن کی مہلت تھی۔ ان تین دنوں میں ہمارا قافلہ بیت شین سے پیٹرا، پیٹرا سے ایلات اور ایلات سے یروشلم پہنچ جاتا۔ میں اس عرصے میں ''اپنا کام'' کر کے آٹھ مئی کو یروشلم میں اس سے جاملتا۔ نو مئی کو ہمیں یروشلم (اسرائیل) سے واپس قاہرہ (مصر) آنا تھا اور اس مرتبہ ساحل میرے ساتھ ہوتی! ساحل کی ہمراہی کے تصور نے مجھے شاد کردیا۔

بن ہال نے حسبِ وعدہ میرا کام کردیا۔ بہ وقتِ رخصت اس نے کہا ''اب ہم آٹھ مئی کو یروشلم میں ملیں گے۔ تمہیں تل ابیب میں کسی مشکل کا سامنا ہو تو کانسکی کے ایجنٹ سے مل لینا۔''

''تمہارا مطلب ہے، رابن یعقوبی سے؟'' میں نے تصدیق کی خاطر پوچھ لیا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا ''اسرام اسرائیل نامی کانسکی کا یہ ایجنٹ آفس مکمل طور پر رابن یعقوبی کے کنٹرول میں ہے۔ میں تل ابیب میں رابن کو تم دونوں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ضرورت پڑنے پر جب تم اس سے رابطہ کرو گے تو وہ تمہارے ہر مسئلے کا حل بتا دے گا۔ چاہو تو اس کے توسط سے یا تم خود ہوٹل کا بندوبست بھی کر سکتے ہو۔ ویسے اس سلسلے میں، میں تمہیں ایک مشورہ ضرور دوں گا۔''

وہ لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا تو میں نے سوالیہ نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ بولا ''تل ابیب میں قیام کے لیے ''ہوٹل ٹاپ'' تمہارے لیے زیادہ موزوں رہے گا۔''

''یہ وہی ہوٹل ٹاپ ہے نا، جو بن یہودہ اسٹریٹ پر واقع ہے؟''

''بالکل میں اسی ہوٹل ٹاپ کی بات کر رہا ہوں'' اس نے مجھے حسبِ توقع جواب دیا تو مجھے اپنا پورا وجود سنسنی کی لپیٹ میں محسوس ہوا۔ اسی ہوٹل کے کچن میں سلوان رات بھر مختلف کھانے پکانے میں مصروف رہتا تھا۔ مذکورہ ہوٹل میں قیام مجھے اپنے کام میں بہت ساری آسانیاں فراہم کردیتا۔

بن ہال کی آواز پر میں خیالات سے چونکا اور پوری توجہ سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا ''میں ہوٹل ٹاپ کو فوقیت دینے کے لیے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ ہوٹل ہماری کمپنی کے پینل پر ہے، لہٰذا تمہیں وہاں قیام کے دوران میں زیادہ سے زیادہ سہولیات قدرے کم ادائی میں حاصل ہوجائیں گی۔ ہوٹل والے کمپنی کے مسافروں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ میں نے تم دونوں کو ''اسٹے لانگر'' کے سلسلے میں کانسکی کا ''این او سی'' دے دیا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ تمہیں کسی قسم کی دشواری کا سامنا کرنا پڑے!''

میں نے ایک اہم سوال کیا ''کیا ان تین روز کے دوران میں مجھے یعنی ہمیں صرف تل ابیب تک ہی محدود رہنا ہوگا؟''

''ایسی کوئی قید نہیں ہے'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا ''تم دونوں کے پاسپورٹس پر اسرائیل کا ویلڈ ویزا لگا ہوا ہے۔ تم اس ویزا کی مدت کے دوران میں پورے اسرائیل کی سیر کر سکتے ہو۔ اگر کبھی یہ سوال سامنے آئے کہ تم دونوں اپنے ٹرپ کے ساتھ کیوں نہیں ہو تو تم پوچھنے والے کو اسٹے لانگر کا این او سی دکھا سکتے ہو۔''

بن ہال کی وضاحت نے میرے ذہن کا بہت سا بوجھ اتار پھینکا۔ میں نے کہا ''ٹھیک ہے مسٹر ہال! ہم آٹھ مئی کو یروشلم میں دوبارہ ملیں گے..... اور اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی تو ہم نو مئی کو صبح کمپنی کو جوائن کرلیں گے۔''

یہ بات میں نے احتیاطاً اس کے ذہن میں ڈال دی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، مجھے اپنے مقصد کے حصول میں کتنا وقت لگے گا۔ یہ بھی ممکن تھا، میں وقت سے پہلے ہی فارغ ہوجاتا۔ غیر یقینی حالات میں کوئی بھی حتمی بات کہنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے گنجائش کا دروازہ کھلا رکھا۔

مجھے سوچ میں ڈوبا دیکھا تو بن ہال نے کہا ''مجھے نہیں امید کہ تل ابیب میں تمہارا زیادہ دل لگ سکے۔ تل ابیب کے مقابلے میں یروشلم زیادہ تاریخی اور تہذیبی شہر ہے۔ وہاں دیکھنے کو اتنا کچھ ہے کہ مکمل سیر کے لیے ایک ماہ بھی ناکافی ہوگا۔'' وہ ایک لمحے کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''تل ابیب جدید طرز پر تعمیر کیا گیا ایک ماڈرن شہر ہے جہاں تہذیبی اور ثقافتی نشانیاں تلاش کرتے ہوئے آنکھیں تھک جاتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا، تم نے تل ابیب میں مزید قیام کا فیصلہ کرتے ہوئے کیا سوچا ہے؟''

میں نے دل ہی دل میں کہا' یہ بہت ہی اچھی بات ہے کہ ہمارا اسٹے لانگر تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا۔ پھر زبان سے کہا ''بس مسٹر ہال! اپنے اپنے چوائس کی بات ہے!''

''یو آر رائٹ!'' اس نے خوش دلی سے کہا' بہرحال' اگر درمیان میں جی گھبرا جائے تو ہماری طرف چلے آنا۔ کمپنی کا اسکیجوئل ڈے بائی ڈے تمہیں معلوم ہے۔ کانٹیکی ہر وقت اپنے مسافروں کو دیل کم کہنے کے لیے تیار رہتی ہے۔''

''اوہ شیور!'' میں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔

پھر ہم دونوں عارضی طور پر اپنے ٹرپ سے جدا ہوگئے۔

☆☆☆

''ہوٹل ٹاپ'' میں کمرا حاصل کرنے میں ہمیں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ کانٹیکی کا حوالہ کام آیا اور ہم ایک ٹوئن شیئر روم حاصل کرکے چیک ان ہوگئے۔ ٹوئن شیئر روم کافی کس فی رات کرایہ ساٹھ امریکی ڈالرز تھا' یعنی ہم دونوں کو وہاں ایک رات گزارنے کے ایک سو بیس ڈالرز دینا تھے۔ میں نے کل تین سو ساٹھ ڈالرز ادا کرکے تین راتوں کے لیے وہ کمرا بک کروالیا۔ اب ہمیں آٹھ مئی کی صبح چیک آؤٹ ہونا تھا۔ ہمارے کمرے کا نمبر پانچ سو آٹھ تھا۔

اسرائیل کی کرنسی نیو شیکل کہلاتی ہے۔ ان دنوں ایک امریکی ڈالر ساڑھے تین نیو شیکل کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس حساب سے ہم نے تین راتوں کے قیام کے لیے مقامی کرنسی میں ایک ہزار، دو سو ساٹھ نیو شیکل ادا کیے تھے۔

ہم جب اپنے کمرے میں پہنچے تو دوپہر ڈھل رہی تھی۔ لنچ ہم نے باہر کرلیا تھا اس لیے کھانے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ صوفیہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''میں بہت تھک گئی ہوں اس لیے تھوڑی نیند لوں گی۔ شام کو ہم باہر نکلیں گے'' ایک لمحے کے توقف سے وہ اضافہ کرتے ہوئے بولی ''تمہارے ذہن میں کوئی خاص پروگرام تو نہیں ہے؟''

''فی الحال تو کوئی پروگرام نہیں'' میں نے سرسری انداز میں کہا ''لیکن تمہارے لیے ایک خاص تجویز ہے!''

''وہ کیا؟'' وہ پوری دل چسپی سے میری طرف متوجہ ہوگئی۔

میں نے کہا ''تم اگر چاہو تو کسی وقت بھی مسٹر پیٹر الڈ تھامس..... کو فون کرسکتی ہو!''

''کیا مطلب؟'' اس کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

''تم نے بتایا تھا نا' آئندہ کے پروگرام سے تمہیں مسٹر تھامس آگاہ کرے گا'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''وہ تمہیں بتائے گا کہ تم اسرائیل سے کیسے واپس لندن پہنچو گی؟''

''کیا تم میری صحبت سے اکتا گئے ہو؟'' اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

میں گڑبڑا گیا ''نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں!''

''پھر مجھ سے جان چھڑانے کی پلاننگ کیوں کررہے ہو؟''

''میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''میں مسٹر تھامس کو لندن فون کرکے اپنے لیے ہدایت ضرور لوں گی لیکن اس وقت جب تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤ گے۔ ابھی تو تمہارے مشن کے آخری مرحلے کا آغاز ہوا ہے۔ تم اپنی ساتھی کو حاصل کرنے کے بعد اسے میرا روپ دو گے' پھر میں تم سے جدا ہوجاؤں گی، یوں سمجھ لو کہ اس وقت ہمارے راستے الگ ہوجائیں گے۔ میں مسٹر تھامس کے احکام کی پابند ہوں اور

میرا خیال ہے، تمہیں بھی اس کے مفید مشوروں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ہاں البتہ.....''

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر لمحے بھر کو متوقف ہوئی پھر اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے بولی ''اگر تم ابھی فوراً سے پیش تر اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر دکھا دو تو میں لندن میں مسٹر تھامس .....سے ٹیلی فونک رابطہ کرتی ہوں۔''

''اوکے!'' میں نے اس موضوع کو ختم کرتے ہوئے کہا ''میں کوشش کرتا ہوں کہ جلد از جلد اپنے مقصد کو حاصل کرلوں لیکن تم اتنا تو کر سکتی ہو نا.....''

میں نے بات نامکمل چھوڑی تو وہ سوالیہ نظر سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی ''کتنا.....کیا؟''

''تم جانتی ہو، میری ساتھی ساحل اسرائیل بلکہ یہودی قوم کے ایک طاقت ور شخص کے قبضے میں ہے'' میں وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اسے وہاں سے چھڑانے کے لیے مجھے دانتوں پسینہ آجائے گا۔ بے انتہا خون ریزی کا امکان بھی ہے جس میں میری جان ہر لحہ داؤ پر لگی رہے گی۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ خون اور بارود کے اس خطرناک کھیل میں تم مجھ سے تھوڑے فاصلے پر رہو۔ میں تمہیں ایک جیتے جاگتے جہنم میں نہیں دھکیلنا چاہتا۔ صوفیہ! تم نے اب تک میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ تم بڑی پیاری، بڑی ڈیسنٹ لڑکی ہو۔''

یہ حقیقت ہے کہ میں صوفیہ کو کسی اندھی مصیبت سے دوچار ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اب تک ساحل کے حصول کے لیے تھرڈ آئی کی مدد سے اچھا خاصا ''ہوم ورک'' کرلیا تھا لیکن میں جانتا تھا، ساحل کو ربی موشے ہائمن کے جبڑوں سے نکالنا اتنا سہل ثابت نہیں ہوگا جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا، کس وقت کون سی غیر یقینی اور مہلک صورتِ حال پیش آجائے۔ میرے لیے یہ اپنی زندگی کی سب سے اہم اور کٹھن بازی تھی۔ میں تو اپنے کاز کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتا تھا لیکن وہ کیوں خواہ مخواہ میری وجہ سے متاثر ہوتی!

وہ چند لمحات تک بڑی گہری نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے بولی ''کیا تم مجھے کوئی ڈرپوک، بزدل اور کم زور قسم کی لڑکی سمجھ رہے ہو؟''

''ایسا نہیں ہے صوفیہ!'' میں نے گمبھیر انداز میں کہا۔ ''حالات کی سنگینی کو محسوس کرنے کی کوشش کرو۔''

''حالات سنگین کب نہیں تھے؟'' وہ ٹھوس لہجے میں بولی ''لندن سے اسرائیل تک ہم نے ایک ایک قدم پھونک کر رکھا ہے۔''

میں نے اصراری لہجے میں کہا ''پہلے کی بات اور تھی صوفیہ! اب حالات دوسرے انداز میں پیش آئیں گے۔ یوں سمجھ لو، اس کہانی کا کلائمیکس شروع ہونے والا ہے۔ ابھی تک تو سب کچھ اسموتھلی چل رہا تھا، ساری مار دھاڑ، خون ریزی اور چھینا جھپٹی اسی حصے میں ہونا ہے!''

''اوکے!'' وہ ہاتھ بلند کرتے ہوئے مصالحت آمیز لہجے میں بولی ''میں تمہاری بات پر بعد میں غور کروں گی۔ پہلے بتاؤ، تم نے اپنی ساتھی کو دشمن کے چنگل سے نکالنے کے لیے کیا لائحہ عمل ترتیب دیا ہے۔ ہوسکتا ہے، میں تمہارے شانہ بہ شانہ نہ سہی مگر پیچھے کی صف میں رہ کر تمہاری بھرپور مدد کرسکوں۔''

''ہاں یہ بالکل مناسب ہے'' میں نے طمانیت بھری سانس خارج کی ''تم ایک معقول اور ذہین لڑکی ہو۔ اگر ایسی کوئی راہ نکل آئے تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔''

میں لمحے بھر کو رکا پھر بات پوری کرتے ہوئے کہا ''میں کل صبح تک اپنا پروگرام فائنل کرلوں گا۔ پھر اس پروگرام اور پیش آمدہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہم اپنی اپنی ڈیوٹی کا تعین کرلیں گے۔ تم اگر پچھلی صف میں رہو تو میں زیادہ اطمینان اور یک سوئی سے اپنی ڈیوٹی نبھا سکوں گا۔''

اچانک اس نے ایک غیر متعلق سوال کر ڈالا ''وجدان.....یوسف! کیا تمہیں کرکٹ سے کچھ دلچسپی ہے؟'' وجدان اور یوسف کے حوالے سے اب وہ ریڈ الرٹ ہوگئی تھی۔

''ہاں.....کسی حد تک!'' میں نے متذبذب اور متعجب نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی ''تم نے ابھی مجھے پچھلی صف میں رہنے کو کہا ہے۔ یہ ایک طرف سے بیک فٹ پر کھیلنے والی بات ہے۔ یقیناً تمہیں معلوم ہوگا، بیک فٹ کا بیٹ مخالف ٹیم کے لیے کس قدر بھاری ثابت ہوتا ہے اور اگر وہ بیٹ لیفٹ ہینڈر ہو تو خدا کی پناہ.....؟''

میں اس کے ادھورے جملے کو پکڑ کر بات کی تہ تک پہنچ گیا۔ صوفیہ لیفٹ ہینڈر تھی۔

میں نے توصیفی نظر سے اسے دیکھا اور کہا ''تم مثال تو بہت خوبصورت ڈھونڈ کر لائی ہو۔ تمہیں اب تو خوش ہوجانا چاہیے کہ میں تمہیں بیک فٹ پر کھیلنے کی دعوت دے رہا ہوں۔''

اور وہ واقعی خوش ہوگئی!

اس ہوٹل کے کمرے میں قدم رکھتے ہی صوفیہ نے اعلان کردیا تھا کہ وہ بری طرح تھک چکی ہے لہٰذا تھوڑا آرام

کرے گی۔ میں نے اسے آرام کر کے تھکن اتارنے کا موقع فراہم کیا تو وہ بیڈ پر دراز ہو کر میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔

ٹوئن شیئر روم میں ہم دونوں کے لیے الگ الگ دو بیڈ لگے ہوئے تھے۔ میں نے دوسرے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں اپنے انداز سے یہی ظاہر کررہا تھا جیسے سو رہا ہوں لیکن یہ اداکاری محض صوفیہ کو مطمئن کرنے کے لیے تھی۔ درحقیقت میرا سونے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ میں تھرڈ آئی کے توسط سے نادیدہ دنیا کی سیر کا ارادہ رکھتا تھا۔

سب سے پہلے میں نے سلوان اور اس کے ڈپلی کیٹ کی خبر لی۔ بہائی گارڈن اپارٹمنٹ میں جس شخص نے سلوان کا روپ دھار کر ساحل کے بنگلے کا رخ کیا تھا اور ازاں بعد، رات میں وہ مجھے وہاں دکھائی بھی دیا تھا، میں ابھی تک اس کے نام سے واقف نہیں ہوسکا تھا لہٰذا آسانی کے لیے میں نے اس کا نام ڈپلی کیٹ رکھ لیا تھا۔ میں پچھلے آٹھ دس روز سے ان دونوں افراد کی مصروفیات کو گاہے بہ گاہے نوٹ کرتا آیا تھا اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ربی نے انہیں کس کام پر لگا رکھا ہے! وہ ساحل والے بنگلے میں جو ڈبوٹی نبھا رہے تھے اس کی نوعیت ایک جیسی تھی، پھر حلیے کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی۔ یہ بھی قطعاً ضروری نہیں تھا کہ دو افراد ہی یہ ڈیوٹی انجام دیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شخص مستقل بنگلے میں رہتے ہوئے یہ کام کرتا تو اس سلسلے میں کسی قسم کی دشواری کا امکان نظر نہیں آتا تھا۔ ویسے ایک بات ہے، ربی کی کوئی بھی پالیسی خالی از مصلحت نہیں ہوسکتی تھی۔ ان دونوں کو مختلف اوقات میں روپ بدل کر ایک ہی کام کرنے کے احکام کا کوئی خاص مقصد ہوسکتا تھا۔ یہ الگ بات کہ میں ابھی تک اس مقصد تک نہیں پہنچ پایا تھا۔

ربی کا جو بھی مقصد ہو لیکن ان دونوں کی سرگرمیوں نے مجھے ایک مفید آئیڈیا دیا تھا، میں بہائی گارڈن والے اپارٹمنٹ نمبر ''ستائیس۔سی'' کو ایک خاص زاویے سے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرسکتا تھا۔ مجھے ایسی ہی ایک خفیہ اور محفوظ جگہ کی ضرورت تھی جہاں میں ساحل کو بہ آسانی صوفیہ کا روپ دے سکتا۔ میں نہیں جانتا تھا، جب میں ساحل کو بنگلے سے نکال لوں گا تو اس وقت پیش آمدہ حالات کیا ہوں گے؟ یہ بھی ہوسکتا تھا، میرے تعاقب میں جہنم کی بلائیں لگی ہوں۔ اس صورت میں ہوٹل ٹاپ کا رخ کرنا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کا وہ اپارٹمنٹ ہر لحاظ سے میرے مقصد اور ضرورت پر پورا اترتا تھا کیوں کہ وہ گھر کچھ عرصے کے لیے سلوان اور اس کے ڈپلی کیٹ کے وجود سے خالی رہتا تھا۔

میں نے بڑی محنت اور توجہ سے ان دونوں کے معمولات کا جائزہ لیا تھا۔ ڈپلی کیٹ صبح ساڑھے نو بجے ساحل والے بنگلے سے نکلتا تھا اور نو پچاس پر وہ بہائی گارڈن اپارٹمنٹس میں پہنچ جاتا۔ اس وقت تک سلوان بیدار ہو کر تیار ہو چکا ہوتا۔ ان دونوں میں حلیے کا تبادلہ ہوتا اور پندرہ بیس منٹ بعد سلوان ساحل والے بنگلے کی طرف روانہ ہوجاتا۔ وہ ٹھیک ساڑھے دس بجے بنگلے میں ڈیوٹی شروع کردیتا، پھر شام ساڑھے چھ بجے وہ بنگلے میں سے نکل کر بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کی طرف روانہ ہوجاتا۔ اس دوران میں ڈپلی کیٹ اپارٹمنٹ کے اندر ہی موجود رہتا۔ ایک آدھ بار وہ اپارٹمنٹ سے باہر بھی نکلتا اور ضروری اشیا کی خریداری کے بعد واپس آجاتا۔ اس کے سونے کا وقت دوپہر ایک بجے سے شام چھ بجے تک کا تھا۔ سات بجے تک سلوان اس کے پاس پہنچ جاتا اسی وقت ان میں حلیے کی تبدیلی کے مراحل طے ہوتے اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ڈپلی کیٹ ساحل والے بنگلے کی طرف سے سلوان ہوٹل ٹاپ کی جانب روانہ ہوجاتا۔ ان کی سرگرمیاں اگرچہ نہایت ہی مشکوک اور پُراسرار تھیں لیکن اتنے دن کے گہرے ''مشاہدے'' کے بعد مجھے اپنے کام .....کے تین اہم پہلو مل گئے تھے۔ ان ہی میں سے کسی ایک پہلو کا استعمال کرکے میں اپنے لیے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس سی کو حاصل کرسکتا تھا۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا، ساحل کو ربی موشے ہائمن کے چنگل سے چھڑانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے کسی ایسی محفوظ جگہ پر چھپا کر رکھنا ضروری تھا۔ جہاں مناسب میک اپ کے بعد میں اسے ساحل سے صوفیہ بنا سکتا۔ اس مقصد کے لیے میری نظر میں اپارٹمنٹ نمبر ''ستائیس سی'' نہایت ہی موزوں تھا، یعنی اس اپارٹمنٹ کے تین پہلو! نمبر ایک، جب ڈپلی کیٹ اور سلوان سوا سات بجے رات اس اپارٹمنٹ سے نکل کر اپنی اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہوتے۔ رات آٹھ بجے سے صبح تین بجے تک وہ اپارٹمنٹ ہر صورت خالی رہتا تھا۔

نمبر دو، دن کے دس بجے ڈپلی کیٹ کو اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر سلوان ساحل والے بنگلے کی طرف روانہ ہوجاتا تھا۔ دس سے رات سات بجے تک ڈپلی کیٹ اس اپارٹمنٹ میں قبضہ جمائے رکھتا۔

نمبر تین، صبح کے تین بجے سے دن کے دس بجے تک سلوان اس اپارٹمنٹ پر قابض رہتا۔

اب مجھے اپنی پلاننگ کے مطابق، حالات و واقعات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنے مقصد کی خاطر متذکرہ بالا تین پہلوؤں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ مجھے امید تھی، دیگر امور کا جائزہ لینے کے بعد میں بہتر طور پر کوئی فیصلہ کرسکتا تھا۔ اس مشن کے سلسلے میں ایک ایک چیز کو ذہن میں رکھنا ضروری تھا۔

جن قارئین کو میری منصوبہ بندی کی طوالت الجھا رہی ہے، ان سے معذرت خواہ ہونے کے ساتھ ہی میں یہ عرض بھی کرنا چاہوں گا کہ دنیا کے تمام بڑے کام مضبوط پلاننگ کے بعد ہی ہوئے ہیں۔ عالمی شہرت یافتہ ہالی ووڈ کی فلم ''میکناز گولڈ'' کی منصوبہ بندی کئی سال تک ہوتی رہی اور جب شوٹنگ کا وقت آیا تو ایک عظیم الشان میز پر سیٹ لگا کر چند گھنٹوں میں فلم بندی کا کام مکمل کرلیا گیا۔ اس زمانے میں، فلم انڈسٹری میں کمپیوٹر کا استعمال نہیں ہوتا تھا۔ گرافکس اور اسپیشل ایفیکٹس اینڈ اسپیکلس کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اور سینٹل لوکیشنز کو شوٹ کرنے کے بعد تمام تر عملی کام ٹیبل پر ہوتا تھا۔ ازاں بعد، اِن ڈور اور آؤٹ ڈور فلم بندی کو مہارت سے آپس میں مکس کردیا جاتا تھا۔ یہ مکسنگ اتنی خوب صورتی سے کی جاتی کہ فلم بین یہی سمجھتا، اس کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام کردار اور سینٹل لوکیشنز پر کارنامے انجام دے رہے ہیں!

اس وقت اسرائیل میں سہ پہر کے ساڑھے چار بجے تھے۔ یہ سلوان کی، ساحل والے بنگلے پر ڈیوٹی کا وقت تھا۔ میں تھرڈ آئی کے توسط سے ساحل کے پاس پہنچا تو وہ اسی بیڈ روم میں موجود تھی جہاں پچھلے کچھ عرصے سے میں اسے دیکھتا چلا آرہا تھا۔ وہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی اور فریش ہونے کے لیے واش روم کی طرف جارہی تھی۔ یہ اندازہ میں نے اس کی حرکات و سکنات کو ''دیکھتے'' ہوئے لگایا' جب وہ واش روم کے اندر داخل ہوئی تو میں اسے چھوڑ کر سلوان کے پاس پہنچ گیا۔

سلوان اس وقت کچن میں موجود تھا۔ وہ کک سے کسی موضوع پر باتیں بھی کررہا تھا لیکن میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سن نہیں سکتا تھا البتہ، باورچی کی سرگرمی سے میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ چائے بنانے میں مصروف تھا۔

تھوڑی دیر بعد چائے تیار ہوگئی۔ میں ''خاموشی'' کے ساتھ کچن میں موجود رہا۔ باورچی نے چائے اور چائے کے برتنوں کو ایک ٹرے میں سجایا اور سلوان کی سمت بڑھا دیا۔ سلوان وہ ٹرے لے کر کچن سے نکلا اور ساحل والے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ میں سمجھ گیا، وہ ساحل کو شام کی چائے سرو کرنے جارہا ہے' یہ اس کا روز کا معمول تھا اور میں کافی دنوں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے ساحل والے کمرے کے سامنے پہنچ کر دروازے پر دستک دی تو میں اس کے ماحول سے نکل آیا۔

اب میرا ٹارگٹ ربی کا معتمدِ خاص تھا۔ وہ دراز قامت سنہری بالوں کا سوٹڈ بوٹڈ شخص اس وقت ایک ایزی چیئر پر نیم دراز تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں اندازا لگانے سے قاصر رہا کہ وہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ اس کے ماحول سے میں نے جانچ لیا کہ وہ اسی چھوٹے کمرے میں موجود تھا جہاں اس نے ربی کو دیے جانے والے دودھ کی اسکریننگ کی تھی۔ جب تک معتمد خاص ربی والے کمرے میں داخل نہ ہوتا' میں ربی کے ماحول تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

ربی تک رسائی کی خواہش نے ایک مرتبہ پھر مجھے براہِ راست کوشش پر اکسایا۔ میں نے حسبِ معمول یہ کوشش کر ڈالی اور اس بار بھی نتیجہ حسبِ سابق ہی برآمد ہوا۔ میں تصوراتی چھلانگ لگا کر واپس معتمد خاص کے ''پاس'' آ گیا۔

وہ ہنوز آنکھیں موندے ایزی چیئر پر نیم دراز تھا۔ چند لمحات تک میں اس کے متحرک ہونے کا انتظار کرتا رہا پھر مایوس ہوکر واپس اپنی ساحل کے ماحول میں پہنچ گیا۔

وہ ''اپنے'' بیڈ روم میں بیٹھی شام یا سہ پہر کی چائے پی رہی تھی۔ یہ اس کے معمول میں شامل تھا۔ میں جانتا تھا' جب وہ چائے پی کر فارغ ہوجائے گی تو برتن اٹھانے کے بعد سلوان کچن میں پہنچے گا۔ برتن وہاں چھوڑ کر وہ واپس آئے گا اور اسے لے جائے گا۔ میری ساحل' سلوان کی معیت میں ایوننگ واک کرے گی۔ اس بنگلے کے عقبی حصے میں بنے ہوئے خوبصورت پارک کو میں متعدد بار تیسری آنکھ کے توسط سے دیکھ چکا تھا اور ساحل کو وہاں سیر کرتے ہوئے بھی!

اس سیر سے فارغ ہونے کے بعد سلوان اپنی نگرانی میں ساحل کو اس کے بیڈ روم تک پہنچاتا۔ اس کے بعد آج کی' اس کی ڈیوٹی ختم ہوجاتی۔ وہ بنگلے سے نکل کر ''بہائی گارڈن اپارٹمنٹس'' پہنچ جاتا۔ اس کے اور ڈپلی کیٹ کے درمیان حلیوں کی تبدیلی کا مرحلہ طے ہوتا پھر وہ اپارٹمنٹ سے نکل کر اپنے نئے فرائض ادا کرنے کے لیے دو مختلف سمتوں میں روانہ ہوجاتے۔ سلوان کے' اس اپارٹمنٹ میں پہنچنے میں ابھی خاصا وقت تھا لہٰذا میں اس کے ماحول سے نکل کر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہوگیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دوسرے بیڈ کی طرف نگاہ دوڑائی۔ صوفیہ بیڈ پر موجود تھی اور جاگ رہی تھی۔ اس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کافی دیر سے مجھے ہی دیکھ رہی ہو۔ میں نے ایک مصنوعی جماہی لیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''تم سوئی نہیں ہو ابھی تک' حالانکہ تم تو بہت زیادہ تھکی ہوئی تھیں؟''

وہ سو کر تھکن اتارنے کا ارادہ ظاہر کرچکی تھی اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے بستر پر دراز ہوکر آنکھیں بند کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے اس کی تسلی کی خاطر خود بھی سونے کی اداکاری شروع کردی تھی۔ اس دوران میں' میری آنکھیں چونکہ بند رہی تھیں لہٰذا میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا' وہ سوئی تھی یا میری طرح وہ بھی ایکٹنگ کا مظاہرہ کررہی تھی۔ ہریر کے لیے اللہ نے سوا سیر پیدا کر رکھا ہے!

اس نے ایک لمحے کھوجنے والی نظر سے مجھے دیکھا اور کہا ''کیا تم سو گئے تھے؟''

''میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے تم نے الٹا سوال کردیا ہے؟''

''میں تو بالکل نہیں سوئی'' وہ جلدی سے بولی ''یہ تمہارے سوال کا جواب ہوا۔ اب تم بھی میرے سوال کا جواب دے دو؟''

صوفیہ بہت تیز طرار لڑکی تھی۔ میں نے اس کی تیزی کو بریک دکھاتے ہوئے کہا ''میں تو گہری نیند سو گیا تھا بلکہ اب بھی مجھے شدید نیند آرہی ہے۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے ایک اور مصنوعی جماہی لی۔

وہ الجھ کر بولی ''تم گہری نیند سو گئے تھے اور ابھی تک تمہیں نیند آرہی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا' پھر تم اٹھ کیوں گئے اور..... اتنے ایکٹیو کیسے دکھائی دے رہے ہو؟''

''میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا!'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ذومعنی لہجے میں کہا۔

''کمال ہے' نیند تمہاری ہے۔ تمہاری سمجھ میں تو آجانا چاہیے!''

''میں اپنی نہیں' تمہاری بات کررہا ہوں!''

''میری بات..... کیا بات؟'' اس کی خوبصورت آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

''یہ بات کہ تم شدید تھکن کا شکار تھیں اور آرام بھی کرنا چاہتی تھیں۔'' میں نے بڑی سنجیدگی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''پھر تم بالکل کیوں نہیں سوئیں؟''

''اوہ.....!'' اس نے ایک طویل سانس خارج کی ''تم بات کو اس طرح گھما دیتے ہو کہ سر چکرا کر رہ جاتا ہے۔''

''اور تم ایسا چکر چلاتی ہو کہ میں گھوم کر رہ جاتا ہوں!'' میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

وہ سر تھامتے ہوئے بولی ''شاید ہم دونوں پاگل ہونے جارہے ہیں!''

''مجھے لفظ ''دونوں'' پر سخت اعتراض ہے صوفیہ!''

وہ متعجب نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے چھیڑ چھاڑ کے سلسلے کو تھوڑا دراز کرتے ہوئے کہا ''میں تو جانتا ہوں کہ شدید نیند آنے کے باوجود بھی میری آنکھ کیوں کھل گئی ہے۔ لیکن حیرت ہے' تمہیں اپنے نیند نہ آنے کا سبب معلوم نہیں!''

''اچھا بابا! یہی سمجھ لو' مجھے کچھ بھی معلوم نہیں۔'' وہ زچ ہوتے ہوئے بولی ''اب تم اپنی کہہ بھی ڈالو؟''

میں نے کہا ''میں اپنی تو بعد میں کہوں گا۔ پہلے وہ بتادوں جو تمہیں معلوم ہونا چاہیے تھا مگر نہیں معلوم!''

وہ ایک مرتبہ پھر تعجب خیز نظر سے مجھے تکنے لگی۔

میں نے لہجے کو نہایت ہی سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔ ''صوفیہ! تمہیں خوف کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ تم ڈر رہی تھیں کہ ادھر تم نے آنکھ بند کی' ادھر کوئی خوں خوار چھپکلا برآمد ہوا!''

''میں تو اس چھپکلے کو قاہرہ والے اپارٹمنٹ ہی میں چھوڑ آئی تھی۔'' وہ میٹھی ناراضی سے بولی ''تم اس منحوس کم بخت کو اپنے ذہن میں ساتھ ساتھ لیے گھوم رہے ہو اور موقع بہ موقع اس کے حوالے سے مجھے چھیڑتے رہتے ہو۔ کب تک چلے گی یہ ڈرامے بازی؟''

''یہ اس ڈرامے کا آخری سین تھا۔'' میں نے قطعی لہجے میں کہا۔ ''آج کے بعد میں اس ریفرنس سے تمہیں کبھی ٹیز نہیں کروں گا۔ میری زبان پر چھپکلے کا نام آئے گا' نہ کروکوڈائل کا اور نہ ہی کسی ایلی گیٹر کا!''

میری مصنوعی سنجیدگی کو اصلی سمجھتے ہوئے وہ تشویش ناک لہجے میں بولی۔ ''کیا ناراض ہوگئے؟''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' میں نے سادگی سے کہا۔

''تمہارے انداز سے تو یہی ظاہر ہورہا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' میں نے کہا ''نیند کے باعث میرے انداز میں کچھ روکھا پن آگیا ہے۔ تم پریشان نہ ہو۔ اس میں فکرمند ہونے والی کوئی بات نہیں۔''

''ٹھیک ہے' میں فکرمند نہیں ہوتی'' وہ مصلحت آمیز لہجے میں بولی۔ ''اب جلدی سے بتادو' شدید نیند کے باوجود

بھی تمہاری آنکھ کیوں کھل گئی تھی؟''

میں نے جواب دیا ''دراصل نیند کی حالت میں' مجھے ایک اہم بات یاد آ گئی تھی۔ مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا۔ سوچا' پہلے پوچھ لوں' باقی پلاننگ بعد میں کروں گا۔ اچھا ہوا' تم جاگتی ہوئی مل گئیں ورنہ تمہیں سوتے سے اٹھانا پڑتا۔''

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اندازہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہو کہ میں کہیں اسے کوئی اور چکر تو نہیں دے رہا ہوں!

تھوڑے سوچ بچار کے بعد اس نے کہا ''تم مجھ سے ایسی کون سی اہم بات پوچھنا چاہتے تھے جس کے بغیر تمہاری پلاننگ کو بریک لگ گئے تھے؟'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''اور یہ بھی بتاؤ' تم گہری نیند کے دوران میں کس طرح پلاننگ کرتے رہتے ہو؟''

''اگر میں تمہارے دوسرے سوال کی وضاحت کرنے بیٹھ گیا تو یہ دن اور آنے والی رات گئی ہاتھ سے'' میں نے سنجیدگی کی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا ''اس لیے تم اس موضوع کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ میں تمہاری گہری نیند ہی میں پہنچ کر کبھی اس کا جواب دے دوں گا۔''

میں سانس لینے کے لیے رکا تو وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتی چلی گئی۔

میں نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''تم نے بتایا تھا' ہیرالڈ تھامس سے تمہارا طے ہے' میں جب اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا تو تم تھامس سے رابطہ کرو گی۔ وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کس طرح تل ابیب سے لندن پہنچو گی۔ پوچھنا مجھے یہ ہے کہ تھامس نے رابطے کے لیے تمہیں کوئی خاص وقت بتایا تھا؟''

''اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ میں چوبیس گھنٹے میں کسی بھی وقت اس سے رابطہ کر سکتی ہوں۔'' صوفیہ نے جواب دیا۔ ''راؤنڈ دی کلاک وہ میرے فون کا منتظر رہے گا۔ خاص طور پر چھے' سات آٹھ اور نو مئی کو۔ وہ انہی دنوں میں تمہاری کامیابی کی توقع رکھتا ہے۔ وہ اگر سو بھی رہا ہوگا تو اس ہدایت کے ساتھ کہ ادھر میں نے فون کیا' ادھر اس کی آنکھ کھل گئی۔''

میں نے ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کہا ''تم نے میرا کام آسان کر دیا۔ اب میں زیادہ آسانی سے پلاننگ کر سکوں گا۔ میں اس الجھن میں تھا کہ اگر میرا مشن رات کے آخری حصے میں تکمیل کو پہنچے تو تمہارے لیے کوئی مسئلہ نہ پیدا ہو جائے۔''

''میرے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو سکتا۔'' وہ پُراعتماد لہجے میں بولی۔ ''تم اپنی سہولت اور آسانی کو دیکھتے ہوئے منصوبہ بندی کرو۔''

میں نے کہا ''پانچ مئی تو سمجھ لو' گزر ہی گیا۔ کل میں تمہیں اپنے فائنل پروگرام سے آگاہ کر دوں گا۔ مجھے یا سات مئی کو ''پیش قدمی'' کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔''

وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے میری آنکھوں میں دیکھ کر بے یقینی سے بولی۔ ''تمہیں ہشاش بشاش باتیں کرتے دیکھ کر گمان بھی نہیں ہوتا کہ تم گہری نیند سے اٹھے ہو اور..... دوبارہ سونے والے ہو؟''

''تم گمان کی بات کرتی ہو' لو میں تمہیں ابھی یقین دلاتا ہوں'' میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنی گہری نیند کا سلسلہ جوڑنے جا رہا ہوں۔ مجھے خواہ مخواہ جگانے کی کوشش نہ کرنا' مجبوری یا ایمرجنسی کی بات دوسری ہے۔ رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے۔ اس وقت تک میں خود ہی بیدار ہو جاؤں گا۔ گڈ آفٹر نون..... گڈ ایوننگ!''

بات ختم کرتے ہی میں نے تھرڈ آئی کے توسط سے صوفیہ کے ماحول میں جھانکا۔ وہ ''ہوٹل ٹاپ'' کے ٹوئن شیئر کمرا نمبر پانچ سو آٹھ کے ایک بیڈ پر بیٹھی ہکا بکا دوسرے بیڈ کو دیکھ رہی تھی۔ دوسرے بیڈ پر میں یعنی وجدان علی بصورت یوسف الظاہری آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ تیسری آنکھ کی مدد سے خود کو سوتے ہوئے دیکھنا ایک دلچسپ اور خوشگوار تجربہ تھا۔ میں نے اپنا دھیان صوفیہ کی طرف موڑ دیا۔

چند لمحات تک میں یونہی آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ پھر ڈپلی کیٹ کے ماحول میں داخل ہو گیا۔ وہ ''بھائی گارڈن'' کے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔سی میں موجود تھا۔ اس کی حالت سے لگتا تھا' وہ ابھی ابھی سو کے اٹھا ہے۔ اس کی ڈیوٹی میں زیادہ وقت نہیں رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلوان پہنچ جاتا اور ان کے درمیان حلیوں کی تبدیلی کا عمل شروع ہو جاتا۔ ڈپلی کیٹ اس وقت کچن میں چائے بنا رہا تھا۔ چائے تیار کرنے کے بعد وہ کچن سے نکل کر سٹنگ روم میں آ گیا اور ایک صوفے پر بیٹھ کر چائے پینے لگا۔

میں نے ڈپلی کیٹ کے توسط سے اس اپارٹمنٹ کا اچھی طرح معائنہ کر لیا تھا۔ پچھلے آٹھ دس روز میں' میں کئی مرتبہ وہاں آیا گیا تھا۔ اس اپارٹمنٹ کی مکانیت میرے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ مجھے اس اپارٹمنٹ کو اپنے ایک خاص مقصد کے لیے استعمال کرنا تھا لہٰذا وہاں کے ہر ایک پہلو کو نگاہ

میں رکھنا نہایت ہی اہم تھا۔ میرے لیے سب سے زیادہ اطمینان بخش اور سودمند بات یہ تھی کہ ڈپلی کیٹ کی روانگی اور سلوان کی آمد کے دوران میں یعنی رات ساڑھے سات بجے سے لے کر صبح کے ساڑھے تین بجے تک وہ اپارٹمنٹ بالکل فارغ یعنی خالی رہتا تھا۔ اگر اس وقت کو اور بھی محفوظ کر لیا جاتا تو رات آٹھ بجے اور صبح تین بجے کے درمیان کا' سات گھنٹے کا وقفہ انتہائی مفید اور موزوں تھا۔ اگر میں اس دوران میں اس اپارٹمنٹ کو استعمال کرتا تو مجھے اپنے مقصد میں صد فی صد کامیابی حاصل ہو سکتی تھی۔ میں نے اپارٹمنٹ کے ''استعمال'' کو اپنے ذہن میں اپروو کر لیا!

میں بھائی گارڈن کے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس سی میں موجود ہی تھا کہ سلوان وہاں پہنچ گیا تھا۔ ڈپلی کیٹ نے گلے بند ھے انداز میں اس کا استقبال کیا۔ ان کے درمیان لباس اور حلیوں کی تبدیلی کے مراحل طے ہونے لگے۔ ابھی تک میں اس حکمت کو سمجھ نہیں سکا تھا کہ وہ دونوں باری باری ساحل والے بنگلے میں یہ کس نوعیت کی ڈیوٹی دے رہے ہیں؟ بنگلے کے دیگر اسٹاف کو دھوکے میں رکھنا کیوں ضروری ہے؟ ربی اس قسم کی حکمتِ عملی سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟

یہ اور..... اسی طرح کے دیگر متعدد سوالات جب میرے ذہن کو الجھانے لگے تو میں نے تصور میں سر جھٹک کر اپنے دماغ کو صاف کر دیا۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اسی وقت وہ دونوں اپارٹمنٹ سے نکل آئے تھے۔ میں بھی ان کا تصوراتی تعاقب کرتے ہوئے ذیلی اسٹریٹ سے نکل کر شالوم اسٹریٹ تک آ گیا۔ یہاں سے ان دونوں کے راستے جدا ہو جاتے تھے۔ میں کئی مرتبہ سلوان کے ساتھ ''سفر'' کرتے ہوئے ہوٹل ٹاپ تک آیا تھا لیکن ڈپلی کیٹ کے پیچھے کبھی نہیں گیا تھا۔ آج میں نے اس کا تعاقب کرنے کی ٹھانی۔

شالوم اسٹریٹ سے سلوان بائیں جانب مڑ گیا۔ یہ اسٹریٹ کچھ آگے جا کر افرائم اسٹریٹ سے مل جاتی۔ میں دائیں طرف مڑنے والے ڈپلی کیٹ کے ساتھ ہو لیا۔ وہ جب شالوم سے ہرمن' ہرمن سے شیرون اسٹریٹ پر پہنچا تو میں باطنی آنکھ کے توسط سے اس کے ساتھ تھا پھر جب وہ الٹرا ماڈرن رہائشی علاقے کی چند اسٹریٹس میں گھومنے پھرنے کے بعد ساحل والے بنگلے کے عین سامنے پہنچا تو میں اس وقت بھی ڈپلی کیٹ کے ہمراہ تھا۔ بنگلے کے نیلے گیٹ پر متعین مسلح سیکورٹی گارڈز نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ ان کی دانست میں وہ (سلوان) گھنٹا بھر پہلے ہی تو بنگلے سے نکلا تھا۔ حلیے کی تبدیلی کے بعد ڈپلی کیٹ سلوان کے روپ میں آ گیا تھا لہٰذا وہ لوگ اول آخر اسے سلوان ہی سمجھ رہے تھے۔

آپ کے ذہن کو الجھنے سے بچانے کے لیے ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ میں نے ہوٹل ٹاپ کے اسٹاف کے رجسٹر میں اس شخص کا نام ''سلوان'' دیکھا تھا جو ہوٹل کے کچن میں شبینہ ڈیوٹی انجام دیتا تھا۔ یہ اس کا اصلی نام تھا یا اختیاری' میں حتمی طور پر اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ابھی جو شخص میرے ساتھ ساحل والے بنگلے پر پہنچا تھا اس نے چونکہ سلوان کا حلیہ اپنا رکھا تھا اس لیے میں اسے ڈپلی کیٹ کا نام دے رہا ہوں۔ ان کی ڈیوٹی کی پُراسرار تبدیلی یہی ظاہر کرتی تھی کہ اس بنگلے کا تمام اسٹاف ڈپلی کیٹ کو سلوان ہی سمجھتا ہوگا۔

میں ڈپلی کیٹ کو اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ بنگلے کے اندر ''دیکھ'' چکا تھا لیکن اس کے ساتھ اندر داخل ہونے کا یہ پہلا موقع تھا لہٰذا میں اس کے ماحول کے ساتھ چپکا رہا اور اسی وقت مجھ پر ایک حیرت انگیز اور سنسنی خیز انکشاف ہوا۔

ڈپلی کیٹ نے عمارت والے حصے کا رخ کیا اور سیدھا' بالائی منزل پر واقع کچن میں پہنچ گیا۔ میں چونکہ اس کے ماحول میں شامل تھا لہٰذا کچن میں داخلے کے سلسلے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ادھیڑ عمر باورچی سے ڈپلی کیٹ نے مختصر بات چیت کی۔ ظاہر ہے' میں اس گفتگو کا ایک لفظ نہ سن سکا۔ اس مکالمے کے بعد باورچی نے اسے فریج میں سے کچھ نکال کر دیا۔ میں یہ دیکھ کر چونک اٹھا کہ وہ گوشت کے پارچے تھے جو ایک تھال نما برتن میں رکھے تھے۔

یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ ڈپلی کیٹ کچے گوشت کے ان پارچہ جات کا کیا کرے گا۔ میں خاموشی سے اس کے ماحول کے ساتھ چپکا رہا۔ اس نے کچے گوشت والے تھال کو ایک کپڑے سے ڈھک دیا اور تھال اٹھائے' کچن سے نکل کر زیریں منزل کی طرف آنے لگا۔ میرے اندر شدت سے یہ تجسس جاگا کہ وہ مذکورہ گوشت کو کہاں اور کس کے لیے لے کر جا رہا ہے؟

میں ڈپلی کیٹ کے ''ہمراہ'' زیریں منزل پر پہنچا۔ میں توقع کر رہا تھا کہ وہ اس تھال کو سنہری بالوں والے دراز قامت معتمدِ خاص تک پہنچائے گا یا پھر درمیانہ قد فربہ اسٹنٹ کے حوالے کر کے واپس چائے گا لیکن جب اس نے رہائشی حصے کا رخ نہ کیا تو میرے تجسس میں گہری تشویش بھی شامل ہو گئی۔ پتا نہیں' اس گوشت کی مدد سے وہ کون سا گل

کھلا نے جا رہا تھا!

اس عمارت میں داخل ہونے کے بعد میں نے سوچا تھا' کسی حیلے وسیلے سے ربی موشے ہائمن کی ''خیر گیری'' کروں گا لیکن ڈپلی کیٹ کی سمجھ میں نہ آنے والی پُرتجسس تازہ ترین سرگرمی نے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی اس سے جدا نہ ہونے دیا۔ اس کے توسط سے میرے سامنے کوئی نیا راز کھلنے والا تھا اس لیے میں اسے چھوڑ کر کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ڈپلی کیٹ گوشت والے تھال سمیت' نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے رہائشی حصے سے دور جانے لگا۔ اس کا رخ نیلے گیٹ کی سمت نہیں تھا بلکہ وہ عمارت کی عقبی جانب بڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ اس پارک کی طرف جا رہا تھا جہاں ساحل روزانہ ایوننگ واک کیا کرتی تھی۔ یہ اور بھی حیران کن تھا کہ وہ بندۂ خدا کچے گوشت سے بھرا ہوا تھال لے کر چمن کی طرف جا رہا تھا!

میری اب تک کی تحقیق کے مطابق' وہ بنگلا کم و بیش دو ہزار گز کے رقبے پر بنا ہوا تھا۔ جس کے عین وسط میں تعمیر شدہ دو منزلہ رہائشی حصہ لگ بھگ دو سو گز رقبے کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس تناسب سے بنگلے کے کورڈ اور ان کورڈ ایریا کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ رخ کے اعتبار سے نیلا گیٹ جنوبی سمت والی دیوار میں واقع تھا۔ دیوار سے مراد دس فٹ بلند وہ باؤنڈری وال ہے جو اس بنگلے کی چوحدی کا کام دیتی تھی۔ اسی باؤنڈری وال کے اوپر زندگی کو موت میں بدل دینے والی خطرناک خاردار باڑ بھی تھی۔ ساحل روزانہ شام کو جس پارک میں چہل قدمی کرتی' وہ عمارت کے عقبی حصے میں بنگلے کی شمالی دیوار کے ساتھ بنا ہوا تھا..... ڈپلی کیٹ اسی پارک کی طرف جا رہا تھا۔

پارک کے قریب پہنچ کر اندر داخل ہونے کے بجائے جب وہ دائیں جانب مڑا تو میرے تجسس کو اور ہوا ملی۔ وہ بڑے اعتماد کے ساتھ چلتے ہوئے اس کونے میں پہنچا جو شمالی اور مشرقی دیوار کے ملاپ سے بنا تھا۔ کونے کے نزدیک وہ ایک مقام پر رک گیا۔ گوشت والے تھال کو اس نے زمین پر رکھا اور اس پر ڈھکے ہوئے کپڑے کو ہٹا دیا' پھر وہ اپنی جیب میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ میں بڑی توجہ سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔

میں نے دیکھا' تھوڑی سی کوشش کر کے اس نے اپنی جیب میں سے چابیوں کا ایک گچھا برآمد کیا اور زمین پر اکڑوں بیٹھ کر وہ کسی کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ گوشت والا تھال اس سے دو فٹ کے فاصلے پر رکھا تھا۔ رات نے پوری طرح اپنے پر پھیلا لیے تھے لیکن بنگلے کے اس حصے میں تاریکی نہیں تھی۔ جلد ہی مجھے ڈپلی کیٹ کے عزائم کا اندازہ ہو گیا۔

دراصل' وہ چابی کی مدد سے ایک تالے کو کھول رہا تھا۔ مذکورہ تالا ایک جالی دار ڈھکن پر لگا ہوا تھا۔ وہ ڈھکن مربع شکل میں تھا تاہم اس کے چوکھٹے کے اندر مضبوط آہنی راڈ کی مدد سے جالی سی بنا دی گئی تھی۔ آہنی راڈز ایک دوسرے کے اوپر سے ''کرس کراس'' بناتے ہوئے ایک مربع جال کی صورت میں' ویلڈنگ کے ذریعے ڈھکن کے فریم سے جوڑ دی گئی تھیں۔ اس ڈھکن کی پیمائش میرے اندازے کے مطابق تین ضرب تین فٹ رہی ہوگی۔ ڈپلی کیٹ نے تالا کھولنے کے بعد اس جالی دار ڈھکن کو کسی تہ خانے کے داخلی ڈھکن کے مانند اٹھایا اور ایک جانب ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا اندازہ ایسا تھا جیسے کسی کی آمد کا منتظر ہو۔ میں بھی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس خلا میں سے کسی کے نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ یہ بڑی سنسنی خیز صورتِ حال تھی۔ پول لائٹ جس حد تک اس خلا کے اندر کے منظر کو اجاگر کر رہی تھی' اس میں مجھے وہاں ایک پختہ زینہ دکھائی دیا۔ ایسا زینہ جو زمین کی سطح سے کسی تہ خانے تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیتا ہو۔ پتا نہیں' اس پُراسرار زینے پر قدم رکھ کر کون وہاں جلوہ افروز ہونے والا تھا!

مجھے زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا تھا جس کا انتظار' وہ شاہکار آ گیا۔ جلوہ افروزی سے قبل اس شاہکار کی مخصوص خوف ناک غراہٹ ضرور گونجی ہوگی۔ میں چونکہ تصوراتی سماعت کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے محض اندازہ قائم کرنے تک ہی محدود رہا اور..... جب میں نے اس شخصیت کا دیدار کیا تو پتا چلا' وہ شخصیت نہیں بلکہ ''شخصیات'' تھے۔ میں جس شاہکار کا انتظار کر رہا تھا' وہ شاہکار ثابت ہوئے! وہ شاہکار تہ خانے والے زینے پر نمودار ہوئے اور اس خلا میں سے باہر نکل کر تیزی سے گوشت والے تھال کی جانب لپک گئے۔

وہ دو خطرناک بل ڈاگ تھے۔ میں ان کے خوفناک چہروں اور قوی الجثہ جسامت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ جس تیزی سے گوشت والے تھال کی طرف لپکے تھے' اس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں قطعاً کوئی دشواری محسوس نہ ہوئی کہ یہ ان کے ڈنر کا وقت تھا۔ ان کی اضطراری حرکات سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس وقت شدید بھوک محسوس کر رہے تھے۔ گوشت کے پارچہ جات پر وہ اس تیزی سے منہ مار رہے تھے جیسے کافی دیر سے وہ اس ڈنر کا انتظار کر رہے ہوں!

ان بل ڈاگ کی ''انٹری'' نے میرے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑا دی۔ اس سنسنی میں کوئی خوف شامل نہیں تھا بلکہ یہ ایک انکشاف انگیز سنسناہٹ تھی۔ ان کتوں' جالی دار ڈھکن اور ڈھکن کے نیچے دکھائی دینے والے زینے کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس جوڑی کو زیرِ زمین رہائش فراہم کی گئی تھی۔ وہ تہ خانہ ان بل ڈاگ کی اقامت گاہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سمجھنے میں بھی کوئی دقت نہ ہوئی کہ ان بل ڈاگ کو اس بنگلے میں کس مقصد کی خاطر رکھا گیا تھا۔ ان کی ''کارکردگی اور ڈیوٹی'' کا تصور رونگٹے کھڑے کر دینے والا تھا۔ یقیناً انہیں رات میں اس بنگلے کی رکھوالی کے لیے رکھا گیا تھا تاکہ اگر رات کی تاریکی میں کوئی شخص ''غیر قانونی'' طور پر اس بنگلے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ اسے پلک جھپکتے میں بھنبھوڑ کر رکھ دیں۔

میں ان دو دہشت ناک شکاری کتوں کو گوشت والے تھال کے ساتھ ''مصروفِ کار'' دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اللہ کا شکر بھی ادا کرنے لگا کہ اس نے مجھے تیسری آنکھ کی روشنی عطا فرمائی تھی۔ میں اس باطنی آنکھ کے طفیل ہی ان بل ڈاگ اور ان کے مصرف کو دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہوا تھا۔ اس حوالے سے تھرڈ آئی میرے لیے ایک عطیۂ خداوندی تھی' مجھے عن قریب اس بنگلے میں داخل ہونا تھا جس کی رکھوالی پر وہ خونخوار کتے مامور تھے۔ تھرڈ آئی کے توسط سے میں ان کے وجود اور خطرناکی سے آگاہ ہو گیا تھا۔

اس بنگلے کی حفاظت کے سلسلے میں کیے جانے والے تمام انتظامات یقیناً ربی کے احکام کا نتیجہ تھے۔ میں یہ دیکھ اور سوچ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ساحل کے حوالے سے ربی کس قدر محتاط تھا۔ اس کی اس بندوبستی احتیاط سے ایک طرح کا خوف جھلکتا تھا اور..... یہ خوف میری وجہ سے تھا۔ اس نے ساحل کو چنگے کڑے پہرے میں قید رکھا تھا اس سے یہی ظاہر تھا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں کسی بھی صورت اس تک رسائی حاصل کر سکوں۔ وہ مجھے عبرتناک سزا دینا چاہتا تھا مگر گرفت میں لائے بغیر کسی قسم کی سزا دینا ممکن نہیں تھا۔ وہ کائیاں شخص یہ بات بخوبی سمجھتا تھا کہ میں جب بھی اس کی پکڑ میں آؤں گا تو ساحل ہی کے حوالے سے آؤں گا اسی لیے اس نے میری کمزوری کو اپنی مٹھی میں ''تھام'' رکھا تھا۔

ہمارے درمیان براہِ راست آخری رابطہ ہوئے کافی دن گزر گئے تھے۔ ان دنوں میں نیپال میں تھا۔ میں بخوبی جانتا تھا' ربی اس وقت قتل ابیب میں میری جانِ تمنا کے بہت قریب ہے۔ لیکن مجھے یقین تھا' وہ میرے بارے میں مطلق نہیں جانتا ہوگا کہ میں کہاں ہوں۔ اس بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ قتل ابیب میں میری موجودگی سے آگاہ ہو' ورنہ اب تک وہ مجھ تک رسائی حاصل کر چکا ہوتا۔ میں اس کے لیے کئی حوالوں سے ''موسٹ وانٹیڈ'' کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ اپنے تمام تر ذرائع استعمال کر کے پلک جھپکتے میں مجھے چھاپ لیتا۔ وہ مذہبی اور سیاسی لحاظ سے اسرائیل کی ایک طاقتور شخصیت تھا۔ اس کے اشارۂ ابرو پر پوری حکومتی مشینری ہل کر رہ جاتی۔ اس نے اگر اب تک مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا تو اس کا ایک ہی مطلب سمجھ میں آتا تھا کہ وہ قتل ابیب میں میری موجودگی سے بے خبر ہے..... اور مجھے اس کی بے خبری ہی میں اسے چونا لگانا تھا!

اس مسرت آمیز خیال نے مجھے شاد کر دیا کہ میں ربی اور اس کی انتہائی فعال مشینری کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اسرائیل میں داخل ہو چکا ہوں۔ اسرائیل میں داخلے کی منصوبہ بندی اگرچہ خاصی صبر آزما اور طویل ثابت ہوئی تاہم یہ اتنی ہی محفوظ رہی۔ ربی پتا نہیں' کس کس ذرائع سے مجھے یقینی وجدان کو تلاش کروا رہا ہوگا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں کسی مصری باشندے یوسف اظاہری کے روپ میں' اس کی شہ رگ پر انگوٹھا گاڑ کر اپنی رگِ جاں کو چھڑانے آ گیا ہوں۔

مصر' اسرائیل کو تسلیم کرنے والے مسلمان ممالک میں سرفہرست سمجھا جاتا ہے۔ اس تسلیم و رضا کے سلسلے میں مصر کے جو بھی ملکی اغراض و مقاصد رہے ہوں' اس سے کوئی بحث نہیں۔ اس وقت دونوں ممالک میں ہر قسم کی تجارت اور لین دین جاری ہے اور باہمی خوشگوار اقتصادی تعلقات کی نوعیت برادرانہ سے بھی کہیں آگے بڑھ کر دوستانہ ہے۔

میں..... من کہ مسمی یوسف اظاہری..... ایک مصری باشندہ' اسرائیلی ربی موشے ہائمن سے دوستی نبھانے کے لیے ہی تو قتل ابیب میں وارد ہوا تھا اور یہ ثابت کر دکھانا چاہتا تھا..... دوستوں سے ملیں دوست' کر کر لمبے ہاتھ!

شکم سیر ہونے کے بعد دونوں کتے آپس میں چہلیں کرنے لگے۔ ان کی اٹکھیلیوں سے سرمستی جھلکتی تھی۔ ان کے رومینٹک انداز و اطوار سے مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ان میں سے ایک نر اور دوسری مادہ تھی۔ پیٹ میں پہنچنے والی مرغوب غذا نے انہیں بے خود کر دیا تھا۔ شاید وہ ''پیرے داری'' کی تیاری کر رہے تھے۔

جوڑا چاہے انسانوں کا ہو یا جانوروں کا' ان کی پرائیویسی

میں جھانکنا اخلاقی جرم ہے۔ میں انہیں ان کے حال میں خوش چھوڑ کر ہوٹل ٹاپ کے کمرا نمبر فائیو زیرو ایٹ میں حاضر ہوگیا۔ اس حاضری کے ساتھ ہر باطنی آنکھ کا شٹر بند ہوگیا کیونکہ ظاہرہ آنکھوں نے اپنے درد اکر دیے تھے۔

میں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے صوفیہ والے بیڈ کی طرف دیکھا۔ مذکورہ بیڈ مجھے خالی نظر آیا۔ صوفیہ بیڈ پر موجود نہیں تھی حالانکہ جب میں اس ماحول سے رخصت ہوا تھا تو وہ اسی بیڈ پر بیٹھی ہکا بکا مجھے دیکھ رہی تھی۔

جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا' وہ واش روم میں ہے۔ پانی گرنے کی مخصوص آواز مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ یہ واش روم میں نصب شاور کی آواز تھی۔ اس ٹوئن شیئر روم میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی تیسرا موجود نہیں تھا۔ میں اگر واش روم سے باہر تھا تو اندر یقیناً صوفیہ ہی ہوسکتی تھی۔ میں نے دیوار گیر کلاک پر نگاہ ڈالی۔ وہاں رات کے آٹھ کا وقت ظاہر ہو رہا تھا۔ میں نے فوراً بیڈ چھوڑ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد صوفیہ واش روم میں سے برآمد ہوئی۔ وہ دھلی دھلائی دکھائی دی۔ اس کا نکھار یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ بھرپور شاور لے کر آ رہی ہے۔ بھیگے ہوئے بال کنگ سائز ٹاول میں ایک خاص انداز سے لپٹے ہوئے تھے۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو چہک کر بولی۔

''واقعی! تم تو میرے گمان سے بھی آگے کی چیز ہو۔ کہا' سونے جا رہا ہوں اور..... یہ کہتے ہی سو بھی گئے۔ پتا نہیں' اتنی نیند تم نے لیز پر لے رکھی ہے یا تمہیں ورثے میں ملی ہے؟''

بات ختم کرتے ہی اس نے شوخ نظر سے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ خاصے خوشگوار اور مذاق کے موڈ میں نظر آ رہی تھی۔ کوئی حسینہ مذاق کے موڈ میں ہو اور آپ اس کا خاطر خواہ ساتھ نہ دیں تو اس سے بڑی اور کوئی بدذوقی ہو نہیں سکتی۔ کوئی جواب دینے سے پہلے میں یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اس کے نکھار میں ایک خاص قسم کی تازگی اور شگفتگی پائی جاتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی وہ کوئی آسودہ سپناد یکھ کر فارغ ہوئی ہو۔

''یوں کیا دیکھ رہے ہو؟'' وہ میری نگاہ کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے بوکھلا گئی' ''تم نے میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟''

''میں جواب دوں گا تو تم برا مان جاؤ گی!'' میں نے اسے گھورنے کا عمل جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھوں میں تعجب ابھرا ''میں تمہاری بات کا برا کیوں مانوں گی؟''

میں نے سنجیدہ مذاق کو آگے بڑھاتے ہوئے وضاحت کی ''تم نے مجھے گمان سے بھی آگے کی چیز (CHEESE) کہا ہے۔ اگر جواب میں' میں تمہیں وہم سے بھی آگے کا بٹر کہوں تو.....؟''

میں نے سوالیہ انداز میں جملہ نامکمل چھوڑا تو وہ الجھن زدہ لہجے میں جلدی سے بولی ''میں پنیر والی چیز کی بات نہیں کر رہی تھی۔ تم تو خواہ مخواہ بات کو گھما دیتے ہو!''

''اس فن میں تم بھی کچھ کم نہیں ہو۔'' میں نے اس کی الجھن کی پروا کیے بغیر ترکی بہ ترکی کہا ''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے' میں بھی مکھن والے بٹر کی بات نہیں کر رہا ہوں!''

''اوہ!'' وہ جھنجلاہٹ آمیز انداز میں بولی ''تم سے باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا'' ایک لمحے کے توقف سے اس نے اضافہ کرتے ہوئے بڑی ادا سے کہا ''میں تمہاری نیند کی بات کر رہی تھی۔''

اچھا ہوا' اس نے مکھن کے حوالے سے بٹر (BUTTER) کی وضاحت نہیں چاہی ورنہ مجھے بٹر فلائی' بٹر اپ اور جانے کون کون سے بٹر کی مثالیں دینا پڑتیں!

''اوہ..... اچھا' نیند!'' میں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا ''ہاں ہاں' مجھے یاد آ رہا ہے' تم نے لیز اور ورثے کی بات کی تھی۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔

''لیز اور ہائر پرچیز کی تو کیا بات ہے' اگر نیند کتنے بھی مہنگے داموں بازار میں دستیاب ہوتی تو پھر کوئی بھی دولت مند اپنی بے خوابی سے نجات کے لیے سلیپنگ پلز اور ٹرینکولائزرز نہ لے رہا ہوتا۔ حسب ضرورت مارکیٹ سے نیند خرید کر وہ اپنا مسئلہ حل کر لیتا اور..... یہ نعمت ورثے وغیرہ میں بھی منتقل ہونے والی شے نہیں ہے۔''

وہ بات کو ختم کرنے والے انداز میں بولی ''اس بحث کو چھوڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ مجھے سخت بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ تم نے کہا تھا' رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے۔''

میں نے واقعی ایسا کہا تھا لہٰذا میں نہایت ہی فرمانبرداری سے اٹھا اور واش روم میں گھس گیا۔ یہ فرمانبرداری اطاعت گزار شوہروں یا خدمت گار شوفروں والی نہیں تھی بلکہ یہ ایک طرح کا مردانہ اقرار تھا' اس بات کا اعتراف تھا کہ میں نے جو کہا ہے' وہ ایک مرد کا وعدہ ہے..... اور مرد اپنا وعدہ نبھانا بخوبی جانتا ہے!

ٹھیک رات نو بجے ہم ''ہوٹل ٹاپ'' سے نکل کر بن یہودہ اسٹریٹ پر آ گئے۔ میں نے ایک نئی نویلی ٹیکسی روکی اور

اس کے ڈرائیور سے ''مذاکرات'' کرنے لگا۔ اس نے پوچھا' کہاں جانا ہے؟ میں نے جواب میں کہا۔

''تم ہمیں اپنی ٹیکسی میں بٹھا کر مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے تل ابیب کی سیر کراؤ۔ ہم ٹوریسٹ ہیں۔''

''ٹوریسٹ!'' اس کی باچھیں اور آنکھیں ایک ساتھ کھل گئیں۔

مجھے یہ سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ پوری دنیا کی طرح اسرائیل میں بھی ٹیکسی ڈرائیور سیاحوں کی کھال اتارنے کے لیے الٹی چھری کا استعمال کرتے ہوں گے۔ میرے منہ سے ''ٹوریسٹ'' کا لفظ سن کر اس کے چہرے پر ایک رونق سی آ گئی تھی۔ اس رونق میں میزبانی کی خوشی نہیں بلکہ چوروں اور اٹھائی گیروں والی ہوس شامل تھی!

اس نے بڑی محبت سے کہا ''بیٹھ جائیں' میں آپ کو سیر کرا دیتا ہوں۔''

''پہلے کرائے بھاڑے کا معاملہ طے کر لو۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بولا ''تل ابیب خاصا بڑا شہر ہے۔ آپ سے میں دو سو لے لوں گا۔''

دو سو سے اس کی مراد دو سو ''نیو شیکل'' تھی۔

میں اس کی بدنیتی اور مکاری کو فوراً سمجھ گیا۔ اس نے تل ابیب کے حوالے سے بڑا شہر کہتے ہوئے اس طرح آنکھیں پھیلائیں جیسے وہ نیویارک یا کیلے فورنیا کا ذکر کر رہا ہو۔ تل ابیب تو رہا اپنی جگہ' پورا ملک اسرائیل اتنا پدا سا ہے کہ دنیا کے نقشے پر اسے ظاہر کرنے کے لیے صرف نام لکھ دیا جاتا ہے' کوئی باقاعدہ جگہ دینے کی نوبت پیش نہیں آتی۔ وہ رات دیہاڑے ہمیں الو بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے کہا۔

''ہم ٹوریسٹ ہیں مگر کاٹھ کے الو یا اللہ میاں کی گائے نہیں ہیں یہ جانتے ہیں کہ تل ابیب کتنا طویل و عریض شہر ہے لہٰذا م کرائے کی رقم پر نظر ثانی کر لو تو اچھا ہے۔''

''گائے'' یہودیوں کا بڑا نازک پہلو ہے۔ میں نے اپنے حوالے سے ''اللہ میاں کی گائے'' کا ذکر کیا تو اس یہودی ٹیکسی ڈرائیور کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا۔ بڑی سرد مہری سے اس نے کہا۔

''میں بس ایک سو اسی سے کم نہیں لوں گا۔''

''چلو ایسا کرو۔'' میں نے ایک اور تجویز پیش کی۔ ''تم اپنی ٹیکسی کے مائلیج میٹر کے حساب سے ہمیں صرف دس میل تک تل ابیب کی سڑکوں پر گھماتے رہو۔ اس کام کا کتنا کرایہ لو گے؟''

مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ بن گورین ائرپورٹ سے سٹی سینٹر تک آنے والی ٹیکسی پچیس امریکی ڈالرز کرایہ وصول کرتی تھی۔ نیو شیکل میں بدلنے کے لیے اگر اس رقم کو ساڑھے تین سے ضرب دیں تو یہ رقم ساڑھے ستاسی نیو شیکل بن جائے گی۔ ائرپورٹ سے شہر کا مرکز صرف بارہ میل (انیس کلومیٹر) کے فاصلے پر تھا۔ اگرچہ ائرپورٹ سے لانے اور لے جانے والی ٹیکسیوں کا کرایہ یہ نسبت زیادہ ہوتا ہے مگر اس حساب سے بھی دیکھا جاتا تو دس میل کی سیر کے لیے اس ٹیکسی ڈرائیور کو ہم سے' زیادہ سے زیادہ اسی نیو شیکل کا مطالبہ کرنا چاہیے تھا جب کہ وہ منہ پھاڑ کر ایک سو نیو شیکل زیادہ مانگ رہا تھا۔

میری تجویز کے جواب میں اس نے چند لمحے سوچا اور بولا ''چلیں آپ لوگ ڈیڑھ سو دے دینا۔''

اس کے بعد اس نے ایک ایسا جملہ ادا کیا جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا..... اس سے کم میں وارا نہیں ہے! یہ بھی غنیمت تھا' اس نے پیٹرول اور گیس کی گرانی کا دکھڑا ہمیں نہیں سنایا تھا۔

میں اس کے ''وارے'' کے چکر میں آنے والا نہیں تھا لہٰذا کرایہ جات کی حقیقت اس پر کھول دی۔ میری معلومات سے متاثر ہو کر وہ تھوڑا سا شرمندہ ہوا لیکن اس ندامت کے باوجود بھی وہ ایک سو نیو شیکل سے کم پر راضی نہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بین الاقوامی شہرت یافتہ ''یہودی عیاری'' سے کام لیتے ہوئے اس نے کہا۔

''میں اس دس میل کی سیر میں ایک گائیڈ کے فرائض انجام دیتے ہوئے آپ لوگوں کو مفید معلومات بھی بہم پہنچاؤں گا۔''

ہم نے اس کی تمام تر یہودی چال بازی پر لعنت بھیجی اور ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ میں تل ابیب کو ذرا تفصیل سے دیکھنا چاہتا تھا۔ کسی بھی بہانے سہی' میرا یہ مقصد پورا ہو رہا تھا لہٰذا میں نے تقریباً انتیس امریکی ڈالرز (سو نیو شیکل) کی قربانی دینا گوارا کر لی۔ انتیس ڈالرز کی ادائیگی یکلخت خاصی پیچیدہ تھی لہٰذا اسے ایک سو نیو شیکل ہی ادا کیے گئے۔ ہوٹل ٹاپ کے گراؤنڈ فلور پر ایک منی چینجر کا آفس بھی کھلا ہوا تھا۔ چیک ان ہونے سے پہلے میں نے ایک ہزار ڈالرز کو نیو شیکل میں بدلوا لیا تھا۔ واضح رہے کہ ٹیکسی ڈرائیور کو یہ کرایہ سفر کے اختتام پر ادا کیا گیا تھا۔

ہم جب ٹیکسی میں بیٹھ گئے تو اس نے ٹیکسی آگے بڑھانے کے ساتھ ہی زبان بھی بڑھا دی۔ راستے میں پڑنے

والی مختلف عمارتوں کے بارے میں اس کا رواں تبصرہ شروع ہوگیا۔ بن یہودہ اسٹریٹ سے نکل کر ہم نے مغرب کی سمت سفر کیا اور جلد ہی ''اسرائیل میوزیم'' پہنچ گئے۔ اس سے آگے تل ابیب کا ساحل شروع ہوجاتا ہے۔ ساحل کے قریب سے اس نے ٹیکسی کو شمال کی جانب گھمایا اور ''تل ابیب۔ یافو'' کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم ''عطائم'' پہنچ گئے۔ اس سے آگے تل ابیب کا ''آرٹ میوزیم'' تھا۔ میوزیم وغیرہ کو اندر سے دیکھنے کا ہمارے پاس وقت نہیں تھا لہٰذا ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے آگے بڑھ گئے۔ یہاں سے یہودی ڈرائیور نے ٹیکسی کو واپس موڑا اور تھوڑا پیچھے آنے کے بعد مشرق کی جانب ایک سڑک پر ڈال دیا۔ چند منٹ بعد ہم ریلوے اسٹیشن کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اس دوران میں ڈرائیور نے ایک لمحے کے لیے ٹیکسی روکی اور نہ ہی اس کی زبان کو لگاتی قرار آیا۔ وہ انتہائی باتونی یہودی تھا۔ مجھے تو رہ رہ کر یہی خیال آرہا تھا کہ وہ سونیو شیکل کو حلال کرنے کے لیے ضروری کے علاوہ غیر ضروری بکواس بھی کیے جارہا تھا۔

خدا خدا کر کے اس نے ایک صاف ستھری اسٹریٹ میں گاڑی روک دی اور بڑے حاتم طائی کے سے انداز میں بولا ''میں نے آپ لوگوں کو دس میل سے کچھ زیادہ ہی سیر کرادی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو آپ ٹیکسی کا مائیلیج میٹر چیک کر سکتے ہیں!''

میں نے اس کی پیش کش کے ردِعمل کے طور پر مائیلیج میٹر پر نگاہ ڈالی تو اس یہودی کی شاطرانہ ذہنیت پر سلگ کر رہ گیا۔ ٹیکسی کا مسافت بتانے والا ڈائل اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ ہم نے اب تک اس ٹیکسی میں بیٹھ کر دس اعشاریہ دو میل سفر طے کیا تھا۔ جی میں تو آئی کہ اسے چند چنیدہ ''تحائف'' سے نوازوں لیکن صوفیہ کی معیت کا خیال کرتے ہوئے میں نے زبان اور دماغ کو قابو میں رکھا۔ انتہائی تلخ لہجے میں صرف اتنا کہا۔

''تمہارے اس احسان کو میں زندگی بھر یاد رکھوں گا اور کبھی اگر مصر میں تم سے ملاقات ہوئی تو میں پہلی فرصت میں اس قرض نما احسان کو اتارنے کی کوشش ضرور کروں گا'' پھر میں نے ایک سونیو شیکل اس کے حوالے کر دیے۔

کم بخت اعشاریہ دو میل کے فاصلے کے لیے ہم پر احسانِ عظیم جتا رہا تھا۔ کاروبار میں ڈیڑھ ہوشیاری کا یہ انداز ہنود و یہود کے لیے مخصوص ہے اور اس سلسلے میں وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

وہ میرے طنز کو شاید سمجھ نہ سکا اور بڑے ندیدے پن سے اس نے وہ رقم میرے ہاتھ سے لے کر اپنی جیب میں ٹھونس لی۔ میں نے اسی لمحے سے دوبارہ استفسار کیا۔

''تھوڑی سی مہربانی فرما کر یہ بھی بتا دو اس وقت ہم تل ابیب کے کس مقام پر کھڑے ہیں؟''

''یہ ہینور اسٹریٹ ہے'' اس نے جواب دیا۔

''کیا یہیں آس پاس کوئی اچھا ریسٹورنٹ بھی ہے؟''

''تھوڑے فاصلے پر ''زائن گیٹ'' ریسٹورنٹ موجود ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ٹھیک ہے' تمہارا بہت شکریہ۔'' میں یہ کہہ کر ٹیکسی سے اترنے لگا تو وہ جلدی سے بولا۔

''بیٹھے رہو۔ میں تمہیں زائن گیٹ کے سامنے چھوڑ دیتا ہوں۔''

''ارے نہیں یار!'' میں نے جوتا کاری والی بے تکلفی سے کہا ''میری گردن میں پہلے ہی دھکن ہو رہی ہے۔ تم نے میرے احسان شناس کندھوں پر پورے ''اعشاریہ دو میل'' کا ماؤنٹ ایورسٹ لاد دیا ہے!''

وہ میرے اس گہرے طنز کو فوراً سے پیش تر سمجھ گیا۔ زبان سے کچھ نہیں بولا۔ ٹیکسی سے نیچے اترا اور ہمارے انخلا کے لیے بڑی شرافت سے ٹیکسی کے دروازے کھول دیے۔ ہم نے اس کی ٹیکسی سے باہر نکلنے میں ایک لمحے کی تاخیر مناسب نہ سمجھی۔ ڈرمحسوس ہو رہا تھا' کہیں وہ دروازہ کھولنے پر بھی کچھ مانگ نہ بیٹھے!

زائن گیٹ (ZION GATE) نامی وہ ریسٹورنٹ بمشکل سو گز کے فاصلے پر واقع تھا۔ ہم چند منٹ کے اندر وہاں پہنچ گئے۔ ایک میز پر براجمان ہونے کے بعد مینیو کا معائنہ کیا تو پتا چلا' اس ریسٹورنٹ میں قدیم اور جدید دونوں قسم کی ڈشز کی خاصی وسیع رینج موجود تھی۔ جس میں زیادہ تر ڈشز گوشت کی تھیں۔

اسرائیل میں اور اسرائیل سے باہر کی دنیا میں وہ ریسٹورنٹس جن کے مالکان یہودی ہیں وہاں گوشت کی ڈشز کو بے دھڑک کھایا جاسکتا ہے کیوں کہ ایسے تمام مقامات پر باقاعدہ ذبح شدہ گوشت فراہم کیا جاتا ہے جسے کوشر (KOSHER) کہا جاتا ہے۔ یہودی جانور کو صحیح طریقے سے حلال کرتے ہیں۔ زائن ریسٹورنٹ میں ہم نے خوب ڈٹ کر ڈنر کیا اور باہر نکل آئے۔

صوفیہ نے پوچھا ''کیا پروگرام ہے۔ اب ہوٹل چلیں گے نا؟''

''ہوٹل تو جانا ہی ہے لیکن اس سے پہلے میں بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کا ایک چکر لگانا چاہتا ہوں۔'' میں نے ٹیکسی کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

''وہاں کیا ہے؟'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

''بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی میں وکٹ کا دوسرا اینڈ ہے۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''بیچ سے پہلے اس کا معائنہ کرنا ضروری ہے۔''

''تم سیدھی بات نہیں کر سکتے؟'' وہ الجھن زدہ انداز میں بولی۔

''تم کرکٹ کی مثال دو تو جائز ہے!'' میں نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا ''اور یہی حرکت میں کروں تو یہ الٹی بات ہوگئی۔ یہ کہاں کا دستور ہے؟''

''کرکٹ کی بات..... میں سمجھی نہیں!'' اس کی الجھن برقرار رہی۔

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''تم نے بیک فٹ پر کھیلنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ کرکٹ بیٹنگ کے لیے اس وکٹ کے کسی اینڈ پر کھڑے ہونا ضروری ہوتا ہے۔ میں تو فرنٹ فٹ پر کھیلنے کے لیے دوسرے اینڈ یعنی اس بینگلے میں داخل ہوں گا جہاں میری ساتھی کو رکھا گیا ہے اور تم بیک فٹ پر کھیلتے ہوئے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی میں اس وکٹ کا دوسرا اینڈ سنبھالو گی۔ کچھ سمجھ میں آیا کہ نہیں؟''

''سمجھ تو رہی ہوں'' وہ آنکھیں پھیلاتے ہوئے بولی ''لیکن مذکورہ اپارٹمنٹ میں کون رہتا ہے؟''

میں نے مختصر الفاظ میں اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا اور کہا ''پہلے ہم اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی کا سروے کریں گے' اس کے بعد ہوٹل ٹاپ کا رخ کریں گے۔''

اسی وقت ایک ٹیکسی نظر آگئی اور ہم اس میں بیٹھ کر شالوم اسٹریٹ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ''بہائی گارڈن اپارٹمنٹس'' شالوم اسٹریٹ کے نزدیک' ذیلی گلی میں واقع ایک دس منزلہ رہائشی عمارت تھی۔ جلد ہی ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

عمارت کے انٹرنس کے نزدیک ہی ایک ویل ڈیکوریٹیڈ ریسپشن بنا ہوا تھا۔ ریسپشنسٹ کی نگاہ بچا کر رہائشی حصے کی جانب قدم بڑھانا ممکن نہیں تھا۔ ریسپشنسٹ ایک طرح دار اور خوبصورت یہودن تھی۔ بہائی گارڈن اپارٹمنٹس میں رہنے والوں کو اور ان کے ریگولر ملاقاتیوں کے چہروں سے تو وہ اچھی طرح واقف تھی لہٰذا انہیں روکنے یا کوئی استفسار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن ہمیں وہ آسانی سے جانے نہ دیتی۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی سوال کرتی' میں خود ہی اعتماد سے چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا۔ صوفیہ میری ہم قدم تھی۔

ریسپشنسٹ نے استفسار یہ نظر سے مجھے دیکھا تو میں نے مضبوط لہجے میں کہا ''ہم اپارٹمنٹ نمبر ٹو نکٹی سیون۔ سی میں جائیں گے۔''

ریسپشنسٹ کے سامنے کاؤنٹر پر مکمل کمپیوٹر سیٹ اپ موجود تھا۔ میں اس کے ہاتھوں کی حرکات سے سمجھ گیا کہ وہ انٹرکام سسٹم سے کھیلنے والی ہے۔ اگلے ہی لمحے اس نے میرے اندازے کی تصدیق کر دی۔

''مسٹر بیگن اس وقت اپارٹمنٹ میں موجود نہیں ہے۔''

''اوہ! مگر اس نے تو مجھے ملاقات کے لیے یہی وقت دیا تھا!'' میں نے قدرے پریشانی سے رسٹ واچ پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

ریسپشنسٹ کی زبانی کم از کم مجھے ڈیلی کیٹ کا نام معلوم ہوگیا تھا۔ اب وہ میرے لیے بھی بیگن ہی تھا۔ میری مصنوعی پریشانی کو اصلی سمجھتے ہوئے اس نے کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا' بیگن نے آپ کو ملاقات کے لیے یہ وقت کیوں دیا!'' ریسپشنسٹ حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولی ''وہ تو رات کی ڈیوٹی پر کہیں جاتا ہے۔ میں جانتی تھی وہ اپارٹمنٹ میں موجود نہیں لیکن آپ لوگوں کی تسلی کے لیے میں نے انٹرکام پر چیک بھی کرلیا ہے۔''

میں نے معاملات کو نبھانے کی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا ''ہماری ملاقات خاصی پرانی ہے اور یہ بات مجھے معلوم ہے کہ وہ سات' سوا سات بجے ڈیوٹی کے لیے نکل جاتا ہے۔ میں دن میں کئی مرتبہ اس سے ملنے کے لیے یہاں آچکا ہوں'' پھر میں نے اچانک توقف کر کے چونکی ہوئی نظر سے ریسپشنسٹ کو دیکھا اور کہا۔

''میں نے آپ کو پہلی مرتبہ ریسپشنسٹ دیکھا ہے..... دن میں کسی اور کی ڈیوٹی ہوتی ہے!''

وہ جلدی سے بولی ''دن میں یہاں روسلین ہوتی ہے۔ میرا نام ایلڈا ہے۔ میری ڈیوٹی رات کی ہے۔''

اس طرح ایلڈا کی مہربانی سے نہ صرف اس کا بلکہ دن والی ریسپشنسٹ روسلین کا نام بھی مجھے معلوم ہوگیا۔ خود اعتمادی کے ساتھ کھیلا گیا فلوک ہمیشہ اچھے نتائج لاتا ہے جیسا کہ ابھی ہوا تھا۔

میں نے سرسری انداز میں کہا ''بیگن نے مجھ سے کہا تھا' وہ آج چھٹی کرے گا اسی لیے میں رات میں آگیا۔ چلو' کوئی بات نہیں' میں کل دن میں اس سے رابطہ کرلوں گا۔ ویسے

تھوڑی دیر بعد میری سلوان سے بھی ملاقات ہونے والی ہے۔ میں اسے بریف کردوں گا!''

آخری دو جملے میں نے بڑبڑانے والے انداز میں ادا کیے تھے جیسے خود کلامی کی ہو۔ دراصل میں سلوان کے ذکر پر ریسپشنسٹ ایلڈا کا ردِعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ سلوان ابھی اس بلڈنگ کا ایک رہائشی تھا اور رات کی ڈیوٹی پر ہونے کے باعث ایلڈا اسے ضرور جانتی ہوگی۔

مجھے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی' وہ خاصے پُرجوش انداز میں بولی ''یہ دونوں عجیب وغریب روم میٹ ہیں۔ ڈیوٹی بھی دونوں کو قسمت سے رات ہی کی ملی ہے۔ اپارٹمنٹ میں پڑے دن میں سوتے رہتے ہیں یا پھر گھومنے پھرنے کے لیے باہر نکل جاتے ہیں!''

ساحل والے بنگلے کے اسٹاف کی طرح ایلڈا بھی سلوان اور بیگن کی بدمعاشی نما ملی بھگت سے واقف نہیں تھی۔ اسی لیے اس کے بیان میں کسی ناشناس کے لیے کوئی ربط نہیں تھا۔ میں نے ربط پیدا کروانا ضروری نہ سمجھا۔ ایلڈا اس وقت حقیقی اور افسانوی دنیا کے جس ٹرانس میں تھی وہ مزید چند روز تک وہیں رہتی تو اچھا تھا۔ میں اپنا کام کرکے چلا جاتا تو بعد میں یہاں جو بھی ہوتا رہتا' مجھے اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی۔

ایلڈا نے سلوان کو بیگن کا روم میٹ کہہ کر مجھے بڑی مفید معلومات فراہم کی تھیں' اگرچہ اسے اس بات کا کوئی احساس نہیں تھا کیونکہ وہ مجھے ان دونوں کا کوئی قریبی تعلق دار یا دوست سمجھ رہی تھی۔ وہ میری اصلیت سے آگاہ نہیں تھی اس لیے وہ اس معاملے کو بڑا ایزی لے رہی تھی۔ جب میں دن میں روسلین کے ساتھ ''کھیلتا'' تو یقیناً وہ بھی اسی قسم کا ردِعمل ظاہر کرتی جو میرے منصوبے کی تکمیل میں بہت مددگار ثابت ہوتا۔

میں نے اس سے انڈر اسٹینڈنگ پیدا کرنے کی خاطر دوستانہ لہجے میں کہا ''ایلڈا! تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ بیگن اور سلوان واقعی بڑے عجیب وغریب ہیں۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا۔ میں تو انہیں ایک عرصے سے بھگت رہا ہوں۔ خیر'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم سے ملاقات ہوتی رہے گی ایلڈا!''

وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی اور بولی ''شیور سر!''

ہم بہائی گارڈن اپارٹمنٹس سے نکل کر شالوم اسٹریٹ پر آگئے تو صوفیہ نے پوچھا۔

''بس' کرلیا سروے تم نے؟''

میں نے اسے اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی سلوان وڈ پلیکیٹ اور اپنے منصوبے کے بارے میں ایک حد تک آگاہ کردیا تھا' ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا ''فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ اس ملاقات کے توسط سے میں دراصل ایلڈا سے شناسائی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ ایک آدھ روز میں جب ہم اس اپارٹمنٹ کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کریں گے تو ہمیں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہم بھی ریگولر ملاقاتیوں کی فہرست میں آگئے ہیں۔''

''لیکن اصل مسئلہ تو بیگن کی نائٹ ڈیوٹی کا ہے۔'' وہ متذبذب لہجے میں بولی ''جب وہ رات بھر اپارٹمنٹ سے باہر رہے گا تو پھر اس سے ملاقات کا سوال کیسے پیدا ہوگا؟''

لمحے بھر کو رکی پھر کہا ''سلوان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے!''

میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا ''جس رات ہم اپنے مشن کے لیے اس اپارٹمنٹ کو استعمال میں لائیں گے' بیگن ناگزیر وجوہ کی بنا' پر ڈیوٹی پر نہیں جاسکے گا!''

وہ میرے لہجے میں شامل سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے بولی ''اس کا مطلب ہے' تم نے بیگن کے حوالے سے اپنے ذہن میں کچھ خاص پلان کر رکھا ہے..... ویری ویری ڈینجر پلان؟''

''ایسی ہی بات ہے!'' میں نے پوری سفاکی سے کہا۔

وہ سہمی ہوئی نظر سے مجھے تکنے لگی۔ اس کے لبوں سے اتنا نکلا ''اوہ.....!''

یہ بات نہیں تھی کہ صوفیہ کوئی ڈرپوک لڑکی ہو۔ اسے میرے لہجے میں سنگینی اور سفاکی نے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ ان لمحات میں مجھے خود بھی اپنی آواز اجنبی محسوس ہوئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی وحشی درندہ غرایا ہو!

جلد ہی میں نے اپنی داخلی کیفیت پر قابو پالیا اور نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں صوفیہ سے کہا ''بس' آج رات کی بات ہے، کل میں تمہیں اپنی پلاننگ سے مکمل طور پر آگاہ کردوں گا پھر مشن کے حوالے سے تمہارے ذہن میں کوئی الجھن نہیں رہے گی۔''

''اٹس اوکے!'' اس نے گمبھیر انداز میں کہا اور خاموش ہوگئی۔

ہم لگ بھگ آدھی رات کو اپنے ہوٹل واپس آگئے۔

سونے سے پہلے میں نے تمام اہم محاذوں کا ''معائنہ'' کیا، تھرڈ آئی کے چتکار نے مجھے یقین دلایا کہ ہر طرف خیر وعافیت ہے، ربی کو جھانکنے کا موقع نہیں مل سکا، البتہ، اس کے

متعدِ خاص کو چھوٹے کمرے میں دیکھ کر میری تسلی ہوگئی کہ ربی اپنے کمرے میں موجود ہوگا۔ سنہری بالوں والا وہ سوئیڈ بوٹیڈ قفس اس طور ربی کا سایہ بنا ہوا تھا کہ مجھے شک ہونے لگا، بن گورین ائرپورٹ سے ربی جس سیاہ لگژری گاڑی میں سوار ہوکر اس بنگلے تک پہنچا تھا، اس میں معتمدِ خاص بھی موجود ہوگا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر..... یا پھر پسنجر سیٹ پر!

نیند کی آغوش میں سر رکھنے سے قبل میں نے اپنے دماغ کو مخصوص ہدایت دی ''میں نہایت ہی پُرسکون، میٹھی اور گہری نیند سوؤں گا اور ٹھیک سات بجے صبح میری آنکھ ہشاش بشاش کھل جائے گی لیکن میری اس نیند کے دوران میں اگر تل ابیب میں صوفیہ، میرے، ساحل یا ربی موشے مائمن کے حوالے سے کوئی غیر معمولی یا میرے خلاف توقع واقعہ پیش آنے کا امکان پیدا ہوا تو میری آنکھ وقتِ مقررہ سے پہلے ہی ذرا کھل جائے گی۔''

اس ہدایت کے چند لمحات بعد، میں گہری نیند کی گداز بانہوں میں پناہ گزیں ہو چکا تھا۔

ایسا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے دماغ نے کسی مرحلے پر مجھے دھوکا دیا ہو۔ نیند کے سلسلے میں، میں نے جب بھی اسے جو ہدایت دی اس نے عین ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ چھ مئی کی صبح ساڑھے چھ بجے میری آنکھ اچانک کھل گئی تو مجھے حیرت کے ساتھ ہی تشویش بھی ہوئی۔ میں نے اپنے دماغ کو ٹھیک سات بجے صبح بیدار کرنے کا حکم دیا تھا۔ وقتِ مقررہ سے آدھا گھنٹا پہلے آنکھ کھل جانے کا یہی مطلب تھا، کوئی گڑبڑ ہے!

میں نے کسی غیر متوقع اور غیر معمولی گڑبڑ کو صوفیہ، ساحل، ربی اور خود اپنے آپ سے منسوب کرکے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ قبل از وقت آنکھ کھل جانا ظاہر کرتا تھا، انہی چار افراد میں سے کسی کے ساتھ کچھ غیر متوقع ہونے والا تھا۔ میں نے اضطراری انداز میں، دوسرے بیڈ کی طرف دیکھا۔ سب سے پہلے اپنے قرب کو چیک کرنا ضروری تھا۔

وہاں صوفیہ موجود تھی۔ وہ اس وقت گہری نیند میں تھی۔ میں بھی صحیح سلامت تھا۔ میں نے بستر پر لیٹے لیٹے آنکھیں بند کیں اور باطنی آنکھ کے وسیلے سے اپنی جانِ تمنا ساحل کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی بیڈ روم میں تھی جہاں پچھلے کچھ عرصے سے وہ مجھے دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بہ خیر وعافیت پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ اب صرف ربی موشے مائمن کی طرف جھانکنا رہ گیا تھا۔

ربی تک براہِ راست میری رسائی ابھی تک ممکن نہیں ہوسکی تھی لہٰذا میں سوئیڈ بوٹیڈ معتمدِ خاص کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اگلے ہی لمحے مجھے حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا۔ میری تیسری آنکھ نے جو کچھ دیکھا وہ انتہائی غیر معمولی اور خلافِ توقع تھا۔ سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں، میں سمجھ گیا کہ میری آنکھ مقررہ وقت سے پہلے کیوں کھل گئی تھی۔

میں نے سونے سے پہلے اس سوئیڈ اور بوٹیڈ سنہری بالوں والے معتمدِ خاص کے ماحول میں جھانکا تھا اور اسے اسی چھوٹے سے کمرے میں پایا تھا جہاں اس نے ربی کو پلائے جانے والے دودھ کی اسکریننگ کی تھی، لیکن اب وہ اس کمرے میں نہیں تھا بلکہ ان لمحات میں وہ مجھے ایک بندوین میں دکھائی دیا۔ میرے اب تک کے مشاہدے کے مطابق، وہ ربی کا سایہ بن کر زندگی گزار رہا تھا، اس کا مطلب تھا، ربی بھی اسی وین کے اندر موجود ہوگا!

اس چونکا دینے والے خیال نے مجھے اس ماحول سے چپکا کر رکھ دیا پھر گویا مجھ پر انکشافات کی بارش ہوگئی۔ اسی بندوین میں مجھے ربی موشے مائمن اور معتمدِ خاص کے علاوہ سلوان بھی نظر آگیا، سلوان نے وین کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی جب کہ معتمدِ خاص پسنجر سیٹ پر براجمان تھا۔ ربی وین کے عقبی حصے میں ایک نرم اور آرام دہ کاؤچ پر لیٹا ہوا تھا۔

اس وین کا عقبی حصہ ایک چھوٹے سے سٹنگ روم سے مشابہ تھا۔ آپ اسے ایک میٹنگ روم بھی کہہ سکتے ہیں۔ ربی آنکھیں بند کیے جس کاؤچ پر لیٹا تھا۔ وہ اپنی نوعیت اور آرام دہی کے حوالے سے منفرد اہمیت اور حیثیت کا حامل تھا۔ اسی چھوٹے ''میٹنگ روم'' میں مجھے ربی کی وہیل چیئر بھی رکھی نظر آئی۔ اس وہیل چیئر کو ممکنہ حد تک فولڈ کرکے رکھا گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے مخصوص ہتھوں کے سبب پہچان لیا۔ اس سے پہلے میں اس وہیل چیئر کو ساحل والے بنگلے کی زیریں منزل کے ایک بیڈ روم میں دیکھ چکا تھا..... اور ربی کو اس وہیل چیئر پر بیٹھے دیکھ کر مجھے شدید حیرت بھی ہوئی تھی۔ یہی وہیل چیئر بندوین میں اب اس کے ساتھ کہیں جارہی تھی۔ پتا نہیں، اچانک بیٹھے بٹھائے وہ کس ضعف کا شکار ہوگیا تھا!

اس کے ضعف اور وہیل چیئر سے بھی زیادہ اہم بات میری نظر میں اس وقت یہ تھی کہ ربی اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ اتنی صبح صبح جا کہاں رہا تھا اور وہ بھی ساحل کو اس بنگلے میں اکیلے چھوڑ کر! یقیناً وہ کسی نہایت ہی اہم اور ایمرجنسی مشن پر تھا۔ میں بھی تھرڈ آئی کے طفیل اس بندوین میں موجود رہا۔

اس وقت میرے پورے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی

دوڑ رہی تھی۔ میری چھٹی حس مجھے پکار پکار کر اطلاع دے رہی تھی کہ ایک لمحے کے لیے بھی مجھے ربی کے ماحول کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہ جو کچھ بھی کرنے جا رہا تھا۔ وہ میرے لیے انتہائی اہم ہوسکتا تھا۔ میں معتمدِ خاص اور سلوان کے پاس رہ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔

اس بندوین کو میں نے جب دیکھا تو وہ بن یہودہ اسٹریٹ سے گزر رہی تھی اور اب وہ ہائی وے پر دوڑتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں کسی دقت کا سامنا نہ ہوا کہ اس وین میں ٹینیڈ گلاس نصب تھے۔ وین کے اندر موجود افراد تو بہ آسانی باہر دیکھ سکتے تھے لیکن باہر والے باوجود کوشش کے بھی اندر جھانکنے کی ''ہمت'' نہیں کرسکتے تھے۔

ہائی وے پر دوڑتی ہوئی وین کو دیکھ کو میرے ذہن میں جو پہلی بات آئی' وہ یہ تھی کہ ربی اس وقت تل ابیب سے باہر کہیں جا رہا تھا کیوں کہ وہ ہائی وے سیدھی بن گورین ائرپورٹ تک پہنچاتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا، وہ اسرائیل سے کسی دوسرے ملک کی جانب پرواز کرنے والا ہو۔ اگر ایسا ہوجاتا تو میرے لیے ساحل کا حصول قدرے آسان ہوجاتا۔ ربی کی اسرائیل میں موجودگی کے باعث مجھے بہ نسبت زیادہ مشکلات سے گزرنا پڑتا لیکن جلد ہی اس بندوین نے میری توقعات پر پانی پھیر دیا۔

میں نے وین کو ہائی وے برائے ائرپورٹ سے آگے بڑھتے دیکھا تو الجھ کر رہ گیا۔ بن گورین ائرپورٹ کی طرف جانے کے لیے اسے ہائی وے کو چھوڑ کر ایک ذیلی سڑک پر مڑنا چاہیے تھا لیکن وہ مسلسل جنوب کی سمت بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا، وہ تل ابیب سے نکل کر اسرائیل ہی کے کسی دوسرے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ میں اس ماحول سے چپکا ان کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا رہا۔

جلد ہی وہ بندوین ابی آذر کو پیچھے چھوڑ کر تل ابیب کی حدود سے نکل گئی۔ ابی آذر کا علاقہ تل ابیب کی جنوبی سرحد پر واقع ہے۔ وہ لوگ جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے، میری تشویش اور دلچسپی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ذہن میں ایک خیال یہ بھی آ رہا تھا کہ شاید وہ ربی کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہے ہیں۔ وہیل چیئر بار بار یہ سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ اس شخص کے ساتھ کوئی میڈیکل پرابلم ہے۔ اس کی یہ پرابلم چوں کہ اچانک ہی میرے سامنے آئی تھی لہٰذا میرا ذہن بہ یک وقت کئی محاذوں پر الجھا ہوا تھا۔ جب تک بلی تھیلے سے باہر نہ آجاتی، اس الجھن کو رہنا تھا..... رہنا تھا تو لازمی بات ہے، دماغ کو الجھانا بھی تھا۔

ابی آذر سے نکلنے کے بعد وین نے اپنی سمت میں تھوڑی سی تبدیلی کی اور جنوب مشرق کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کی ہائی اسپیڈ کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان لوگوں کو کہیں پہنچنے کی بہت جلدی ہو۔ وین نے جنوب مشرق میں ہی اپنا سفر جاری رکھا اور راحیہ، شاعر ہیگلے سے گزرتے ہوئے قریات اناوم کے راستے یروشلم میں داخل ہوگئی۔ یروشلم کا لفظ ذہن میں چمکا تو مجھے اپنے چاروں طرف روشنی سی پھیلتی محسوس ہوئی۔ یہ روشنی اتنی تیز تھی کہ میں نے گھبراہٹ میں آنکھیں کھول دیں۔

ظاہرہ آنکھیں کھلتے ہی بائیں آنکھ کا شٹر بند ہوگیا۔ میں نے اپنی سانس کو غیر ہموار پایا۔ میں اس وقت ہوٹل ٹاپ کے اسی کمرے میں موجود تھا جہاں رات کو سویا تھا۔ میری نظر صوفیہ والے بیڈ کی طرف اٹھ گئی۔ وہ ہنوز گہری نیند میں تھی۔ میں نے رسٹ واچ میں وقت دیکھا تو صبح کے سات بج رہے تھے۔ میں مقررہ وقت سے آدھا گھنٹا پہلے بیدار ہوا تھا اور یہ آدھا گھنٹا میں نے ربی اینڈ کمپنی کی ''معیت'' میں گزارا تھا۔ اس آدھے گھنٹے کے دوران میں وہ لوگ تل ابیب سے یروشلم پہنچ گئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق، انہوں نے لگ بھگ چالیس میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ میرے اس اندازے میں دو چار میل کا فرق ہوسکتا ہے، ویسے سٹی سینٹر تل ابیب سے سٹی سینٹر یروشلم کے مابین اوسط فاصلہ پینتیس میل تصور کیا جاتا ہے۔

یروشلم کے خیال نے ایک مرتبہ پھر مجھے ان جانی مسرت سے نہال کردیا۔ اس وقت میں اپنے ان محسوسات کو کوئی نام نہ دے سکا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اگلے ہی لمحے میں تھرڈ آئی کے توسط سے بندوین کے اندر پہنچ گیا۔

وہ دین ربی موشے ہائمن اور اس کے دو چیلوں کو لے کر ''زودا'' سے گزری، پھر ان کے راستے میں ٹومب آف ہرزل آیا۔ یہاں سے وہ اسرائیل میوزیم پہنچے۔ یہ تمام تر سفر جنوب مشرق کی سمت میں ہو رہا تھا۔ اسرائیل میوزیم کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ان کی سواری یروشلم ریلوے اسٹیشن کے پاس سے گزری تو ان کی سمت بھی تبدیل ہوگئی۔ پرانی روش کو چھوڑ کر اب وہ شمال کی جانب، دمشق گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ مسلسل شمال کی طرف سفر کرتے ہوئے انہوں نے دمشق گیٹ اور مسلم کوارٹر کو پیچھے چھوڑا اور ''باب الیکل زو'' پہنچ گئے۔ اس چڑیا گھر کے پاس سے وہ وین مشرق کی طرف مڑی اور سیدھی، ہائوٹ اسکوپس کے قریب واقع ''ہیبرو یونی ورسٹی آف یروشلم'' پہنچ گئی۔ جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا۔ یہی یونی ورسٹی ان کی منزل تھی۔ وین یونی ورسٹی کے اندر داخل ہوگئی۔

یروشلم میں، دیگر مقاماتِ مقدسہ کی طرح ماؤنٹ اسکوپس ..... کی بڑی اہمیت ہے اور ہیبرو یونیورسٹی کو یہودیوں کا اماں باوا سمجھ لیں۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ ربی موشے ہائمن کو علی الصباح تل ابیب سے یروشلم آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی اور وہ بھی ہیبرو یونی ورسٹی میں۔ کیا وہ اس یونیورسٹی میں کوئی اہم لیکچر دینے آیا تھا۔

ربی ہیبرو (عبرانی) زبان کا بہت بڑا عالم تھا۔ جس طرح ہندوؤں نے اپنے تمام تر پُراسرار علوم دفنون کو سنسکرت میں چھپا رکھا ہے جہاں تک بڑے بڑے پنڈتوں اور جوگیوں ہی کی رسائی ممکن ہے کیونکہ وہ سنسکرت بھی نہایت ہی پے چیدہ قسم کی ہے۔ ہندی جاننے والا ایک عام ہندو ان اسرار و رموز تک کبھی نہیں پہنچ سکتا' بالکل اسی طرح یہودیوں نے بھی اپنے خفیہ معاملات کو عبرانی زبان کی بھول بھلیوں میں گم کر رکھا ہے تاکہ دوسرے لوگ ان کے راز ہائے سربستہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں۔ اس مخصوص ذہنی مماثلت کی بنا پر ہی شاید ان دونوں اقوام کا ذکر ایک ساتھ ''ہنود و یہود'' کے طور پر کیا جاتا ہے..... اور مسلمانوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ ہنود یہود کبھی ان کے دوست نہیں ہوسکتے۔ کاش، یہ بات مسلمانوں کی سمجھ میں آجائے!

سب سے پہلے سلوان اور معتمدِ خاص وین سے باہر آئے پھر انہوں نے وین کے عقبی حصے میں سے وہیل چیئر کو باہر نکال کر اسے ''سیٹ'' کیا۔ میں یہ سمجھ رہا تھا، وہ ربی کو سہارا دے کر اس وہیل چیئر پر بٹھائیں گے لیکن ربی نے انہیں یہ زحمت نہیں دی بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت وہ وین سے نکلا اور بڑی آہستگی کے ساتھ وہیل چیئر پر بیٹھ گیا۔ ربی کی تازہ ترین حرکت کو دیکھ کر میں یہی اندازہ قائم کرسکا کہ وہ محض زیادہ چلنے سے عاری ہے مگر اس عاریت کا سبب میری سمجھ سے باہر تھا کیونکہ میں اسے نوجوانوں کی طرح بڑے طمطراق سے چلتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ یہ اچانک پتا نہیں، کون سا انقلاب برپا ہوگیا تھا!

وہ دین یونیورسٹی کے اندر، عمارت کے ساتھ آکر رکی تھی۔ جب ربی وہیل چیئر پر بیٹھ چکا تو میں بے خیالی میں اپنے دل میں یہ دعا کر رہا تھا کہ سلوان یا معتمدِ خاص میں سے کوئی ایک اس کے ساتھ اندر ضرور جائے تاکہ میں ربی کے ماحول میں موجود رہ کر اس کے مقاصد کو سمجھ سکوں۔

میری یہ لاشعوری دعا فوراً قبول ہوگئی۔ سلوان تو وین کے اندر پہنچ کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور معتمدِ خاص وہیل چیئر کو دھکیلتے ہوئے عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہوگیا۔ اس وقت یونیورسٹی میں آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ سلوان نے وین کو وہاں سے ہٹا کر پارکنگ وغیرہ میں لے جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا، ربی یونی ورسٹی میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا۔ میں سلوان پر صلواتیں بھیج کر معتمدِ خاص کے پاس آگیا۔ میری تمام تر امیدیں اسی سے وابستہ تھیں۔

امید اور خدشے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ زندگی کی ریل میں دو پٹریوں کے مانند ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ہر پُر امید شخص کو شعوری یا لاشعوری طور پر یہ خدشہ ضرور ہوتا ہے کہ کہیں وہ اپنے مقصد میں ناکام یاب نہ ہوجائے۔ اسی طرح چاروں جانب سے خدشات میں گھرے ہوئے ہر شخص کو بھی موہوم سی امید بہرحال ہوتی ہے کہ شاید کوئی معجزہ نمودار ہوجائے اور اس کی بگڑی بن جائے!

ان لمحات میں، میں بھی شدید تذبذب کا شکار تھا۔ بہ ظاہر دکھائی تو یہی دیتا تھا، معتمدِ خاص ربی کا سایہ بن کر ہر جگہ اس کے ساتھ جائے گا لیکن اس کے باوجود بھی یہ دھڑکا اپنی جگہ موجود تھا کہ کہیں سفاک ڈائریکٹر ربی موشے ہائمن اچانک اپنے معتمدِ خاص کو ''کٹ'' نہ کردے اور میں ہاتھ ملتا رہ جاؤں۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ میری، ربی کے ماحول تک رسائی اسی معتمدِ خاص کی رہینِ منت تھی۔ اگر ربی اچانک اس دراز قامت، سنہری بالوں والے سوئیڈ بوٹیڈ شخص کو چھوڑ کر کسی دروازے کے پیچھے اوجھل ہوجاتا تو میں بے بسی کے ہاتھوں اپنا منہ پیٹنے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

لیکن خیریت گزری اور میرے تمام تر اندیشے و خدشات باطل ہوگئے۔ میں نے اگر اس شخص کا نام معتمدِ خاص رکھا تھا تو یہ نام اس کی شخصیت اور کردار پر بڑا موزوں بیٹھتا تھا۔ وہ ربی کے ساتھ کسی سائے کا سا رول ادا کر رہا تھا۔ وہ ربی والی وہیل چیئر کو بہ آہستگی چلاتے ہوئے مختلف راہ داریوں سے گزرا اور بالآخر ایک منقش چوبی دروازے کے سامنے اس سفر کا اختتام ہوا۔ معتمدِ خاص جب ربی کے ساتھ بہ نفسِ نفیس ایک کمرے میں داخل ہوا تو میرے سینے سے ایک تسلی بخش اور اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔ کمرے میں ان کے دخول کے بعد، وہ بھاری بھرکم دروازہ کسی خودکار نظام کے تحت بند ہوگیا۔

وہ کمرا درمیانے سائز کے میٹنگ روم سے مشابہ تھا لیکن اس میں لیکچر روم کی جھلک بھی بہت نمایاں تھی۔ اس کمرے میں ایک ترتیب سے چار کرسیاں' میز لگی ہوئی تھیں..... یہ مخصوص قسم کی سیٹیں تھیں۔ ان نشستوں سے آگے سامنے والی

ایک دیوار کے قریب چبوترہ نما چھوٹا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر بھی ایک کرسی اور میز دکھائی دے رہے تھے۔ صاف نظر آتا تھا، وہ نمایاں سیٹ کسی لیکچرر یا مبلغ کے لیے ہے۔

مذکورہ کمرے میں تین افراد پہلے سے موجود تھے جنہوں نے چار مخصوص نشستوں میں سے تین سنبھال رکھی تھیں۔ ربی اور معتمدِ خاص کو دیکھ کر وہ تینوں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ ان کے انداز میں ایک خاص قسم کا احترام اور عقیدت پائی جاتی تھی اور یہ سب کچھ یقیناً ربی کے لیے تھا۔ یونی ورسٹی میں داخل ہونے کے بعد سے لے کر اس میٹنگ روم تک پہنچنے کے دوران میں ربی جہاں جہاں سے بھی گزرا تھا، میں نے لوگ کے چہروں اور انداز میں اس کے لیے یہی احترام اور عقیدت دیکھی تھی۔ وہ اس یونی ورسٹی اور وہاں کے لوگوں کے لیے کئی حوالوں سے محترم تھا۔ یہودی قوم ربی موشے ہائمن کو کتنا بلند مرتبہ سمجھتی تھی، یہ مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔

ربی وہیل چیئر میں سے نکلا اور چبوترے کی سیڑھی چڑھ کر اس نمایاں کرسی پر جا بیٹھا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے براجمان ہونے کے بعد معتمدِ خاص اس سیٹ پر آ گیا جو چار کی ترتیب میں خالی تھا۔ اس دوران میں وہ تینوں افراد بیٹھ چکے تھے۔ ان تینوں نے اپنے سامنے رکھی میزوں پر لیپ ٹاپ کھل رکھے تھے۔ معتمدِ خاص نے اپنا لیپ ٹاپ کھول لیا پھر وہ سب سوالیہ نظروں سے ربی موشے ہائمن کی طرف دیکھنے لگے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا، وہ ربی کے بولنے کا انتظار کر رہے ہوں!

میں معتمدِ خاص کے توسط سے اس ماحول میں موجود رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ربی نے بولنا شروع کیا۔ ان لمحات میں مجھے اپنی محرومی کا کچھ زیادہ ہی شدت سے احساس ہوا۔ کاش، بائیں آنکھ کی طرح میرا باطنی کان بھی بیدار ہو چکا ہوتا تو میں تھرڈ آئی اور تھرڈ ایر کا بہ یک وقت استعمال کر کے اس خفیہ میٹنگ کا ایک ایک لفظ سن سکتا لیکن یہ ''کاش'' محض کاش ہی رہا۔ میں ربی موشے ہائمن کو صرف بولتے ہوئے دیکھنے تک محدود رہا۔ اپنی محرومی کا فی الحال میرے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔

اچانک میرے ذہن میں ایک اچھوتا خیال آیا اور میں معتمدِ خاص کی جانب متوجہ ہوگیا۔ اس سمیت وہ تینوں افراد ربی کا لیکچر سننے کے ساتھ ساتھ اپنے لیپ ٹاپ پر بھی مصروف تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس کے لیکچر میں سے اہم نکات کو اپنے لیپ ٹاپ میں محفوظ کرتے جا رہے ہوں۔ مذکورہ تینوں افراد کے لیپ ٹاپ کا ڈسپلے مجھے نظر نہیں آ رہا تھا، البتہ معتمدِ خاص کے لیپ ٹاپ تک مجھے تصوراتی رسائی حاصل تھی لہٰذا میں نے اس کے لیپ ٹاپ کے ڈسپلے پر نگاہ جما دی۔

یہودیوں کی متعصبانہ مکاری کو دیکھ کر میں ''اش اش'' کر اٹھا۔ معتمدِ خاص کے لیپ ٹاپ کے اسکرین پر ابھرنے والی تحریر خالص ہیبرو (عبرانی) زبان میں تھی اور وہ بھی انتہائی پے چیدہ۔ اس اہم نکاتی تحریر کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہ پڑ سکا۔ ایک مرتبہ پھر مجھے مایوسی ہوئی۔ میں اس وقت ایک انتہائی سنسنی خیز میٹنگ میں موجود تھا لیکن نہیں جانتا تھا، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ دل میں افسوس کرتے ہوئے میں وہاں موجود رہا اور کسی موقع کی تلاش میں رہا، اس یقین کے ساتھ کہ قدرت کسی کی محنت کو ضائع یا بے کار نہیں جانے دیتی!

پندرہ منٹ تک ربی کا لیکچر جاری رہا۔ پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ میں نے ان لوگوں کے ہاتھ منہ کی حرکات و سکنات سے اس سوالیاتی سیشن کا اندازہ قائم کیا۔ یہ سوال و جواب ربی اور ان تین افراد کے درمیان ہو رہے تھے جو پہلے سے اس میٹنگ روم میں ربی کی آمد کے منتظر تھے۔ اس دوران میں معتمدِ خاص اپنے لیپ ٹاپ کے ساتھ مصروف رہا۔ ربی اور اس کمرے میں پہلے سے موجود تین افراد کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ سکتی تھی لہٰذا میں معتمدِ خاص کے ساتھ چپک گیا اور اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

محنت اور صبر ضرور رنگ لاتے ہیں۔ انسان مضبوط قوتِ ارادی اور پختہ عزم کے ساتھ کسی مہم میں جتا رہے تو بالآخر وہ اپنے مقصد کو حاصل کر کے ہی رہتا ہے۔ سچی لگن نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ میری خوشی کا سبب معتمدِ خاص کی وہ حرکات تھیں جو اس کے لیے ایک روٹین کا کام تھا مگر اس کی یہ روٹین میرے لیے پروٹین سے بھرپور ثابت ہوئی!

اس نے لیپ ٹاپ پر ربی کے لیکچر کے جو اہم نکات محفوظ کیے ان کے آخر میں کوئی نام بھی ٹائپ کیا، پھر لینگویج کنورشن کے آپشن میں جا کر اپنے لیپ ٹاپ کو مختلف کمانڈز دینے لگا۔ میں کمپیوٹر اور اس کے استعمال سے کوئی زیادہ واقفیت نہیں رکھتا تھا، بس میں یہی سمجھ سکا کہ وہ سرد ائیول ڈکشنری کے پورٹن کو آزما رہا تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی آیا کہ وہ ان خفیہ اہم نکات کو ہیبرو سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنا چاہتا ہے۔ اگلے ہی لمحے میرا یہ اندازہ درست ثابت ہوا۔

معتمدِ خاص نے لینگویج کنورشن کے عمل سے گزرتے ہوئے سورس لینگویج کے کالم میں ہیبرو کو رکھا اور ٹارگٹ لینگویج کے کالم میں جرمن، فرنچ، اسپینش، اٹالین، پرتگیز اور انگلش ٹائپ کر کے انٹر کلک کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہیبرو HEBREW زبان میں تحریر وہ اہم نکات دنیا کی چھ اہم زبانوں میں منتقل ہوگئے۔

معتمدِ خاص باری باری ایک ایک پیج کا جائزہ لینے لگا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسکرین پر کھلے ہوئے پیج پر غور کرتا پھر آگے بڑھ جاتا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، وہ اس تحریر کی کاپیاں مختلف لوگوں کو میل کرے گا۔ جب وہ انگلش پیج پر پہنچا تو میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ وہ کوئی طویل و عریض تحریر نہیں تھی کہ مجھے اسے پڑھنے میں بہت زیادہ وقت لگتا۔ تھرڈ آئی کے توسط سے جو کچھ پڑھا وہ دماغ کی چولیں ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔ ایک سناٹے کے عالم میں، میں اس خطرناک اہم نکاتی تحریر کا ایک ایک لفظ اپنی یادداشت کے تخلیہ و ترش خانے میں محفوظ کرتا چلا گیا۔ ربی موشے ہائمن نے اس خفیہ میٹنگ میں فرمایا تھا۔

اسرائیل کو اب تک بائیس فی صد مسلمان ریاستیں تسلیم کر چکی ہیں۔ یہ تعداد میں کل بارہ ملک بنتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہماری ایک بڑی کامیابی ہے لیکن ہمیں اسی پر خوش ہو کر نہیں بیٹھ جانا۔ مسلمان ممالک میں ہمارا سب سے بڑا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ اگر ہم نے اسلام کے قلعے کو فتح کر لیا تو سمجھ لو، ساری دنیا کو اپنے سامنے جھکانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہم نے اب تک اس ملک کو زیرِ دام لانے کے لیے کئی حربے آزمائے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، ہمارے ان آزمودہ کار حربوں کو وہاں کامیاب نہیں ہونے دیا گیا اور اس کی سب سے بڑی وجہ وہاں کی عوام ہے۔ پاکستانی عوام بہ حیثیت مجموعی، اسرائیل اور یہودی قوم سے سخت نفرت کرتی ہے لیکن آپ لوگ فکر نہ کریں۔ یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ ہم نے وہاں کی عوامی رائے اور لوگوں کے ذہنوں کو بدلنے کے لیے ایک نہایت ہی زوداثر پلان تیار کیا ہے اور ہمیں یقین ہے، بہت جلد اس ملک میں ''اسرائیل پاکستان دوستی'' اور ''یہودی مسلم بھائی بھائی'' کے نعرے گونجنے لگیں گے۔ بس ہمیں اس موقع کی تلاش بلکہ انتظار ہے، پھر ہم ان مسلوں کو بتائیں گے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی جاگیر کو ہڑپ کرنے کے لیے کس طرح اس کی گردن پر چھری چلاتا ہے۔ فتح خیبر سے لے کر آج تک مسلمان ہمیں مختلف حیلوں بہانوں سے نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔ یہ سارا نقصان سود در سود ہمیں وصول کرنا ہے۔ کسی زمانے میں مسلمانوں کی طرف سے ہمارے بارے میں یہ احکام آئے تھے، یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو۔ عن قریب ہم مسلمانوں کو اس دنیا سے نکال باہر کریں گے۔ یہ ہمارا مشن ہے۔ ہم اپنے مشن کی تکمیل کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ آج کی میٹنگ کے اہم نکات کو نوٹ کر لو۔

ہمیں اسرائیل کی سرحدوں کو عراق سے مصر تک اور دوسری جانب شام سے مدینہ تک پہنچانا ہے۔

مسجد اقصیٰ کو گرا کر وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے گا۔

بیت المقدس کی ہر اس عمارت کو مسمار کر دیا جائے گا جو ہمارے نزدیک غیر متبرک ہو۔

فلسطین ریڈیو کو وارننگ دی جائے کہ وہ سورۃ البقرہ کی تلاوت نشر نہ کرے اور نہ ہی وہاں سے کوئی ایسا اشتعال انگیز پروگرام پیش کیا جائے جو مسلمانوں کو بیت المقدس کی واپسی پر اکساتا ہو..... ایک مہینے کے بعد ہم پھر ملیں گے اور میں آپ لوگوں کو اپنے اس خفیہ منصوبے کی تفصیل بتاؤں گا جس پر عمل کر کے ہم مسلمانوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں!

مذموم عزائم پر مبنی اس خرافاتی لیکچر کی خطرناکی اپنی جگہ لیکن اس تحریر کو آخری لفظ تک پڑھنے کے بعد اختیار میرے دل سے نکلا ''ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا..... کبھی نہیں!''

اس اشتعال اور انتشار انگیز تحریر کے آخر میں لکھا تھا.....

سیکریٹری ربی موشے ہائمن ہرشل حنان!

مجھے یہ اندازہ لگانے میں ایک لمحے کی دیر نہ لگی کہ سیکریٹری موشے ہائمن سے مراد وہی دراز قامت سوٹیڈ بوٹیڈ شخص تھا جسے میں نے ربی کے ''معتمدِ خاص'' کا ٹائٹل دے رکھا تھا۔ اب تو اس کا نام بھی سامنے آ گیا تھا۔ ہرشل حنان کے لیے معتمدِ خاص کا ٹائٹل کسی بھی لحاظ سے غیر موزوں یا مس فٹ نہیں تھا۔

میٹنگ کے اختتام پر وہ تینوں افراد ایک مرتبہ پھر ربی کے احترام میں باادب باملاحظہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ تینوں ربی کے سیٹ اپ میں نہایت ہی اہم افراد معلوم ہوتے تھے۔ پتا نہیں، وہ ایک ماہ بعد، آئندہ میٹنگ میں ان کے سامنے مسلمانوں کے خلاف کون سا منصوبہ کھولنا چاہتا تھا۔ اس خیال نے میرے ذہن میں کھلبلی سی مچا دی لیکن ظاہر ہے، میں فی الحال کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ان یہودی اکابرین کی طرح مجھے بھی ایک مہینے تک انتظار کرنا تھا۔

ویسے اسی لمحے میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ

ایک ماہ بعد، بیر دیونیورسٹی آف یروشلم میں ہونے والی اس خفیہ میٹنگ میں، میں ضرور ''شریک'' ہوں گا۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ ربی جہاں بھی جائے گا، ہرشل اس کی دم بن کر وہاں پہنچ جائے گا اور یہی سنہری باؤں والا ہرشل مجھے ربی کے قریب رکھ سکتا تھا۔ اگر ایک مرتبہ میں ربی کے ..... خطرناک منصوبے سے آگاہ ہو جاتا تو پھر میں اپنا تن من دھن داؤ پر لگا کر اسے بھی بھی اس کے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیتا۔ ایسا سوچتے ہوئے میرے رگ و پے میں ایک ولولہ انگیز سنسنی سی دوڑ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا، زندگی کا اصل مقصد اب کھل کر میرے سامنے آیا ہو۔ اپنے ملک کی سلامتی اور عالم اسلام کی بھلائی کے لیے بس اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بھی قربان کر سکتا تھا۔ اس تعبیری او۔ حب الوطنی کی سوچ نے میری روح کو سرشار کر دیا۔

ربی موشے ہائمن اپنے سیکریٹری ہرشل حنان کے ساتھ یونیورسٹی سے نکلا تو صبح کے آٹھ بجنے والے تھے۔ یہ خفیہ میٹنگ انہوں نے طلبہ و۔البات کی آمد سے قبل ہی نمٹا ڈالی تھی۔ بندوین کی ڈرائیونگ سیٹ پر سلوان قابض تھا۔ جب وہ لوگ ہائیٹیکل زو، دمشق گیٹ، مسلم کوارٹر، سلطان پول، یروشلم ریلوے اسٹیشن اور اسرائیل میوزیم تک آئے تو مجھے اندازہ ہو گیا، انہوں نے واپسی کی راہ لی تھی۔ اس حساب سے وہ لوگ ساڑھے آٹھ، پونے نو بجے تل ابیب میں ہوتے لیکن اگلے ہی لمحے انہوں نے میرے اندازے کی ایسی کم تیسی کر دی۔

اسرائیل میوزیم سے سلوان نے دین کو جنوب میں موڑ لیا۔ یہ ایک نیا رو۔ تھا۔ وہ لوگ شمال مغرب کی جانب بڑھنے کے بجائے جنوبی سمت گھوم گئے تھے۔ اس کا مطلب تھا۔ ابھی میری تیز بی آنکھ کو اور بہت کچھ بھی دیکھنا تھا۔

وہ لوگ ''بیت سفافا'' اور ''شرافت گیلو'' کے درمیان سے گزر کر ٹومب آف راکیل پہنچ گئے۔ پرانے شہر میں ویسٹرن وال (دیوارِ گریہ) کو پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ دین بیت لحم میں داخل ہو گئی۔ ''بیت لحم'' یروشلم کا ایک اہم مقام ہے جہاں چرچ آف نیٹی ویٹی کی بڑی قدر و قیمت ہے، چرچ آف دی نیٹی ویٹی (Church Of The Nativity) کو جیزز (JESUS) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برتھ پلیس مانا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، ربی یہ کن دھندوں میں مصروف ہے اور یہی جاننے کے لیے میں اس کے ماحول کے ساتھ چپکا رہا۔

میرے دیکھتے ہی دیکھتے، بندوین بیت لحم کو عقب میں چھوڑ کر ایک مرتبہ پھر جنوب مشرق کی سمت تیزی سے بڑھنے لگی۔ وہ لوگ یروشلم کیا، اسرائیل کی جنوب مشرقی سرحد کی طرف جا رہے تھے۔ اگر، جانب، تھوڑا آگے جا کر شیخ حسین بارڈر آ جاتا تھا۔ یہ بارڈر اردن اور اسرائیل کے درمیان ایک چوڑی سرحدی پٹی کے مانند موجود ہے۔ وہ جس جانب بڑھ رہے تھے اس رخ پر بحرِ مردار یعنی ''ڈیڈ سی'' واقع تھا۔ مردار سمندر (DEAD SEA) اردن اور اسرائیل کی سرحد پر اس طرح واقع ہے کہ آدھا اردن میں اور آدھا اسرائیل میں شمار ہوتا ہے۔

بحرِ مردار میں نمکیات کا تناسب اتنا زیادہ ہے کہ اس میں ڈوبنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص ڈیڈ سی میں کود کر خودکشی کرنا چاہے تو اسے اس مقصد میں ہرگز ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بحرِ مردار سطحِ سمندر سے ایک ہزار، تین سو بارہ فٹ نیچے دنیا کا پست ترین مقام ہے۔ یہ کیسا حسین یا سنگین اتفاق تھا کہ میں اپنی تیسری یعنی باطنی آنکھ سے بحرِ مردار کو دیکھنے جا رہا تھا جب کہ ظاہر دونوں آنکھوں سے چند روز قبل میں نے شیگیٹی کو دیکھا تھا۔ شیگیٹی تبت میں واقع ہے اور سطحِ سمندر سے پندرہ ہزار، سات سو اڑتالیس فٹ بلند ہے، شیگیٹی کو دنیا کا بلند ترین مقام ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جہاں انسانی زندگی کا وجود پایا جاتا ہو۔ پتا نہیں، میری یہ ''تین آنکھیں'' کیسی بلندی کیسی پستی کا کھیل کھیل رہی تھیں!

ربی کی بندوین ڈیڈ سی کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ یہاں کس مقصد سے آئے ہوں گے۔ سیر و تفریح کا کوئی جواز نظر نہیں آتا تھا ''ان سنک ایبل سوئم'' کے بھی وہ شائق دکھائی نہیں دیتے تھے ورنہ محض تفریح کی غرض سے اس طرف رخ کرنے والے بحرِ مردار میں ان سنک ایبل سوئم (Unsinkable Swim) سے ضرور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ربی موشے ہائمن اور اس کے چیلے چانٹے اتنے بھی حساس اور حمیت دار نہیں تھے کہ ان کا ضمیر ملامت پر اتر آیا ہو، مسلمانوں کے خلاف ایک خوف ناک اور گہری سازش کے تانے بانے بننے کے بعد وہ زبردست احساسِ ندامت میں مبتلا ہو گئے ہوں اور یہ سوچا ہو، چلو یار! روح کے دباؤ سے نجات حاصل کرنے کے لیے خودکشی ہی کر لیں؟

بالفرضِ محال، اگر انہوں نے ایسا کوئی ارادہ باندھ بھی لیا تھا تو بہرحال بحرِ مردار میں اتنی عزت ضرور موجود تھی کہ وہ ان کی ناپاک روحوں کو قبض کرنے کے لیے کسی بھی صورت تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بحرِ بے جان تھا، بحرِ بے ضمیر نہیں!

میری ان تلخ و ترش سوچوں کے دوران ہی میں بندوین

کے دروازے کھلے اور سلوان و ہرشل دین سے باہر آ گئے۔ ان کا انداز یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ ربی اور اس کی دلیل چیستر کو بھی باہر لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں سانس روک کر ان کے ماحول سے چپکا رہا کہ اب کچھ پیش آتا ہے، تب کچھ پیش آتا ہے۔ پھر جیسے ہی وہ دونوں دین کے عقبی حصے کی جانب بڑے، میری تھڑ آئی کے سامنے پھیلا ہوا منظر ایک جھماکے سے زیر و زبر ہو گیا۔ ایک تیز نسوانی چیخ نے سب کچھ درہم برہم کر دیا۔

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

میں نے خود کو ہوٹل ٹاپ کے ٹوئن شیئر روم نمبر فائیو ناٹ ایٹ میں اپنے بستر پر پایا، بے ساختہ میری نگاہ دوسرے بیڈ کی طرف اٹھ گئی۔ تھوڑی دیر پہلے اس بیڈ پر صوفیہ گہری نیند سو رہی تھی مگر اب وہ بیڈ خالی نظر آ رہا تھا۔ میں نے نظر گھما کر کمرے میں جہاں تک ممکن تھا، دیکھا لیکن وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہ دی۔ میں صوفیہ کے حوالے سے گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔

میں جس دل خراش نسوانی چیخ کے سبب تصوراتی ماحول سے حقیقی ماحول میں پلٹا تھا، اس کا مخرج کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے ایک سو ایک فی صد یقین تھا، وہ اذیت ناک چیخ صوفیہ کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی..... تو کیا صوفیہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا؟

اس ہول ناک سوال نے مجھے آنِ واحد میں بستر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھا اور اضطراری انداز میں بے ساختہ اسے پکارا ''صوفیہ.....!''

میری یہ پکار صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ اسی لمحے میرا دھیان واش روم کے بند دروازے کی طرف چلا گیا۔ دروازے کو بند دیکھ کر مجھے اپنی بوکھلاہٹ پر غصہ آیا۔ میں افراتفری میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ واش روم میں بھی تو ہو سکتی ہے!

میں ایک لمحے کو مطمئن ہوا مگر اگلے ہی لمحے اس سوچ نے سارے اطمینان کو کافور کر دیا کہ اگر صوفیہ واش روم میں تھی تو پھر وہ جگر پاش نسوانی چیخ کیا معنی رکھتی تھی؟

''صوفیہ.....صوفیہ.....!'' میں دیوانہ وار اسے پکارتے ہوئے واش روم کے دروازے کی سمت بڑھا۔

میں واش روم کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا لیکن اندر سے کوئی جواب موصول ہوا اور نہ ہی کوئی ردِعمل دیکھنے یا سننے کو ملا۔ اس صورتِ حال نے میری تشویش کو ساتویں آسمان پر پہنچا دیا۔ اگر صوفیہ واش روم کے اندر موجود تھی اور

زندگی زندگان کے لئے
ایک زمانہ گزیدہ خوں چکاں سرگزشت
ان کے لئے جن کے سینے دھواں دیتے ہیں
آنسوؤں، آہوں، امنگوں اور حوصلوں کی داستان
عبرت اثر، حیرت انگیز و ناقابل فراموش
ربابہ زمان خان کی آپ بیتی، جگ بیتی
اُس جوانِ رعنا سے زندگی کا رویہ مختلف تھا
دل فگاروں کے لئے سپ رنگ ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
بازی گر
وہ تحریر جو دلوں کی دھڑکن ہے
قیمت فی حصہ -/60 روپے * ڈاک خرچ فی حصہ -/23 روپے
7
عنایت حاصل کرنے کے لئے رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمایئے
7
کتابیات پبلی کیشنز، کراچی
پوسٹ بکس 23 کراچی 74200
فون 021-5804300
kitabiat1970@yahoo.com
سول ڈسٹری بیوٹرز رحمان بک ہاؤس اردو بازار کراچی، فون 021-7766751

بہ خیر و عافیت تھی تو پھر میری پکار اس کی سماعت تک کیوں نہیں پہنچ رہی تھی؟

جب میرا پیمانہ صبر لبریز ہونے لگا تو میں نے واش روم کے دروازے کو دھڑ دھڑا کر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی ہیجانی انداز میں میرا استفسار بھی جاری رہا۔

''صوفیہ! تم ٹھیک تو ہو؟ میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دے رہی ہو؟ میں سخت پریشان ہوں۔ بولو، تم واش روم کے اندر موجود تو ہو نا؟''

میرے اس رویّے کے جواب میں بھی جب واش روم کے اندر خاموشی طاری رہی تو میں نے دروازے کے ہینڈل کو گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ اگلے ہی لمحے مجھے اندازہ ہو گیا، دروازے کو اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا، وہ اندر موجود ہے!

اس سنگین صورتِ حال نے میرے ذہن کو بڑی طرح الجھا کر رکھ دیا۔ اگر وہ واش روم میں تھی تو پھر میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہی تھی؟ میں نے ایک آخری کوشش کے طور پر اسے ایک مرتبہ پھر پکارا۔

''صوفیہ! میری بات غور سے سنو۔ اگر تم نے چند سیکنڈ میں۔ مجھے، واش روم کے اندر اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلایا تو میں اس دروازے کو توڑ کر اندر گھس آؤں گا۔''

میری اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ واش روم کے اندر کچھ ہلچل ہوئی پھر ایک آواز ابھرنے لگی۔ وہ آواز صوفیہ کی نہیں بلکہ شاور کی آواز تھی۔ میں نے ایک طویل سانس خارج کی اور قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''خدا کا شکر ہے صوفیہ! تم خیریت سے تو ہو ورنہ میں تو تمہاری وجہ سے پریشان ہو.....!''

میرا جملہ ابھی مکمل بھی نہیں ہو پایا تھا کہ واش روم کے اندر سے پانی گرنے کی آواز آنا بند ہو گئی۔ شاید صوفیہ نے شاور بند کر دیا تھا۔ میں نے دروازے کے قریب منہ لے جا کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''صوفیہ! میں تو ڈر ہی گیا تھا۔ اچھا ہوا، تم نے شاور کھول بند کر کے مجھے واش روم کے اندر اپنی موجودگی اور خیریت کا یقین دلا دیا تھا۔ تم جب باہر آؤ گی تو میں پوچھوں گا کہ تم ایسے بھیانک انداز میں چیخی کیوں تھیں!''

ادھر میری بات ختم ہوئی، ادھر واش روم کے اندر ایک نقرئی قہقہہ بلند ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ہوٹل کے اس کمرے میں جل ترنگ بج اٹھے ہوں۔ میں اس شیریں آواز کی چمک اور کھنک کو لاکھوں، کروڑوں آوازوں کے درمیان شناخت کر سکتا تھا۔ اس آواز کا ایک ایک سُر اور اس سُر میں بھرے رس کا میں ذائقہ شناس تھا۔ ایسی کیف آور اور لذت آفرین آواز میں نے اپنی ساری زندگی میں کسی اور کی نہیں سنی تھی۔ وہ طلسماتی آواز مجھے اپنے سحر میں گرفتار کرنے لگی، میں اس مخمور آواز کی شبنمی گداز پرتوں میں خود کو لپٹتا ہوا محسوس کرنے لگا۔

میں نے اپنے حواس کو حتی الامکان قابو میں رکھتے ہوئے اسے آواز دی۔

''اے پربتوں کی شہزادی! تم اس واش روم میں کیا کر رہی ہو؟''

میں نے محسوس کیا، جیسے میری آواز کسی اندھے کنوئیں میں سے ابھر رہی ہو۔ مجھے خود اپنی آواز ان جانی اور اناشناسا سی لگی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ مسحور کن نقرئی قہقہہ لگانے والی کوہسار کی ملکہ نے میرے سوال کا جواب کہیں دیا۔ اگلے ہی لمحے واش روم کا دروازہ کھلا اور وہ میرے سامنے آ گئی۔

میری نگاہ نیلگری کے سراپا پر جم کر رہ گئی۔ وہ..... ہاتھ گاؤن میں لپٹی ہوئی دکھائی دی لیکن وہ گاؤن اتنے مہین کپڑے سے بنا ہوا تھا کہ اس کے اندر نیلگری کے جھلملاتے بدن پر نگاہ ٹکانا مشکل نظر آتا تھا۔ اسے اپنے سامنے اس حالت میں کھڑے دیکھ کر میں مبہوت سا ہو کر رہ گیا..... اس کا ملکوتی حسن ایسے ہی رعب داب والا تھا۔ میں نے بہ دقت تمام اس کے کندن بدن سے نظر چرائی اور اس کے عقب میں، واش روم کے اندر متلاشی نگاہ دوڑانے لگا۔

میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اگلے ہی لمحے میری متلاشی نگاہ ناکام و نامراد واپس لوٹ آئی۔ میں نے بے ساختہ سوالیہ انداز میں نیلگری کے چہرے کی طرف دیکھا پھر بکھری ہوئی آواز میں پوچھا۔

''صوفیہ کہاں ہے؟''

جواب میں نیلگری کے یاقوتی لب وا ہوئے، ان ادھ کھلے گلابوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری اور وہ اپنے لچکتے مہکتے سراپا کے ساتھ میری جانب بڑھنے لگی۔ میں غیر ارادی طور پر پسپا ہونے لگا۔ پُراسرار قوتوں کی مالک وہ خود مختار حسینہ اپنے جوبن کے تمام تر ذخیرے کے ساتھ پتا نہیں، مجھے کون سی آزمائش سے دوچار کرنے آئی تھی؟

ان سنگین لمحات میں، مجھے اپنی سانس بغاوت پر آمادہ نظر آئی!

یہ بڑی دور رخی صورت حال تھی!

میں نے ان نازک لمحات میں خود کو ایک دوراہے پر کھڑے پایا۔ اس رنگین و سنگین دوشانے کی ہر ڈال حسن سے مزدوج ہو کر جوانی پر ختم ہو جاتی۔ ایک طرف نیلگری کا پُرکار، بے حجاب شباب حالات میں رنگینی بھر رہا تھا تو دوسری جانب صوفیہ کا پُراسرار، بے حجاب غیاب معاملات کو سنگینی کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں صحیح معنوں میں ایک تشویش ناک آزمائش سے دوچار تھا اور اس پچویشن میں اگر میں نے اپنی سانس کو بغاوت پر آمادہ محسوس کیا تھا تو یہ قطعاً غلط نہیں تھا۔

نیلگری شاخِ گل کے مانند بڑے دل کش انداز میں لچکتے ہوئے میری جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کے گداز شنگرفی ہونٹوں پر ایک دل آویز معنی خیز مسکراہٹ سجی تھی۔ اس ملکوتی تبسم نے اس کے رسیلے لبوں میں بڑی کیف آور زندگی بھر دی تھی۔ نیلگری بے پناہ پُراسرار قوتوں کی مالک تھی..... اگر نہیں بھی ہوتی تو اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔ اس کا حسنِ جاوداں کسی طلسم کدے سے کم نہیں تھا۔ وہ اپنے سراپا کا جادو جگاتی تھی اور انگ انگ سحر پھونک کر سامنے والے کو پتھر میں بدل دیتی تھی۔

اس کی پیش قدمی کے جواب میں، میں پسپا ہو رہا تھا لیکن یہ کوئی اس مسئلے کا حل نہیں تھا۔ ایک فوری فیصلے کے تحت میں نے پسپائی روک دی اور مضبوطی سے قدموں پر جم کر قدرے سخت لہجے میں اپنا سوال دہرایا۔

''صوفیہ کہاں ہے؟''

اس کی پیش قدمی کو بھی بریک لگ گئے۔ وہ سوچتی ہوئی نظر سے میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کے تیور بڑے خطرناک تھے۔ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جسے میں سردست سمجھنے سے قاصر تھا اور یہی ''نا سمجھی'' میرے رونگٹے کھڑے کر رہی تھی۔ اس کے گلاب لب وا ہوئے تو ہونٹوں کا کمرا مسحور کن خوش بو سے مہک اٹھا۔ وہ گل رو کا غنچہ طرحداں کی مثال تھی۔

''میں نظر نہیں آ رہی ہوں جو تم صوفیہ کا پوچھ رہے ہو؟''

''تم اپنی جگہ ہو!'' میں نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے بتاؤ، تم نے صوفیہ کے ساتھ کیا کیا ہے۔ وہ مجھے کہیں دکھائی کیوں نہیں دے رہی۔ میں نے اس کی وحشت ناک چیخ سنی تھی؟''

جواب دینے کے بجائے وہ بڑے دل ربا انداز میں مسکرائی۔ وہ مسکرانے کی نیت کرتی تھی تو اس کے چہرے کا ایک ایک خط مسکرا اٹھتا تھا۔ بدن کے خطوط بھی اس پیروی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ میں یہی سمجھا کہ وہ مسکرانے کے بعد لب کشا ہو گی لیکن اس نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔

وہ اسی دل خوش کن انداز میں چلتے ہوئے چیئر کے پاس پہنچی، پھر اس چیئر پر بڑی شان سے براجمان ہو گئی۔ اس شان سے بے نیازی اور بے احتیاطی جھلکتی تھی۔ اس نے بڑے دلکش انداز میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی تھی۔ مجبوراً مجھے اس کی طرف گھومنا پڑا۔ میں سوالیہ نظر سے اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ چند لمحات تک میری کیفیت کا جائزہ لیتی رہی پھر بڑی ملاحمت سے بولی۔ ''وجدان! تم کھڑے ہو، یہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ اگر کھڑے کھڑے ہی بات کرنے کا موڈ ہے تو میں بھی کھڑی ہو جاتی ہوں، نہیں تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔''

اس کی بات معقولیت سے بھرپور تھی لہٰذا میں اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان لمحات میں میری نگاہ نیلگری کے دلنشین دین و ایمان سراپا پر ٹھہری ہوئی تھی لیکن ذہن میں صوفیہ کی تشویش نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ میں نے واش روم کے اندر ایک کرب ناک چیخ سنی تھی۔ اغلب امکان یہی تھا، وہ دل خراش چیخ صوفیہ کے حلق سے خارج ہوئی ہو گی مگر جب نیلگری واش روم سے برآمد ہوئی تو صوفیہ اندر کہیں مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ مجھے سو فیصد یقین تھا، صوفیہ کے ساتھ جو بھی واقعہ پیش آیا ہے، اس میں نیلگری کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا!

میں نے اس غارت گر ہوش کی آنکھوں میں جھانکا اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ استفسار کیا۔ ''نیلگری! تم سے اس وقت تک کوئی بات نہیں ہو سکتی جب تک تم صوفیہ کے حوالے سے مجھے اطمینان نہیں دلا دیتیں۔''

''میں تمہیں اطمینان، تسکین اور آسودگی فراہم کرنے کے لیے ہی تو یہاں پہنچی ہوں۔'' اس نے مخصوص نشست میں ٹانگوں کی پوزیشن کو ادل بدل کرتے ہوئے کہا۔ ''وجدان! اس وقت میں تمہارے سامنے ہوں۔ میں تم سے ایک بہت ہی ضروری میٹنگ کرنے آئی ہوں۔ تم صرف مجھے اٹینڈ کرو۔ صوفیہ کو تم فی الحال بھول جاؤ۔ اس پر بعد میں بھی بات ہو سکتی ہے۔''

''نہیں!'' مجھ پر بھی جیسے ضد سی سوار ہو گئی تھی، شدت سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے میں نے کہا۔ ''جب تک مجھے صوفیہ کی خیریت سے آگاہ نہیں کرو گی، دنیا کے کسی موضوع پر تم سے بات نہیں ہو سکتی۔''

''وجدان! میں تم سے ایک نہایت ہی اہم معاملہ ڈسکس کرنے آئی ہوں!''

''چاہے کچھ بھی ہو!'' میں ثابت قدمی سے اپنے مؤقف پر جمارہا۔

''اس معاملے کا تعلق تمہارے مستقبل سے ہے۔'' وہ گہری نظر سے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ ''تمہاری منزل..... ساحل سے ہے!'' اس نے ڈرامائی انداز میں اضافہ کیا۔

میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''نیلگری! میں اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ چکا ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت اب مجھے ساحل کو حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔''

خود مجھے اپنی آواز بدلی بدلی سی محسوس ہوئی۔ ان لمحات میں میرا عزم بلندی اور پختگی میں ماؤنٹ ایورسٹ کو شرمارہا تھا۔ وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

''یہ بات میں بھی جانتی ہوں' تم اس بار اپنے مقصد میں ضرور کام یاب ہوگے۔ میں اسی سلسلے میں تم سے چند اہم باتیں کرنے آئی ہوں۔ ہوسکتا ہے' یہ ہماری آخری ملاقات ہو!''

نیلگری نے آخری جملہ اتنی دل شکستگی سے ادا کیا کہ میں تڑپ کر رہ گیا۔ وہ کسی حوالے سے بہت ہی آزردہ اور متفکر تھی۔ پہلے وہ جب بھی پریشان ہوتی تو میں فوراً سے پیش تر اس کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار ہوجاتا تھا لیکن پتا نہیں کیوں' ان لمحات میں میرے اندر کوئی پھریری نہیں چکرائی' دل میں کوئی آرزو نہیں جاگی اور تن بدن میں کوئی مہماتی جگو لا نہیں اٹھا۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ ان دنوں میں نے ساحل کے حصول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا' میں پل پل اسی کے بارے میں سوچتا تھا اور میں نے اس مشن کو کچھ اس انداز میں خود پر طاری کر رکھا تھا کہ اور کسی کام کے لیے کوئی امنگ نہیں ابھرتی تھی..... ہاں یہی وجہ تھی۔ نیلگری مجھے کام یابی کی بشارت دے رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی آخری ملاقات کا خدشہ بھی ظاہر کر رہی تھی لیکن میں اس پر بھی چونکا اور نہ ہی مضطرب ہوا کیوں کہ مجھے اس سے بھی زیادہ پختہ یقین تھا کہ میری امنگوں' خواہشوں' امیدوں اور چاہتوں کا سفینہ ساحل سے لگنے ہی والا ہے۔ نیلگری آج مجھ سے پہلی مرتبہ ملنے آئی تھی یا آخری بار..... اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ساحل سے ملنے کے بعد مجھے اور کسی کی حاجت نہیں تھی!

''نیلگری!'' میں نے حریری لبادے میں سے جھلکتے اس کے جسمانی خطوط سے نگاہ چرا کر براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا اور مستحکم لہجے میں کہا۔ ''تمہیں ہر صورت پہلے میری بات کا جواب دینا ہوگا' ضروری اور غیر ضروری باتیں اس کے بعد..... بس!''

میرا اٹل انداز دیکھتے ہوئے وہ کسمسائی۔ ٹرانسپیرنٹ ٹاول میں لپٹا سمٹا اس کا ان مول سنگ مرمر بدن جز بز ہو کر رہ گیا۔ اس قیامت بدن کی ایک ایک جنبش سانس روک کر دیکھنے کا تقاضا کرتی تھی مگر میں نے بڑی ''محنت'' سے اپنے حواس پر قابو رکھا اور اس حشر خیز نظارے کو نظر انداز کر کے میں بہ دستور اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

وہ ایک بوجھل سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔ ''وجدان! تم بہت ضدی ہو۔ تم نے اپنی اس ضد سے قدم قدم پر مجھے شکست دی ہے۔ تمہارا گریز ہر بار مجھے تمہاری طرف کھینچ لاتا ہے' حالاں کہ کراچی میں آخری ملاقات کے دوران میں' میں نے تمہیں ایک طرح کا چیلنج دیا تھا کہ اب میں کبھی تمہارے پاس نہیں آؤں گی بلکہ تمہیں اپنے پاس ہمالیہ کی گود میں آنے پر مجبور کردوں گی لیکن میں ہار گئی..... تمہاری ضدی سرشت کے آگے ہار گئی وجدان!'' اس کی آواز بھرا گئی۔ ''لیکن شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ عورت کی جیت' ہار میں ہی چھپی ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے' میں تمہاری ضد سے ہار کر اپنی محبت میں جیت گئی ہوں۔''

پتا نہیں' نیلگری مجھے محبت کا کون سا فلسفہ پڑھانے آئی تھی۔ میں نے ماضی میں بارہا محسوس کیا تھا کہ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس حصول کے لیے اس نے مختلف حربے آزمائے تھے بلکہ ایک موقع پر تو وہ ساحل کی دشمن بھی بن گئی تھی لیکن میں نے کبھی اسے حصول کی منزل تک نہیں پہنچنے دیا۔ ہمارے تعلق کا آغاز بڑے حیرت انگیز اور پُراسرار انداز میں ہوا تھا۔ میں نے گوتم بھوش کے عمل سے' اسے محفوظ کر کے اس پر اتنا بڑا احسان کیا تھا کہ وہ عمر بھر میری کنیز بن کر رہنا چاہتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس چاہت کے انداز و اطوار اور زاویے بدلتے رہے اور بالآخر ایک روز وہ مجھ سے مایوس..... بلکہ خفا ہو کر غائب ہوگئی تھی' اس دعوے کے ساتھ کہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کردے گی۔ اس کی یہ دعویٰ نما پیش گوئی ایک حد تک پوری ہوئی تھی کہ میں جہاں نوردی کرتے ہوئے نیپال تک پہنچ گیا تھا لیکن نیلگری کا نشین تو اس سے بھی آگے' ہمالیہ کی گود میں تھا۔ ادھر کا رخ کرنے کے بجائے میری مسافرت کا زاویہ بدل گیا اور میں ملکوں ملکوں ہوتے ہوئے اب اسرائیل کے شہر تل ابیب میں تھا اور

نیلگری میرے پاس آکر ماضی کے قصوں کو کھول بیٹھی تھی لیکن میرے پاس اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے کوئی وقت تھا اور نہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی تھی لیکن ایک لمحے میں یہ ساری باتیں سوچنے کے بعد میں نے صاف صاف الفاظ میں اس سے کہہ دیا۔

''نیلگری! میرا خیال ہے تم اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو۔ گزرے ہوئے لمحات کو دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تمہاری ہار اور جیت کی کہانی میں صرف ایک ہی شرط پر سن سکتا ہوں اور میری شرط وہی.....!''

''ٹھیک ہے' میں تمہاری شرط پوری کیے دیتی ہوں۔'' قطع کلامی کرتے ہوئے وہ شکست خوردہ انداز میں بولی پھر ہوش ربا حرکات سے پہلو بدل کر کہنے لگی۔ ''وجدان! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں' تمہاری ساتھی صوفیہ بالکل خیریت سے ہے اور اگر ہمارے درمیان کوئی معاملہ طے نہ ہوسکا تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گی۔''

''اس کا مطلب ہے' صوفیہ اس وقت تمہارے قبضے میں ہے؟''

اس نے اپنی لانبی پلکیں جھپکا کر اثبات میں جواب دیا۔

میں نے ایک اطمینان بھری گہری سانس لی اور یقین کرلیا کہ صوفیہ اس کی پُراسرار تحویل ہی میں ہوگی۔ میں نے نیلگری کی شکتیوں کے درجنوں چینکارے دیکھ رکھے تھے۔ وہ ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ میں نے صوفیہ کی طرف سے سکون محسوس کرتے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس سے استفسار کیا۔

''اب بتاؤ نیلگری! تم مجھ سے کون سی اہم میٹنگ کرنے آئی ہو؟''

''تم پہلے ہی کچھ کم کٹھور نہیں تھے۔'' وہ ٹٹو لنے والی نظر سے میرے جسم کا ایکسرے کرتے ہوئے بولی۔ ''تبت کے لاماؤں نے تمہیں اور بھی پتھر کا بنادیا ہے۔ میں موم ہوں..... اور اس موم کو تم جیسے پتھر ہی کی ضرورت ہے۔ میں.....''

''تم موضوع سے ہٹ رہی ہو نیلگری!'' میں نے اس کی بات کاٹ کر تنبیہی لہجے میں کہا۔

وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''نہیں وجدان! میں تو اصل موضوع ہی کی طرف آرہی ہوں۔ آج تمہیں انصاف کرنا ہوگا!''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ''کیسا انصاف؟''

''محبت کے حصول کا انصاف!'' وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔

''میں اب بھی نہیں سمجھ سکا نیلگری!''

وہ یکدم گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا' حسن و شباب کا شاداب ذخیرہ میرے سامنے کرسی پر ڈھیر ہو لیکن اس متاعِ بے بہا کی روح کہیں اور چلی گئی ہو۔ نیلگری کا شفاف بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ لرزاہٹ شدید قسم کی جذباتی کشمکش کا نتیجہ تھی۔ اس کے مرمریں وجود میں کوئی طوفانی جنگ جاری تھی۔ یہ عین ممکن تھا' اسے اپنے جسم کی اضطراری تھرتھراہٹ کا احساس بھی نہ ہو۔ تھوڑی دیر پہلے میں نے خود کو جس آزمائش میں مبتلا پایا تھا' ایسی ہی کسی کیفیت سے وہ بھی دوچار تھی۔

''وجدان!'' وہ توبہ شکن انداز میں ٹانگوں کی پوزیشن تبدیل کرتے ہوئے خواب ناک لہجے میں بولی۔ ''جب تک ساحل کا حصول ممکن نظر نہیں آرہا تھا' میرے سوچنے کا ڈھب کچھ اور تھا۔ میں مطمئن تھی کہ تم میری پیش گوئی کے مطابق' میرے ٹھکانے تک ضرور آؤ گے۔ تم پاکستان کے کس طرح امریکا پہنچے' امریکا سے زنوتارا آئی لینڈ اور وہاں سے واپس امریکا آئے' یہ سب میرے علم میں ہے۔ امریکا کی ریاستوں الاسکا' واشنگٹن' نیویارک اور نیوجرسی میں تم نے ربی موشے ہائمن اور اس کی ٹیم کے خلاف جو بھی کارنامے انجام دیئے' وہ مجھ سے چھپے ہوئے نہیں پھر جب تم نیوجرسی سے نیپال پہنچے تو میں نے سمجھ لیا' میری پیش گوئی پوری ہونے والی ہے۔ میرا مسکن نیپال سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اسی اطمینان نے مجھے خوش کردیا اور ھنبنڈو کے رتنا پارک میں' ساحل کے حوالے سے میں نے تمہاری راہ نمائی بھی کی تھی لیکن.....''

یہاں تک پہنچ کر نیلگری نے بڑے دل شکستہ انداز میں بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس مرتبہ میں نے اسے ٹوکا اور نہ ہی روکا بلکہ خاموش سوالیہ نظر سے اس کی خواب ناک طلسماتی آنکھوں میں یک ٹک دیکھتا چلا گیا۔ میں نے سوچا' اچھا ہے' وہ اپنے من کو ہلکا کرلے۔ اس طرح اس کا غبار بھی نکل جاتا اور ممکن ہے مجھے بھی کام کی کوئی بات پتا چل جاتی۔ ویسے بھی نیلگری نے صوفیہ کی خیریت کا یقین دلا کر میری بے کلی دور کردی تھی۔ نشاط افروز لمحاتی توقف کے بعد اس نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

''لیکن..... میں سُپر شکتی کے سامنے بے بس ہوگئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں بے پناہ پُراسرار شکتیوں کی مالک ہوں اور ہمالیہ کا علاقہ میری عمل داری میں آتا ہے مگر مجھ پر اور میرے ہی جیسی دوسری شکتیوں پر ایک اور بھی شکتی حکمراں ہے جس

کے آگے کسی کی پیش نہیں چلتی۔ اس سپر شکتی کی پلاننگ کو سمجھنا کسی عام یا خاص شخص کے اختیار میں نہیں۔ سپر شکتی نے اپنا ایک مربوط اور بے داغ سسٹم رائج کر رکھا ہے۔ وہ خود کسی کے تجربے میں نہیں آتی مگر باقی سب کو اپنے تجربات سے گزارتی رہتی ہے۔ میری اور مجھ جیسی دوسری شکتیوں کی ایک حد ہے لیکن سپر شکتی کے اختیارات لامحدود ہیں۔ وہ کسی وقت کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ کوئی اس کے سامنے دم مار سکتا ہے اور نہ ہی سوال کر سکتا ہے۔ میں اسی سپر شکتی کے سامنے بے بس ہو گئی ہوں وجدان!''

وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے رکی اور بڑی پیوستہ نظر سے میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کے کندن بدن پر لپٹا ہوا تولیا کسی ہٹ حرام محافظ کا کردار ادا کر رہا تھا۔ ایسا بے پروا محافظ جسے اپنی روزی حلال کرنے کا بھی احساس نہ ہو۔ جو مخالفین سے گٹھ جوڑ کر کے اپنے آقا کا سواستیاناس کرے۔ وہ ٹرانسپیرنٹ مہین تولیا بھی آوارہ نگاہ کو روکنے کے بجائے اس کی راہ ہموار کر رہا تھا۔ یہ تو شکر ہے' اس وقت کمرے میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا..... اور میں نے اپنے حواس و نفس کو پوری طرح قابو میں کر رکھا تھا۔

نیلگری نے اپنے بیان شیریں کلام میں کئی مرتبہ لفظ ''سپر شکتی'' کا استعمال کیا تھا۔ اگر محتاط انداز میں اس لفظ کے مفہوم کو مناسب معنی دیے جاتے تو نیلگری کا اشارہ سیدھا سیدھا قادر مطلق کی طرف تھا۔ وہ اپنے اظہار اور انداز میں ہی سہی' خدا کی مطلقیت اور کاملیت کا اعتراف کر رہی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس کائنات کے تمام موجودات اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے ڈھنگ سے اسی خالقِ حقیقی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ دیکھنے والی آنکھ کو وہ کسی بھی رنگ میں نظر آ سکتا ہے۔

''وجدان!'' وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے دوبارہ گویا ہوئی۔ ''تم کھنٹرڈ سے میری طرف آنے کے بجائے تبت کی جانب چلے گئے تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ مجھے پہلی مرتبہ محسوس ہوا کہ حالات میں کوئی بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ بالکل ویسا نہیں ہے جیسا میں سمجھ رہی تھی۔ سپر شکتی نے کسی خاص مقصد کے تحت تمہیں جو کھانگ ٹیمپل میں پہنچایا تھا اور وہ بھی..... چیف لاما چنگ فورن پوشی کے ہاتھوں میں!

''بلاشبہ' چنگ فورن پوشی روحانیت اور مادرائیت کا بہت بڑا عالم ہے۔ اس نے جو کھانگ ٹیمپل میں قیام کے دوران میں' غیر محسوس انداز میں تم پر بڑا کام کیا ہے۔ اسی کی محنت اور کوشش کے طفیل تم یہاں تک پہنچے ہو۔ میں محسوس کر رہی ہوں' اس وقت بھی تم چیف لاما کے سائے اور نگرانی میں ہو۔ وہ تم پر گہری ''نظر'' رکھے ہوئے ہے لیکن وہ بھی کب تک رہے گا.....''

نیلگری نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے رن پوشی کے حوالے سے جس انداز میں بات کی تھی' اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے مستقبل قریب میں کچھ ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی سوال پوچھتا' وہ کہنے لگی۔

''تمہارے تبت میں قیام کے دوران ہی میں مجھے معلوم ہو گیا کہ اپنی منزل کی تلاش میں اب تمہیں زیادہ بھٹکنا نہیں پڑے گا۔ رن پوشی کی ہدایت پر عمل کر کے تم اپنے مقصد کو حاصل کر لو گے۔ چیف لاما' جو کھانگ ٹیمپل کی آبرو ہے۔ اس جیسا نادر الوجود شخص شاید ایک دہائی تک جو کھانگ ٹیمپل جیسی عظیم المرتبت تربیت گاہ کو میسر نہیں آ سکے گا۔ ویسے بھی مادہ پرستی کے اس دور میں بدھ ازم کی ترقی اور ترویج کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ اس کے مستقبل کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال.....''

وہ لمحے بھر کو رکی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔ ''میں تمہیں بتا رہی تھی جب سے مجھے یہ یقین ہوا کہ تم اپنی محبت کو پانے والے ہو' میں نے بھی اپنی محبت کے حصول کی پالیسی تبدیل کر دی ہے۔ اب مزید انتظار کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہو گا۔ میں یہ نقصان کبھی نہیں اٹھاؤں گی لہٰذا اصول کی بات یہ ہے کہ اگر تمہیں تمہاری محبت مل رہی ہے تو میں اپنے اس حق سے کیوں محروم رہوں۔ تم نے جتنی شدت سے ساحل کو چاہا' ہو سکتا ہے' میں نے اپنے مطلوب کو اس سے بھی زیادہ چاہا ہو۔ میرے ساتھ ناانصافی اور زیادتی کیوں ہو؟ بس' تمہیں یہی انصاف کرنا ہے..... محبت کے حصول کا انصاف!''

اس کی بات بڑی وضاحت سے میری سمجھ میں آ گئی لیکن پھر بھی تسلی کی خاطر میں نے اس سے پوچھ لیا۔ ''نیلگری! تم کس سے محبت کرتی ہو؟''

اس نے الفت بھری مگر شاکی نظر سے مجھے دیکھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''وجدان! کیا یہ بھی مجھے ہی بتانا ہو گا؟''

''ظاہر ہے' محبت تم نے کی ہے۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔ ''اس سوال کا جواب بھی تمہی کو دینا ہو گا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

''تم غلط نہیں کہہ رہے لیکن تمہارا یہ فرمانا ہوا ''صحیح'' بڑا ہی سفاک اور بے مروت ہے۔'' وہ اداس لہجے میں بولی۔

''میں ''اس'' کے سوا اور کسی کو بھی چاہتی تو فوراً حاصل کر سکتی تھی' میرے راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی اور وہ شخص خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص تصور کرتا لیکن میرا محبوب بڑا ہی کٹھور اور مرضی کا مالک ہے' اس پر میرا بس نہیں چلتا۔ وہ کبھی بھی میرے قابو میں نہیں رہا..... اسی لیے تو میں آج ایک انگیجمنٹ کرنے آئی ہوں۔''

میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ''نیلگری! محبوب ہوا کے مانند ہوتا ہے۔ ہوا کو کبھی کوئی مٹھی میں بند کر سکا ہے؟ نہیں' کبھی نہیں!'' میں لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر کہا۔ ''محبوب کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس پر اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ قابو میں آتا ہے اور..... جو قابو میں ہو' جس تک رسائی اور جس پر دسترس حاصل ہو وہ محبوب نہیں ہو سکتا!'' میں نے اتنا کہہ کر اس کی مدھ بھری آنکھوں میں جھانکا اور کہا۔ ''تم نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا..... اس جواب کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دو' تم مجھ سے کس نوعیت کا انگیجمنٹ کرنے کیوں آئی ہو۔ تمہارے کسی محبوب سے میرا کیا تعلق؟''

''میں انگیجمنٹ کرنے اس لیے تمہارے پاس آئی ہوں کہ تم ہی وہ مذکورہ شخص ہو۔'' اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''اب تو مل گئے نا تمہیں دونوں سوالوں کے جوابات؟''

میں ایک طویل سانس خارج کر کے رہ گیا۔ اس نے بڑے کھلے انداز میں میرے انداز ے کی تصدیق کر دی تھی۔ اس حوالے سے کسی جرح بحث کی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں رہی تھی لہٰذا میں نے گہری سنجیدگی سے استفسار کیا۔

''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو نیلگری؟''

''وہی جو تم ساحل سے چاہتے ہو!'' وہ اٹل لہجے میں بولی۔

''پاگل پن کی باتیں نہ کرو!'' میں نے جھنجلاہٹ آمیز انداز میں کہا۔

''یہ اچھا انصاف ہے۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ ''ایک کام تم کر دو تو وہ جائز اور مناسب ہے لیکن اگر وہی کام میں کروں تو تمہاری نظر میں یہ میرا پاگل پن ہو گا۔ اگر کوئی ساحل' وجدان کو حاصل ہو سکتی ہے تو پھر وجدان کسی نیلگری کو حاصل کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تم دونوں کے سنگم میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رہی ہوں' تم بھی ہمارے ملاپ کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' وہ ایک لمحے کے لیے رکی پھر دوٹوک الفاظ میں اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''وجدان! میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کر کے رہوں گی۔ یہ حصول عارضی یا محدود بھی ہو سکتا ہے اور مستقل یا لامحدود بھی۔ اسی حصول کے سلسلے میں' میں تم سے ایک معاہدہ کرنے آئی ہوں۔ میں تمہارے سامنے دو راہیں رکھ رہی ہوں۔ کسی ایک راہ کا انتخاب کرنے کے لیے تم آزاد ہو۔ اگر تم ایک راہ کا انتخاب کرو گے تو دوسری راہ خود بخود بند ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تم پہلی راہ کو مسترد کر دو گے تو دوسری راہ پر چلنے کے لیے میں تمہیں مجبور کر دوں گی اور تم جانتے ہو' میں ایسا کر سکتی ہوں۔ ایک بات ذہن میں رکھنا کہ تمہارے سامنے کوئی تیسرا راستہ کھلا ہوا نہیں ہے۔''

نیلگری نے کسی انگیجمنٹ کا تذکرہ اتنے سنسنی خیز اور دلچسپ انداز میں کیا کہ میرے اندر ایک تجسس سا جاگ اٹھا۔ نیلگری' ملکۂ کوہسار ایک پُراسرار ہستی تھی۔ اس کا انگیجمنٹ بھی یقیناً اسی کی طرح اسرار و رموز کے حریری پردوں میں لپٹا ہو گا۔ میں نے اس کی بات سننے کا فیصلہ کر لیا اور گہری نظر سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے' بتاؤ کہ تم کون سا منصوبہ لے کر میرے پاس آئی ہو؟''

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھتی رہی پھر نہایت ہی پرتاثر انداز میں گویا ہوئی۔ ''وجدان! آج چھٹے دن کی صبح ہے۔ مجھے یقین ہے' تم آٹھ دن کی صبح تک تل ابیب میں ہو۔ اس کے بعد یروشلم روانہ ہو جاؤ گے..... اپنی ساحل کے ساتھ!'' وہ معنی خیز انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے لمحے بھر کو متوقف ہوئی پھر اپنے منصوبے کی تفصیل کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ ''میں یہ چاہتی ہوں' جب تک تم تل ابیب میں ہو' میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ رہوں اور..... ہر لمحہ تمہیں حاصل کرتی رہوں لیکن یہ اصولاً اور عملاً ممکن اور مناسب نظر نہیں آتا کیونکہ اسی عرصے کے دوران میں تمہیں ساحل کو حاصل کرنے کے لیے جان توڑ کوشش کرنا ہے۔ میں تمہاری مجبوری کو سمجھتی ہوں لہٰذا میں نے اپنی خواہش کو تھوڑا محدود کر دیا ہے یعنی اگر تم اس بات کے لیے تیار ہو جاؤ کہ آنے والی دو راتیں تم مکمل طور پر میرے ڈسپوزل پر ہو گے تو میں مصالحت کے لیے تیار ہوں لیکن ان راتوں کا ایک ایک لمحہ تمہیں خود سپردگی کی کیفیت میں گزارنا ہو گا۔ میں تمہیں اس قدر حاصل کرنا چاہتی ہوں کہ دل سے تمہاری تمنا رخصت ہو جائے۔ وجدان! تم میری محبت کی شدت کا تصور نہیں کر سکتے۔''

جذبات کی شدت اور احساسات کی حدت کے باعث

اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور سانسوں کے تلاطم سے ظاہر ہوتا تھا' وہ صدیوں کا سفر بھاگ کر طے کرنے کے بعد میری قربت میں پہنچی ہے۔ اس کے خطرناک عزائم کو سمجھنے کے لیے کسی خاص عقل کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اگر زبان کو زحمت نہ بھی دیتی تو اس کا انگ انگ اسی تقاضے کا امین اور پیامبر تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں منزل پر پہنچ کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ میرے اندر کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا' میں نیلگری کے کسی دام میں قدم نہ رکھوں۔ وہ میرے ارادوں کو آزمانے اور میری نیت کو جانچنے کے لیے اتنی حسین' دلکش اور خودفراموش پیشکش لے کر آئی ہے اور خود کو اس نے اس دلفریب پیشکش کا چیتنا چنگھاڑتا ہوا اشتہار بنا رکھا ہے۔ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی ڈانواں ڈول نہیں ہونا چاہئے۔ اس تنبیہی سوچ کے متوازی ایک اور سوچ کی لہریں بھی بہہ رہی تھیں' کوئی چپکے چپکے میرے ذہن کی سماعت میں یہ الفاظ ٹپکا رہا تھا..... ''وجدان! تم ناپید حسن کے خزانے اور لازوال جوبن کے دفینے سے منہ موڑ کر خود کو دنیا کا احمق ترین ناشکرا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

میرا ذہن انہی متضاد سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ نیلگری نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔ وہ اس دوران میں کافی حد تک اپنے جذبات پر قابو پا چکی تھی۔ ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے کہنا شروع کیا۔ اس کا ایک ایک لفظ فیصلہ کن اور اٹل تھا جیسے یہ اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہو۔

''وجدان! اگر تم یہ دوراتیں میرے نام کر دو' حصول کی راہ میں کسی رکاوٹ کو نہ آنے دو اور کسی ہچکچاہٹ یا گریز سے کام نہ لو تو میں سمجھوں گی میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوگئی۔ میں وعدہ کرتی ہوں اس خواہش کی تکمیل کے بعد میں ہمیشہ کے لیے تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی۔''

''نہیں..... قطعی نہیں!'' میں یکدم اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ مجھے اپنی آواز اجنبی سی لگی۔

وہ بھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ''میں جانتی ہوں وجدان! یہ تم نہیں بول رہے ہو بلکہ تمہارے اندر کوئی اور بول رہا ہے۔'' اس کا انداز خواب ناک ہوگیا۔ ''وہ جو تم سے ہزاروں میل دور دنیا کی چھت پر بیٹھا ہے اور تمہارا ہونے والا سسر بھی ہے۔ وہی نہیں چاہتا کہ اس کی فرزندی میں آنے والا..... خیر چھوڑو۔ میں تم سے کچھ اور کہہ رہی تھی۔''

اتنا کہہ کر وہ متوقف ہوئی تو مجھے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئی کہ اس کا سیدھا سیدھا اشارہ چیف لاما چنگ فورن پوشی کی جانب تھا۔ عین ممکن تھا وہ صد فیصد درست کہہ رہی ہو۔ وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

''وجدان! میں نے جن دو راہوں کا تم سے تھوڑی دیر پہلے ذکر کیا ہے' ان میں سے ایک یعنی پہلی راہ کھول کر میں نے تمہارے قدموں میں بچھا دی تھی لیکن تم نے بڑی قطعیت سے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے کہا تھا نا' اگر تم پہلی راہ کو مسترد کردو گے تو میں تمہیں دوسری راہ پر چلنے کے لیے مجبور کردوں گی۔ میں تو پیار محبت سے یہ مسئلہ حل کرنے آئی تھی لیکن تمہیں زور زبردستی ہی اچھی لگتی ہے تو ٹھیک ہے۔ اب کسی موقع پر مجھے کوئی الزام نہ دینا وجدان!''

اس کے چیلنج کرنے والے انداز نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا۔ پتا نہیں وہ کیسی خطرناک دھمکی دے رہی تھی۔ کرسی سے تو وہ اٹھ کر کھڑی ہی ہوچکی تھی۔ جب اس نے قدم اٹھایا تو ایک تجسس میرے اندر انگڑائی لے کر بیدار ہوگیا۔ میری اضطراری نگاہ اس کے مخملیں سراپا پر سے پھسل کر نشیلی آنکھوں تک جا پہنچی۔ میں نے گمبھیر آواز میں استفسار کیا۔

''نیلگری! تم اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر جارہی ہو۔ دوسری راہ کے بارے میں تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔''

''انصاف طلب منصف! تمہارے تقاضے پر مجھے شدید حیرت ہورہی ہے۔'' وہ تلخی سے بولی۔ ''جہاں تک دوسری راہ کا تعلق ہے تو یہ میں نے کافی عرصہ پہلے تمہیں بتا دی تھی' جب تم نئے نئے ساحل کے قریب آئے تھے۔ تمہاری یادداشت اتنی کمزور کب سے ہوگئی وجدان؟''

اس نے ایک لمحے کا توقف کرکے بڑی شوخ نگاہ سے مجھے دیکھا اور اپنی بات پوری کرتے ہوئے بولی۔ ''تم نے اپنی مرضی سے پہلی راہ کو بند کرکے میری خواہش کی تکمیل کے لیے دوسری راہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں تمہارے حصول سے دستبردار نہیں ہوسکتی وجدان!'' اس کی آواز شدتِ جذبات سے بھرا گئی۔ ''آج کے بعد جو بھی عورت تمہاری تنہائی میں پہنچ کر حصول اور وصول کی حدود کو چھوئے گی' اس کے اندر تم مجھے پاؤ گے..... مجھے' نیلگری کو!''

میں ایک دم سناٹے میں آگیا۔ اس نے بات ہی ایسی کہہ دی تھی کہ دماغ گھوم کر رہ جائے..... اور واقعی اس وقت میرا دماغ گھوم رہا تھا۔ وہ میری اتھل پتھل کیفیت کو نظرانداز کرتے ہوئے ایک شانِ بے نیازی سے میرے پاس سے

گزری اور سبک خرامی سے واش روم کی سمت قدم اٹھانے لگی۔ مجھے یوں محسوس ہوا' شنیل کا کوئی تھان متناسب جنبشوں کے ساتھ پھسلتے' لچکتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہو۔ وہ متوازن اور دلکش چال کا عمدہ نمونہ پیش کررہی تھی۔

میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''نیلگری! تم اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میں تمہاری کسی چال کو کامیاب ہونے دوں گا۔ تم ہمیشہ مجھے آج ہی کی طرح ثابت قدم پاؤ گی۔''

''تمہاری آج کی ثابت قدمی میں تو کسی اور کا ہاتھ ہے۔'' وہ میری جانب رخ پھیرے بغیر بولی۔ ''آئندہ کے لیے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان اپنے مقامات بدلتا رہتا ہے اور یہی ''وقت'' فیصلہ کرے گا کہ مستقبل میں کون کس کو تسخیر کرتا ہے۔ گڈ بائے!''

اس نے الوداع کہتے ہوئے بھی میری جانب دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اس کے انداز میں ایک اعتماد اور یقین جھلکتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا اس نے جو کہا ہے وہ کرگزرے گی۔ اس کا یہ دعویٰ انتہائی تشویش ناک' فکرانگیز اور روح تک کھڑے کردینے والا تھا لیکن میں نے اسے زیادہ اہمیت نہ دی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے مہین تو لیے میں لپٹا سمٹا ہوا وہ ریشمی سراپا اسی ہوش ربا انداز میں واش روم میں داخل ہوگیا جیسے کچھ دیر پہلے وہاں سے نمودار ہوا تھا۔

ایسا شہابی طلوع وغروب میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

☆.....☆

پانی گرنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

میں نے بے ساختہ واش روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ پانی گرنے کی آواز واش روم کے اندر سے ابھر رہی تھی۔ نیلگری نے واش روم میں داخل ہوتے ہی ایک جھٹکے سے دروازہ بند کردیا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے جھانک کر واش روم کے اندر دیکھا تھا۔ واش روم صوفیہ کے وجود سے خالی نظر آیا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا' اس پانی کے گرنے کا تعلق نیلگری سے ہے۔

لیکن مجھے یقین تھا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ نیلگری اسرار کے ایک مجموعے کا نام تھا۔ وہ چلتی پھرتی حسن کی جادوگری تھی' جوبن کا طلسم کدہ تھا۔ مجھے یقین تھا' اس مرتبہ جب واش روم کا دروازہ کھلے گا تو وہاں سے صوفیہ نمودار ہوگی..... اور پھر ایسا ہی ہوا۔

پانی گرنے کی آواز اچانک رک گئی۔ چند لمحات تک واش روم میں خاموشی چھائی رہی۔ یوں لگا جیسے اندر موجود شخص لباس پہن رہا ہو۔ پھر اس خاموشی کا دورانیہ ختم ہوگیا اور اگلے ہی لمحے میں نے اپنے یقین کو عملی صورت اختیار کرتے دیکھا۔ صوفیہ نے واش روم کا دروازہ کھولا اور بڑے نارمل انداز میں باہر نکل آئی۔

میں یک ٹک اس کی شکل دیکھتا چلا گیا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو وجدان؟'' صوفیہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''کک..... کچھ نہیں!'' میں نے جلدی سے کہا۔

''کچھ تو ہے۔'' وہ میرے قریب آتے ہوئے بولی۔ ''پندرہ بیس منٹ پہلے جب میں شاور لینے کے لیے واش روم میں گئی تو تم بے خبر سو رہے تھے اور اب.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑا اور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے متوحش لہجے میں بولی۔ ''..... یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم آئن اسٹائن سے بھی بڑا کوئی کارنامہ انجام دینے کے لیے فکرمند ہو۔ کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے؟''

''ہاں صوفیہ!'' فرار کا راستہ نظر آتے ہی میں نے دوڑ لگا دی۔ ''تم نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ واقعی میں ایک دہشت ناک خواب ہی سے بیدار ہوا ہوں۔''

وہ میرے چہرے کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ ''جاؤ' شاور لے کر اپنے ذہن کو فریش کرلو۔ مجھے یقین ہے رات کو سوتے وقت تم سلوان اور بیگن سے متعلق کوئی خطرناک پلاننگ کرتے رہے ہو۔ تمہارا یہ دہشت ناک خواب اسی پلاننگ کا عکس ہوسکتا ہے۔''

میں کسی بحث میں پڑنے کے بجائے واش روم میں گھس گیا۔

صوفیہ باہر رہ گئی لیکن اس کی ایک بات میرے ذہن سے چپک کر واش روم کے اندر چلی آئی۔ اس نے کہا تھا' پندرہ بیس منٹ پہلے وہ مجھے سوتا ہوا چھوڑ کر شاور کی غرض سے واش روم میں داخل ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق نیلگری نے کم از کم آدھا گھنٹا ہوٹل کے اس کمرے میں سنسنی خیز گفتگو میں مصروف رہ کر گزارا تھا۔ جب صوفیہ نے پندرہ بیس منٹ کا ذکر کیا تو میں نے بے ساختہ دیوار گیر کلاک کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ کلاک آٹھ بیس کا وقت بتا رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے صوفیہ نے ٹھیک آٹھ بجے بستر چھوڑ دیا ہوگا۔ آٹھ بجے ہی ربی موشے ہاتمن اپنے سیکرٹری ہرشل حنان کے ساتھ یونیورسٹی سے نکلا تھا۔ میں اس وقت چونکہ آنکھیں بند کیے ربی کے ماحول میں موجود تھا لہٰذا صوفیہ نے مجھے بے خبر سوتا ہوا تصور کرلیا پھر جب ربی اینڈ کمپنی ڈیڈ سی

(بحرِ مردار) کے قریب پہنچے تو لگ بھگ آٹھ بیس کا وقت تھا اور اسی وقت صوفیہ کی دل خراش چیخ نے مجھے تھرڑ آئی کا شٹر گرانے پر مجبور کیا تھا۔ میں نے دونوں ظاہرہ آنکھیں کھول کر کمرے میں اسے بڑی تشویش سے تلاش کیا تھا اور ایک آدھ منٹ کے بعد صوفیہ کے بجائے نیلگری بڑے طمطراق کے ساتھ واش روم سے برآمد ہوئی تھی۔ اگر وہ ٹھیک آٹھ بیس پر بھی میری نگاہ میں آئی تھی تو پھر وہ آدھا گھنٹا کہاں چلا گیا جس میں اس نے مجھ سے ہوشربا آزمائشی میٹنگ کی تھی کیونکہ اس کے جانے کے بعد جب صوفیہ شاور لے کر نکلی تو دیوار گیر کلاک آٹھ بیس کا وقت بتا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا نیلگری نے کائنات کے کوٹے میں سے آدھا گھنٹا وقت چرا کر مجھ سے ''ملاقات'' کی تھی۔

اس خیال نے میرے اندر ایک سنسناہٹ سی دوڑا دی اور میں شاور لینے کے دوران میں مسلسل اسی کے بارے میں سوچنے لگا..... اور پھر سوچتا ہی چلا گیا۔

نیلگری کا یہ ایک بہت ہی مختلف اور انوکھا انداز سامنے آیا تھا۔ میں اس پر جتنا بھی حیران ہوتا' کم تھا بلکہ میرا خیال ہے میں حیران سے زیادہ پریشان تھا۔ اس نے ایک عجیب و غریب دھمکی نما چیلنج کر کے مجھے گہری تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں اسی نیلگری سے ملا ہوں جو کرسٹل کے ٹوٹے ہوئے جسمے کی صورت میں پہلی مرتبہ مجھے رتنا پارک گھنٹہ دو میں ''دکھائی'' دی تھی۔ وہ تو ایک دوسری ہی نوعیت کی نیلگری تھی۔ سہمی' سمٹی ہوئی بے بس اور لاچار۔ میں نے اسکاچ ٹیپ کی مدد سے اس کرسٹل کے جسمے کو بڑی محنت کے بعد جوڑ دیا تھا۔ اس کام کے لیے نیلگری میری احسان مند تھی۔ جب ہم میں تھوڑی بے تکلفی پیدا ہو گئی تو اس نے مجھے اپنے مصائب اور مجبوریوں سے آگاہ کر دیا۔ گوتم بھوش نامی ایک یوگی مخصوص چاپ کر کے اس کو اپنی تحویل میں لینا چاہتا تھا اور نیلگری اسی بات سے خوفزدہ تھی کیونکہ گوتم بھوش منفی سوچ رکھنے والا ایک بدعنوان یوگی تھا۔ نیلگری اپنی آزادی سے محروم ہو کر گوتم بھوش کے ہاتھوں کھلونا بننے کو قطعاً تیار نہیں تھی۔ وہ بدباطن اور خبیث یوگی نیلگری کی پُراسرار شکتیوں پر قابض ہو کر پتا نہیں کون کون سے فتنے کھڑے کرتا اسی لیے نیلگری نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں گوتم بھوش کو اس خطرناک چاپ کی تکمیل سے روک دوں اور میں نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر یہ مشکل کام بھی کر ڈالا تھا۔ گوتم بھوش کے عبرت نام انجام کے بعد نیلگری کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ میرے اسی کارنامے سے متاثر ہو کر اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر میں اس کا بتایا ہوا ایک مخصوص چاپ مکمل کر لوں تو وہ میرے قبضے میں آ جائے گی۔ اس کی آرزو تھی کنیز بن کر ساری عمر میرے قدموں میں گزار دے۔

ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں چاپ جیسی کسی خرافات میں نہیں پڑ سکتا تھا اور نہ ہی مجھے کنیزیں یا غلامان پالنے کا کوئی شوق تھا۔ نیلگری حسن و خوب صورتی کا مرقع تھی' اس پر اس کی پُراسرار شکتیاں سونے پر سہاگا کا اثر رکھتی تھیں۔ میں اس سے اچھے اور جاں نثار دوستوں والے مراسم تو رکھ سکتا تھا لیکن اس کی خواہش کو پورا کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ اپنی ضد پر ڈٹی رہی۔ اس طرح ہمارے درمیان فاصلہ کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا گیا۔ یہ ٹھیک ہے ساحل اور میری تنہائی میں آنے والی دیگر عورتوں کے حوالے سے وہ مجھے پہلے بھی اس قسم کی دھمکی دے چکی تھی جیسے خطرناک عزائم کا اظہار اس نے آج کیا تھا۔ اس وقت میں نے نیلگری کے اس دعوے کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی لیکن اب صورتِ حال خاصی سنگین نظر آ رہی تھی۔ یہ بات وہ پہلے بھی ڈھکے چھپے الفاظ میں مجھے جتا چکی تھی کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور مجھے صرف اور صرف اپنی پرائیویٹ بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔ وہ کسی دوسری عورت کو میری قربت سے فیض یاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

پھر جب وہ اس پیش گوئی کے بعد اچانک غائب ہو گئی کہ مجھے اپنے پاس آنے پر مجبور کر دے گی تو میں یہی سمجھا کہ وہ مجھ سے مایوس ہو گئی ہے چنانچہ آئندہ میری طرف کا رخ نہیں کرے گی۔ ازاں بعد میں سنسنی خیز حالات کی چکر پھیریوں میں اس طرح الجھا کہ نیلگری کے بارے میں سوچنے کا موقع نہ مل سکا۔ جب نیویارک میں اس نے خفیہ انٹری دینا شروع کی تو میں چونکا۔ اس کے بعد سے وہ گاہے بہ گاہے اسی خفیہ اور پُراسرار انداز میں میرے ماحول میں آتی جاتی رہی اور اب..... وہ بے نفس ایک رنگین اور سنگین معاہدہ کرنے میرے پاس چلی آئی تھی۔

آج کی ملاقات میں اس نے بڑے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے چاہتی ہے' میرے حصول کی تمنا میں وہ کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے بڑا خطرناک راستہ نکالا تھا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا' وہ اپنی آرزو میں کامیابی حاصل کر پاتی ہے یا نہیں۔ بہرحال میں نے اس کی ایک ایک ادا اور انداز میں بغاوت کو جھلکتے دیکھا تھا۔ میرے حصول کی شدت نے اس کی

سوچ کو منفی راہ پر ڈال دیا تھا۔ اس کے خیالات کو معقول اور صحت مند قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ جو کچھ بھی کرنے جا رہی تھی' اپنی دانست میں اسے اپنا حق سمجھتی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ کسی دوسرے کا حق چھیننے کی منصوبہ سازی میں مصروف تھی۔

ان نامراد اور ناآسودہ لمحات میں شاید وہ اس فلسفے کی حامی بن گئی تھی کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔

نیلگری کی مثبت اور منفی سوچوں کے ساتھ الجھتے ہوئے میں نے ایک بھرپور شاور لیا اور ٹھیک نو بجے واش روم سے باہر نکل آیا۔ اس شاور نے ذہن کے غبار کو بڑی حد تک دھو کر میری سوچ کو فریش اور بدن کو تر و تازہ کر دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم تیار ہو کر کمرے سے نکل آئے۔ اس ''تیاری'' میں میرے چہرے کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ میں اس وقت مصری باشندے یوسف الظاہری کی آئی ڈی استعمال کر رہا تھا لہٰذا چہرے کی کنٹی نیوٹی کا خیال رکھنا ضروری تھا۔ میں خود بھی میک اپ کے حوالے سے وسیع معلومات رکھتا تھا اور صوفیہ بھی اس سلسلے میں ایک مشاق معاون کا کردار ادا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھی۔

نیچے آنے کے لیے ہم لفٹ میں سوار ہوئے تو صوفیہ نے پوچھا۔ ''ناشتا اسی ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں کیا جائے یا باہر جانے کا ارادہ ہے؟'' ایک لمحے کے توقف سے وہ اضافہ کرتے ہوئے بولی۔ ''مجھے تو ٹھیک ٹھاک بھوک محسوس ہو رہی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''باہر چلنا زیادہ مناسب ہے۔ ذرا آؤٹنگ بھی رہے گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ تائیدی انداز میں بولی۔ ''لیکن کسی قریبی ریسٹورنٹ کا رخ کرو۔ مجھے بھوک.....''

''زائن گیٹ ریسٹورنٹ کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔

اس نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''نیک خیال ہے۔ زائن گیٹ کی کوالٹی اور ڈائیٹنگ کو ہم پہلے بھی چیک کر چکے ہیں اور یہ ریسٹورنٹ ہمارے ہوٹل سے زیادہ دور بھی نہیں۔''

اتفاقِ رائے کے بعد ہم نے زائن گیٹ ریسٹورنٹ کا رخ کیا۔ زائن گیٹ (ZION GATE) ہینو راسٹریٹ پر واقع تھا۔ گزشتہ رات ہم نے اسی ریسٹورنٹ میں ڈنر کیا تھا۔ وہاں کے کھانوں کو ہم نے خوش ذائقہ اور صاف ستھرا پایا تھا۔

ایک ''صحت مند'' اور صحت بخش ناشتا سرو کیا گیا تو صوفیہ نے چھری کانٹے کا استعمال کرتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔ ''چپ چپ کیوں ہو؟''

''آں..... نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''ہوں.....!'' وہ میری طرف دیکھے بغیر بولی۔ ''اگر ایسی بات نہیں ہے یعنی تم چپ چپ نہیں ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم حلق کے بل چلا رہے ہو۔ اپنے شور سے تم نے یہ ریسٹورنٹ سر پر اٹھا رکھا ہے' ہوں؟''

''نہیں..... اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر کیسی بات ہے؟'' وہ الفاظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

میں سمجھ گیا' وہ سنجیدہ شرارت کے موڈ میں ہے۔ اگر میں نے اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تو وہ بات میں سے بات نکال کر یونہی میرا ناطقہ بند کیے رکھے گی۔ ویسے اس کا اندازہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ میں قدرے خاموش اور چپ چپ تو تھا اور میری یہ کیفیت نیلگری سے ہونے والی ہوشربا اور توبہ شکن ''ملاقات'' کے سبب تھی۔ میں لاشعوری طور پر شاید اسی کے اور اس کی دھمکی کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن ظاہر ہے' صوفیہ کو میں نیلگری کا قصہ تو نہیں سنا سکتا تھا لہٰذا اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ دیا۔

''ہو سکتا ہے تم نے ایسا محسوس کیا ہو لیکن میں سمجھتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں۔ شاید نیند پوری نہ ہونے کے سبب میں کچھ ڈل سا ہو گیا ہوں۔ بہرحال ناشتے کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ایک بات تو بتاؤ۔'' وہ ہاتھ روک کر براہِ راست میری آنکھوں میں جھانکنے لگی' تاہم آواز اتنی دھیمی تھی جو ہمارے سوا کسی اور کی سماعت تک رسائی حاصل نہ کرتی۔

میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ ''کون سی بات؟''

''تم کبھی لاجواب بھی ہوئے ہو؟'' اس نے استفسار کیا۔

''ہاں' کیوں نہیں۔ حسن اور ہنر کے سامنے لاجواب ہونے میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے؟'' میں نے جواب دیا۔

وہ بولی۔ ''کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو میں حسین ہوں اور نہ ہی ہنرمند؟''

''ہرگز نہیں۔'' میں نے نفی میں گردن ہلائی۔ ''تم بلاشبہ ایک حسین و جمیل اور ہنرمند لڑکی ہو۔''

''اگر تم یہ بات تسلیم کرتے ہو تو پھر میں یہی کہوں گی کہ تم

حسن اور ہنر کے سامنے بھی لاجواب نہیں ہوتے۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''بلکہ اپنی لاجوابی کو تم اپنی توہین سمجھتے ہو۔''

''کیا کہہ رہی ہو؟'' میں الجھ کر رہ گیا۔ ''کیا تم نے مجھے لاجواب کرنے کی کوشش کی تھی؟''

''تو اور کیا کر رہی ہوں؟'' وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں بولی۔

میں نے بدستور الجھن زدہ انداز میں کہا۔ ''میں اب بھی نہیں سمجھا' تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟''

وہ چند لمحات تک ٹٹولتی ہوئی نگاہ سے میرے دل کا حال جاننے کی کوشش کرتی رہی پھر دوبارہ چھری کاٹنے کے ساتھ مصروف ہوتے ہوئے دھیمے لہجے میں بتانے لگی۔

''میں جب نہا دھو کر واش روم سے نکلی تھی تو تمہیں شدید الجھن میں کھڑے دیکھا تھا۔ میں نے جب اس الجھن کا سبب دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھے ہو۔ ابھی ناشتا کرتے ہوئے مجھے ایک شرارت سوجھی اور میں نے ایک منصوبے کے تحت تم سے پوچھ لیا..... چپ چپ کیوں ہو؟'' وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے رکی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''مجھے ایک سو ایک فیصد یقین تھا' تم کہو گے کہ یہ اسی ڈراؤنے خواب کا اثر ہے لیکن تم نے میرے منصوبے کی ایسی تیسی کر کے رکھ دی۔ اگر تم میرے حسب توقع جواب دیتے تو میں اس ڈراؤنے خواب کی تفصیل پوچھتی۔ اس طرح مجھے تمہیں لاجواب کرنے کا موقع مل جاتا۔''

''صوفیہ! تم لفظوں میں بات کر کے خواہ مخواہ سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کیوں کر رہی ہو؟'' میں نے بے زاری سے کہا۔ ''اس تفصیل سے میرے لاجواب ہونے کا کیا تعلق ہے؟''

وہ بڑے رسان سے بولی۔ ''مجھے یہ امید تھی کہ ڈراؤنے خواب کے ذیل میں تم کہتے ایک خوفناک صورت والے خبیث چھپکلے کو دیکھ کر تم پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ تم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ اسی لمحے میں تمہیں یاد دلاتی کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا آئندہ کبھی تمہاری زبان پر کسی چھپکلے کا نام آئے گا' نہ کروکوڈائل کا اور نہ ہی ایلی گیٹر کا۔ بتاؤ میری اس بات سے تم لاجواب ہوتے کہ نہیں؟''

سخت احمق ہے وہ شخص جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ عورت کو سمجھ گیا ہے۔ صدیوں سے عورت ایک پہیلی ہے اور پتا نہیں کب تک یہ پہیلی ہی رہے گی۔ اس کو بوجھنے میں توانائی صرف کرنے کے بجائے اس کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ سمجھ میں آ سکتی تو پھر پہیلی کیوں ہوتی۔ یہ پہیلی ہے تو پھر سمجھ میں کیونکر آ سکتی ہے؟

میں یک ٹک صوفیہ کے چہرے کو دیکھتا چلا گیا۔ اس کے حسن اور خوب صورتی میں کوئی کلام نہیں تھا۔ رعنائی اور دلربائی بھی کسی تعریف یا تعارف کی محتاج نہیں تھی۔ وہ خود اپنا انٹرو تھی۔ میں جانتا تھا' وہ ایک دلکش اور دلچسپ پہیلی ہے جسے سمجھنا ممکن نہیں لہٰذا میں نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی حالانکہ اس نے مجھے لاجواب کرنے کے لیے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کوڑیاں جمع کی تھیں اور اس مقصد کے لیے اتنا پیچیدہ طریقۂ کار اختیار کیا تھا کہ میں جواب میں کم از کم سوالیے سیدھے استفسارات پر مشتمل ایک طویل سوال نامہ اس کی خدمت میں پیش کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' صرف اتنا کہا۔

''صوفیہ! تم تو اتنی اسمارٹ اور ڈیشنگ ہو کہ اگر مجھے ہلکا سا اشارہ بھی کر دیتیں تو میں اسی لمحے لاجواب ہو جاتا۔ ایسے معمولی سے کام کے لیے تم نے خواہ مخواہ اتنی زیادہ ذہنی مشقت کی؟''

وہ بے یقینی سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم اتنے سیدھے نظر تو نہیں آتے؟''

اس کے استفسار میں ایک خاص نوعیت کی سنسناہٹ جھلکتی تھی' لہجہ بھی خاصا تمتمایا ہوا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کبھی آزما کر دیکھ لینا۔''

''ضرور آزماؤں گی۔'' وہ بدستور میری آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے بولی۔

صوفیہ کے اس جملے نے میرے رگ و پے میں ایک اضطراب سا بھر دیا۔ اس نے کچھ ایسے انداز میں یہ جملہ ادا کیا تھا جیسے مجھے کوئی بہت بڑا چیلنج کر رہی ہو۔ میں صوفیہ کی بات پر غور کر ہی رہا تھا کہ سوچ کے کسی کھلے در بیچے سے نیلگری وارد ہو گئی۔ اس کے تصور کے ساتھ ہی میں نے اپنے وجود میں ایک سرد لہر کو گزرتے ہوئے محسوس کیا۔ سب سے پہلا خیال ذہن میں یہی ابھرا کہ کہیں نیلگری اس وقت صوفیہ کے اندر تو موجود نہیں؟

یہ خیال ایک خطرناک اور سنسنی خیز سوال تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے تشویش میں مبتلا ہوا۔ اس تشویش میں گہرا تفکر بھی شامل تھا لیکن اگلے ہی لمحے میں نے اپنے احساسات پر قابو پا لیا۔ اگر نیلگری صوفیہ کے اندر موجود بھی تھی تو مجھے کسی خدشے یا اندیشے میں پڑنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔

میرے اور صوفیہ کے درمیان ایک میز حائل تھی' اس کے علاوہ زائن گیسٹ ریسٹورنٹ میں اس وقت ہمارے علاوہ بھی آٹھ دس افراد موجود تھے۔ نیلگری نے اپنی واردات کے لیے تنہائی اور قربت کا جو معیار قائم کر دیا تھا وہ یہاں کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا لہٰذا نیلگری کا خطرہ اس وقت مجھ پر ''لاگو'' نہیں ہوتا تھا۔

اس نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا..... آج کے بعد جو بھی عورت تمہاری تنہائی میں پہنچ کر حصول اور وصول کی حدود کو چھوئے گی' اس کے اندر تم مجھے پاؤ گے..... مجھے نیلگری کو!

اسی سوچ کے ساتھ میں گہری نگاہ سے صوفیہ کو گھورتا چلا گیا۔ جلد ہی مجھے احساس ہو گیا' نیلگری کے حوالے سے میرا شک بے بنیاد تھا۔ وہ یہاں آس پاس کہیں موجود نہیں تھی۔ اس احساس سے مجھے خاصی تقویت محسوس ہوئی اور یہ بھی پتا چلا کہ نیلگری کی خوفناک دھمکی کے نتیجے میں میرے اعصاب پر اچھا خاصا دباؤ ہے ورنہ صوفیہ کی معنی خیزی کے نتیجے میں میرا دھیان فوراً نیلگری کی طرف نہ جاتا۔ اس اعصابی دباؤ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یوگا کی مشقیں بہت ضروری تھیں خصوصاً سانس کی مشق اور وہ بھی پرانایم..... (PRANYAM) پچھلے کچھ دنوں سے چیف لاما کی ہدایت کے مطابق سانس روکنے کی پریکٹس کر رہا تھا لیکن اسرائیل میں داخل ہونے کے بعد میری ظاہری اور باطنی تینوں آنکھیں اس قدر مصروف رہی تھیں کہ میں خاطر خواہ سانس کی مشق نہیں کر پایا تھا۔

''تم مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہو؟'' صوفیہ کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

سچ بولنا یعنی نیلگری کا ذکر کرنا سوال و جواب کا ایک کشادہ در کھولنے کے مترادف ہوتا لہٰذا میں نے اسے گھما دیا۔ ''میں گھور نہیں رہا صوفیہ بلکہ ''غور'' کر رہا ہوں۔ اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ اگر تم اسی رفتار سے ناشتا کرتی رہیں تو پھر ریسٹورنٹ کا بل ادا کرنے کے لیے مجھے ورلڈ بینک سے قرضہ لینا پڑے گا۔ لگتا ہے تم ریسٹورنٹ کا کچن صاف کیے بغیر یہاں سے نہیں اٹھو گی۔''

ادھر میری بات ختم ہوئی ادھر صوفیہ کو اچھو ہو گیا۔ وہ بری طرح کھانسنے لگی۔ میں نے پانی کا گلاس پیش کر دیا۔ چند لمحات کے بعد اس کی کھانسی ختم ہو گئی۔ وہ بولنے کے قابل ہوئی تو بولی۔

''لگا دی نا نظر!''

''اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے صوفیہ!''

''وجدان!'' وہ میٹھی ناراضی سے بولی۔ ''تمہاری زبان بڑی کالی ہے۔''

میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''میری نظر خراب اور زبان کالی ہے۔ نظر لگی تو تمہیں اچھو ہو گیا۔ اگر غلطی سے زبان لگ گئی تو کیا ہو گا؟''

اس نے مجھے ایسی پُرمعنی نگاہ سے دیکھا جیسے بہ زبانِ خاموشی کہہ رہی ہو ان تلوں میں تیل کہاں؟ اگلے ہی لمحے کندھے اچکا کر اس نے باڈی لینگویج سے یہ جواب دیا..... آئی ڈونٹ کیئر۔ اٹ ڈزنٹ میٹر!

تھوڑی دیر بعد ہم ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔ وہ دن میں نے گھوم پھر کر تل ابیب دیکھنے کے لیے مختص کر دیا۔ ساحل کو ربی موشے ہائمن کی کسٹڈی سے نکالنے کا منصوبہ میرے ذہن میں پک کر پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں مجھے کچھ تیاری کرنا تھی۔ میں نے صوفیہ کو سلوان اور بیگن کے بارے میں تفصیلاً بتا دیا تھا۔ بہائی گارڈن اپارٹمنٹس میں واقع اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی مجھے چند گھنٹوں کے لیے اپنے ایک خاص مقصد کے لیے استعمال کرنا تھا۔ میں ساحل کو آزاد کروانے کے بعد سیدھا اس اپارٹمنٹ پر لے آتا۔ یہ رات آٹھ بجے سے لے کر صبح تین بجے کے درمیان کوئی سے بھی چند گھنٹے ہو سکتے تھے کیونکہ اس دوران میں وہ اپارٹمنٹ بالکل خالی رہتا تھا۔ مذکورہ اپارٹمنٹ پر ساحل کو میک اپ کی جدید ہنرمندی سے صوفیہ بنا دیا جاتا۔ پھر ہمارے راستے جدا ہوتے۔ صوفیہ اپنے بڑے ہیڈ الٹھامس کی ہدایت پر عمل کرتی اور میں ساحل کے ساتھ یروشلم کا رخ کرتا..... جو اس وقت صوفیہ کے روپ میں ہوتی۔

گزشتہ رات ہم نے بہائی گارڈن اپارٹمنٹ کا ایک دورہ کیا تھا اور وہاں کے بارے میں ہمیں اچھی خاصی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ اپنی انہی معلومات کو بڑھانے کی خاطر ہم ایک مرتبہ پھر شالوم اسٹریٹ پر واقع مذکورہ اپارٹمنٹ بلڈنگ میں پہنچے۔ اس مرتبہ ہم ایک ساتھ نہیں تھے بلکہ ہم نے اپنی آمد میں پانچ منٹ کا وقفہ کر رکھا تھا تاکہ دن والی ریسپشنسٹ رولین کو یہ پتا نہ چل سکے کہ ہم کسی خاص مشن پر کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اس طرف آتے ہوئے میں نے صوفیہ کو خصوصی ہدایات دے دی تھیں۔

بہائی گارڈن اپارٹمنٹس بلڈنگ ایک جنانی رہائشی منصوبہ تھا۔ دس منزلہ یہ عظیم الشان عمارت خاصے لمبے چوڑے رقبے پر پھیلی ہوئی تھی جس میں پورے نوے

اپارٹمنٹس تھے۔ ہر منزل پر نو اپارٹمنٹس واقع تھے جن میں چھوٹے بڑے ہر کیٹگری کے اپارٹمنٹس شامل تھے۔ اس طرح دس منزلوں میں کل نوے اپارٹمنٹس تھے۔ منزل کی شناخت انگریزی حروف تہجی سے کی گئی تھی۔ یعنی پہلی منزل کے لیے اے (A) استعمال ہوتا تھا اور دسویں منزل کے لیے جے (J) اس ترتیب کے تحت سلطان اور بیگن کا اپارٹمنٹ ستائیس۔سی دراصل تیسری منزل کا آخری اپارٹمنٹ تھا۔ اٹھائیس نمبر سے چوتھی منزل یعنی ڈی (D) شروع ہوجاتی تھی۔عمارت میں نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے آنے جانے کے لیے تیز رفتار چار لفٹس چوبیس گھنٹے خدمت کے لیے تیار رہتی تھیں۔تل ابیب کو جدید مغربی طرز پر آباد کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے لہٰذا جہاں جو بھی خودکار نظام نصب کیا گیا تھا 'وہ انتہائی تسلی بخش حالت میں کام کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ میری معلومات کے مطابق وہ چاروں لفٹس بھی کبھی کسی رہائشی کو خراب نہیں ملتی تھیں یا اگر وہ کبھی کسی ''موسمی بیماری'' میں مبتلا ہو بھی جاتیں تو ''ڈاکٹر'' فوراً انہیں ''اٹینڈ'' کرکے ''بھلا چنگا'' کردیتا تھا۔

میں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اس بلڈنگ کا انتخاب ایک خاص وجہ سے کیا تھا۔ وہ اتنی آباد اور بھری پری رہائشی عمارت تھی کہ بھول کر بھی کسی کا دھیان اس طرف نہیں جاسکتا تھا کہ کوئی اس عمارت کا ایک اپارٹمنٹ اتنے حساس اور خطرناک کام کے لیے بھی استعمال کرسکتا۔ ایسے کاموں کے لیے عموماً الگ تھلگ اور ویران ٹھکانے تلاش کیے جاتے ہیں۔زیادہ بھیڑ بھاڑ اور آبادی والے علاقوں سے دور رہنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان مضبوط بنیادوں پر وہ عمارت میرے مشن کی کامیابی کے لیے انتہائی موزوں اور محفوظ تھی خاص طور پر اس حوالے سے بھی کہ رات آٹھ سے صبح تین بجے تک اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔سی خالی اور لاک رہتا تھا چنانچہ اس پیریڈ کے دوران میں کسی کی مداخلت کا اندیشہ بھی نہیں تھا۔ اگر کوئی ناگہانی اُفتاد نہ ٹوٹ پڑتی تو رادی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

میں بڑے اعتماد سے چلتے ہوئے ریسپشن پر پہنچ گیا۔ احتیاطاً میں نے اپنی آنکھوں پر سن گلاسز لگالیے تھے۔ اس چشمے کے سیاہ شیشوں کے عقب میں میری آنکھیں پوشیدہ ہوگئی تھیں۔ میں نے ریسپشنسٹ کی طرف ایک بے باک دعوتی مسکراہٹ اچھالی اور اس کے پیچھے دیوار پر آویزاں بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہیلو روسلین! ڈی۔تھرٹی فور۔''

میں نے بڑی ہوشیاری سے یہ چال چلی تھی۔ اس جملے کا مطلب تھا میں چوتھی منزل کے اپارٹمنٹ نمبر چونتیس میں جانا چاہتا ہوں۔ دیوار پر آویزاں بورڈ پر ڈی۔تھرٹی فور کے آگے لکھے کسی مرنڈا ڈیوڈ کا نام بھی میں نے پڑھ لیا تھا۔

روسلین بڑے دلکش انداز میں مسکرائی۔ نام کی طرح اس کی شخصیت اور سراپا بھی بڑا ''روسلینا'' یعنی رسیلا تھا۔ اس نے تعاون آمیز لہجے میں کہا۔ ''نائٹ ڈی۔تھرٹی فور..... بٹ تھرٹی فور ڈی۔ او کے؟''

اس نے بڑے شیریں انداز میں میری تصحیح کی تو میں نے جلدی سے کہا۔ ''تھینک یو! آئی مین اٹ۔ میں مرنڈا ڈیوڈ سے ملنے آیا ہوں۔''

اس نے میرا نام دریافت کیا۔ میں نے مائیکل بتایا۔ اس نے انٹرکام کا استعمال کیا اور مجھے اوپر جانے کی اجازت دے دی۔ اس اجازت میں اتفاق اور میرے اعتماد کا برابر کا ہاتھ تھا۔

میں نے روسلین کو اس کے نام سے بھی پکارا تھا جس سے اجنبیت کافور ہوگئی تھی۔ ویسے بھی جنس مخالف سے اگر نرمی اور شائستگی سے بات کی جائے تو آدھا کام ویسے ہی ہوجاتا ہے۔

صوفیہ مجھ سے پانچ منٹ پہلے بلڈنگ میں داخل ہوئی تھی۔ اسے بھی اسی طریقۂ کار پر عمل کرکے اوپر جانا تھا۔ وہ جب ریسپشن اور لابی میں مجھے کہیں نظر نہ آئی تو میں نے سمجھ لیا' میری طرح وہ بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکی ہے۔ میں بہ آہستگی لفٹس کی جانب بڑھ گیا۔

ہمارے درمیان یہ طے تھا کہ ہم فرداً فرداً تیسری منزل پر پہنچیں گے پھر ایک۔ساتھ ہوجائیں گے۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں ''سی۔منزل'' پر تھا۔ جب میں ایک لفٹ سے برآمد ہوا تو دوسری طرف لفٹ کے سامنے صوفیہ کو ایسے کھڑے پایا جیسے وہ لفٹ کا انتظار کررہی ہو۔ ہم دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں تو ہم دھیرے سے مسکرائے پھر ایک طرف چل دیئے۔ صوفیہ نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنا نام روز مین بتایا تھا اور وہ اس عمارت کے رہائشی ہالون میلکم سے ملنے آئی تھی۔ ہالون میلکم سگسٹی۔جی میں رہتا تھا۔

اس وقت بہائی گارڈن اپارٹمنٹس کا دورہ کرنے کے میرے دو مقاصد تھے۔ نمبر ایک' میں اس عمارت کو اپنی ظاہری آنکھوں سے اچھی طرح دیکھنا چاہتا تھا' خصوصاً تیسری منزل یعنی ''سی'' کو۔ ستائیس۔سی کو میں نے باطنی آنکھ کی مدد سے اچھی طرح اندر سے دیکھ اور ذہن نشین کرلیا تھا۔ باہر سے اس کے محل وقوع کو جانچنا باقی تھا۔ نمبر دو' ریسپشن والی دیوار پر آویزاں بورڈ پر لکھے ناموں سے ہمیں مزید دو ناموں کا انتخاب کرنا تھا تاکہ آئندہ انہیں کام میں لایا جاسکے۔

ہم نے آئندہ پندرہ بیس منٹ میں یہ دونوں کام بخیر و خوبی انجام دے لیے۔ میں نے ''ایٹی فور جے'' میں رہنے والی سینڈرا روزینے کو اپنے ذہن میں سرکل کیا اور صوفیہ نے ''فورٹی نائن۔ ایف'' کے رہائشی سیموئل ڈکنز کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرلیا پھر ہم دس منٹ کا توقف رکھ کر بہائی گارڈن اپارٹمنٹس بلڈنگ سے باہر نکل آئے۔ رخصت کے وقت میں خوبرو روسلین کو پُرجوش ''بائے' بائے'' کرنا نہیں بھولا تھا۔

بہائی گارڈن اپارٹمنٹ سے وہ بنگلا زیادہ دور نہیں تھا جہاں میری ساحل کو ایک آرام دہ اور پُرآسائش قفس میں رکھا گیا تھا۔ میں صوفیہ کے ساتھ پیدل ہی اس سمت چل پڑا۔ راستے میں' میں نے صوفیہ کو ساحل اور ربی موشے ہائمن کے بارے میں کچھ اور مفید اور ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسے یہ بھی بتادیا کہ آج رات میں اسے فائنل منصوبے سے آگاہ کروں گا۔

ہم ٹہلنے والے انداز میں شالوم اسٹریٹ سے نکل کر ہرمن اسٹریٹ پر آئے' پھر آگے بڑھتے ہوئے شیردون اسٹریٹ میں داخل ہوگئے۔ اس اسٹریٹ نے بالآخر ہمیں اس پوش رہائشی علاقے میں پہنچادیا جہاں وہ بنگلا واقع تھا جس پر مجھے دھاوا بولنا تھا۔ اس وقت دوپہر ہونے کو چلی تھی۔ دنیا کے دیگر پوش علاقوں کے مانند وہاں بھی خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ وہاں کے مکین ماحول سے بے خبر صرف اور صرف اپنے مکانوں سے واسطہ رکھتے تھے۔

ہم لگ بھگ آدھے گھنٹے تک اس علاقے کی مختلف گلیوں میں بڑے نارمل انداز میں مٹرگشت کرتے رہے۔ میں نے ساحل والے بنگلے کو چاروں جانب سے گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ اس بنگلے کا اندرونی ماحول میری تیسری آنکھ کو از بر تھا۔ باہر کا محل وقوع اور گرد و پیش کی اونچ نیچ کو ظاہرہ دونوں آنکھوں نے اپنے حافظے میں محفوظ کرلیا۔ پوری تسلی کے بعد ہم اس علاقے سے نکل آئے۔ اس بنگلے میں داخل ہونے کی باقی پلاننگ مجھے تھرڈ آئی کے توسط سے کرنا تھی۔

ٹھیک۔دو بجے دوپہر ہم ''رماط رافیل اسٹریٹ'' سے گزر رہے تھے۔ وہ دن تل ابیب کی سیر و تفریح کے لیے مخصوص تھا اس لیے مقصد سے اور بلا مقصد ہم اِدھر سے اُدھر گھومتے پھر رہے تھے۔ رماط رافیل اسٹریٹ میں ہمیں ایک ریسٹورنٹ پسند آگیا۔ ہم نے ٹیکسی' بس کے علاوہ اچھا خاصا پیدل سفر بھی کیا تھا۔ ناشتا کیے اب لگ بھگ چار گھنٹے گزر گئے تھے لہٰذا ہم دونوں بھوک محسوس کررہے تھے۔ ہم شیبا ہیبرون (SHEBA HEBRON) نامی اس ریسٹورنٹ میں جا بیٹھے۔

''شیبا ہیبرون'' کوئی ''زائن گیٹ'' کے پائے کا ریسٹورنٹ تو نہیں تھا مگر پھر بھی اس کے کھانوں کا معیار کافی اچھا تھا۔ ہمیں وہاں کوالٹی اور ذائقہ دونوں ہی مل گئے۔ ہم نے وہاں کم و بیش ایک گھنٹا گزارا۔ اس دوران میں ہم نے لنچ کے ساتھ ہی اچھا خاصا ریسٹ بھی کرلیا۔ تین بجے کے قریب ہم شیبا ہیبرون سے نکلے اور دوبارہ تل ابیب کی سیر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

شام کے وقت ہم ''رماط ریشون'' کی طرف نکل گئے۔ رماط ریشون کا علاقہ زیادہ تر شاپنگ ایریا پر مشتمل ہے۔ یہیں پر ایک بہت بڑی سپر مارکیٹ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس سپر مارکیٹ کا نام ہیروڈ (HEROD) تھا۔ ''ہیروڈ'' کو آپ کراچی کی امپیریس مارکیٹ یا پھر لاہور کی ٹولنٹن مارکیٹ تصور کرلیں۔ ایک ہی جگہ پر روزمرہ ضروریات کی تمام اشیا دستیاب تھیں۔ میں نے ہیروڈ سے اپنے مطلب کی اچھی خاصی خریداری کرڈالی جس میں نارنج' نائیلون کی مضبوط رسی' کارکوچ اسپرے' چند بجلی کے کم وزنی آلات' ایک خوبصورت خنجر جس کا پھل دو دھاری اور چھ انچ لمبا تھا۔ دستے کی لمبائی کم و بیش چار انچ تھی۔ یہ خنجر اپنے خوشنما کور کے ساتھ تھا۔ ایک شولڈر بیگ جسے بوقتِ ضرورت ہینڈ بیگ بھی بنایا جاسکتا تھا اور اسی نوعیت کی مزید چند چھوٹی موٹی اشیا۔ ان تمام چیزوں کو بیگ میں بھرنے کے بعد ہم ایک کیمسٹ کے پاس پہنچ گئے۔

''شاؤل کیفز'' نامی یہ اسٹور خاصا بڑا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا' وہاں دنیا کی ہر دوا اور کیمیکل دستیاب ہوگا۔ میں نے ایک سیلز مین سے کہا۔

''مجھے چوہے مار دوا چاہیے لیکن وہ ایسی زود اثر ہو کہ چند سیکنڈ میں چوہے کا کام تمام کردے۔ میں ان خبیثوں سے سخت پریشان ہوں۔''

میں نے سن رکھا تھا مصر میں کنگ سائز چوہے پائے جاتے ہیں اور ان کا سائز کم و بیش بلی کے بچے کے برابر ہوتا ہے اور بعض تو نوجوان بلی کے برابر بھی جسامت رکھتے ہیں۔ ان جسیم چوہوں کے خوف سے مائیں اپنے نوزائیدہ اور شیرخوار بچوں کو گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتیں ورنہ بچے کے ''اغوا'' کا کم از کم شدید زخمی ہونے کا خطرہ ہر وقت موجود

رہتا ہے۔ اسرائیل اور اُردن بھی چونکہ مصر ہی جیسی ارضی اور جغرافیائی کیفیات کے حامل تھے اس لیے مجھے امید تھی تل ابیب کے اس کیمسٹ کے پاس ان دیو قامت چوہوں کا کوئی شافی علاج ضرور موجود ہوگا۔

شاؤل کیفر کے سیلز مین نے بڑی توجہ سے میری بات سنی اور اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''ابھی دو دن پہلے ہی ایک زبردست ''ماؤس کلر'' مارکیٹ میں آئی ہے۔ آپ اس کو ضرور ٹرائی کریں۔ یہ ایک بے بو اور بے ذائقہ سفید سفوف ہے۔ چوہے ٹماٹر اور ہری مرچ کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ آپ کے گھر میں جن مقامات پر چوہوں کی زیادہ آمدورفت ہو وہاں ان کی مرغوب غذا کو سفوف لگا کر رکھ دیں۔ بے بو اور بے ذائقہ ہونے کے سبب چوہے بڑی آسانی سے دام میں آجائیں گے۔ اس طرح آپ انہیں کامیابی سے شکار کرلیں گے۔ اس دوا کی ایک حیرت انگیز خاصیت بھی بتادوں۔'' وہ لمحے بھر کو متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''عام دواؤں کو کھانے کے بعد چوہے گھر بھر میں دوڑتے پھرتے ہیں اور جہاں قضا لکھی ہو وہاں پاگلوں اور دیوانوں کی طرح گر کر ختم ہوجاتے ہیں۔ اگر وہ کسی بھاری سامان کے پیچھے موت کو گلے لگالیں تو ان کو وہاں سے نکالنا ایک مصیبت ہے۔ اس سے بھی بڑی مصیبت یہ کہ ان کی ڈیڈ باڈی سے بڑی ناگوار بدبو اٹھ کر پورے گھر میں پھیلنے لگتی ہے جبکہ ''زونا'' ماؤس کلر ایک منفرد انداز میں کام کرتا ہے۔ اس میں زنک اور نائٹروجن کے ساتھ ایک مخصوص پائزن کو شامل کیا گیا ہے۔ جیسے ہی یہ سفوف چوہے کے پیٹ میں جاتا ہے' وہ وہیں پر چند سیکنڈ کے اندر ڈھیر ہوجاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی ڈیڈ باڈی میں ایک خاص انداز کی ڈی کمپوزیشن شروع ہوجاتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مردہ چوہے کا جسم راکھ کے ڈھیر میں بدل جاتا ہے۔ نہ کوئی ناگوار بدبو اور نہ ہی ڈیڈ باڈی کی تلاش کا جھنجٹ۔ ہے نا مزے کی بات؟''

کیمسٹ کے سیلز مین نے بات ختم کرکے سوالیہ نظر سے میری جانب دیکھا تو بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔ ''واقعی' زونا ماؤس کلر ایک حیرت انگیز اور قابلِ تعریف سفوف ہے۔''

''پھر کتنی ڈبیا آپ کو دے دوں؟'' سیلز مین نے پوچھا۔

میں نے احتیاطاً استفسار کیا۔ ''ایک ڈبیا کی کیا قیمت ہے؟''

مجھے خدشہ تھا وہ شخص معلومات کی فراہمی کو بھی بل میں کہیں شامل نہ کردے لیکن خیریت گزری اور یہ ثابت ہوگیا' تمام یہودی ایک ہی درجے کے چالباز اور مکار نہیں ہوتے۔ وہ بھی ہاتھ کی انگلیوں کے مانند ہی ہوتے ہیں۔ سیلز مین نے میرے سوال کے جواب میں بتایا۔

''ایک ڈبیا تین نیوشیکل کی ہے اور یہ کم از کم دس تندرست چوہوں کی موت کا بندوبست کرسکتی ہے۔''

میں نے چھ نیوشیکل ادا کرکے زونا (ZONA) ماؤس کلر کی دو ڈبیا خرید لیں۔ یہ دوا مجموعی طور پر بیس چوہوں کی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔ میرا چوہوں کے شکار کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے وہ مہلک اور زود اثر دوا کسی اور ہی مقصد کے لیے حاصل کی تھی۔ شاؤل کیفر کیمسٹ اینڈ ڈگسٹ سے نکل کر ہم کوشر سینٹر کی طرف بڑھ گئے۔

کوشر سینٹر ہیرڈ سپر مارکیٹ کے اندر ہی واقع ہے۔ آپ اسے حلال جانوروں کے گوشت کا مرکز سمجھ لیں۔ ''کوشر سینٹر'' میں چڑیا سے لے کر اونٹ تک ہر حلال پرندے اور جانور کا گوشت دستیاب ہوتا ہے۔ میں نے ایک کلوگرام بیف پارسل کروالیا۔ یہ بیف بغیر ہڈی کے دو بڑے پارچہ جات پر مشتمل تھا جن میں سے ہر پارچہ کم و بیش آدھے کلوگرام وزن کا تھا۔ قصاب نے دونوں پارچوں کو بڑی مہارت سے صاف کرکے دو الگ الگ سیلوفین بیگ میں پیک کردیا پھر یہ ٹرانسپیرنٹ پیکٹس ایک براؤن کاغذی ہینڈ کیری میں رکھ کر مجھے تھمادیئے۔ ہم ''ہیرڈز'' سے باہر نکلے تو رات کے نو بج رہے تھے۔

اب واپسی کا مسئلہ درپیش تھا۔ ہوٹل ٹاپ میں قدم رکھنے سے پہلے ہمیں ڈنر سے بھی نمٹنا تھا کیونکہ پھر باہر نکلنے کا موڈ نہ ہوتا۔ ہوٹل ٹاپ کے ڈائننگ ہال اور ریسٹورنٹ میں اعلیٰ قسم کا کھانا دستیاب تھا لیکن ہم دانستہ باہر کھانے کو فوقیت دے رہے تھے تاکہ خود کو کھلنڈرے اور بے پروا قسم کے ٹورسٹ ثابت کرسکیں جو کسی ہوٹل کو محض ایک سرائے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ڈنر کے لیے ہم نے ''دی ٹیسٹ'' کا انتخاب کیا۔ یہ ریسٹورنٹ بیت نہام کے علاقے میں واقع ہے۔ دی ٹیسٹ اسم بامسمّیٰ ثابت ہوا۔ ہم نے وہاں شکم سیر ہوکر کھانا کھایا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔

ٹھیک گیارہ بجے رات ہم ''بیت نہام'' کے علاقے سے واپس بن یہودہ اسٹریٹ پہنچ گئے جہاں ہوٹل ٹاپ استادہ تھا۔ اسی ہوٹل کے کمرا نمبر ''فائیو زیرو ایٹ۔ ٹوئن شیئر'' میں ہمارا عارضی قیام تھا۔

آج دن بھر ہم اردو میں سفر میں رہے تھے اور اچھا خاصا انگلش والا سفر بھی کیا تھا۔ مٹرگشت اور روڈ ماسٹری نے ہمیں تھکا دیا تھا۔ میں نے ہوٹل کے کمرے کو اندر سے لاک کیا اور فریش اپ ہونے کے بعد ہم اپنے اپنے بیڈ پر پہنچ گئے۔

میں نے آنکھیں بند کرکے یوں ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے سونے جارہا ہوں۔ یہ محض اس لیے تھا کہ صوفیہ مجھے ''ڈسٹرب'' نہ کرے۔ میں سونے سے پہلے مختلف محاذوں پر جھانکنا چاہتا تھا اور اس کے لیے مکمل یکسوئی کی ضرورت تھی۔ پورا دن ظاہرہ آنکھیں استعمال ہوتی آئی تھیں۔ اب تیسری یعنی باطنی آنکھ کے استعمال کا وقت تھا۔

سب سے پہلے میں نے اپنی جانِ جگر کا تصور کیا۔ نام آتے ہی اس کے خدوخال میری نگاہ میں حل جاتے تھے۔ اس کا حسین مکھڑا میری تھرڈ آئی کے سامنے چمکا تو میں اس روشنی کی انگلی پکڑ کر اس کے ماحول میں اتر گیا۔

ساحل ''حسبِ دستور'' بیڈ روم نامی سونے کے آرام دہ پنجرے میں موجود تھی۔ وہ اس وقت اپنے بیڈ پر دراز تھی اور بند آنکھیں ظاہر کرتی تھیں' وہ یا تو سو چکی ہے اور یا پھر سونے ہی والی ہے۔ بیڈ روم میں زیرو پاور بلب کی مخصوص نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں چند لمحات تک یک ٹک خوابیدہ حسن کا نظارہ کرتا رہا۔ ساحل کے سینے کا زیر و بم اس کی خیریت اور تندرستی کا پتا دیتا تھا۔ میں مطمئن ہوکر اس کے بیڈ روم سے ''نکل'' آیا۔

دوسرا اہم آدمی ربی موشے ہائمن تھا۔ اس تک براہِ راست میری رسائی ممکن نہیں تھی لہٰذا میں نے ہرشل حنان کے نقش و نگار کو اپنے تصور میں اجاگر کیا اور تھرڈ آئی کے توسط سے اس کے ماحول کا حصہ بن گیا۔

ہرشل بڑا پڑھا کو اور خدمت گزار بچہ ثابت ہورہا تھا۔ میں جب بھی اس کے ماحول میں پہنچا' اسے یا تو ربی کی ''مٹھی چاپی'' میں مصروف پایا تھا اور یا پھر کسی کتاب کے مطالعے میں غرق پایا تھا۔ پتا نہیں وہ کس امتحان کی تیاری کررہا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک ضخیم کتاب کھولے اسی چھوٹے سے کمرے میں ایزی چیئر پر بیٹھا تھا جہاں اس نے ربی کو بلائے جانے والے دودھ کی اسکریننگ کی تھی۔ میں نے آج صبح ان تینوں کو اسرائیل اردن کی سرحد ''شیخ حسین بارڈر'' پر بحرِ مردار کے قریب چھوڑا تھا۔ میں یہ نہیں دیکھ سکا تھا وہ ڈیڈ سی کے کنارے کون سا ڈیلی گیم کھیلنے گئے تھے۔ ایک تیز اور دل خراش نسوانی چیخ نے مجھے ڈیڈ سی کے قرب سے اٹھا کر ہوٹل ٹاپ کے کمرے میں لا کھڑا کیا تھا۔

ہرشل کی اپنی مخصوص کمرے میں موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ ربی موشے ہائمن بھی اس وقت اسی بنگلے میں' اپنے بیڈ روم میں ہوگا۔ ہرشل' ربی کا سیکریٹری تھا اور رُم کے مانند ربی کے ساتھ بندھ کر وہیں پہنچ جاتا تھا جہاں ربی کو جانا مقصود ہوتا..... اور یہ میرے لیے تقویت کا باعث تھا۔ ویسے وہاں کے سیٹ اپ سے یہی لگتا تھا وہ بنگلا ربی کی آماجگاہ تھا اور میری ساحل کو اس نے اپنے یہاں ''اکاموڈیٹ'' کررکھا تھا۔

ہرشل کے انہماک کو دیکھ کر میرے ذہن میں تجسس جاگا کہ دیکھوں تو وہ اتنی دلچسپی سے کون سی کتاب کا مطالعہ کررہا ہے۔ میں اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزر کر مذکورہ ضخیم کتاب تک پہنچ گیا۔ شکر ہے وہ اس وقت کوئی انگلش تحریر پڑھ رہا تھا۔ میں نے چند سطریں مطالعہ کیں تو میرے پورے وجود میں سنسناہٹ ہونے لگی۔ وہ کوئی نہایت ہی گھلا ڈالا ناول تھا۔ بس یہی غنیمت تھا کہ وہ ہاتھ تصویر نہیں تھا' تاہم اس کے ہاتھ میں ہونے نے بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ میں تھوڑی سی کوشش کے بعد اس ناول کے ٹائٹل تک نگاہ پہنچانے میں کامیاب ہوگیا اور وہاں پر موجود رائٹر کا نام دیکھ کر ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔ وہ جیکی کولنز کا ایک ہوشربا اور تحریکی ناول تھا۔ میں ہرشل حنان کو اس کے شوق میں مشغول چھوڑ کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اس کے بعد میں نے بیگن کی خبر لی۔ وہ بالائی منزل والے دونوں سیکورٹی گارڈز کے ساتھ بیٹھا گپ شپ کررہا تھا۔ میں ان کے ماحول سے نکل کر سلوان کے پاس پہنچا۔ وہ میرے قدموں تلے یعنی ہوٹل ٹاپ کے کچن میں اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔ میں نے اس کے ماحول کو بھی خیرباد کہا اور اپنے کمرے میں حاضر ہوگیا۔

اسی لمحے مجھے نیلگری کا خیال آگیا۔ وہ ایک مرتبہ بھی میری تھرڈ آئی کے تجربے میں نہیں آسکی تھی۔ میرے دل میں ایک اور کوشش کی خواہش ہوگی۔ وہ جس نوعیت کی دھمکی دے کر گئی تھی' اس کے بعد ضروری ہوگیا تھا کہ گاہے بہ گاہے اس کی خبر رکھی جائے لیکن افسوس کہ میں اس کے ماحول کو چھونے میں ناکام رہا۔ اس سے مجھے قدرے مایوسی بھی ہوئی۔

انسان کی خواہش بڑی عجیب و غریب شے ہے۔ اس جذبے کو کسی خانے میں فٹ کرکے اس کے لیے کوئی مساوات یا فارمولا وضع نہیں کیا جاسکتا۔ آج صبح ہوٹل کے اسی کمرے میں نیلگری سراپا نیاز بنی میری کرم نوازی کی منتظر تھی۔ حریری تولیے میں سے اس کے بدن کی ایک ایک اٹھان بہ زبانِ

خاموشی مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی رہی تھی لیکن میں اس کے جسم سے نگاہ چرا کر طویل خشک مکالموں میں مصروف رہا اور اب..... محض اتنی سی بات کے لیے مایوس ہورہا تھا کہ میری تھرڈ آئی کی بے قراراتگی اس کے ماحول کو چھونے میں ناکام ہوگئی تھی۔ پتا نہیں یہ گریز اور طلب کا کون سا امتزاج تھا۔ میں ان لمحات میں ایک ایسے جز کے لیے مچل رہا تھا جس کے کل کو صبح نظر انداز کر چکا تھا۔

نیلگری کا خیال کسی بگولے کے مانند میرے ذہن میں چکراتا رہا اور اس چکراہٹ کے دوران میں مجھے ایک شرارت سوجھی۔ میں نے سوچا کیا نیلگری کو دھوکا دیا جاسکتا ہے؟ وہ مجھے ایک سنگین دھمکی دے کر گئی تھی۔ یہ چیک کرنا چاہئے تھا وہ اپنے دعوے میں کس حد تک راسخ ہے۔ اس کے عزائم وہی ہیں جن کا وہ اظہار کر کے گئی تھی یا پھر وہ اموشنل بلیک میلنگ کے ذریعے اپنے کام نکالنے اپنی بات منوانے میرے پاس آئی تھی۔

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں کھول کر صوفیہ کی طرف دیکھا۔ اس وقت ہم دونوں ہوٹل کے کمرا نمبر پانچ سو آٹھ میں بند تھے۔ یہ ایک طرح سے نیلگری کی ''واردات'' کے لیے موزوں ترین سیٹنگ تھی۔ اگر میں اپنے اور صوفیہ کے درمیان موجود فاصلے کو کسی طرح ختم کر دیتا تو اصولی طور پر نیلگری کو اپنا دعویٰ پورا کرنے کے لیے صوفیہ کے اندر آجانا چاہیے تھا۔ میں جو تجربہ کرنے جارہا تھا وہ انتہائی خطرناک تھا لیکن اگر میں اپنی اداکاری میں ثابت قدم رہتا اور اسے ایک رول پلے سمجھ کر پلے کرتا تو نیلگری کے دعوے کی صداقت اور خطرناکی کو پرکھا جاسکتا تھا۔ ویسے مجھے خود پر اتنا اعتماد تھا کہ نیلگری مجھے ٹریپ نہیں کر سکے گی۔ اگر اس نے واقعی مجھ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ بات مجھ سے چھپی نہیں رہ سکے گی اور پھر اسے منہ کی کھانا پڑے گی۔

اگر کسی شخص کے بدن کے کسی حصے میں کوئی گولی پیوست ہوجائے تو آپریشن کے ذریعے اس گولی کو نکالنا ناگزیر ہوجاتا ہے ورنہ زہر پھیلنے کے بعد زندگی کو موت کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ میں نے نیلگری کا کانٹا نکالنے کے لیے خود کو ایک چھوٹے سے سرجیکل ٹیسٹ کے لیے تیار کرلیا۔

صوفیہ سونے کی کوشش میں بے کیف کروٹیں بدل رہی تھی۔ مہین نائی کے اندر اس کے اعضا کی اضطراری جنبشیں بیڈشیٹ کو شکن آلود کررہی تھیں۔ میں بڑی محویت سے اسے دیکھتا چلا گیا۔ وقفے وقفے سے اس کے بدن کا اضطراب بیڈشیٹ پر شکنوں کی صورت اختیار کرتا رہا لیکن جب اس سے کوئی اطمینان بخش نتیجہ برآمد نہ ہوا تو وہ ریشمیں تکیے کو اپنے سینے میں دبوچ کر نیم اوندھی ہوگئی۔ اس کی گرفت میں آیا ہوا تکیہ مجھے بڑی مشکل میں دکھائی دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب تب میں اس کی سانس رک جائے گی۔ وہ مقابلۃً گداز سے دستبردار ہونے کے لیے سخت بے چین تھا۔

میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے آواز دی۔

''صوفیہ.....!''

''اوں۔'' اس نے اوندھے پڑے پڑے مخمور آواز میں یک لفظی جواب دیا۔

میں نے پوچھا ''تم ابھی تک سوئی نہیں ہو؟''

''سونے ہی کی کوشش کررہی ہوں۔'' اس نے بوجھل آواز میں کہا۔

میں نے کہا ''لیکن تمہیں اس کوشش میں کامیابی نہیں ہورہی اور میں اس کی وجہ بھی جانتا ہوں۔''

''کیا وجہ ہے؟'' اس نے اپنی پوزیشن میں کوئی تبدیلی لائے بغیر پوچھ لیا۔

''بزرگوں نے کہا ہے' آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''تم سے ہی بھول سرزد ہورہی ہے۔ تمہیں نیند نہ آنے کا سبب بھی یہی ہے۔''

''وہاٹ ڈو یو مین؟'' اس نے بڑی ادا..... سے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا۔

میں اس کے چہرے کو پوری طرح دیکھ نہ سکا۔ سیاہ ناگنوں نے صوفیہ کے دلکش خدوخال کو اپنی آغوش میں سمیٹ رکھا تھا۔ میں نے ایک لمحے تک گہری نگاہ سے اسے دیکھا اور کہا۔

''میں نے تمہیں بتایا تھا نا' رات کو میں تمہیں اپنے فائنل منصوبے سے آگاہ کروں گا لیکن تم میری سنے بغیر ہی بستر پر دراز ہوگئیں۔ آج کا کام تو آج ہی مکمل ہونا چاہیے نا!''

''اوہ! میں تو واقعی اس بارے میں تم سے پوچھنا بھول گئی۔'' وہ چونکے ہوئے لہجے میں بولی پھر قدرے ہوشیار آواز میں کہا ''میں سن رہی ہوں۔ بتاؤ تم نے کیا فائنل کیا ہے؟''

میں سمجھ رہا تھا' وہ بات ختم کرتے ہی اٹھ کر بیٹھ جائے گی اور پوری توجہ سے میری طرف دیکھنے لگے گی لیکن اس نے میری توقع پوری نہیں کی۔ وہ تکیے کو گرفت میں رکھتے ہوئے بستر پر لیٹے لیٹے ہی میری بات سننا چاہتی تھی۔

میں نے کہا ''اتنی دور سے کیسے بتاؤں۔ میرے پاس آجاؤ۔''

اس نے یکلخت گردن اٹھا کر حیرت بھری نظر سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس کی آنکھوں اور چہرے پر بے یقینی کو الجھن کے ساتھ گتھم گتھا پایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اعتبار نہ ہو' میں اسے اپنے پاس بلا رہا ہوں۔ وہ میرے بلاوے کو شاید اپنی ساعت کا دھوکا سمجھی تھی۔

وہ چند لمحات تک متعجب انداز میں مجھے تکتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس مسکراہٹ میں دلکش آزمائش بھی شامل تھی۔ اس نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔

''تم آجاؤ نا۔''

میں خاموشی سے اٹھا اور صوفیہ کے بستر پر پہنچ گیا۔

آئندہ ایک گھنٹے تک ہم ایک دوسرے کو منصوبے کی باریکیاں سمجھاتے رہے۔

اس دوران میں مجھے ایک لمحے کے لیے بھی محسوس نہ ہوا کہ نیلگری ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا' اس نے مجھے اپنے دباؤ میں لانے کے لیے وہ سنگین دھمکی دی تھی ورنہ اسے دعوے کے مطابق فوراً وہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ وہ نہیں پہنچی' تاہم اس کی آمد کا دھڑکا ننگی تلوار بن کر ہر پل میرے حواس پر لٹکتا رہا۔ میں اس وقت دو محاذوں پر مصروف تھا۔ یہ مصروفیت قدرے کم ہوئی تو میں نے ایک بے آواز جملے کے ساتھ نیلگری کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا ''چل جھوٹی.....!''

پربتوں کی شہزادی نیلگری نے اپنا مقصد حاصل کرنے کی خاطر بڑے ڈرامائی انداز میں مجھے بے وقوف بنایا تھا۔ میں بھی شاید یہی کررہا تھا۔

☆☆☆

سات مئی کی صبح بڑی شفاف اور نکھری نکھری سی تھی۔ ماحول میں ایک خاص قسم کی فرحت اور تروتازگی پھیلی محسوس ہوئی۔ فضا میں آسودگی ہی آسودگی رچی بسی نظر آتی تھی۔ ہم دونوں خود کو مطمئن اور فریش پارہے تھے۔ ذہن کا غبار دھل چکا تھا۔ اس کی جگہ ایک خمار نے لے لی تھی۔ جسم و جاں پر ایک سرور بخش کیفیت طاری تھی۔

اس روز ناشتا ہم نے کمرے ہی میں منگوا کر کیا۔ باہر جانے کا موڈ نہیں ہورہا تھا۔ ویسے بھی اس ہوٹل میں وہ میرا آخری دن تھا۔ میں نے سات اور آٹھ مئی کی درمیانی رات یعنی آنے والی رات کو ساحل والے بنگلے میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور اس سلسلے میں مجھے کچھ ضروری تیاری بھی کرنا تھی۔ میں پورے بندوبست کے ساتھ ہی ہوٹل سے نکلنا چاہتا تھا کیونکہ رات کو مجھے واپس یہاں نہیں آنا تھا۔ جب میں ساحل کو حاصل کرلیتا تو پھر ہمارا رخ تل ابیب سے یروشلم کی طرف ہوجانا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہوئے تو صوفیہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''تم نے اپنے منصوبے کا ایک حصہ تو مجھ سے چھپا ہی لیا؟''

''کون سا حصہ؟'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

وہ بولی۔ ''گوشت والا حصہ!''

''جو حصہ چھپ گیا ہے اسے اب ظاہر کردیتا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے میں اٹھا اور بیڈروم فریج کے پاس آگیا۔ گزشتہ روز میں کوشر سینٹر سے ایک کلوگرام بیف دو پارچوں کی صورت میں پیک کروالایا تھا۔ یہ گوشت فریج میں رکھا تھا۔ صوفیہ نے اسی گوشت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میں نے سیلوفین بیگ میں پیک گوشت کے وہ پارچے نکال لیے پھر صوفیہ سے کہا۔ ''آجاؤ' تمہیں گوشت والا حصہ دکھاتا ہوں۔''

وہ میرے قریب لپک آئی۔ میں نے تھرڈ آئی کے توسط سے ساحل والے بنگلے میں رات کی تاریکی میں دو خطرناک بل ڈاگز کو' پہرے داری'' کی تیاری کرتے دیکھا تھا۔ بیگن نے انہیں ڈاگ ہاؤس سے باہر نکالنے کے بعد گوشت کے پارچہ جات سے تواضع کی تھی۔ بل ڈاگز کے اس کیپل نے بڑے ذوق وشوق سے بیف کی وہ پارچہ جاتی ضیافت اڑائی تھی جس کے بعد وہ دونوں مخصوص قسم کی چہلوں میں مصروف ہوگئے تھے جس کے نتیجے میں ان کی پرائیویسی کا خیال کرتے ہوئے میں نے اس ماحول کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

مجھے بھی آج رات ہی کسی وقت اس بنگلے میں داخل ہونا تھا اور اس امر کے امکانات کو نظر انداز کردینا سراسر حماقت ہوتی کہ کسی بھی مرحلے میں ان خطرناک چوکیدار کتوں سے ''واسطہ'' پڑسکتا ہے۔ میں نے بیف کے دو کٹنگ سائز پارچے اور چوہے مار دوا بل ڈاگز کی اسی جوڑی کے لئے حاصل کیے تھے۔ بیگن تھال میں سجا کر ان کے لیے جو گوشت لایا تھا' وہ اس نے بالائی منزل والے کچن سے لیا تھا۔ میں نے خود اپنی ہاطنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ ادھیڑ عمر باورچی نے وہ گوشت فریج میں سے نکال کر بیگن کے حوالے کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا بل ڈاگز کی اس جوڑی کو اپنے جسم میں حرارت اور توانائی بھرنے کے لیے خنک گوشت بہت مرغوب تھا۔

میں نے گوشت کے دونوں پارچوں کو سیلوفین بیگز میں

سے باہر نکال لیا پھر خنجر کی مدد سے مخصوص فاصلہ رکھ کر ان پر گہرے ''کٹ'' لگائے۔ صوفیہ بڑی حیرت اور دلچسپی سے مجھے ''کام'' کرتے ہوئے دیکھتی رہی۔ میں نے گوشت کے ہر ٹکڑے پر دو گہرے کٹ لگائے پھر ''زونا ماؤس کلر'' کی ڈبیا کھول لیں۔ کیمسٹ نے بتایا تھا ایک ڈبیا کا سفوف کم از کم دس صحت مند چوہوں کی ہلاکت کے لیے انتہائی کافی ہے۔ دونوں ڈبیا والا سفوف اگر گوشت کے ساتھ شامل ہو کر ان بل ڈاگز کے معدوں میں اتر جاتا تو ان پر بڑا ''شافی'' اثر ہو سکتا تھا۔ بالفرض محال وہ ختم بھی نہیں ہوتے تو یہ بات یقینی تھی کہ وہ میری راہ میں کسی قسم کی مزاحمت..... کرنے کے قابل نہ رہتے۔ وہ اتنا غفیل ہو جاتے یا پھر کہیں کونے میں پڑے خاموشی اور شرافت کے ساتھ اپنی اس کیفیت پر غور فرما رہے ہوتے۔ ان کے حلق سے کوئی آواز برآمد نہ ہوتی..... اور میں بس چاہتا بھی اتنا ہی تھا۔

میں نے ایک ڈبیا کے سفید سفوف کو ایک پارچے کے ''زخموں'' میں اچھی طرح بھر دیا۔ یہی عمل دوسرے پارچے کے ساتھ بھی دہرایا۔ اس کے بعد میں نے بیگ میں سے سوئی دھاگا برآمد کر لیا۔ دیگر ضروری اشیا کے ساتھ ہی میں نے یہ سوئی دھاگا بھی ہیرو ڈ سپر مارکیٹ سے خریدا تھا۔ خاص طور پر دھاگے کے سلسلے میں' میں نے سرخ رنگ کا استعمال کیا تھا۔ اگرچہ وہ گوشت رات کی تاریکی میں بل ڈاگز کے معدوں میں اترتا لیکن میں کسی معمولی سے معمولی معاملے میں بھی بے احتیاطی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے بڑی مہارت سے سوئی دھاگے کا استعمال کرتے ہوئے پارچہ جات کے زخموں کو سی دیا۔ وہ سفوف اگرچہ بے بو اور بے ذائقہ تھا لیکن کتے کے سونگھنے کی مخصوص حس کو تدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ احتیاط برتی تھی۔ اب ان پارچہ جات کو اوپر سے دیکھنے سے یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی کاری گری کی گئی ہوگی۔ ہم رنگ گوشت اور دھاگے نے میری ''رفوگری'' کے جملہ عیوب پر دبیز پردہ ڈال دیا تھا۔

صوفیہ کو میں نے دیگر تفصیلات کے ساتھ ہی بنگلے میں پہرا دینے والے محافظ کتوں کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ گوشت کے ساتھ ابھی میں نے جو کارروائی کی تھی اس کو دیکھنے کے بعد وہ جوشیلے لہجے میں بولی۔

''ایکسیلنٹ! اب تمہارے منصوبے کا چھپا ہوا گوشت والا حصہ سامنے آ گیا ہے۔''

''اس حصے کو جی بھر کر دیکھ لو۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس کی زندگی بہت تھوڑی ہے۔ ممکن ہے آج رات کو یہ بل ڈاگز کے معدوں میں جا چھپے۔''

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگی۔

میں نے ان ''تیار شدہ'' پارچہ جات کو دو بار لباس پہنا دیے۔ وہ سیلوفین بیگز کے اندر پیک کیے گئے تو میں نے ایک مرتبہ پھر فریج میں رکھ دیا۔ اب انہیں اسی وقت باہر آنا تھا جب ہم اپنے مشن پر روانہ ہونے کے لیے ہوٹل سے نکلتے۔

اس روز لنچ کے لیے ہم کہیں نہیں گئے بلکہ ہوٹل ٹاپ کے ڈائننگ ہال کو عزت بخشی اور واپس اپنے کمرے میں آ گئے۔ صوفیہ نے مجھ سے استفسار کیا۔

''کتنے بجے تک نکلنے کا ارادہ ہے؟''

میں نے جواب دیا۔ ''شام سے تھوڑی دیر پہلے ہم کمرا چھوڑ دیں گے۔''

''کیا چیک آؤٹ ہونے کا ارادہ ہے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

''ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم شام میں نکلیں تو دوبارہ اس ہوٹل میں قدم رکھنے کی نوبت نہ آئے۔'' میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن ہوٹل والوں کو ہم اس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں بتائیں گے۔ اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔''

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیسا آئیڈیا؟''

''ہم ہوٹل سے نکلتے وقت اپنا ضروری سامان ساتھ لے لیں گے۔'' میں نے بتایا۔ ''میں اس ہوٹل کے ذمے داروں کو بتاؤں گا کہ ہمیں تل ابیب میں ایک دیرینہ شناسا مل گیا ہے۔ آج رات اس نے ہماری دعوت کی ہے۔ اگر اس دعوت سے جلدی فارغ ہو گئے تو جلد واپس ہوٹل آ جائیں گے اور اگر وہ دعوت ایک حسین رت جگا ثابت ہوئی تو ہم صبح کے وقت وہیں پر سو جائیں گے۔ اس صورت میں ہمیں اس ہوٹل سے چیک آؤٹ ہی سمجھا جائے۔ انہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ میں نے کل شام تک کا کرایہ ادا کیا ہوا ہے۔ یہ کمرا ہم نے تین راتوں کے لیے بک کرایا تھا جن میں سے دو گزر گئیں اور آنے والی رات باقی ہے۔ اصولی طور پر ہمیں کل رات سے پہلے چیک آؤٹ ہونا ہے لہٰذا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم آنے والی رات کہاں گزارتے ہیں۔ وقت مقررہ تک یہ کمرا ہمارے نام ہی رہے گا۔''

''یہ آئیڈیا بہت ہی مناسب ہے۔'' صوفیہ نے سراہنے والے انداز میں کہا۔

میں نے اسے مشورہ دیا۔ ''آنے والی رات کو ممکن ہے ایک لمحے کے لیے بھی آنکھ لگانے کا موقع نہ ملے اس لیے تم چاہو تو تھوڑی نیند لے لو۔''

''تم نہیں لو گے؟'' وہ ایک حشر انگیز انگڑائی لیتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

''کیوں نہیں لوں گا۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''رات کو نیند پوری نہیں ہو سکی۔ میں بھی کم از کم ایک دو گھنٹے ضرور سوؤں گا۔'' بات ختم کرتے ہی میں نے بڑی مسلسل مندی سے ایک طویل مصنوعی جماہی لی۔

ہم دونوں اپنے اپنے بیڈ پر آ گئے۔

اس وقت مجھے نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ میں نے یہ ڈھونگ دو وجوہ کی بنا پر رچایا تھا۔ نمبر ایک میں آنکھیں بند کر کے ''تھرڈ آئی'' تھرڈ آئی'' کھیلنا چاہتا تھا۔ نمبر دو میں چاہتا تھا مجھے سوتا دیکھ کر صوفیہ تھوڑی بہت نیند ضرور لے لے۔ آنے والی رات میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ صوفیہ اس مشن میں میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔ پتا نہیں میرا یہ ساتھی اسے کہاں کہاں لیے پھرتا۔ اسے ایک لمحے کے لیے بھی آرام کا موقع ملتا یا نہیں۔ اگر ابھی وہ تھوڑا سو لیتی تو زیادہ اچھے انداز میں حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکتی تھی۔

میں نے بیڈ پر لیٹتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ ظاہرہ آنکھوں کے شٹر بند ہوئے تو بائیں آنکھ کا درد ہو گیا۔ میں نے تھرڈ آئی کو زحمت دی اور سب سے پہلے اپنی جان تمنا کے ماحول میں پہنچ گیا۔ اب میری اس تصوراتی کارروائی کے دائرے میں وہی لوگ رہ گئے تھے جو اس بنگلے میں موجود تھے' ان میں سب سے اہم ساحل تھی۔

ساحل اپنے مخصوص پُرآسائش قفس میں تھی۔ وہ لنچ سے فارغ ہو چکی تھی اور بستر پر نیم دراز ہو کر ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ٹی وی پر اس وقت کوئی ٹاک شو آ رہا تھا۔ ساحل کی محویت کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا وہ شو خاصا دلچسپ ہوگا۔ میرے دل میں اس خواہش نے انگڑائی لی کہ میں ہاتھ بڑھا کر اپنی انگلیوں کو ساحل کی آنکھوں کے سامنے لہراؤں اور پوچھوں..... کہاں کھوئی ہوئی ہو؟

لیکن افسوس کہ تصوراتی آنکھ کی انگلیاں ہوتی ہیں نہ ہاتھ اور نہ ہی میں اپنی آواز کو ساحل کے ماحول تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ پھر مجھے اپنی اس محرومی کا شدت سے احساس ہوا اور میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ اس سلسلے میں چیف لاما چنگ فورن پوشی سے ضرور بات کروں گا۔ اگر میں تھرڈ آئی کو استعمال کر رہا تھا تو تھرڈ ایئر کو استعمال کرنے کی ممانعت کیوں تھی؟

میں تھوڑی دیر تک ایک جذب کے عالم میں ساحل کو۔۔۔ ٹی وی دیکھتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اس کے ماحول میں ایک طویل اور پُرعزم تصوراتی سرگوشی کرتے ہوئے وہاں سے لوٹ آیا۔

''ساحل! تم نے اپنی قید کی آخری رات بھی گزار لی۔ آج تمہاری رہائی کا دن ہے۔ تمہیں جن ناکردہ جرائم کی سزا دی گئی تھی اس کا ذمے دار سراسر میں ہوں۔ ربی نے میری دشمنی میں تمہیں اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ بندی خانہ چاہے سونے چاندی سے کیوں نہ بنا ہوا ہو اور اسے آرام دہ بنانے کے لیے چاہے اس میں دنیا بھر کا ریشم کیوں نہ بچھا دیا جائے..... وہ قید خانہ ہی رہتا ہے۔ آزاد فضا میں لی گئی ایک سانس ایسے تعیشی کمرے میں گزارے گئے سو سال پر بھاری ہوتی ہے۔ میں آ رہا ہوں ساحل! تم میری وجہ سے اس مصیبت میں پھنسی ہو۔ میں ہی تمہیں اس عذاب سے نکالوں گا۔ آج سونا نہیں..... میرا انتظار کرنا۔ میں ضرور آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔''

میں نے تیسری آنکھ کا زاویہ بدلا اور یکے بعد دیگرے بیگن' سلوان' ادھیڑ عمر باورچی اور ہرشل کی خبر لے لی۔ بیگن اپارٹمنٹ نمبر ستائیس۔ سی میں موجود تھا۔ سلوان ساحل والے بنگلے کی زیریں منزل پر اس فربہ شخص کے ساتھ بیٹھا تھا جو میری نظر میں ہرشل کے اسسٹنٹ کے طور پر کام کرتا تھا۔ باورچی بالائی منزل والے کچن میں جھوٹے برتنوں کے ساتھ نبرد آزما تھا اور ہرشل اس وقت ربی کے پاس اس کے مخصوص بیڈ روم میں تھا۔ میں اس بیڈ روم کے ماحول سے چپک گیا۔

ربی موٹے ہائیکن وہیل چیئر کے بجائے بیڈ پر دراز تھا۔ ہرشل کے علاوہ ایک اور شخص بھی مجھے اس ماحول میں نظر آیا۔ ایک لمحے میں' میں نے اندازہ قائم کر لیا کہ وہ کوئی ڈاکٹر تھا۔ وہ شخص بڑی توجہ اور انہماک سے ربی کو چیک کر رہا تھا۔ میں یہ دیکھ کر چونک اٹھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک بیٹھے بٹھائے ربی کو یہ ہو کیا گیا ہے۔ پہلے میں نے اسے وہیل چیئر سے مدد لیتے ہوئے دیکھا تھا اور اب یہ سنجیدہ چیک اپ کسی گمبھیر مسئلے کی جانب اشارہ کرتا تھا۔ وہ اپنی عمر کی ایک سینچری مکمل کر چکا تھا۔ اس عمر میں انسان کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن میری تشویش اور الجھن کا باعث یہ تھا کہ مجھے معلوم نہیں تھا میرے سب سے طاقتور دشمن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر نے مکمل چیک اپ کے بعد ربی کے بازو میں ایک انجکشن دیا اور ہرشل کو ضروری ہدایات دینے کے بعد